U367

Title — AL BURHAAN-O-FALSAFATU'L QURAAN (Part-1).

Author — (Raoof) Maulana Bealfazal Anlaana-o-Baalamal Ittiqanal Almaroof Baabadal Raoof.

Publisher — Matba Israr Kareemi (Allahabad)

Date — 1338 H.

Pages — 216 + 320

Subject —

هو المستعان

قل هاتو برهانكم هذا ذكر من معی و ذکر من قبلی ان كنتم صادقين

البرهان فی فلسفۃ القرآن

۱۳۳۷ ہجری

حصہ اوّل

مصنفہ مولانا بالفضل اولنا و بالعمل اتقانا المعروف بعبد الرؤف

ولد شیخ محمد یحیی ابن شیخ نصیر الدین الصدیقی الموی الہ آبادی

مصنف دلائل فضائل الاسلام و صراط المستقیم و کتاب الحکم

در مطبع اسرار کریمی الہ آباد زیور طبع پوشید

تاریخ طبع براہین والبلاغ ۱۳۳۸ ہجری و
برہان الاقوم آیات قرآن المحکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے نام تو بہترین سرآغاز — بے نام تو نامہ کے کنم باز
آرایش نامہا ست نامت — آسایش سینہا کلامت

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین
اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین لے دربہترین
نعت ہے اوس ذات بابرکات پر جسکی نسبت خود خدا ے تعالی نے فرمایا ہے
وما ینطق عن الہوی ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی
ما کذب الفواد ما رای ۔ یا ایہا النبی انا ارسلنک شاہدا و نذیرا داعیا الی اللہ باذنہ
سراجا منیرا وما انت بنعمت ربک بمجنون وان لک لاجرا غیر ممنون وما ارسلنک الا
کافۃ للناس بشیرا و نذیرا ۔ وارسلنک للناس رسولا پس خوشترین شکر و امتنان ہے
اوس اکمل و افضل الشان پر جسکو اللہ تعالے نے خاتم النبیین رحمۃ للعالمین رسول
رب العالمین خود فرمایا ہے اور وہ محمد مصطفے احمد مجتبے ہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ
واشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ قال اللہ تعالی وکفی باللہ شہیدا الذین یتبعون الرسول
النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل یامرہم بالمعروف وینہہم
عن المنکر ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث ویضع عنہم اصرہم والاغلال التی

کانت علیہم فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون
قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموت والارض لا الہ الا ہو یحیی
ویمیت فامنوا باللہ ورسولہ الامی الذی یؤمن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تہتدون
اور یہ عمدہ ترین تعریف وتوصیف ہے ان مہاجرین وانصار اور مومنین الی یوم القرار
واصحاب کبار پر جن کے نسبت خدائے عزیز حکیم وعزیز علیم نے اپنے کتاب کریم یعنی
قرآن حکیم میں فرمایا اور وعدہ کیا ہے وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منہم ومعہ
محمد رسول اللہ مغفرۃ واجرا عظیما۔ وعد اللہ المومنین والمومنات جنت تجری
من تحتہا الانہار خالدین فیہا ومساکن طیبۃ فی جنت عدن ورضوان من اللہ ذلک
ہو الفوز العظیم۔ الذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم اعظم درجۃ
عند اللہ واولئک ہم الفائزون یبشرہم ربہم برحمۃ منہ ورضوان وجنت لہم فیہا نعیم
مقیم خالدین فیہا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم۔ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی
سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ہم المومنون حقا لہم مغفرۃ ورزق کریم والذین
آمنوا من بعد وہاجروا وجاہدوا معکم فاولئک منکم۔ والسابقون الاولون من المہاجرین
والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنت تجری
تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذلک الفوز العظیم۔ ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ
وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین۔ اور خدائے عزوجل نے فرمایا ہے کہ
واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا۔ اس کتاب کے لکھنے کی غرض جو ہوا وہ غرض یہ ہے
کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے کی ترغیب وترہیب وتحریک کا سبب ہو
مومنین وصالحین کی تعداد وازدیاد کی باعث۔ اور انسانوں کو نیک بنا دے وبرائی سے

بچاوے غرضکہ تکمیل اخلاق و حسن اعمال کے لئے مکمل ذریعہ ہو۔ آیات محکمات قرآن سے تا بہ
امکان استنباد و استشہاد ہے تاکہ معجزہ و اسرار و حکم قرآن حکیم و کریم سادہ سلیس عام فہم اردو مین
ان اطراف کے زبان و محاورہ کے مطابق آجاوے۔

جا بجا محاورہ و فصیح الفاظ و جملوں کی بھی چاشنی ڈالدی ہے۔

انواع فضائل و رذائل اور انکے جزئیات اسیقدر قرآن مین بیان ہین جنکی ضرورت
واقعی و اصلی ہوسکتی تھی پس یہ خوبی و اعجاز بیشک لائق ہے باختصار لہذا اس کتاب مین بھی
اسی طریق کو بہتر و برتر سمجھا ہے اصح یہی ہے کہ جن امور کے ظاہر کرنے و بحث مین لانے سے قرآن
مین بھی احتراز ہے اور آنحضرت کے افعال مین بھی انکا جواز یا نظیر نہین ہے انکو مذہبی حیثیت
ہرگز نہ دینا چاہیے اور انپر عقلی بحث کر سکتے ہین لیکن مذہبی احکام حلال و حرام
مین انسے چشم پوشی بحیثیت مذہبی عین حکمت ہے ...

وہ جسقدر ہین وہ تکمیل و تعمیل و ارتقاء و بقاء مذہب کیلئے کافی و وافی ہین اس طریق کو
ترجیح دینے سے فرقہ بندی و تنازع مذہبی کی جڑ کٹ جاتی اور بحث لاطائل و فضول سے نجات
ملجاتی ہے یعنی پیچھا چھوٹ جاتا ہے غرضکہ موضوع بیان برہان بالقرآن کے ساتھ ان اعمال ارادی
و احکام و حلال و حرام کا بیان ہے جنکی ترک یا اختیار کی ہدایت دین اسلام مین اصولاً یا فروعاً
نصاً یا ضمناً آئی ہے اور جو انسان کے تعاصب و تعامل واقع ہوتے اور شخصی و نوعی و دائمی اور سیاست
کے بقا اور اسکے ترقیوں کی کمی و بیشی مین موثر ہوتے اور عذاب یا ثواب کا باعث ہوتے ہین
اس کتاب مین مینے یہ کوشش کی ہے کہ آیات محکمات غیر متشابہات جامعات قرآن حکیم
سے برہان و استناد و استشہاد ہون تاکہ صراط مستقیم و فلسفہ اسلام و تاریخ اسلام و فلسفہ
قرآن کریم اور بھی روشن اور نور افشاں و مرتب ہوسکین اور انکے بیان آسان ہوجاوین و تفصیل اسلام

و قرآن ثابت ہوتے ہیں تفسیر آیہ بالا کو تا امکان مقدم رکھا ہے جن آیات سے استنباط و استشہاد
اجتہاد ہے انکو پوری لکھدیا ہے تاکہ یہ کہا جاوے کہ سیاق و سباق مخالف تفسیر ہے یا کچھ آیات کو
مفسر نے چھوڑ دیا یا زیادہ کر دیا ہے اسلئے کہ بعض جگہ اول یا آخر وہ آیات بھی لکھدیا ہے جنکا کچھ
تعلق اس آیت سے ہے جس سے سند ہے میرا ایمان ہے کہ سیاق و سباق قرآن معجز ہے اور جا بجا غلط
استدلالات اعتراضات بیجا کرنے سے بچاتے رہتے ہیں اور وہ خود ہی رفع دخل کر دیتے ہیں اور ظاہر کر دیتے ہیں
کہ کیوں ایسا طریق اختیار کیا صاف و شیریں طرز بیان ایسا رکھا گیا ہے جو سب سے زیادہ قابل
خیال ہے ترجمہ بالکل لفظی کیا ہے تاکہ آیات جس طرح ہیں اسکی تصویر سامنے رہے نظام آیات و طریق
بیان میں تغیر نہو و طرز بیان اسلوب مطابق الفاظ قرآنی رہے اسکا لحاظ نہیں کیا کہ زبان پھیکی
و بے محاورہ ہو جاتی ہے لیکن ایسا ہی نہیں ہے کلام کے مطالب سے ترجمہ قاصر ہے فلسفیانہ و
حکیمانہ بحث و تحلیل کی جہاں کہیں ضرورت ہوئی دلائل عقلی کی جہاں حاجت معلوم ہوئی تو وہ بھی لکھدیا ہے
اسطرح نہایت اہم و مقدم مسائل علمی و فلسفی بکثرت اس کتاب میں ملینگے لیکن اختصار و جامعیت
کے ساتھ مع دلائل و مقدم آیات قرآنی کو لیکر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ سائنس و فلسفہ و علوم حکمیہ
کہ اس زمانے کے جو تغیر پسند مسائل در جوز زندگانی انسانی و ارتقاے عالم کے لئے ضروری
ہیں وہ قرآن مجید میں جس خوبی و خوش اسلوبی سے ہیں وہ معجزہ اور حیرت کا سبب ہیں کہ ایسے زمانے
میں ایسے ملک کے ایک امی کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہوئے اور اللہ تعالی نے اپنی
مشیت و رحمت کو انسان شیفتہ البیان تک پہونچایا پس صداقت دین محمدی و قرآن
کیلئے وہ برہان ہیں -

جامع الحروف عبد الرؤف صدیقی موی الہ آبادی ولد شیخ محمد یحیی
بن شیخ نصیر الدین -

بہترین خلق اور بدترین خلق کون ہین

سورہ بینہ مین ہے ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جهنم خلدین فیها اولئك هم شر البریه ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئك هم خیر البریه جزاءهم عند ربهم جنٰت عدن تجری من تحتها الانهٰر خلدین فیها ابدا رضی الله عنهم ورضوا عنه ذلك لمن خشی ربه

اہل کتاب مین سے جو کافر ہین اور مشرکین نار جہنم مین رہینگے وہی بدترین خلق ہین جو ایمان لائے اور اونہون نے عمل صالح کیا وہی بہترین خلق ہین اون کا بدلا اون کے رب کے پاس جنتین رہنے کی جگہ ہین جنکے نیچے نہرین بہتی ہین ہمیشہ اوسمین رہینگے۔ راضی ہوا اللہ اون سے اور وہ راضی ہوئے اوس سے یہ سبب اس کے کہ ڈرے اپنے رب سے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو ایمان لائے اور اونہون نے عمل صالح کیا یعنی دونون کیا وہی بہترین خلق ہین اون کے لئے وہ ثواب ہین جو ان آیات مین مذکور ہین اور یہہ ثواب اس لئے ہین کہ وہ اپنے رب سے ڈرے یعنی اپنے رب سے ڈر کر عمل صالح اونہون نے کیا لہذا ایمان لاکر اور اللہ سے ڈر کر عمل صالح کرتے رہنا بہترین سعادت انسانی ہے جس کو وہ اپنے افعال کے بدلا مین حاصل کرسکتا ہے۔ اسیطرح اہل کتاب کا کفر کرنا یعنی حضرت مسیحؑ وغیرہ کو ہو اللہ کہنا وغیرہ جنکی تفصیل ہم نے جدا اسی کتاب مین بیان کی ہے جہان کافر کی تعریف کی ہے۔ دوسرے خلاف ایمان باللہ اعتقاد کے ظلم بھی کرنا جیسا کہ کفروا سے نکلتا ہے اور مشرکین کا نار جہنم مین رہنا ہے اور اون دونون کا بدترین خلق ہونا اور چونکہ کفر ایمان اور عمل صالح کے مقابلہ مین ہے لہذا وہ مشرکین و کافرین اہل کتاب بدترین خلق ہین جنہون نے عمل غیر صالح یعنی ظلم بھی شرک و کفر کے ساتھہ کیا ہو مطلق شرک و کفر

سبب الشر البریہ ہونے کا نہین ہے جیسا کہ تقابل سے ثابت ہے۔ سورہ انبیا مین ہے۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض — اور بیشک لکہا ہے ہمنے زبور مین بعد ذکر کے کہ زمین کے

یرثہا عبادی الصالحون ان فی ھذا لبلٰغا — وارث ہونگے میرے صالح بندے اسمین بلاغ ہے اوس قوم کیلیے

لقوم عٰبدین وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین — جو عابد ہین اور نہین بہیجا ہمنے تجھکو مگر بروے رحمت جہانون کیلیے

پس اللہ تعالی نے زبور مین بھی لکھدیا ہے اور اوسکی وجہ سے محکم اور قطعی ہے کہ زمین کے وارث یعنی حاکم اللہ کے صالح بندے ہون گے۔ یعنی جو عمل صالح کرتے رہتے ہونگے اور اونکین صالحیت اور قابلیت بسبب اپنے عمل کے وارث فی الارض ہونے کے ہوگی۔ اور اس امر کے اللہ تعالی کے ظاہر کردینے مین عبادت کرنے والی قوم کے لئے بلاغ ہے یعنی وہ ایسی ہی عبادت کرین جس سے صالحیت مذکور پیدا ہو اور اللہ نے جہانون پر رحمت کرکے آنحضرت کو بھیجا ہے لہذا آپ نے بلاغ مذکور عابدین کو پہونچا دیا اور خود نمونہ ومثال بنکر دکہا دیا تاکہ آپکا اسوہ حسنہ اور عمل عبادت کہنے اور صالح ہونے کا ذریعہ ہو۔ اور اسطرح آپ رحمۃ للعالمین ثابت ہوئے۔ لہذا ثابت ہوا کہ صالحیت رحمت کا سبب ہے اور عبادت کا نتیجہ اہم اور مقدم صالحیت ہے اور وارث فی الارض ہونا اوس کا ضروری نتیجہ ہونا چاہیئے۔ لہذا بہترین خلق اور وارث فی الارض ہونے اور اپنے کو رحمت ثابت کرنے کیلیے اور عابد بننے کے لئے ایمان اور عمل صالح یا یون کہو کہ صالحیت بہترین ذریعہ ہے۔

تنازع للبقا وبقاے اصلح کے قانون

اور بعض کے بعض سے رفع ہونے کی مصلحت وسلسلۂ علت ومعلول

سورہ بقر مین ہے ولولا دفع اللہ الناس — اور اگر نہ دفع کرتا اللہ آدمیون کو اونکے بعض کو بعض سے

بعضہم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذوفضل — فاسد ہوجاتی زمین لیکن اللہ فضل والا ہے جہانون پر
علی العالمین تلک ایٰت اللہ نتلوہا علیک — یہ اللہ کی آیات ہین پڑھتے ہین ہم اونکو تجھپر حق کیساتھ
بالحق وانک لمن المرسلین — اور تو مرسلین مین سے ہے۔

ایک آدمی کا دوسرے آدمی سے دفع ہوتے رہنا یعنی تنازع للبقا مین انسان کے ہونیکا سبب اور اوس کے دفع ہونے کی وجہ اللہ تعالی نے ان آیات مین یہ بیان کیا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین فاسد ہوجاتی لیکن اللہ نے اپنے فضل سے دفع ہوتے رہنا قائم رکھا اور اس بیان کو آیات اللہ فرمایا ہے جس کو آنحضرتؐ پر تلاوت بالحق کرنا کہا ہے اور یہ بھی تصدیق فرمایا ہے کہ آپ مرسلین مین سے ہین۔ پس تنازع للبقا مین دفع ہونا ایک کا ایک سے ایسا اہم ہے کہ اوس کو اللہ تعالی نے آیات اللہ قرار دیکر آنحضرتؐ پر بالحق تلاوت کرنا اور آپ کو مرسلین مین سے تصدیق کرکے آپ سے کہنا ضروری سمجھا ہے لہذا یہ اصول بہت زیادہ قابل یاد رکھنے اور قدر کرنے کے ہے۔ اور اس اصول کو سورۂ انبیاء کی اس آیت سے ملاکر پڑھو

ان الارض یرثہا عبادی الصالحون — زمین کے وارث ہونگے میرے صالح بندے۔

پس ثابت ہوتا ہے کہ دفع سے بچنے کے لئے اور بقائے اصلح کے لئے عباد صالح ہی ہون گے کیونکہ وارث فی الارض وہی ہون گے جو دفع سے بچ جاوین۔ پس تنازع للبقا اور بقائے اصلح دونون قانونون کی انسانون مین عام ہونے کی ان آیات سے تصدیق ہوتی ہے۔

اور سورۂ حج مین ہے ان اللہ یدافع — اللہ ہٹا لیگا ایمان والون سے اللہ نہین دوست رکھتا
عن الذین اٰمنوا ان اللہ لا یحب کل — ہر خیانت کرنیوالے ناشکر کو حکم دیا گیا اون لوگون کو جن سے
خوان کفور ۰ اذن للذین یقاتلون — لڑتے ہین اسسبب سے کہ وہ ظلم کئے گئے اور اللہ اونکی مدد پر
بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر — قدرت رکھتا ہے وہ جو نکالے گئے اپنے گھرون سے بغیر حق کے

الذین اخرجوا من دیارهم بغیر حق الا ان	مگر اسپر کہ اون لوگون نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور
یقولوا ربنا الله ولولا دفع الله الناس	اگر نہ دفع کرتا اللہ آدمیون کو بعض کو بعض سے ڈھا جاتے
بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبیع وصلوات	تکیئے اور مدرسے اور عبادتخانے اور مسجدین جنمین اللہ کا نام
ومساجد یذکر فیها اسم الله کثیرا ولینصرن	بہت لیا جاتا ہے اور اللہ مدد کریگا اونکی جو مدد دیتا ہے اسکو
الله من ینصره ان الله لقوی عزیز الذین	اللہ مضبوط غالب ہے وہ لوگ ہین کہ اگر قدرت دین ہم
ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلوة واتوا	اونکو زمین مین قائم کرین نماز اور دین زکواۃ اور امر
الزکوة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنکر ط	بالمعروف و نہی عن المنکر کرین اور اللہ کے اختیار مین ہے
ولله عاقبة الامور ط	انجام کامون کا۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے دوسرے آدمی سے دفع ہوتی رہنے مین کیا حکمت ہے اور جو اللہ کی مدد دیتا ہے یعنی اوسکی رضا کے موافق کام کرتا ہے اوس کی مدد اللہ قوی عزیز بھی کرتا ہے اور اللہ نے اون لوگونکی مدد کرنے اور مدد دینے کا وعدہ کیا جو نماز درستی سے قائم رکھتے اور زکواۃ دیتے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہین۔ لہذا معلوم ہوا کہ صفات مذکور رکھنے والے بقاے اصلح کیلئے زیادہ موزون ہین پس آیات مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہے کہ ہر دو قانون مذکور طبعی و فطری اور تمام انسانون پر حاوی ہین اور امن دوامی نہین ہو سکتا بلکہ ایک کے دوسرے سے دفع ہونے سے نیکی و حق کی ترقی ہوتی رہتی ہے اور وہ چیزین جو اصلاح کا سبب ہین اور جنمین وہ لوگ رہتے ہین جو فتنہ و فساد جنگ و جدل نہین کرتے وہ بچے رہتے ہین اور جمود کو زوال ہوتا رہتا ہے۔ اور یہہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمانون پر جب ظلم ہوا اور اللہ اونکی مدد پر قدرت اوسوقت رکھتا تھا تب دفع کا اونکو حکم ہوا بغیر ظلم کے اونہون نے پیشدستی نہین کی پس کم سے کم اوس وقت تک جبکہ یہ آیات سورۂ حج کی نازل ہوئین مسلمانون نے

صرف ظلم سے بچنے کیلئے اور بعد ظلم کے لڑائیان کین لہذا وہ نظیر خود اُن سے لڑائی کرنے کی نہین ہوسکتی جنہون نے ظلم نہ کیا ہو اور گھرون سے اس کہنے پر نہ نکال دیا ہو کہ ربنا اللہ۔

اس عالم مین اللہ تعالی کا یا یون کہو کہ فطرت یا نظام عالم کا عام و عالمگیر قانون جس پر یہ دنیا چل رہی ہے تنازع للبقا اور بقاے اصلح ہے۔ کوئی ذات اور کوئی قوم بلکہ کوئی شئے ان قوانین سے مستثنی نہین ہے وہی ذات یا وہی جماعت تنازع للبقا کے جد و جہد مین محفوظ رہتی ہے جو اصلح و اقوی ہو اور جو اس امر کی قوت و صلاحیت رکہتی ہو کہ دوسرے اپنے مقابل اشخاص و اشیار پر غالب آوے۔ چنانچہ سورۂ قصص مین ہے۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ اور نہ سست ہو اور نہ رنج کرو تم غالب ہو گے اگر تم مومن ہو۔

پس تمغہ امتیاز مومنین غلبہ قرار دیا گیا ہے اور غلبہ کی شرط مومن ہونا قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اصلح و غالب ہونے کیلیے مومن ہونا یا یون کہو کہ وہ افعال کرنا جو مومنین کے واقعی ہین لازمی ہین۔

علاوہ اس کے ایک اور ضروری اور اہم مسئلہ ہر دو آیات مذکورۂ بالا سے یہہ بھی ثابت ہے کہ چونکہ دفع الناس بعضہم ببعض عباد صالح ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے اور کوئی مسبب بغیر سبب اور کوئی معلول بغیر علت کے نہین ہوتا یا کم سے کم یہ دونون امور بغیر اپنے مسبب مذکور کے نہین ہوتے۔

اصلاح ذاتی و اصلاح قومی

پس جبکہ یہ امر مسلمہ ہے اور قران مجید سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ تنازع للبقا کی جد و جہد مین جو اصلح ہوگا وہی زمین کا وارث و متصرف ہوگا تو یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے

کہ ایک اصلح ہونا ذاتی اور فردی ہے اور دوسرا قومی وجماعتی۔ یعنی یہ کہ کوئی فرد واحد دوسرون سے بوجہ اپنی صالحیت کے اپنی جماعت مین محفوظ وکامیاب رہے یا کوئی جماعت اپنی غیر جماعت سے محفوظ وکامیاب رہے اور اُن کے مقابلہ مین وارث ملک وزمین کا ہو لہذا دو قسم کے حقوق اغراض مذکورہ کے حاصل کرنے کے لئے لازم ہوتے ہین ایک قومی وجماعتی مابین اپنی قوم وجماعت کے جس کے وہ جزو ہین۔ دوسرے مابین دیگر اقوام یا جماعت کے جو اپنی قوم وجماعت کے غیر ہون بموجب دین اسلام وقران مجید دونون طرح کے حقوق کے متعلق احکام ونظام واصول مفصل ہین اور جن کا بیان قران مجید مین بہترین طور پر بنہایت انتظام کے ساتھہ ہے۔

بغاوت بغیر حق کی ممانعت نہ بغاوت ضروری حق کی

مطلق بغاوت کی ممانعت قران مجید مین نہین ہے بلکہ بغاوت بغیر حق کے حرام ہے پس اس نکتے کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے کیونکہ بغیر بغاوت یعنی تبدیل حالت کے اصلاح ہو ہی نہین سکتی اور جمود سٹ ہی نہین سکتا جو لازماً وفطرتاً ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سورہ اعراف مین ہے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطاناً وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون ٥ پس بغی بغیر الحق حرام ہوئی۔

سب سے اول اصل اصول دین محمدی کا مومنین کا اپنی جان ومال کو بعوض جنت کے اللہ کے ہاتھہ بیچنا ہے

صاحبان درایت واہل فراست وماہران فلسفہ اسلام وغائران قران مجید وواقفان سیرت

آنحضرتؐ علیہ السلام و صحابہ کرام پر پوشیدہ نہین ہے اور جس نے کل اوامر و نواہی و فلسفہ قرآن مجید پر بادب غور کیا ہے اوس کو عین الیقین ہے کہ پہلا مقدم و بنیادی اصل اصول مذہب اسلام کا یہ ہے کہ مومن اپنی ذات و مال اور ہر چیز کو اللہ رب العالمین کے ہاتھہ جس کا کوئی شریک نہین ہے بعوض جنت کے بیچ ڈالے جس سے ہر عمل اوس کا بغیر کسی دوسرے کی شرکت کے اللہ کے لئے ہونے لگے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عبدیت و معبودیت و خالق و مخلوق کا امتیاز مستقل و کماحقہ قائم ہو جاتا ہے کیونکہ جب ایک مومن کو یقین ہو گیا کہ کل اشیاء کا خالق ایک ہی اللہ ہے اور کل اشخاص و اشیاء اوسکی عبدیت مین ہین تو وہ اپنے مثل انسانون اور دیگر اشیاء مین لازماً یہ امتیاز کریگا کہ چونکہ عبدیت مین وہ اوس کے ساتھہ متشارک ہین لہذا درجہ معبودیت یا ربوبیت اون کو نہین دیا جا سکتا اور یہی امتیاز اپنے فضل اور اپنے درجہ کو بھی قائم کرتا ہے کہ وہ اپنے کو عبداللہ سمجھتا ہے اور اپنے معبود کا شریک کسی شخص و شئے کو نہین مانتا ہے بلکہ مسخرات پر اپنے کو متصرف سمجھتا ہے۔ پس عبد کے لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ عبد کی جان و مال، یا یون کہو کہ ذات اور کمائی اور جو کچھہ اوس کا ہو یا جس کو اپنا کہتا ہو اون سب کا مالک کامل اوسکا معبود رب العالمین ہی ہے نہ کوئی دوسرا شخص اور دوسری شئے۔ کوئی دخل و اختیار عبد کو بغیر اجازت و ہدایت و رضامندی معبود کے اشیاء مذکور پر نہین ہوتا اس لئے سچا اور پورا بایع عبد وہ ہے کہ اپنی ہر چیز کی نسبت وہی کرے جو اوس کے معبود کا حکم اور اوس کا منشا معلوم ہو اور اوسکی رضامندی کے موافق ہو۔ حرکت و عمل ویسا ہی کرے یا اون کو ترک کرے اور جان تک کو بھی معبود کی رضامندی مین لگا دیوے۔ اور جسطرح اللہ تعالی سے ڈرنا چاہیئے اوس طرح آدمیون سے نہ ڈرے جیسا کہ سورہ مائدہ مین ہے فلا تخشوا الناس واخشون

سو نہ ڈرو آدمیون سے اور مجہہ سے ڈرو۔

انسان مین قوت متفکرہ ہے پس ایک حد تک وہ سمجھکر اپنے اختیار کے وسیلہ وارادہ سے
کوئی فعل یا ترک فعل کرتا ہے اس لئے اوس کا فرض عین ہے کہ اپنی عبدیت وبابعیت کو عمل سے
ثابت کرے اور وہ افعال کرے جو منشاے و حکم ایزدی کے مطابق ہو اور رضاے مولی از ہمہ
اولی سمجھے۔ پس قوت متفکرہ کے ذریعہ سے سمجھکر انسان وسایل حیات وآرام دنیوی حاصل کرتا
اور نفع اوٹھاتا ہے وہ قوت اوسمین عبث نہین ہے پس اوس کسب کو جو انسان کے اختیار مین ہے
اللہ تعالی نے بسبب جزا یا سزا کا قرار دیا ہے اور چونکہ انسان کے ہر فعل و ترک فعل کا کچھہ کچھہ
نتیجہ ہوتا ہے لہذا اللہ تعالی نے مومنین کے جان ومال کی نسبت بعوض جنت کے معاملہ
کرنا چاہا ہے اس لئے جسطرح بیع وشرا کا معاملہ ہوتا ہے اور جیسا معاوضہ دیا جاتا ہے یا انصافاً
روک لیا جاتا ہے اوسیطرح معاملہ و معاوضہ اعمال کا آخرت مین ہوگا اور دنیاوی معاملات کی مثال پر
آخروی معاملات کی مثال کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے۔ دلیل مذکورہ بالا کے ثبوت کیلئے سورہ توبہ کی
یہ آیت ہے ان اللہ اشتری من المومنین اللہ نے مول لے لیا ہے مومنین سے اونکی ذاتون
انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ الآیہ اور مالون کو بعوض اسکے کہ اونکے لئے جنت ہے۔
اس آیت مین انفسھم سے مراد کل جسمانی و روحانی ہر قسم کے قوی وجوارح ہین اسیطرح اموالھم سے
مراد ہر قسم کی کمائی وعزت وحقوق وغیرہ ہین پس وہ انھی معنون مین مستعمل ہوئے ہین جسمین
انسان کی وہ کل چیزین داخل ہو جاتی ہین جنکو وہ اپنا کہتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے
کہ جزا کا وعدہ اللہ نے قرآن وتوریت وانجیل مین کیا ہے اور جس کا وعدہ خدا کرے اوس سے
زیادہ سچا وعدہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ پس جو بیچے اوس سے اوسکی بڑی مراد اور کوئی نہین ہو سکتی
لہذا جان ومال کو مشتری کے منشاے حکم کے موافق لگانا چاہیئے تاکہ پوری قیمت وقت پر ملے
اور سورۂ حجرات مین ہے انما المومنون سوا اس کے نہین کہ وہ مومن جو ایمان لائے

الذین اٰمنوا باللّٰہ و رسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا — اللہ اور اوس کے رسول پر پھر شک کیا اور جہاد کیا

باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ اولٰئک — بذریعہ اپنے اموال اور ذاتون کے اللہ کی راہ مین

ھم الصّٰدقون۔ — وہی سچے ہین۔

پس مومنین کے صدق اعمال کی شناخت جسطرح ہوتی ہے اوس کا ذکر اس آیت مین ہے،

اور سورہ مائدہ مین ہے قال اللّٰہ ھذا یوم ینفع — کہا اللہ نے کہ یہ دن ہے کہ نفع دیتا ہے صادقین کو

الصّٰدقین صدقھم لھم جنّٰت تجری — اون کا صدق اون کیلئے جنتین ہین کہ جاری ہین

من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا رضی اللّٰہ — اونکے نیچے نہرین اوسمین ہمیشہ ہمیش رہینگے راضی ہوا اللہ

عنھم و رضوا عنہ ذٰلک الفوز العظیم — اون سے اور وہ راضی ہوئے اوس سے اور یہ سب سے بڑی مراد پانی ہے۔

پس صادقین کو جنہون نے جان و مال کو پورے و سچے طور پر بیع کر کے عمل موافق مرضی معبود کے کیا ہے اور سچ کہا ہے ثواب ہذا موعود ہے۔ دنیا مین جس قدر محرکات انقلاب اور بڑے بڑے واقعات کا سبب ہوئے ہین اون سب سے زیادہ قوی و اسلم و اصلح مذہبی خیال ہے یعنی عبدیت کی ایمان کا جذبہ ہے وطنی و نسلی وغیرہ تخیلات و جذبات اوسکی برابری نہین کر سکتے کیونکہ جب بہت سے عبد مومن اعتصام بحبل اللہ کر کے فرائض عبدیت کو ادا و پورا کرنے اور جان و مال کو نثار و قربان و ایثار کرنے لگتے ہین اور قومی رنگ مین رنگجاتی ہین اور جذبہ مذکور کو اپنے اوپر غالب کر لیتے ہین تو اون کا مقابلہ کوئی دوسرا جذبہ قوت مین اور اصلح ہونے مین اور اقسط و اسلم ہونے مین نہین کر سکتا اور وہ ہمیشہ غالب و فلاح پانیوالے اور دین و دنیا مین آرام حاصل کرنے والے اور عدل و قسط کے شایع کرنیوالے ہوتے ہین اور اونکا مخالف دنیا مین رسوا و ذلیل و غیر اصلح ہوتا ہے۔ پس اس جذبہ کے قائم کرنے مین خود انسان کے لئے دین و دنیا دونون جگہ فائدہ ہے اور عیش و طیش ہین نعمت و عزت مین

رزق کی تنگی مین غرضکہ ہر فرحت وکلفت مین رضاے مولا کو ترجیح دینا شان عبودیت ہے،
اور اپنے نفس کو مطمئنۃ بنانا ہے جیسا کہ سورہ فجر مین اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک	اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف وہ تجھے
راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی	راضی اور تو اوس سے راضی سو داخل ہو میرے بندون مین
وادخلی جنتی ط	اور داخل ہو میری جنت مین۔

اللہ غنی ہے نہ اوس کو کسی عبد کی عبادت کی ضرورت ہے نہ کسی پکارنیوالے کی حاجت
انسان دنیا کی زندگی مین خود اپنا نفع عبد صالح و مومن بنکر پاتا ہے لہذا اللہ اوس کو اوس کیلئے
رحمتاً ہدایت کرتا ہے۔ سورۂ فرقان مین ہے۔

قل ما یعبوأ بکم ربی لولا دعاءکم فقد کذبتم	تو کہہ نہین پرواہ کرتا میرا رب اگر نہ پکارو تم اوس کو
فسوف یکون لزاما	تو بیشک تم جھٹلا چکے تو ہوگا اوس کا لازم۔

لہذا مومن کے سب سے بڑے مقدم فرائض مین سے اپنی ذات و مال سب چیز کو
اللہ کی راہ مین لگانا ہے اور بعوض اُس کے جنت و درجات و رضاے خداوندی پانا ہے
یعنی ایمان کیساتھ دنیا مین عمل صالح کرنا ہے۔ اور آخرت مین اوسکی جزا پانا۔

میری مرضی نہین بلکہ تیری مرضی کیسے معلوم ہو

میری مرضی نہین بلکہ تیری مرضی کیسی برمحل نصیحت کیسی باموقع ہدایت ہے جامع خوبصورت
صداقت اور حکمت سے بھرا ہوا فقرہ ہے اور اوس حقیقت کا مظہر ہے جو لفظ اسلام
مین مضمر ہے رضاے الٰہی کے آگے سر جھکا دینا اسلام ہے یہی اصول صحیح ہے
تو ہر انسان کو معلوم کرنا چاہیئے کہ رضاے الٰہی کن کن امور مین ہے۔ پشتہا پشت کے تجربہ سے

یا مطالبۂ فطرت ہی پر اوسکو منحصر سمجھنا کیسا خود غرضی نہین اور خدا تعالی کی ربوبیت پر بیجا حملہ نہین۔
یہ باتین ممکن ہے کہ اون کو پسند آوین جو لوگ دہریت اپنے اندر رکہتے ہین لیکن جب ہم ایکبار تسلیم کرلین کہ ایک حکیم وعلیم خدا سے تعالی ہمارے چارون طرف حکومت کر رہا ہے جس کا خاص منشا انسان کے پیدا کرنے کا ہے تو ہم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ منشاے الٰہی کیا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے۔ مذہب اس لئے آیا ہے کہ وہ ہم پر ہمارے خالق کے منشار کو ظاہر کرے کہ ہمین اوس نے کیون پیدا کیا۔ اسطرح ہم اوسکی غرض پوری کرنے کیلئے اپنی رضا کو اوسکی رضا کے ماتحت کر دیتے ہین۔ قران مجید مین بخوبی بیان ہے کہ کن اعمال کرنے سے اللہ تعالی راضی ہے اور اونکا حکم دیتا ہے اور اونکی ہدایت کرتا ہے اور کن سے ناراض ہے اور اون سے منع کرتا ہے اور اونپر عذاب دیتا ہے۔
تیری مرضی یعنی شریعت بقول پولوس لعنت ہے اور لعنت کیطرف لیجاتا ہے اس لئے تیری مرضی یعنی شریعت پر چلکر اوس کے قول کے بموجب نجات پا ہی نہین سکتے اسلئے کہ ہمین نجات مسیحؑ کے خون کے ذریعہ سے بقول اوس کے حاصل ہوتی ہے اگر مسیحؑ بھی پولوس کے اس انکشاف پر واقف ہوتے تو یہ سبق نہ سکھلاتے کہ میری مرضی نہین بلکہ تیری مرضی۔

دوسرا اصل اصول دین محمدی کا ایمان کیساتھہ عمل صالح کرتے رہنا ہے

دوسرا اصل وبنیادی اصول اسلام کا یہ ہے کہ ایمان باللہ وعمل صالح کرتا رہے لیکن دونون کو ایک ساتھہ کرتا رہے جو فرض عین ہے اور وہ پہلے اصول کی گویا تفصیل ہے تمام نیکیون سے افضل اور تمام نیکیون سے زیادہ ثواب اسی کا قران مجید مین بیان ہوا ہے اور جنت کا خلود ابدی ایمان وعمل صالح کا ثواب بیان ہوا ہے یعنی ایسی صالحیت پیدا کرنا

اور ایسا صلح ہونا کہ اللہ تعالی کی ہدایات اور احکام کو بقدر وسعت ادا کر سکے اور ایسی صالحیت وقابلیت ذاتی وقومی کیلئے کوشش کرنا کہ عباد صالحین سے اپنی قوم واپ ہوجاوے سورہ نسا مین ہے

والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سند خلہم	اور جو ایمان لاوین اور عمل صالح کرین داخل کرینگے ہم
جنّٰت تجری من تحتہا الانہٰر خٰلدین	اونکو جنتون مین بہتی ہین جنکے نیچے نہرین اومین ہمیشہ ہمیش
فیہا ابدا وعد اللہ حقا ومن اصدق	رہینگے اللہ کا وعدہ حق ہے اور کون زیادہ سچا ہے
من اللہ قیلا ط	اللہ سے قول مین۔
اور سورہ طلاق مین سے ومن یؤمن باللہ	اور جو ایمان لایا اللہ پر اور عمل کرتا ہے صالح داخل کریگا
ویعمل صالحا یدخلہ جنّٰت تجری	وہ اوسکو جنتون مین بہتی ہین جنکے نیچے نہرین
من تحتہا الانہٰر خٰلدین فیہا ابدا	وہ اومین ہمیشہ ہمیش رہینگے۔ بیشک بہت اچھا
قد احسن اللہ لہ رزقا	دیا اللہ نے اوسکو رزق۔
اور سورہ تغابن مین ہے ومن یؤمن باللہ	اور جو ایمان لایا اللہ پر اور عمل صالح کرتا ہے دور کرینگے ہم
ویعمل صالحا یکفر عنہ سیاٰتہ ویدخلہ	اوسکی برائیون کو اور داخل کرینگے اوسکو جنتون مین
جنّٰت تجری من تحتہا الانہٰر خٰلدین	جنکے نیچے نہرین بہتی ہین وہ اومین ہمیشہ ہمیش رہینگے
فیہا ابدا ذٰلک الفوز العظیم والذین کفروا	یہ بہت بڑی مراد پانی ہے اور جو لوگ کافر ہین اور
وکذبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحٰب النار خٰلدین	جھٹلاتے ہین ہماری آیتون کو وہ نار والے ہین
فیہا وبئس المصیر ط	اومین رہینگے اور بری جگہ ہے پھر جانے کی۔
اور سورہ توبہ مین ہے الذین اٰمنوا وھاجروا	جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ مین
وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم	اپنے اموال اور ذاتون کے ذریعہ سے بہت ہی بڑا
اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ہم الفائزون	درجہ ہے اون کا اللہ کے نزدیک وہی مراد پانیوالے ہین

يبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان — خوشخبری دیتا ہے اونکو اونکا رب اپنی رحمت اور رضامندی

وجنت لهم فيها نعيم مقيم خلدين فيها — کی اور جنتین ہین اونکے لئے جنمین نعمتین قیام رکھنے والی ہین

ابدا ان الله عنده اجر عظيم — ہمیشہ ہمیش رہینگے اونمین اللہ کے پاس اجر بہت بڑا ہے

اور سورہ نساء مین ہے والذين امنوا وعملوا — اور جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا داخل کرینگے ہم

الصلحت سندخلهم جنت تجری — اونکو جنتون مین بہتی ہین جنکے نیچے نہرین ہمیشہ ہمیش

من تحتها الانهر خلدين فيها ابدا لهم — رہینگے وہ اونمین ادن کیلئے اونمین بیویان مطہرہ

فيها ازواج مطهرة وندخلهم ظلا ظليلا — ہین اور داخل کرینگے ہم اونکو چھاؤن مین۔

سورہ عنکبوت مین ہے والذين امنوا — جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا اونکو ہم داخل

وعملوا الصلحت لندخلنهم في الصلحين — کرینگے صالحین مین۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور عمل صالح کرنا چاہیئے جسقدر ممکن ہو اللہ صالحین مین داخل کریگا۔ اس بات کا انتظار نہ کرنا چاہیئے کہ کوئی عمل غیر صالح نہو یا کوئی عمل غیر صالح ہوجاوے تو آیندہ عمل صالح ترک کردیا جاوے۔ پس جملہ آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت کا جو وعدہ ہے بالخصوص ابدی جنت و مغفرت کا وہ ایمان لانے والون اور عمل صالح دونون کے ایک ساتھ کرنے والون سے ہے محض اوس مومن سے نہین ہے جس نے عمل صالح نہ کیا ہو اور صرف اللہ پر ایمان لایا ہو تمام قران مجید مین کوئی وعدہ ایسا نہین پایا جاتا جو جنت ابدی و مغفرت کے لئے ہو مگر عمل صالح اور ایمان دونون کیساتھ نہ ہو صرف ذیل کی آیت ایسی ہے جس پر بحث ہوسکتی ہے اور وہ سورہ توبہ کی یہ آیت ہے والمؤمنون والمؤمنت — اور مومن مرد اور مومن عورتین بعض اونکے رفیق ہین

بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف — بعض کے حکم کرتے ہین معروف کا اور منع کرتے ہین

وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ — منکر سے اور قائم رکھتے ہین نماز کو اور دیتے ہین

ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ — زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہین اللہ اور اوسکے رسول کی

اولٰئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم — اونپر رحم کریگا اللہ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے

وعد اللہ المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت — وعدہ دیا اللہ نے مومن مرد اور مومن عورت کو جنتون کا

تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا — بہتی ہین جنکے نیچے نہرین اوسمین رہینگے اور رہنے کی جگہ

ومسٰکن طیبۃً فی جنّٰت عدنٍ ورضوان — پاک جنت مین اور رضامندی اللہ کی سبسے بڑی

من اللہ اکبر ذٰلک ھو الفوز العظیم ط — یہہ بڑی مراد پانا ہے۔

اول تو ان آیات مین خلود ابدی ومغفرت کا ذکر نہین ہے دوسرے شروع آیت مین اعمال کا ذکر ہے پس جن مومنین اور جن مومنات سے وعدہ ہے اون سے مراد عمل صالح بھی ہوگا کیونکہ ماسبق متصل آیت مین اعمال کا ذکر ہے۔ پس یہ استدلال صحیح نہین ہے کہ خلود ابدی ومغفرت محض ایمان یا محض عمل صالح کی جزا ہے بلکہ دونونکے ایک ساتھہ کرنے کی جزا وہ ہین جیسا کہ آیات مذکورہ سے کما حقہ ثابت ہے۔ پس عمل صالح اگر اصل مقاصد مین سے ہے تو ایمان ومومنین کی جان ومال خریدنے سے صرف تقدس دینا مقصود ہے۔ لہذا دوسرا بنیادی واصل اصول اسلام کا ایمان اللہ پر لانا اور عمل صالح جو کچھہ ہوسکے دونون کو ایک ساتھہ کرنا ہے تا کہ خلود ابدی ومغفرت اور وہ ثوابات جو آیات مذکورہ مین ہین بطور جزا کے ملین۔

عمل صالح سبب عزت کا ہوتا ہے

سورہ فاطر مین ہے من کان یرید العزۃ — جو (اپنی) عزت چاہتا ہے تو اللہ ہی کے اختیار

فللّٰہ العزۃ جمیعا الیہ یصعد الکلم الطیب — مین ہے سب کی سب عزت اوسکی طرف چڑھتے ہین

والعمل الصالح یرفعہ ط پاک کلمے اور عمل صالح کو وہ بلند کرتا ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عزت خدا کے دینے سے ہوتی ہے جو عزت چاہتا ہو وہ ایسے طریق اختیار کرے جس سے اللہ عزت دیوے اور وہ طریق عمل صالح ہے کیونکہ اسی آیت مین ہے کہ کلمہ طیب اوسکی طرف صعود کرتے ہین اور عمل صالح کو وہ بلند درجہ دیتا ہے یعنی صالح عمل کرنے والے کو وہ بلند قدر کرتا ہے جو ہم مفہوم عزت دینے کے ہے۔

عمل صالح سبب حیات طیبہ و احسن اجر کا ہوتا ہے

سورہ نحل مین ہے من عمل صلحاً من ذکر او انثیٰ و ھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون جو عمل صالح کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ہم اوس کو جلاوینگے طیب زندگی مین اور بدلا دینگے ہم اوسکا بدلا احسن اوسکے عمل کا۔

پس عمل صالح با ایمان کرنا سبب ہے دنیا کے پاک جینے کا اور احسن بدلا پانیکا۔

وعدہ استخلاف فی الارض وغیرہ بعوض ایمان و عمل صالح

سورہ نور مین ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ط وعدہ کیا اللہ نے تم مین سے اون لوگون سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا کہ خلیفہ کریگا اون کو زمین مین جیسا کہ خلیفہ کیا تہا اونکو جو اونکے قبل تھے اور جماویگا اونکے اوس دین کو جس سے راضی ہوا اون کیلئے اور بدل دیگا اونکو بعد اونکے خوف کے امن سے عبادت کرین میری اور نہ شریک کرین میرے ساتھہ کسی شے کو۔

پس اس آیت سے ایمان اور عمل صالح کرنے والون کے لئے خلافت فی الارض کا ملنا

ثابت ہوتا ہے کیونکہ جن سے اس آیت مین وعدہ کیا گیا ہے اون سے سب یہی بیان کیا گیا ہے۔

اللہ متولی صالحین کا ہے

سورہ اعراف مین ہے قل ادعوا شرکاءکم ثم کیدون فلا تنظرون ان ولی ے اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین

تو کہہ پکارو اپنے شریکون کو پھر مکر کرو مجھپے سو مہلت نہ دو مجھ کو میرا ولی وہ اللہ ہے جس نے نازل کیا کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے صالحین کی۔

برائیان جسکی احاطہ کرلین وہ دوزخی ہے اور ایمان و عمل صالح سبب جنتی ہونیکا ہے

سورہ بقر مین ہے بلیٰ من کسب سیئة و احاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون والذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب الجنة ھم فیھا خالدون ط

ہان جسنے کمایا برائی کو اور گھیر لیا اوسکو اوس کی خطاؤن نے تو وہی ہین دوزخ والے اوسمین رہینگے اور جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا وہی جنت کے رہنے والے ہین وہ اوس مین رہین گے۔

ان آیات سے بطور اصول کلی کے معلوم ہوتا ہے کہ جب برائیان کسب سے اس درجہ بڑھ جاوین کہ عمل صالح پر محیط ہو جاوین اور عمل صالح اونکی وجہ سے بے حقیقت و کم وزن ہو جاوین اگرچہ خطا ہوتے ہوتے بھی یہ نوبت آجاوے تو ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ ہے لیکن جو ایمان لاوے اور عمل صالح کچھہ نہ کچھہ کرتا رہے اور اوسکی بدیان بڑھ کر مذکورہ بالا طور پر محیط نہو جاوین تو وہ جنتی ہوگا۔ پس اعمال سیئہ یعنی گناہون کا ایسا احاطہ کرلینا کہ عمل صالح پر وہ محیط ہو جاوین سبب خطرہ کا ہے۔

رجاء لقاء رب کب ہو سکتی ہے

سورہ کہف مین ہے من کان یرجوا لقاء ـ جو رجاء رکہنا چاہتا ہو اپنے رب کے لقا کی تو چاہیے
ربہ فلیعمل عملا صالحا و لا یشرک بعبادة ـ کہ عمل صالح کرتا رہے اور نہ شریک کرے اپنے
ربہ احدا ـ رب کی عبادت مین کسیکو۔

پس اس آیت مین بطور اصول کلی کے بیان ہوا ہے کہ عمل صالح کرتے رہنا اور کسیکو اللہ کی عبادت مین شریک نہ کرنا اس رجا کے لئے کہ لقاء رب کے وہ لائق ہے امید دلاتا ہے لہذا عمل صالح کرتے رہنا اور کسی کی عبادت سواے خدا کے نہ کرنا اصل الاصول اور غایت و مقصد اصلی ہے دیگر امور ہیچ ہین اور اسی آیت کے متصل ماقبل یہ آیت ہے ۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی ـ تو کہدے کہ سوا اسکے نہین کہ مین ایک
الیّ انما الٰھکم الہ واحد ـ بشر ہون مثل تمہارے وحی کیگئی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود معبود واحد ہے

پس اس آیت سے اور اس کے مابعد آیت مذکور سے صاف اور صریح یہ نکلتا ہے کہ جبکہ خود آنحضرتؐ جو بہترین انسان اور اکمل ترین بشر تھے مثل دوسرے آدمیون کے بشر تھے اور آپ کو معبود واحد کی پرستش کرانے کا حکم ہوا تو نہ کوئی پیر نہ کوئی پیغمبر اور نہ کوئی دوسرا انسان ایسا ہے جو معبودیت کا حق رکھتا ہو یعنی جو کچھہ وہ خود کہے اوس کو بالکل صحیح سمجھکر اوسپر عمل کیا جاوے یا اوسکی ایسی تعظیم کی جاوے اور اوس کے لئے ایسے افعال تعظیمی کئے جاوین جو انسانون کے درجہ سے اوس کو مافوق ثابت کرتے ہون ۔ سب انسان اس امر مین مساوی ہین صرف خداے واحد قابل عبادت ہے اور عبادت دونون معنون مین استعمال ہوتی ہے جیساکہ افتخذ وا الہ ھواہ سے ثابت ہوتا ہے اور عمل صالح و تقوی صرف سبب اکرام باہم انسانون مین ہے نہ کہ عبادت ۔ عبادت یہی

نہین ہے کہ سجدہ و رکوع و قیام کیا جاوے بلکہ غیر مفترض الطاعت کے احکام کو ماننا اور اوسکی تعظیم ناواجب کرنا بھی اوسکی عبادت کرنا ہے۔

مثال و نمونہ و نصب العین ایمان و عمل صالح کا بروے قران

بلحاظ مذکورہ بالا بیان کے سب سے بہتر طریق یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام کی نسبت جو قران مجید مین بیان ہوا ہے اور اون حضرات کا مخصوص عمل جو ذکر ہوا ہے اور جو کرنے کا حکم ہوا ہے اوس کو لکھدیا جاوے کیونکہ اون سے بہتر مثال و نمونہ اعمال صالحہ کرنے والون کے لئے اور دوسرا نہین ہو سکتا اور خداے تعالی نے بھی اُسکو اسی غرض سے بیان فرمایا ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون	اور چاہیئے کہ تم مین سے ایک جماعت ہو جو بلاتی ہو خیر کیطرف
بالمعروف و ینھون عن المنکر اولئك	اور امر کرتی ہو معروف کیساتھہ اور منع کرتی ہو منکر سے وہی فلاح
ھم المفلحون۔ ولا تکونوا کالذین	پانیوالے ہین اور نہ ہو اون لوگون کیطرح جو متفرق ہو گئے
تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم	اور اختلاف کیا اوسکے بعد کہ آئین اونکے پاس بینات
البینٰت واولئك لھم عذاب عظیم ط	اور اونھین کو عذاب بہت بڑا ہے۔

پس اس آیت مین تاکیدی حکم ہے کہ ایک جماعت کو مومنین مین سے ہونا چاہیئے کہ خیر کیطرف بلاتی رہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتی رہے اور وہی جماعت فلاح پانے والی کہی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اونکی طرح نہ ہو جو متفرق ہو گئے اور جن کیلئے عذاب بہت بڑا ہے۔ لہذا تفرقہ و اختلاف مٹانے کی غرض سے جو یہ خاص حکم دیا گیا ہے اور ہر زمانہ کے لئے ایک ایسی جماعت ہونے کے لئے حکم دیا گیا ہے اوس پر عمل کرنے کیلئے کوشش

حق نیوش کو کھلا کر کہنا چاہیئے۔ ایسی ہی حکم کے عدم تعمیل سے موجودہ حالت مسلمانون کی ہوگئی ہے اور مثل اون کے ہوگئے ہین جنکا ذکر اسی آیت مین ہے کہ اونھون نے اختلاف کیا اور اون کو عذاب عظیم ہین۔ اور سورہ توبہ مین ہے

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم	اللہ نے مول لے لیا ہے مومنین سے اونکی جان اور اونکے
و اموالھم بان لھم الجنة یقاتلون	مال بعوض اسکے کہ اونکو جنت ہے لڑینگے اللہ کی راہ
فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا	مین سو مارینگے اور مارے جاوینگے اوسپر وعدہ سچا ہے
علیہ حقا فی التوراة والانجیل والقران	توریت اور انجیل اور قران مین اور کون زیادہ پورا
و من اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا	کرنیوالا اپنے عہد کا ہے اللہ سے سو خوشوقت ہو
ببیعکم الذی بایعتم بہ و ذلک ھو الفوز	اوس بیچ کیساتھ جسکے ساتھ تم نے بیع کیا ہے اور
العظیم ط التائبون العابدون السائحون	یہ بہت بڑی مراد ملی ہے توبہ کرنیوالے عبادت کرنیوالے
الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف	حمد کرنیوالے بے تعلق رہنے والے رکوع کرنیوالے سجدہ
والناھون عن المنکر والحافظون	کرنیوالے حکم کرنیوالے معروف کیساتھ اور منع کرنیوالے منکر سے
لحدود اللہ وبشر المومنین ط	اور حفاظت کرنیوالے اللہ کے حدود کے ہین اور بشارت دے مومنین کو۔

پس ان آیات مین مومنین کے مخصوص ترین عادات بیان ہوئے ہین خصوصاً مومن کا جان اور مال اللہ کے ہاتھ بیچنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا اور ظاہر ہے کہ جملہ امور مذکورۂ آیت قومیت کے قائم کرنے اور صالح بنانے مین کسقدر فائدہ مند ہین اور چونکہ اللہ ولی مومنین کا ہے اور مومنین کی حکومت کا نام حکومت الٰہی ہے اور اللہ کے نام سے حکومت ہوتی ہے لہذا اللہ کے تابع ہونے سے مقصود یہ ہے کہ حکومت شرعی مومنین کے تابع ہونا اور حکم خدا کے موافق عمل صالح کرنا۔ اور سورہ انعام مین ہے

قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی — تو کہہ کہ میری نماز اور میری عبادتین اور میرا جینا اور میرا مرنا
للّٰہ رب العلمین لاشریک لہ وبذالک — اللہ کیلئے ہے جو رب جہانون کا ہے اوسکا کوئی شریک نہین ہے
امرت وانا اول المسلمین ط — اور اسیکا مجکو حکم ہے اور مین پہلا ایمان لانیوالا ہون۔

پس اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جینا مرنا کل فعل اللہ کے لئے ہونا چاہیئے اور آنحضرتؐ کو اوس کے اپنے نسبت کہنے کا اس لئے حکم ہوا کہ دوسرے اوس کو نصب العین مثال بناوین۔ اور چونکہ اللہ کی مرضی کا حال کہ کس قسم کے فعل سے وہ راضی ہوگا قران مجید سے ثابت ہوتا ہے لہذا نصب العین مومنون کو اونہین افعال کو بنانا چاہیئے جو قران مین خصوصیات مومنین بیان ہوئے ہین اور آنحضرتؐ کو اون کے اعلان کا اپنے لئے اس طرق سے حکم ہوا ہے کہ نصب العین مومنون کے لئے ہوسکے اور سورہ بقر مین تحت لیس البر الآیہ کے منجملہ دیگر امور کے یہ بیان ہوا ہے کہ جو تکلیف وسختی ولڑائی مین صبر کرتے ہین وہی صادق ومتقی ہین مسلمانون کا تکلیف وسختی مین اور شرعی لڑائیون مین صبر کرنا ہی سچے مومن اور متقی ہونے کی نشانی ہے۔ اور سورہ توبہ مین ہے

لٰکن الرسول والذین اٰمنوا معہ جاھدوا — لیکن رسول اور جو اوس کیساتھ ایمان لے آئے کوشش
باموالھم وانفسھم واولٰئک لھم الخیرات — کرتے ہین اپنے اموال اور جانون کے ذریعہ سے اونہین
واولٰئک ھم المفلحون ط — کے لئے خیرات ہے اور وہی فلاح پانیوالے ہین۔

پس آنحضرتؐ اور آپ کے اصحابؓ کی خصوصیات اس آیت مین بیان ہوئی ہین۔ سورہ حج مین ہے الذین ان مکنّٰھم فی الارض — وہ لوگ کہ اگر قدرت دین ہم اونکو زمین مین اقامت کرین نماز کے
اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا — اور دین زکواۃ اور امر کرین معروف کیساتھہ اور منع کرین منکر سے
بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور — اور اللہ کا ہے انجام کامون کا۔

پس اس آیت مین اون مومنین کا ذکر ہے جن کو اللہ غالب کرنے والا تھا اور جنپر ظلم ہوا تھا اور اون لوگون کی مخصوص صفات بصورت قدرت پانے کے بیان ہوئی ہین اور منجملہ اون کے اقامت صلواۃ کے ہے جو بدلیل دوسری آیت کے فحشا و منکر سے بچاتی ہے اور منجملہ اون کے زکواۃ کا دینا بھی ہے جس کا مصرف سورہ توبہ کی آیت انما الصدقت الآیہ مین مذکور ہین۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ اگر زکواۃ اپنے مصرف مین صرف ہو اور مومنین اوس کو دیوین تو کوئی چیز اون کے قومی ترقی اور بقا مین ہارج نہ ہو۔ سورہ توبہ مین ہے والمومنون والمومنت بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر الآیہ

اور مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے رفیق ہین امر کرتے ہین معروف کا اور منع کرتے ہین منکر سے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنین اور مومنات کو آپسمین ایک دوسرے کا رفیق ہونا شعائرمین سے ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا اون کے خصوصیات مین سے ہے اور یہ سب مومنین کے وہ شعار و خصوصیات ہین جو منافقین سے اون کو امتیاز دیتے اور جدا کرتے ہین جیسا کہ ماسبق اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور تالف قومی کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہین ہے۔ سورہ فتح مین ہے۔

ذلک مثلهم فی التوراۃ ومثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار ط

یہ اونکی مثال ہے توریت مین اور اونکی مثل ہے انجیل مین جیسے کہ ایک کھیت نے نکالا اپنا سبزہ پھر مضبوط ہوا پھر اور مضبوط ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنے پاؤن پر حیرت مین ڈال لیا کھیتی کرنیوالیکو تاکہ غیض مین آوین بسبب اونکی کافر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لوگ تھے اون کی کچھ صفات ماقبل متصل

اس آیت کے بیان ہوئے ہین اگر ذٰلک مثلھم فی التورٰۃ ومثلھم فی الانجیل اونکے متعلق کردیا جاوے تب بھی ہوسکتی ہے لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ذٰلک کے بعد جو مثال بیان ہوئی ہے اوس سے مراد ہے اوس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ذٰلک مثلھم فی التورٰۃ سابقہ امور بیان کردہ کے متعلق کردیا جاوے ومثلھم فی الانجیل آیندہ مثال کے متعلق کردیا جاوے ۔ یعنی توریت مین مثال سابق بیان ہے اور انجیل مین مثال مابعد بہرحال توریت وانجیل مین خصوصیات صحابہ یا اونکی مثال کا بیان ہونا ان آیات سے ثابت ہوتا ہے ۔ اس آیت مین یہ مثال دیگئی ہے کہ مثال اونکی زراعت کی ہے جس نے نکالا اپنا سبزہ یعنی سوئی پھر مضبوط کیا اوس کو پھر مضبوط ہوئی پھر کھڑی ہوگئی اپنے نال پر حیرت مین ڈال لیا کھیتی کرنے والے کو تاکہ غصہ مین لاوے بسبب اپنے کافرون کو پس مثال صحابہؓ کی اسطرح اللہ تعالیٰ نے دی کہ پہلے زراعت بوئی گئی اور یہان تک کہ بڑہی اور مضبوط ہوکر اپنے پاؤن پر خود کھڑی ہوگئی لہذا اس مثال کے دینے سے یہ مقصد ہے کہ رفتہ رفتہ اپنے پاؤن پر کھڑا ہوجانا اپنے قوت بازو پہ بھروسا کرکے کام کرنا اور ایسی قوت اپنے مین پیدا کرلینا کہ دوسری قومون کا محتاج نہ رہے شعار وخصوصیت و دستور اصحابؓ رسول اللہ کے تھے ۔ پس خود سازی اور اپنے پر آپ بھروسا کرنے کے لیئے اپنے پاؤن پر کھڑے ہونے کی قوت وہ قوت ہے جو قومونکو بنانے اور اونکی قومیت وعزت کے برقرار رکھنے اور اون کو غالب بنانے کیلیئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے اور اس لیئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص صفات کیطرح بیان کیا تاکہ دیگر مومنین اس اسوہ حسنہ کی پیروی کرین اور اسکی تائید کہ بین الاقوامی معاملہ مین ایسی قوت مومنین کو ہونا چاہیئے اسی آیت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ لیغیظ بھم

الکفار کیونکہ اپنے پاؤن سے کھڑا ہونا مضبوطی کے ساتھہ کفار کو بُرا معلوم ہونیکا سبب ہوتا ہے۔ پس اس سے بخوبی ثابت ہے کہ بین الاقوامی معاملہ مین بھی اپنے اوپر اور اپنی قوم و مومنین اور دینی بھائیون پر بھروسا کرنا اور اپنے پاؤن پر کھڑا ہو جانا وہ صفت محمود و مخصوص آنحضرت کے ساتھیون کی ہے جو مثلاً توریت و انجیل مین بیان ہو چکی ہین اور اس سے لئے بھی اُمت محمدیہ کو خیر الامۃ تمام آدمیون مین کہا گیا ہے۔ سورہ فتح مین ہے

محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء	محمد رسول اللہ کے ہین اور وہ جو اون کیساتھہ ہین شدت
علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا	کرنیوالے ہین کافرون پر رحم کرنیوالے ہین اپنے درمیان تو دیکھتا ہے اونکو
سجدا یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا	رکوع کرنیوالا سجدہ کرنیوالا چاہتے ہین فضل اللہ سے اور اوسکی رضامندی نشانی
سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود الآیہ	اونکی اونکے منھون پر ہین اثر سجدہ سے۔

یعنی صلاحیت جو سجدہ کرنے والون کی صورت سے معلوم ہوتی ہے اوس کا نشان اون کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت اور آپ کے ساتھی آپسمین رحم کرنے والے تھے اور شدت رکھنے والے تھے یعنی جیسا رحم آپسمین کرتے تھے ویسا اپنے مخالف کفار سے نہین کرتے تھے بلکہ جو مقتضائے عدل قومی اور بین الاقوامی ہے جنکے بابتہ احکام قران مین ہین اونکو وہ کرتے تھے جن کو ہم نے اسی کتاب مین بیان کیا ہے اور یہ خصوصیت شیرازہ قومیت کی بندش کے تکمیل کے لئے اکسیر و لازمی ہے اور صالحیت اور وراثت فی الارض کیلئے کیمیا ہے۔ اور

سورہ مایدہ مین ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا	اے مومنو کون ہے تم مین سے جو پھر جاوے اپنے
من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ	دین سے سو قریب ہے کہ لاویگا اللہ ایک قوم کو
بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین	جو اوسکو چاہتے ہون اور وہ اوسکو چاہتا ہو۔

اعزۃ علی الکافرین یجاھدون — کرنیوالے ہونگے مومنین کی ذلت دینے والے ہون گے

فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ — کافرون کو لڑینگے اللہ کی راہ مین نہ ڈرینگے ملامت

لائم الآیہ — کرنے والے کی ملامت سے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قوم کی مثال اس آیت مین دی گئی ہے کہ اللہ کو وہ دوست رکھتی ہے اور اللہ اوس کو دوست رکھتا ہے وہ مومنون کی عزت کرنے والی اور کافرون کو عزیز نہ سمجھنے والی اور اون پر جبروت اور اپنی عزت قائم رکھنے والی اور بمقابلہ مومن کے اونکو ترجیح نہ دینے والی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنیوالی ہے۔ لہذا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی عزت کو کافرین کے عزت پر ترجیح دینا اور قومی عزت قائم رکھنا اصل اور صحیح طریقہ ہے اور آنحضرتؐ اور آپکے اصحابؓ کرام اوس کے لئے مامور تھے اور اسی کو نصب العین بنانا چاہیئے جو قومیت کے قائم کرنے کے لئے مفید ترین ذریعہ ہے۔ نتیجہ سب مذکورہ بالا آیات کا یہ ہے کہ آنحضرتؐ اور سابقین اولین مہاجرین اور انصار جنسے اللہ راضی ہے و بدلیل دیگر آیات کے دیگر اصحاب کرامؓ قومیت کے بنانے کیلئے اور قوم صالح پیدا کرنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کے لئے بہترین مثال اور نمونہ تھے اور جان ومال اور محنت اپنی اون حضرات اور بزرگان نے اوسمین لگادیا پس ہر مومن کا نصب العین آیات مذکورہ بالا پر ہونا چاہیئے اور عبد صالح بننا چاہیئے۔ شناخت مومن کی جن آیات کے رو سے ہوتی ہے جو دوسری جگہ بیان ہین اون کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے اور یہ امور محققہ مین سے ہین اور اس زمانہ مین کالشمس نصف النہار ثابت ہوگیا ہے کہ بغیر قومی وجماعتی طور پر کام کئے اور قوم کے بنائے ہوئے تم مین کوئی فرد بھی صالح نہین بن سکتا۔

ذیل کے مذہب رکہنے والے اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاوین اور عمل صالح کرین تو اونکو خوف نہین نہ تو وہ غمگین ہونگے

سورہ مایدہ مین ہے ان الذین اٰمنو ا	جو ایمان لائے اور یہودی اور صابئین اور نصارے
والذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ	جو ایمان لاوے اللہ اور یوم آخر پر اور عمل صالح
من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل	کرتا رہے تو نہین خوف اون پر اور نہ وہ
صالحاً فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون	غمگین ہونگے۔

پس جسطرح ایمان والون کے حقوق و ثواب اسی آیت مین ہین اوسیطرح یہودی و صابئین و نصاریٰ کے بھی ہین لہذا اونمین سے ہر ایک جو نیک کام کرے [illegible] ثواب و اجر پاوے گا اور جبکہ اون کو خوف نہین اور غمگین نہ ہون گے تو [illegible]ی اون کی ہوگی اور درجات بھی اونکو ملینگے۔

اہل کتاب مین سب ایسے نہین اونمین صالحین ہین اور اونکی نیکی قبول ہوگی اور اونکے افعال یہہ ہین

سورہ آل عمران مین ہے لیسوا سواء	سب برابر نہین اہل کتاب مین ایک جماعت اونکی
من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون	درست ہے پڑہتی ہے اللہ کی آیات کو راتون کو
اٰیٰت اللہ اناء الیل وھم یسجدون	اور وہ لوگ سجدہ کرتے ہین ایمان لاتے ہین اللہ پر
یومنون باللہ والیوم الاٰخر ویامرون	اور یوم آخر پر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے
بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون	ہین اور جلدی کرتے ہین نیکیون پر اور وہ لوگ
فی الخیرات واولئک من الصالحین	صالحین مین سے ہین اور جو نیکی کرین گے
وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ واللہ	تو ہرگز نامقبول نہ ہوگی اور اللہ علیم ہے

علیہم بالمتقین ط — متقین کا۔

پس سب اہل کتاب کو جو دین محمدی نہ قبول کرین غیر صالح کہنا اور یہ کہنا کہ اونکی نیکیون کا ثواب اونکو نہ ملیگا صحیح نہین ہے بلکہ اونمین ایک جماعت درست یعنی افعال نیک کرنے والی بھی ہے جو افعال مذکورہ آیت ہذا کرتی رہتی ہے لہذا سب اہل کتاب برابر نہین اونمین کافر بھی ہین اور صالح بھی ہین۔ علاوہ اس کے جو ایک ذرہ برابر بھی خیر کریگا وہ ثواب پاوے گا اور جو ایک ذرہ برابر بھی شر کرے گا وہ سزا پاوے گا خواہ وہ کوئی مذہب رکھتا ہو جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہے اور سورہ زلزال مین بھی ہے۔

تیسرا اصول اسلام کا تقویٰ کرنا ہے

دینا ففور رھوی عزتہ

تقویٰ کی تعریف و مفہوم ہر زمانہ مین مسلمانون نے جدا جدا بموجب اپنے خیال کے کی ہے یعنی جس نے اوس کے جس خصوصیت پر لحاظ کیا ویسا ہی تعریف و تحدید اوسکی کردی۔ ایمان و عمل صالح کی جزا مغفرت اور جنت کا خلود ابدی وغیرہ ہے اور تقویٰ کی جزا جنت کا خلود ابدی قران مجید مین نہین بیان ہوا ہے لہذا تقویٰ کے اور مابین ایمان و عمل صالح کی تعریف و حد کے کچھ فرق ضروری ہے۔ مثلاً ایمان باللہ مین اللہ سے ڈر کر بچنا بھی شامل ہے لیکن تقوے مین دیگر امور ایمان باللہ کے شامل نہین اصل یہ ہے کہ بہت سے اعمال ایسے ہین کہ اگر وہ نہ کئے جاوین تو سبب عذاب کا ہوتے ہین دوسرے بہت سے اعمال ایسے ہین کہ اگر اون سے اللہ سے ڈر کر نہ بچین تو بھی سبب عذاب کا ہوتے ہین پس بعض اعمال کا کرنا اور بعض سے بچنا سبب ثواب کا ہے اور اونکے علاوہ ایسے افعال بھی ہین کہ اون کے کرنے سے ثواب و درجات ملتے ہین اور اونکے ترک

کرنے سے کوئی مواخذہ یا عذاب بروے دین اسلام نہین ہوتا لہذا تقوی پرہیزگاری کرنے کو کہتے ہین یعنی تقوی اون افعال کے کرنے اور اون افعال سے اللہ سے ڈر کر بچنے کا نام ہے جنکا کرنا بغرض بچنے کے اور اون سے بچنا بھی سبب ثواب ہے اور عمل صالح ہر قسم کے محمود افعال پر شامل ہے لہذا تقوی بھی عمل صالح و ایمان باللہ مین شامل ہو جاتا ہے۔ پس تقوی ہر قسم کی برائیون سے اللہ سے ڈر کر بچنے اور خدا کے اور آخرت کے عذاب سے بچنے کو کہتے ہین اور اس بچنے کی غرض سے اور بچنے کی حفاظت کے لئے جو عمل یا ترک عمل کیا جاوے وہ بھی تقوی مین شامل ہے کیونکہ وہ وسائل تقوی ہین ایمان لانا اور نماز وغیرہ پڑھنا اس لئے ہوتا ہے کہ اون کا نتیجہ تقوی ہو لہذا وہ بھی وسائل تقوی مین ہین۔

اللہ تعالی نے کنکو متقی کہا ہے

تمام کلام مجید مین دو جگہ اولئک ہم المتقون ہے لہذا سب سے پہلے اونھین آیتون کو لکھنا مناسب و ضرور ہے تاکہ معلوم ہو کہ خود اللہ تعالی نے کن لوگون کو متقی قرار دیا ہے

سورہ زمر مین ہے فمن اظلم ممن کذب	سو کون زیادہ ظالم ہے اوس سے جو جھوٹ باندھے
علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ الیس	اللہ پر اور جھٹلاوے سچ کو جب پہونچے اوس کو
فی جہنم مثوی للکفرین والذی جاء	کیا نہین ہے جہنم مین ٹھکانا کافرون کا اور جو لایا
بالصدق وصدق بہ اولئک ھم	سچ کو اور سچ جانا اوسکو وہی متقی ہین اون کے لئے
المتقون لھم ما یشاؤن عند ربھم	وہ ہے جو چاہین اون کے رب کے پاس یہ بدلا ہے
ذلک جزاء المحسنین لیکفر اللہ عنھم	نیکی کرنیوالون کا تاکہ دور کرے اللہ اون سے اون کی
اسوا الذی عملوا ویجزیھم اجرھم باحسن	کو جسکا عمل کر چکے ہین اور تاکہ بدلا دے اونکو اونکے

الذی کانو یعملون ؁ — اجر کا بہتر اوس سے جو کرتے تھے۔

ان آیات مین جاء بالصدق و صدق بہ سے دین راست بھی مراد لیا گیا ہے لیکن اس صورت مین اوس کا مشار الیہ دین راست لانے والا ہوگا۔ پس اس صورت مین تصدیق کرنے والا وہی دین لانے والا ہوگا اس لئے میری راے مین زیادہ موزون معنی یہہ ہین کہ ہر سچی بات کا کرنے والا اور اوس کا سچا ماننے والا مراد لیا جاوے۔ اس صورت مین عمل بھی شامل ہوجاوے گا اور ہم المتقون کے بعد کا سیاق و سباق بھی اوسکی تائید کرتا ہے اور جن آیتون سے تقوی کے ساتھہ عمل لازمی معلوم ہوتا ہے اوس سے بھی تطبیق ہوجاوے گی۔ لیکن پھر بھی یہ بات تصفیہ طلب رہ جاوے گی کہ صدق کسکو کہتے ہین۔ اور ظاہر ہے کہ واقعی جو سچ مطابق واقع ہو اوسیکو صدق کہا جا سکے گا۔
اور آیت مذکورہ کی رسم ہو عبارت انما المومنون الذین الآیہ سے اور تفصیل و تصدیق ہوتی ہے۔

دوسری آیت سورہ بقر کی ہے لیس البر — بر یہ نہین ہے کہ اپنے منھہ پھیرو مشرق و مغرب کی
ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب — طرف و لیکن بر یہ ہے کہ جو ایمان لاوے اللہ پر
ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر — اور یوم آخر پر اور ملایکہ پر اور کتاب پر اور نبیون پر
والملئکۃ والکتب والنبین واتی المال — اور دیوے مال اللہ کی حب پر ناتے والون کو
علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین — اور یتیمون کو اور مسکینون کو اور راہ کے مسافر کو
وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب — اور مانگنے والون کو اور گردن چھڑانے مین اور قایم
واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون — رکھے نماز اور دیا کرے زکوۃ کو اور پورا کرنیوالے
بعہدھم اذا عاھدوا والصابرین — عہد کو جب عہد کرین اور صبر کرنے والے سختی اور
فی الباساء والضراء وحین الباس — تکلیف مین اور لڑائی کے وقت وہی لوگ ہین

اولٰئک الذین صدقوا و اولٰئک ھم المتقون — جو سچے ہوئے اور وہی لوگ متقی ہین۔

پس اس آیت مین اون اعمال کرنے والون کو جن کا ذکر اس آیت مین ہے ایک تو متقی کہا ہے دوسرے اونکو صدقوا کہا ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ اعمال مذکورہ کے کرنے والون کو صادق متقی سمجھنا چاہیئے اور برا سکو نہین کہتے کہ اپنا منھ مشرق و مغرب کیطرف کرین بلکہ اصل نیکیان جو ہین اوس کے کرنے کو کہتے ہین اون نیکیون کے طریق عمل مین منھ کسطرف کیا جاتا ہے وہ خود اصل نہین ہین اونپر چندان زور نہین دینا چاہیئے۔ بلکہ اصلی نیکیان اور جس غرض سے وہ کیجاتی ہون اونکو مقصد قرار دینا و پیش نظر رکھنا چاہیئے نہ کہ محافظت کرنے والے اعمال پر اس قدر زور دیا جاوے کہ اصل نیکیون کیطرف سے انکی وجہ سے توجہ ہٹ جاوے اور عمل نہ ہوسکے۔ دوسرے سورہ زمر کی آیت مین جو جاء بالصدق ہے اگر اوس کے معنی یہ لئے جاوین کہ سچے اعمال جنے کئے تو اس آیت سے لفظ صدقوا سے اوسکی تائید و تفسیر ہوتی ہے۔ سورہ بقرہ مین ہے

ولکن البر من اتقی — اور لیکن بر یہ ہے کہ جسنے اتقا کیا

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اتقی کرنا بر ہے یہ نہین کہا کہ اتقا بر ہے بلکہ یہ کہا کہ جسنے اتقا کیا اوس نے بر کیا۔ پس اس آیت مین جو یہ نکتہ ہے وہ نہایت بدیع ہے کہ جو شخص اتقا کرتا یعنی خدا سے ڈر کر برائیون سے بچتا اور نیکیون کو اختیار کرتا ہے وہ بر کرتا ہے اور اس سے بر کا وسیع المعنی والمفہوم ہونا اور تقوی و بر مین جو نسبت ہے اوس کا پتہ چلتا ہے۔

تقوی کے مقابل کا لفظ فجور ہے

سورہ والشمس مین ہے ونفس وما سوّٰھا — اور قسم نفس کی۔ جیسا اوس کو ٹھیک بنایا

فالھمہا فجورہا وتقوٰھا — پھر الہام کیا اوسکو اوسکے فجور کے اور اوسکے تقوی کی بابت

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس انسانی مین دو متضاد کیفیتین فجور اور تقوی کی عارض ہوتی ہین۔ فجور اوس کو کہتے ہین جو منکر ڈھٹائی کے ساتھہ کیا جاوے پس تقوی کے یہ معنی ہون گے کہ اللہ سے ڈرکر کوئی فعل یا ترک فعل کیا جاوے۔ اب تقوی کے ثواب فضائل کو بیان کرتے ہین اوس کے بعد تقوی کے وسائل کو اور جن سے اوس کا تعلق ہوتا ہے اونکی نسبت جو آیتین ہین وہ نقل کیجاوینگی۔

فضل وثواب تقوے

سورہ بقر مین ہے فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین — جسنے زیادتی کی تمپر تو تم بھی زیادتی کرسکتے ہو مثل اوسکے جو زیادتی کی ہے تمپر اور ڈرکر بچو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ متقین کے ساتھہ ہے۔

پس زیادتی نہ کرنا اور اللہ سے ڈرکر نہ کرنا متقین کی صفت اس آیت سے معلوم ہوتی ہے اور اللہ کا اوس کو دیکھتے رہنا اور متقین کا ساتھہ دینا بھی ثابت ہوتا ہے۔

سورہ آل عمران مین ہے بلی من اوفی بعھدہ واتقی فان اللہ یحب المتقین — جسنے پورا کیا اپنے عہد کو اور تقوے کیا تو اللہ دوست رکھتا ہے متقین کو۔

اور سورۂ آل عمران مین ہے قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا وازواج مطھرۃ ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد — تو کہہ کیا مین تم کو آگاہ کرون ان سب سے بہتر جو تقوی کرین اونکے رب کے پاس جنتین ہین کہ بہتی ہین اونکے نیچے نہرین رہینگے اوسمین اور ازواج مطہرہ ہین اور رضامندی اللہ کیطرف سے اور اللہ دیکھنے والا ہے بندون کو۔

اور سورۂ یوسف میں ہے ولدار الآخرۃ	اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے اون لوگوں کیلیے
خیر للذین اتقوا افلا تعقلون ط	جو متقی ہوئے تو کیا تم نہیں سمجھتے۔
اور سورہ رعد میں ہے مثل الجنۃ التی	مثل اوس جنت کی جسکا وعدہ دیا گیا ہے متقین کو
وعد المتقون تجری من تحتہا الانہر	بہتی ہین اونکے نیچے نہرین پھل اوسکا دائم ہے
اکلہا دائم وظلہا تلک عقبی الذین	اور چھاؤن اونکا یہ انجام ہے متقیون کا اور
اتقوا وعقبی الکافرین النار	انجام کافرون کا نار ہے۔
اور سورہ طٰہٰ مین ہے والعاقبۃ للتقوی	اور انجام تقوے کے لئے ہے۔
اور سورہ زخرف مین ہے والآخرۃ عند	اور آخرت تیرے رب کے پاس
ربک للمتقین	متقین کے لئے ہے۔
سورہ بقر مین ہے وتزودوا فان خیر الزاد	اور زاد راہ لو سو بہتر زاد راہ تقوی ہے اور
التقوی واتقون یا اولی الالباب	مجھسے ڈر کر بچو اے صاحبان عقل۔
سورہ اعراف مین ہے یا بنی ادم قد انزلنا	اے اولاد آدم کے بیشک ہمنے اوتارا تمہارے
علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا	لئے لباس کہ ڈھانکے تمہاری شرمگاہ اور رونق
ولباس التقوی ذلک خیر ذلک من	اور لباس تقوی کا وہ بہتر ہے یہ اللہ کی
آیات اللہ لعلہم یذکرون ط	آیات مین سے ہین تاکہ نصیحت پکڑو۔

پس تقوے کو آیات اللہ مین سے شمار کیا۔ سورہ یونس مین ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا	سن لو کہ اللہ کے رفیقون کو نہ خوف ہے نہ وہ رنجیدہ
ہم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون	ہونگے جو ایمان لائے ہین اور تقوی کرتے ہین۔
سورہ نحل مین ہے، ان اللہ مع الذین اتقوا والذین	اللہ متقیون اور محسنون کے ساتھ ہے۔

سورہ مریم مین ہے تلک الجنۃ التی نورث
من عبادنا من کان تقیا

یہ جنت ہے کہ وراثت مین دینگے ہم اپنے بندون
مین سے اوس کو جو متقی ہوگا ۔

اور سورہ فرقان مین ہے قل اذلک خیر
ام جنت الخلد التی وعد المتقون کانت
لھم جزاء و مصیرا ۔

تو کہہ کیا یہ بہتر ہے یا وہ جنت رہنے کی جگہ جس کا
وعدہ دیا گیا ہے متقین کو اون کا بدلا ہوگی
اور ٹھہرنے کی جگہ ۔

سورہ دخان مین ہے ان المتقین فی مقام امین

متقین مقام امین مین ہون گے ۔

سورہ جاثیہ مین ہے واللہ ولی المتقین

اور اللہ رفیق ہے متقیون کا ۔

سورہ نسا مین ہے وازلفت الجنۃ
للمتقین غیر بعید ۔

اور سنواری گئی ہے جنت متقین کے لئے جو
دور نہین ہے ۔

اور سورہ ذاریات مین ہے ان المتقین فی جنت و عیون

متقین جنتون اور چشمون مین ہین ۔

سورہ قلم مین ہے ان للمتقین عند ربھم
جنت النعیم ۔

متقین کے لئے اون کے رب کے پاس نعمت کی
جنتین ہین ۔

سورہ مرسلات مین ہے ان المتقین فی
ظلل و عیون و فواکہ مما یشتھون
کلوا و اشربوا ھنیئا بما کنتم تعملون ۔

متقین چھاؤن اور چشمون مین ہین اور میوے
جو چاہین کھائین اور پئین رچکر بسبب
اپنے عمل کے ۔

سورہ قمر مین ہے ان المتقین فی جنت
و نھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر

متقین جنتون اور نہرین مین صدق کے بیٹھنے کی
جگہ مین ملیک مقتدر کے نزدیک ۔

سورہ فرقان مین ہے و وقھم عذاب الجحیم

اور بچایا متقین کو عذاب جہنم سے ۔

سورہ نحل مین ہے و قیل للذین اتقوا ۔

اور کہا گیا متقیون کے لئے کیا اوتارا تمہارے

ماذا انزل ربكم قالوا خيرا للذين احسنوا
في هذه الدنيا حسنة ولدار الاخرة خير
ولنعم دار المتقين ۔ جنت عدن
يدخلونها تجري من تحتها الانهر لهم
فيها ما يشاءون كذلك يجزي الله المتقين
سوره فتح مین سے فانزل الله سكينته
على رسوله وعلى المؤمنين والزمهم
كلمة التقوى وكانوا احق بها واهلها
وكان الله بكل شيء عليما۔

رب نے کہینگے خیر اون لوگون کیلیے جنہون نے نیکی کی
اس دنیا مین نیکی ہی اور البتہ آخرت کا گہر بہتر ہے
سو کیا اچہا ہی گہر متقین کا جنتین رہنے کی جگہ
داخل ہونگے اوسمین بہتی ہین نیچے اوسکے نہرین اون کیلیے
اوسمین وہ ہی جو چاہین اور اسیطرح بدلا دیتا ہی اللہ متقین کو
تو اوتارا اللہ نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور
مومنین پر اور لگا رکہا اونکو تقوی کے کلمہ پر اور
وہی لوگ تہے اوس کے احق اور اوسکے
اہل اور اللہ ہر چیز پر خبردار ہے۔

وسائل تقوی

سوره یونس مین سے ان في اختلاف
الليل والنهار وما خلق الله في السموت
والارض لايت لقوم يتقون ط
سوره انعام مین سے قل تعالوا اتل ما
حرم ربكم عليكم الا تشركوا به شيئا
وبالوالدين احسانا ولا تقتلوا اولادكم
من املاق نحن نرزقكم واياهم ولا تقربوا
الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا تقتلوا
النفس التي حرم الله الا بالحق ذلكم وصكم به

اختلاف لیل و نہار مین اور جو کچہہ پیدا کیا ہے
اللہ نے آسمانون اور زمین مین البتہ آیات
ہین تقوے کرنے والی قوم کے لیے۔
تو کہہ آؤ سناؤن جو کچہہ حرام کیا ہے تمہارے رب نے
تمپر کہ اوسکے ساتہہ شریک کرو کسی شئے کو اور
باپ کے ساتہہ احسان کرو اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو
مفلسی سے ہم رزق دیتے ہین تم کو اور اونکو اور نہ
نزدیک ہو فواحش کے جو کہلا ہوا ہو اور جو چہپا ہوا اور
نہ مار ڈالو جان جسکو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق کیساتہہ

لعلکم تعقلون ط ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی هی احسن حتی یبلغ اشدہ و اوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعہا و اذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ و بعھد اللہ اوفوا ذلکم وصّٰکم بہ لعلکم تذکرون وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ط ذلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون ط

تمکو کہدیا تاکہ تم سمجھو اور نہ نزدیک جاؤ یتیم کے مال کے مگر جسطرح بہتر ہو جبتک وہ پہونچے اپنی قوت کو اور پوری کرو ناپ و تول انصاف سے ہم نہین تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اوسکی وسعت کے مطابق اور جب بات کہو تو عدل کرو اگرچہ اپنا ناتے والا ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہ وصیت کی تم کو کہ دہیان رکھو اور بیشک یہ میری صراط مستقیم ہے اوسپر چلو اور مت چلو کئی راہون پر کہ تم کو اوس کی راہ سے جدا کردین ان سب کی تم کو وصیت کی تاکہ تقویٰ کرو۔

پس امور مذکورہ بالا وسائل تقویٰ ہین یا بعض اونمین سے خود داخل تقویٰ ہین - ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے جن امور کو صراط مستقیم کہا اونمین سے اول چند امور کی نسبت کہا ہے لعلکم تعقلون اور پھر اون کے بعد کے چند امور کی بابت فرمایا ہے لعلکم تذکرون اور سب کی نسبت فرمایا کہ یہ میری صراط مستقیم ہین اونپر چلو اور کئی راہون پر نہ چلو کہ اللہ کی راہ سے متفرق کرا دین یعنی اصول مقررہ پر چلو تاکہ پرہیزگار ہو جاؤ - حرکت زندگی ہے اور سکون موت - حقیقت مین زندہ انسان وہی ہے جو زندگانی کی گھڑدوڑ مین سعی کرتا ہو اور جسکی ہر قسم کی قوتین عمل و حرکت مین کام آتی ہون برخلاف اسکے جسکی قوت سکون و تعطل مین رہتی ہو مردہ حقیقت مین وہ ہین اور یہ امر انسان کی ہر قسم کی جسمانی و ذہنی و اخلاقی اعمال پر بلا استثنا کسی جزو کے صادق آتا ہے - انسان بذریعہ قوت متفکرہ کے اپنے کو زندہ انسان یا قوت متفکرہ کو معطل و بیکار کرکے اپنے کو

حیوان وانعام سے بھی بدتر ثابت کرسکتا ہے۔ پس انسان کی مثال مثل راہرو کے ہے جو ایک منزل سے دوسری منزل تک پہونچنا چاہتا ہے اور جب منزل مقصود پر پہونچ جاتا ہے تو اوسکا سفر ختم ہوجاتا ہے اور اگر سیدھی راہ سے ڈگ جاتا ہے تو منزل مقصود تک یا تو نہین پہونچتا یا تکلیف و دیرین پہونچتا ہے اور جسطرح راہرو آزاد ہین کہ سیدھی راہ چلین یا اولٹی راہ اوسیطرح انسان بھی آزاد و مختار ہے لیکن سعادت اور آرام اسیمین ہے کہ سیدھی راہ چلے اور سیدھی راہ چلنے کے لئے جو پابندیان ہون اونکو گوارا کرے اور جو قیود اوس کے آزادی مطلق پر عاید ہون اونھین کو اپنی آزادی سمجھے اور آزادی معتدل کو آزادی مطلق پر ترجیح دیوے اسی آزادی معتدل کا نام صراط مستقیم ہے اس لئے خدائے تعالی نے فاتحۃ الکتاب مین صراط مستقیم کی ہدایت کے لئے دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ پس صراط مستقیم پر چلنا ہر قسم کی تکالیف وخلاف ورزی سے بچاتا ہے اور وہ سبب ہوتا ہے آرام وسعادت کا اسلئے سورۂ انعام مین جن اعمال کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا ہے ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ وہان یہ بھی فرمادیا ہے کہ لعلکم تتقون اس صراط مستقیم پر اس لئے چلو تاکہ تم متقی ہوجاؤ۔ پس متقی ہونا ہر قسم کے آرام وسعادت کا سبب ہے جیسا کہ تقوی کے فضائل وثواب مین جو آیات ہین اون سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قسم کی دنیاوی دینوی نیکی اور جنت کا ثواب و درجہ کا سبب تقوی ہوتا ہے لہذا انسانی زندگی انسانی آزادی اور انسان کے صراط مستقیم پر چلنے کا مقصود اصلی یہ بھی ہے کہ انسان متقی ہو اور اسطرح اپنی سعادت اور منشائے حیات و رضائے مولی کو پورا کرے اور اپنے سفر کو ختم کرکے منزل مقصود پر پہونچ جاوے۔

عبادت وسائل تقوی مین سے ہے

سورہ بقر مین ہے یا ایھا الناس اعبدوا	اے آدمیو عبادت کرو اپنے رب کی جسنے
ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم	تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ
لعلکم تتقون ط	متقی ہو جاؤ۔

پس اس آیت سے نہایت صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عبادت کی غرض متقی بنانا ہے یعنی عبادت وسائل تقوی مین سے ہے۔ لہذا جملہ عبادتین اللہ تعالی کی اس لئے ہونی چاہئین کہ اون سے اتقا پیدا ہو۔ سورہ عنکبوت مین ہے۔

ان الصلوٰة تنھی عن الفحشاء والمنکر	نماز روکتی ہے فحشا و منکر سے۔
اور سورہ طہٰ مین ہے وامر اھلک	اور حکم کر اپنے اہل کو نماز کے لئے اور قائم رہ
بالصلوٰة واصطبر علیھا لا نسئلک	اوس پر نہین مانگتے تجھسے ہم رزق۔ ہم رزق
رزقا نحن نرزقک والعاقبة للتقوی	دیتے ہین تجھکو اور انجام مین بھلا ہے تقوی کا۔

پس ان آیات سے نماز جو عبادت ہے اوس کا فایدہ فحشا و منکر سے بچنا ہے اور نماز وسائل تقوی مین ثابت ہوتی ہے جس کا انجام بھلا کہا گیا ہے۔ اور سورہ بقر مین ہے

واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن	اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے کئی دن مین (حج مین) پھر
تعجل فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ	جو کوئی جلدی چلا گیا دو دن مین تو اوسپر گناہ نہین اور جو کوئی
لمن اتقی واتقوا اللہ واعلموا انکم	رہ گیا اوسپر گناہ نہین جو متقی ہوا اور تقوی کرو اللہ سے اور
الیہ تحشرون ط	جان رکھو کہ تم اوسکی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

پس رسوم حج مین بھی جو عبادت ہے اس آیت سے اسمین بھی تقوی کرنا ثابت ہوتا ہے اور آیت مذکورہ سورہ بقر مین زکوٰة و صلوٰة کا ذکر ہوچکا ہے جس کے دینے والے

اور ادا کرنے والے متقی ہوتے ہین پس اونکا بھی متعلق ہونا ثابت ہے - اور سورہ حج

مین ہے والبدن جعلنا لکم من شعائر — اور قربانی کے اونٹون کو ہم نے اللہ کے شعائر

اللہ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب — مین سے کیا ہے اور جو تعظیم کی اللہ کے شعائر کی تو یہ دلکا تقوی ہے

پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقوی قلب وعمل دونون سے متعلق ہوتا ہے اور تقوی کو

اوسیطرح دل سے بھی کرنا چاہیے جسطرح قوی وجوارح کے عمل سے - اور سورہ حج

مین ہے لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا — ہرگز قربانی کا گوشت اور اوسکا خون اللہ کو نہین پہونچتا

ولکن ینالہ التقوی منکم ط — ولیکن پہونچتا ہے اوسکو تمہارا تقوی -

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وسائل تقوی مین سے قربانی کرنا بھی ہے اور اصل

غرض ایسے اعمال کا کرنا ہے جس کو تقوی کہتے ہین - اور سورہ بقر مین ہے

یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام — اے مومنو فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ جیسا کہ فرض کیا گیا

کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون — تمہارے پہلون پر تاکہ تم متقی ہو -

پس روزہ کا بھی وسائل تقوی مین ہونا ثابت ہوتا ہے - اور سورہ بقر مین ہے -

ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی — اور تمہارے لئے قصاص مین حیات ہے اے

الالباب لعلکم تتقون ط — صاحبان عقل تاکہ تم تقوی کرو -

پس قصاص سے بھی تقوی مقصود ہوتا ہے اور وہ وسائل تقوی مین سے ہے -

اور سورہ مایدہ مین ہے لیس علی الذین — نہین ہے ایمان والون اور عمل صالح کرنیوالون پر

اٰمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما — مضایقہ اسمین جو کہا چکے تھے جب کہ تقوی

طعموا اذا ما اتقوا ط — کرین -

پس تقوی طعام سے بھی متعلق ہوتا ہے اور غیر طیب او حرام و غیر مباح طعام سے

پرہیز کرنا تقوی ہے۔ اور سورہ توبہ مین ہے

فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین ط

تو پورا کرو دشمن قوم سے اون کا عہد اونکی مدت تک اللہ دوست رکھتا ہے متقین کو۔

پس دشمنون سے عہد پورا کرنا تقوی ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین ط

اور لڑو مشرکین سے سب سے جیسا کہ لڑتے ہین تم سے سب اور جان لو کہ اللہ متقین کیساتھ ہے۔

پس اسطرح لڑنا بھی وسائل تقوی مین ہے۔ قبل مس کے اگر طلاق دیجاوے تو اوسکے ضمن مین سورہ بقر مین ہے وان تعفوا اقرب للتقوی اور للمطلقت متاع بالمعروف حقا علی المتقین ط

اور اگر تم معاف کرو تو اقرب للتقوی ہے۔ اور مطلقہ عورتون کے لئے اسباب دینا ہے معروف کیساتھ حق متقین پر۔

انبیاء کی ہدایات تقوی و عبادت کیلئے

سورہ مومنون مین ہے لقد ارسلنا نوحا الی قومہ فقال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ افلا تتقون ط

اور بیشک ہم نے بھیجا نوح کو اوسکی قوم کیطرف تو کہا نوح نے کہ ای قوم عبادت کرو اللہ کی تمہارے لئے کوئی معبود نہین ہے سوا اوسکے سو کیا تم تقوی نہین کرتے

اور حضرت نوح کے قصہ کے بعد پھر ہے۔

ثم انشانا من بعدھم قرنا اخرین فارسلنا فیھم رسولا منھم ان اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ افلا تتقون ط

پھر اوٹھائے ہمنے اونسے پیچھے دوسری سنگتون کو سو بھیجا ہمنے اونمین ایک رسول اونھین مین کا کہ عبادت کرو اللہ کی تمہارے لئے کوئی معبود نہین ہے سوا اوس کے سو کیا تم تقوی نہین کرتے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ کے وسائل مین سے عبادت ہے کیونکہ سب رسولون نے بعد حضرت نوحؑ کے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو تو کیا تم تقویٰ نہین کرتے۔

ملایکہ بالرّوح کی تاکید تقویٰ کیلئے

سورہ نحل مین ہے ینزل ملٰئکۃ بالروح — اوتارتا ہے ملایکہ کو روح کیساتھ اپنے حکم سے

من امرہ علی من یشاء من عبادہ — جسپر چاہتا ہے اپنے بندون مین سے کہ آگاہ کرو کہ نہین

ان انذروا انہ لا الٰہ الا انا فاتقون — کوئی معبود مگر مین پس تقویٰ کرو۔

تقویٰ سے اجر اللہ دیگا تمہارا مال نہین چاہتا

سورہ محمدؐ مین ہے انما الحیوٰۃ الدنیا — سوا اسکے نہین کہ دنیا کی زندگی کھیل و تماشا ہے

لعب و لھو و ان تؤمنوا و تتقوا یؤتکم — اور اگر ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو تو اللہ دیگا تمہارا اجر

اجورکم ولا یسئلکم اموالکم ط — تم کو اور نہ مانگے گا تم سے تمہارے مالون کو۔

انبیاءؑ کا تقویٰ کے لئے ہدایت کرنا

سورہ شعرا مین ہے و اذ نادیٰ ربک — اور جبکہ پکارا تیرے رب نے موسیٰؑ کو کہ جا ظالمون

موسیٰ ان ائت القوم الظالمین قوم — کے قوم کی طرف قوم فرعون کی طرف

فرعون الا یتقون ط — کہ تقویٰ نہین کرتی۔

اور سورہ شعرا مین ہے اذ قال لھم اخوھم نوح الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ و اطیعون ط .... اذ قال لھم اخوھم ھودٌ الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون ط .... اذ قال لھم اخوھم صالحٌ الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون ط .... اذ قال لھم اخوھم لوطٌ الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ و اطیعون .... و اذ قال لھم

شعیب الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون غرضکہ تقریباً کل انبیاء نے اسیطرح اللہ سے ڈر کر بچنے کی ہدایت کی ہے و دین محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام مین لفظ تقوی بطور اصطلاح ہے۔

بنی اسرائیل کو پہاڑ پر احکام تقوی دیے گئے تھے

سورہ اعراف مین ہے و اذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بھم خذوا ما اتینٰکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون ط

اور جب وقت اُٹھایا ہم نے پہاڑ کو اونکے اوپر گویا کہ وہ سایبان ہے اور ظن کیا اونھون نے کہ وہ اونپر گر پڑیگا لو قوت کیساتھ جو ہمنے تمکو دیا اور یاد کرو جو اوسمین ہے تاکہ تقوی کرو۔

پس جو احکام بنی اسرائیل کو پہاڑ پر دیئے گئے تھے وہ بھی تقوے کے لئے دیے گئے تھے۔

قرآن و عدو امثال و وعید قرآن کا مخصوصاً متقین کیلئے ہونا

سورہ زمر مین ہے و لقد ضربنا للناس فی ھذا القران من کل مثل لعلھم یتذکرون ط قراٰنًا عربیا غیر ذی عوج لعلھم یتقون ط

اور بیشک ہم نے بیان کیا آدمیون کے لیے اس قران مین ہر مثل کو تاکہ وہ سمجھین قران عربی زبان کا غیر کجی کا تاکہ وہ متقی ہون۔

اور سورہ طٰہٰ مین ہے و کذالک انزلناہ قراٰنًا عربیا و صرفنا فیہ من الوعید لعلکم تتقون او یحدث لھم ذکرا ط

اور اسیطرح ہمنے اوتارا تجپر قران عربی زبان کا اور پھیر پھیر سنایا اوسمین وعید تاکہ تقوی کرین یا اونکے دل مین یاد آوے۔

پس ان ہر دو آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اتباع و وعید قران سے بھی مقصد تقوی ہی ہے

اور سورہ انعام مین ہے و هذا کتب	اور اس کتاب کو اُتارا ہمنے برکت والی
انزلناہ مبارک فاتبعوہ و اتقوا	سو اتباع کرو اوسکی اور تقوے کرو
لعلکم ترحمون ط	تاکہ رحم کیے جاؤ۔
اور سورہ بقر مین ہے ذٰلک الکتب	اس کتاب مین شک نہین ہے ہدایت
لاریب فیہ ھدی للمتقین الآیۃ	کرنیوالی ہے متقین کیلئے الآیہ

پس قران کا ہدایت متقین کے لئے خاصکر ہونا ثابت ہے۔ سورہ مریم مین ہے

فانما یسرنٰہ بلسانک لتبشر بہ المتقین	سو سوا اسکے نہین کہ ہمنے آسان کردیا ہے اوسکو تیری بان
و تنذر بہ قوما لدا ط	تاکہ خوشخبری دے متقین کو اور آگاہ کرا وسسے جھگڑالو قوم کو۔

اتقا کا اکرم الناس ہونا

سورہ حجرات مین ہے یا ایھا الناس	اے آدمیو ہمنے تمکو پیدا کیا مرد و عورت اور
انا خلقنٰکم من ذکر و انثی و جعلنکم	بنائے تمہارے ناتے اور قبیلے تاکہ
شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم	آپسمین پہچانو کہ معزز ترین تم لوگون مین
عند اللہ اتقکم ط	متقی ترین تم مین کا ہے۔

عدل کا اقرب للتقویٰ ہونا

سورہ مایدہ مین ہے اعدلوا ھو	عدل کرو وہ اقرب للتقویٰ ہے اور
اقرب للتقوی و اتقوا اللہ ان اللہ	ڈر کر بچو اللہ سے اللہ خبر رکھتا ہے جو
خبیر بما تعملون ط	کچھہ تم کرتے ہو۔

سب اہل کتاب کو تقوی اللہ کا حکم تھا

سورہ نسا مین ہے و لقد وصینا	اور بیشک ہمنے وصیت کی تمہارے

الذین اوتوا الکتب من قبلکم و ایاکم	قبل والون کو اور تم کو کہ ڈر کر بچو اللہ سے
ان اتقوا اللہ و ان تکفروا فان للہ	اور اگر کفر کروگے تو اللہ کا ہے جو کچہ آسمانون
مافی السموات و مافی الارض وکان	مین ہے اور جو کچہ زمین مین ہے اور
اللہ غنیا حمیدا ط	اللہ غنی حمید ہے۔

پس سب اہل کتاب کو تقوی اللہ کا حکم ہوا تہا۔ اور یہ کہ اگر وہ کفر کرین تو اللہ غنی حمید ہے یعنی تقوے مین انہین کا فایدہ تھا اور کفر سے اللہ کا کچہ نقصان نہین وہ محتاج نہین انہین کا نقصان ہے۔

چوتھا اصل اصول اسلام کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا ہی

سورہ اعراف مین ہے کنتم خیر امۃ	تم بہترین امت ہو جو آدمیون کیلئے نکالی گئین ہین
اخرجت للناس یامرون بالمعروف	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہو اور
وینھون عن المنکر و یومنون باللہ	ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

پس بہترین امت تمام امتون مین ہونے کا سبب امر بالمعروف ونہی عن المنکر وایمان باللہ قرار دیا گیا ہے لہذا امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایمان باللہ کے ساتھ خصوصیات دین محمدی مین سے ہے خصوصاً مومنین کے درمیان اسلیے مسلمان اپنے کو خیر الامت کہتے ہین۔ پس گریبان مین منہ ڈالکر دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہم مین یہ خصوصیات ہین اگر نہین ہین تو ہماری خستہ حالی و قومی ضعف کا کون ذمہ دار ہے اور کیا وجہ ہی اور ہم کو خیر امت ہونے کا دعوے کرنا چاہیئے یا نہین۔ حاصل یہ ہی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایمان باللہ کیساتھ باہم مومنین مین ہونا چاہیئے اور ایسے طریق و تدابیر

اختیار کرنا چاہیئے کہ باحسن وجوہ ہوتے رہین برخلاف اس کے منافقین کا شیوہ امر بالمنکر ونہی عن المعروف ہوتا ہے جیساکہ سورہ توبہ مین ہے۔ پس مومن ومنافق مین امر مذکور مابہ الامتیاز ہے۔ معروف کے معنی یہ نہین ہین کہ جو امر پسندیدہ ہو یا منکر کا یہ مفہوم ہو کہ جو ناپسندیدہ ہو بلکہ اوس کے لئے یہ قید ہے کہ جسکی پسندیدگی مسلمہ ہو وہ معروف ہے اور جسکی ناپسندیدگی مسلمہ ہو وہ منکر ہے یا کم سے کم علماء وفقہاء یا اون اہل علم کے نزدیک مسلمہ ہون جنکو جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہے معتبر سمجھتا ہو اور وہ بھی معتبر سمجھتا ہو جس پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کئے جاوین۔ دوسری شرط یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والا اسقدر سمجھتا ہو کہ کس دلیل شرعی سے وہ پسند یا ناپسند کئے جاتے ہین۔ کیونکہ تقلید محض تناقض کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اوس کے بناپر امر بالمعروف ونہی عن المنکر درست نہین مسلمہ ہونے سے یہ فایدہ ہے کہ تنازع باہمی نہین ہوگا اور نصیحت کرنے کا جو حق ہے وہ ادا ہو جاوے گا کیونکہ کسی مومن کو نصیحت کرنے وآگاہ کرنے اور خیرخواہی کرنے کے سوا زیادہ حق نہین ہے بعض اوقات بعض آلات واوزار گناہ کو ضایع کر دینے سے بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوتا ہے لیکن احتیاط وخیال منصب شرط ہے۔ پس غیر مسلمہ امور مین امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے احتیاط چاہیئے اور جو معنی ہمنے بیان کیا اسکو صحیح سمجھنا چاہیئے۔

پانچوان اصل اصول اسلام کا اصلاح کرنا ہے بالخصوص اصلاح بین المومنین

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے اصلاح بھی ضروری ہے۔ سورہ ہود مین ہے

وماکان ربک لیھلک القری — اور تیرا رب ہلاک نہین کرتا بستیون کو ظلم سے
بظلم و اھلھا مصلحون ط — درانحالیکہ اوسکے رہنے والے اصلاح کرنیوالے ہون

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مصلحین اصلاح کرتے رہین تو بستیان ہلاک نہین ہوتین اور اصلاح کی حالت مین ہلاک کرنا ظلم ہے اور اللہ ظلم نہین کرتا ہے لہذا اصلاح کرتے رہنا ہر قسم کی ہلاکت سے بچنے کا سبب ہے۔ سورہ اعراف مین ہے

والذین یمسکون بالکتب — اور جو تمسک کرتے ہین قران کیساتھ اور نماز کی اقامت
واقاموا الصلوٰۃ انا لانضیع اجر المصلحین — کرتے ہین ہم نہین ضایع کرتے اجر اصلاح کرنیوالون کا۔

پس تمسک بالقران و اقامت بالصلواۃ کرنا مصلح بنتا ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

ولاتجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم — نہ ٹھیراؤ اللہ کو ہتھکنڈا اپنی قسمون کا کہ برو تقوی
ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس ط — و اصلاح بین الناس نہ کرو۔

پس جسطرح برو تقوے کرنے کی ترغیب اس آیت مین ہے اوسیطرح اصلاح بین الناس کی کرنے کی اور ہر آدمی کے اصلاح کی بابت ہے کسی خاص قوم و اپنے قوم کی بابت نہین ہے اور کوئی تفریق قومی و سیاسی نہین ہے۔ سورہ انفال مین ہے

واصلحوا ذات بینکم — اور اصلاح کرو اپنے درمیان۔

پس اس آیت مین آپس کی اصلاح کرنے کا حکم ہے۔ سورہ حجرات مین ہے۔

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین — سوائے اسکے نہین کہ مومنین بھائی ہین سو اصلاح
اخویکم ط — کرو اپنے بھائیون کے درمیان۔

یہ آیت متعلق اوس آیت کے ہے کہ جبکہ دو فرقے مومنین کے باہم لڑین اور ایک بغاوت کرے تو اوسکی انسبت حکم ہے کہ مومنین کو کیا کرنا چاہیئے جسکو وہان ہمنے

بیان کیا ہے جہاں مفصل احکام بیان کیا ہے۔ پس تاکید و ترغیب اصلاح بین المومنین کی بخوبی ثابت ہے کہ وہ دینی بھائی آپسمین ہین اور وہ خصوصیات دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مین سے ہی۔ اور سورہ نسار مین سے۔

لاخیر کثیرا من نجوٰھم الامن امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیہ اجرا عظیما

خیر نہین ہی بہت کان مین بات کرنے مین مگر جسنے حکم صدقہ کا یا پسندیدہ امر کا یا اصلاح بین الناس کا کیا۔ اور جسنے اوسکو کیا اللہ کی مرضی چاہنے کو توہم جلد اوسکو دینگے اجر بہت بڑا۔

پس اصلاح بین الناس کرنے کے لئے کان مین مشورہ کرنے کی اجازت ہے۔ لہذا مصلح بننا و اصلاح بین الناس و بین اخوہ المومنین کرنا بروے دین محمدی ضروری ہے اور خصوصیات مومنین و خصوصیات دین اسلام مین سے ہے خصوصاً اصلاح بین المومنین دینی بھائی سمجھکر بہت ضروری ہے۔

چھٹا اصل اصول اسلام کا عموماً قسط کرنا ہی اور جب قسط نہو سکتا ہو تو اوسکا لحاظ کرکے عدل یا احسان کرنا ہی

سورہ نسار مین سے یا ایہا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولیٰ بھما

اے مومنو ہو جاؤ تم قائم رہنے والے قسط کیساتھ گواہی دینے والے اللہ اگرچہ اپنی جانونپر یا باپون پر یا قرابت والون پر ہو اگر وہ ہوگا غنی یا فقیر تو اللہ اونکا خیرخواہ تمسے زیادہ ہے

فلا تتبعوا الهوی ان تعدلوا و ان	سو پیروی نہ کرو ہوی کی عدل کرنے مین اور
تلوٗا او تعرضوا فان اللہ کان بما	اگر تم زبان ملو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ جو
تعملون خبیراہ	چیز تم کرتے ہو اوس سے خبردار ہے۔

اس آیت مین قسط کے سلئے للہ شہادت دینے کی یعنی علی وجہ اللہ بغیر کسی دوسرے سے اجر لینے کے نیکی کے غرض سے اور اوسکے اللہ سے اجر ملنے کے نیت سے مومنون کو حکم ہے اگرچہ خود اپنے نفس یا والدین یا اقربین پر ہو پس کیسی سچی ہدایت ہے کہ حق و سچ ہی کہا جاوے خواہ اپنے جان و مال و عزیز ترین عزیزون کی جان و مال کا نقصان ہی ہو اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تم سے زیادہ اوس کا خیرخواہ ہے جسپر جرم ہے خواہ غنی ہو یا فقیر یعنی خیرخواہی و بہتری سچی شہادت دینے اور انصاف ہونے مین ہے اور یہان تک احتیاط کرنے کا حکم ہے کہ زبان ملکر یا بچا کر نہ شہادت دی جائے اللہ کو تو خبر ہے جو تم کرتے ہو کہ سچی شہادت بلا رورعایت دیتے ہو یا کچھ لپیٹ جاتے و بچا جاتے ہو۔ لہذا مجرم کو سچ ہی کہنے کی ہدایت ہے۔ دوسرا اس آیت مین بہت اہم حکم یہ ہے کہ اے مومنو ہو جاؤ تم قائم رہنے والے قسط کے ساتھ یعنی یہ حکم ہے کہ ہمیشہ قسط پر قائم رہنے والے ہون اور شعار و خصوصیت مومنین اپنی یہ بنا دین کہ قسط کراوین اور کرین سورہ مائدہ مین ہے یا ایہا الذین

امنوا کونوا قوامین للہ شھداء	اے مومنو ہو جاؤ تم للہ قائم رہنے والے
بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم	گواہی دینے والے انصاف کیساتھ اور مجرم
علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی	نہ بناوے تمکو دشمنی کسی قوم کی کہ عدل نہ کرو
	عدل کرو عدل اقرب للتقوے ہے

واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ؕ

اور تقویٰ کرو اللہ سے - اللہ جو تم کرتے ہو اوس سے خبیر ہے -

سورہ نسار کی مذکورہ آیت مین قوامین بالقسط تھا اور اس آیت مین قوامین للّٰہ ہے یعنی للّٰہ قائم رہنے والے شہادت بالقسط کے لئے ہوجاؤ پس اسطرح بالقسط قائم رہنے ونیز للّٰہ شہادت دینے کی اہمیت وتاکید ثابت ہوتی ہے دوسرا اس آیت مین ممانعت ہے کہ دشمنی مانع عدل نہ ہو یعنی اگر قسط نہ ہوسکتا ہو تو عدل ہی کردو اور کرادو مجرم نہ بنو- تیسرے اس آیت مین عدل کو جو اقرب للتقویٰ کہا ہے اوس کے وجوہ یہ بھی ہین - ایک یہ کہ چونکہ عدل پورا پورا معاوضہ یعنی بالقسط نہین ہوتا لہذا عدل اقرب للتقوےٰ ہوا کیونکہ تقوےٰ کا نتیجہ تو قسط صحیح معنون مین ہے - دوسرے یہ کہ تقوےٰ اللہ سے ڈر کر بچنے کا نام ہے اور عدل بھی قسط کا لحاظ کرکے وخوف خدا کرکے کیا جاتا ہے تاکہ فتنہ وفساد سے بچین وآیندہ نزع جاتی رہے- پس وہ اقرب للتقوےٰ ہوا-

قسط وعدل مین فرق وقسط وعدل کے فضایل وفوائد

سورہ انعام مین ہے واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لانکلف نفساً الا وسعہا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذاقربیٰ ؕ

اور پورا کرو ناپ وتول کو قسط کے ساتھہ ہم تکلیف نہین دیتے کسی نفس کو مگر اوسکی وسعت کے موافق اور جب بات کہو تو انصاف کرو اگرچہ قرابت والا ہو-

پس اس آیت مین ناپ وتول کے پورا کرنے کا حکم قسط کے ساتھہ یعنی بغیر

کم وبیش کے قسطاس مستقیم کے مطابق ہے اور بات کہنے کی بابت ہے کہ جب کہو عدل کرو۔ لہذا قسط و عدل مین ایک باریک فرق ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ مثلاً ناپ و تول کے لئے ترازو و پیمانہ موجود ہوتا ہے اور بات کہنے کے لئے صرف قیاس و اندازہ ہوتا ہے جسمین کمی و بیشی ہوجاتی ہے ایسا یقینی و پوری بات کا اُترنا جسطرح ناپ تول اُترتی ہے نہین ہوسکتا لہذا قسط کا استعمال وہان ہوتا ہے جہان پر پورا اُترنے کے لئے یقین ہوسکے اور عدل مین ظن غالب ہوتا ہے سورہ مایدہ مین ہے۔ و ان تعرض عنہم فلن یضروک شیئا و ان حکمت فاحکم بینہم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین ط

اور اگر تو اون سے روگردانی کرتو ہرگز نہ ضرر پہونچا وینگے تیرا کچھہ اور اگر تو حکم کرے تو حکم کر اون کے درمیان قسط کے ساتھہ اللہ دوست رکھتا ہے قسط کرنیوالون کو۔

اس آیت مین آنحضرتؐ کو اہل کتاب کے معاملات مین حکم دینے کا اختیار دیا گیا ہے اور چونکہ جو کچھہ اون کے کتاب مین ہے اوس کے مطابق حکم دینا چاہیئے جیساکہ ماقبل و مابعد اس آیت کے ثابت ہے لہذا حکم بالقسط دینے کا حکم ہوا پس اس باب مین کہ یہ حکم اونکے کتاب مین ہے یا نہین حکم بالقسط ہوسکتا ہے۔ اللہ مقسطین کو دوست رکھتا ہے لیکن اللہ نے کہین یہ نہین کہا کہ عدل کرنیوالے کو دوست رکھتا ہے باوجودیکہ عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسیطرح سورہ اعراف مین ہے

قل امر ربی بالقسط ط

توکہہ حکم دیا ہے میرے رب نے قسط کرنے کا۔

پس جن امور مین بالقسط حکم ہوسکتا ہے اونمین بالقسط حکم دینا چاہیئے۔ سورہ حجرات مین ہے فان فاءت فاصلحوا بینہما

پھر اگر پھر آوین تو اصلاح کردو اونکے

بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین — درمیان عدل کیساتھ اور قسط کرو اللہ دوست رکھتا ہے قسط کرنیوالونکو

یہ آیت متعلق ہے اوس کے جب دو طایفے مومنین کے آپسمین لڑین تو جسنے بغاوت کیا ہو اوس سے مومنین کو لڑنا چاہیئے یہان تک کہ پھر آوین۔ پس اصلاح بالعدل کرنے کا حکم ہے کیونکہ جب باہمدگر لڑائی ہو چکی تو پورا معاوضہ جان و مال کا اصلاح سے کیسے ہو سکیگا پس اندازہ سے موافق حالت کے معاوضہ دلایا جاوے گا یا معاف کرایا جاوے گا اور جو کچھ مقتضاے اصلاح ہو وہی کیا جاوے گا لیکن اسی کے ساتھہ اللہ تعالیٰ نے واقسطوا بھی فرمایا ہے جو نہایت بلیغ ہے اس لئے کہ جہان تک ہو سکے قسط کا لحاظ رہے اصلاح بالعدل ہو لیکن قسط ایسی چیز ہے کہ اللہ اوس کو دوست رکھتا ہے لہذا قسط کرو اس کا خیال چاہیئے کہ بعد اس کے کہ اصلاح بالعدل کرو اقسطوا کا اور اوس کے بعد کا لفظ کیون لایا گیا ہے تاکہ عدل و قسط کے مابین جو فرق ہے اوس کا خیال بھی آوے و لحاظ کیا جاوے۔ سورہ نساء مین ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات — اللہ حکم کرتا ہے تمکو کہ ادا کرو امانتین اوس کے

الیٰ اھلہا و اذا حکمتم بین الناس — مالک کو اور جب حکم کرو آدمیون کے درمیان

ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما — تو حکم کرو عدل کیساتھہ اللہ اچھی نصیحت

یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا — کرتا ہے تمکو اللہ سمیع و بصیر ہے۔

اس آیت مین آدمیون کے درمیان بالعدل حکم کرنے کی ہدایت ہے پس بدلیل آیت سورہ مایدہ مذکورہ اسی کے متعلق ہے جسمین قسط نہ ہو سکتا ہو لہذا باہم اختلاف نہین ہے اس لئے امانات کے بابت

حکم ہے کہ اوسکی اہل ہی کو ادا کیجاوے پس اس بات کے بیان کرنے سے اس امر کا موقع دینا ہے کہ حکم کرنے مین اوس کے اہل کی قید نہین ہے جو بالکل بالقسط نہین ہوتا ہے بلکہ عدل کرنے کی اوسکی ہدایت ہے۔ اور سورہ ممتحنہ مین ہے۔

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم	تم کو منع نہین کرتا اللہ اونسے جھون نے لڑائی نہین کی
فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم	تمسے دین کی بابت اور نہین نکالا تم کو تمہارے
ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان	گھرون سے کہ بر کرو اون سے اور قسط کرو اون سے
اللہ یحب المقسطین ؁	اللہ دوست رکھتا ہے قسط کرنے والون کو

پس جن لوگون نے افعال مذکورہ آیت نہین کیا اون سے قسط کرنے کی اللہ نے ممانعت نہین کی بلکہ ان اللہ یحب المقسطین کہکر اوسکی ترغیب دی ہے لہذا معلوم ہوا کہ اگر قسط اون سے ہوسکتا ہو تو کرنا چاہیئے برخلاف اوسکے سورہ نساء کی آیت مین آدمیون سے صرف عدل کی نصیحت تھی اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہی کہ جس امر مین وجس سے قسط نہ ہوسکے اوسمین عدل کرنا چاہیئے۔ پس عدل باعتبار حالات کے مختلف ہوتا ہے۔ لہذا عدل و قسط مین یہی فرق بروے قرآن معلوم ہوتا ہے کہ قسط پورے انصاف کو کہتے ہین جو پورا وزن مین ہو اور عدل جو اندازاً و معاوضتاً و اصطلاحاً ہو۔ پس وہ بالکل ویقینی پورا نہوگا لہذا قسط نہ ہوسکے تو اوس کا لحاظ کرکے عدل کرنا چاہیئے یا احسان۔ احسان کا بیان اگلے باب کا عنوان ہے

ساتوان اصل اصول اسلام کا احسان اور بر کرنا ہے

عدل و احسان مین جو فرق ہے اوس کو ہم جہان پر احکام کی تفصیل کرینگے وہان لکھینگے

احسان مین ایثار بھی آجاتا ہے۔ بر کی تفصیل بھی قران مجید مین ہے وہ گذر چکی لہذا جو فرق باہمی ہے وہ ظاہر ہوجاوے گا۔ سورہ بقر مین ہے۔

واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین ؕ	اور احسان کرو اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنیوالون کو

اور مال وغیرہ کے بیان مین ایثار واحسان کا تفصیلی ذکر آوے گا۔ پس جو امر خدا تعالی کو محبوب ہو اور جس کے لئے جزا و ثواب وا جو مقرر ہون وہ ضرور قابل عمل ہے۔

سورہ تطفیف مین ہے ان الابرار لفی نعیم الآیہ	بر کرنے والے نعمتون مین ہون گے الآیہ

اور بھی فضایل ابرار کے اس آیت کے بعد بیان ہین۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم	اور جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کیطرف
وجنۃ عرضہا السموات والارض	اور جنت کیطرف جسکا پھیلاو آسمان اور زمین ہے
اعدت للمتقین الذین ینفقون	تیار ہے اون متقین کیواسطے جو خرچ کرتے ہین
فی السراء والضراء والکاظمین	خوشی وسختی مین اور دبا رکھنے والے غیظ کے
الغیظ والعافین عن الناس واللہ	اور معاف کرنے والے آدمیون کے اور اللہ
یحب المحسنین ؕ	دوست رکھتا ہے محسنین کو۔

پس خصایل مذکور کے رکھنے والون کو محسنین مین اللہ تعالی نے شمار کیا اور اوسکا ثواب ومغفرت وجنت مذکورہ آیت ہذا قرار دیا۔ خوشی وتکلیف مین خرچ کرنا ہمدردی وصبر وبیخوفی کے نتایج مین سے ہین اور اپنے خلاف جذبات کے اعتدال سے پیدا ہوتے ہین اسیطرح غصہ دبا لینا اور آدمیون سے معاف کرنا غصہ کے اعتدال پر لانے سے۔ پس افعال متعلقہ جذبات احساسی کے جو اساسی ہین بالخصوص عندالکرام

لانے کیلئے احکام ان آیات مین ہین اور چند جذبات احساسی اساسی کے بابت یکے بعد دیگرے ہدایات ہین۔

اب اون اصول مخصوص کو جو اصل اصول مذکورہ کے تعمیل کرانے اور تکمیل و ترغیب و ترہیب کیلئے قرآن مجید مین جستہ جستہ ہین بیان کرتے ہین۔

باعتبار رضائے الٰہی انسان عبادت کرنے کیلئے مخلوق ہوا ہے لیکن وہ باعتبار اپنی خلقت و حالت کے ایک حد تک مختار ہے کہ عبادت کرے یا نہ کرے

سورہ ذاریات مین ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما ارید منہم من رزق وما ارید ان یطعمون ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ط

اور ہمنے نہین پیدا کیا جن اور انس کو مگر اسلئے کہ ہماری عبادت کرین نہین چاہتے ہم اون سے رزق اور نہین چاہتے کہ ہم کو کھلاوین اللہ روزی دینے والا صاحب قوت مضبوط ہے۔

پس انسان باعتبار رضائے الٰہی عبادت ہی کے لئے بروے اس آیت کے مخلوق ہوا ہے لیکن چونکہ وہ اپنے افعال مین ایک حد تک مختار ہے لہذا چاہے وہ عبادت کرے چاہے نہ کرے جیسا کہ دوسری آیات سے اسی کتاب مین ثابت کیا گیا ہے دوسرے عبادت مین اللہ کو رزق دینا اور کہلانا شامل نہین کیا گیا جیسا

کہ اس آیت مین ہے پس وہ داخل اس عبادت کے نہ ہوگا جس کو اس آیت مین چاہا گیا ہے۔

عبادت کے معنی و مفہوم کیا ہین

عبادت عبد سے مشتق ہے لہذا ایسے افعال کا کرنا جو عبد کرتے ہین یا جو عبد کو کرتے رہنا زیبا ہے عبادت ہے غلام اوس کو کہتے ہین جو ملک اپنے آقا کا ہو اور اوسکی ساری کمائی و جان و مال و محنت سب آقا کے ہون وہ اپنے آقا کے لئے ایسے افعال تعظیمی کرتا رہتا ہے جس سے زیادہ کسی کے لئے وہ نہین کرتا یا اگر ایسا نہین کرتا تو ایسا فعل اوس سے نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مالک سے زیادہ اور کوئی اوس کے جان و مال کا مالک نہین۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا عبد نہین بنانا چاہا

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا عبد نہین بنانا چاہا بلکہ سورہ توبہ مین ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم	اللہ نے مول لے لیا ہے مومنین سے اونکی
و اموالہم بان لہم الجنۃ الآیہ	جان و مال بعوض جنت کے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باوجودیکہ وہ مالک و خالق ہر انسان کا ہے جو اوس کا عبد ہے لیکن بعوض اوسکی جان و مال کا استعمال اپنی رضا و حکم کے موافق چاہا ہے کہ اختیار انسان کا سلب نہ ہوجاوے اور جو رضاے و منشاے خلقت ایزدی کے موافق کام نہ کرے وہ سزا پاوے اور جو کرے وہ جزا پاوے اور اللہ اوس سے رضامند ہو وہ اوس سے رضامند ہو حکم دیا ہے کہ مومنین کو بشارت آنحضرتؐ دیوین۔

اس سے یہ نکتہ بھی نکلتا ہے کہ ایسا عبد انسان کو بنانا اللہ نہین چاہتا جو ملکیت مین غیر کے ہوجاوین یعنی کسی انسان کے کیونکہ جب وہ خود نہین بناتا تو دوسرون کو کیسے اجازت دیویگا کہ جس کو اوس نے اختیار دیکر آزاد پیدا کیا ہے اوسین کو غلام بناوین۔ اور اوسکے جان و مال کے مالک ہوجاوین۔

کس قسم کی عبادت کا اللہ تعالی نے حکم دیا

تسبیح وصلواۃ وزکواۃ وحج وصیام اور تقوی واحسان دیگر اعمال کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اور بہت سے احکام کے بابت ہدایتین فرمائی ہین لیکن قران مین کہین نہین کہا کہ یہ عبادت ہے نہ عبادت سے مشتق کوئی لفظ کہا ہے جس سے ثابت ہو کہ عبادت کے یہ معنی ہین لہذا لفظی بحث کرنے والے یہ کہہ سکتے ہین کہ یہ لفظاً دکھاؤ کہ فلان کام عبادت ہے لیکن یہ طریق بحث صحیح نہین ہے اور عبادت کے معنی نہ لکھا ہونا ہی سبب وسعت ورحمت ہے۔ لیکن عبادت سے جو نتیجہ ہونا چاہیئے وہ قران مین بیان ہے۔

نتیجہ عبادت حسب منشای ایزدی

سورہ بقر مین ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ؕ

اے آدمیو عبادت کرو اپنے رب کی جسنے پیدا کیا تم کو اور اونکو جو تمہارے پہلے ہین تاکہ پرہیزگار ہوجاؤ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نوع انسان کو عبادت اسلئے کرنا چاہیئے تاکہ پرہیزگار ہوجاوین عرف عام مین بھی جن اعمال کو عبادت کہتے ہین مثلاً نماز اوس کے نسبت بھی قران مین ہے کہ وہ فحشاء ومنکر سے بچاتی ہے اور روزہ سے بھی یہ غرض قران مین بیان ہے کہ تاکہ تقوی کرین۔ پس اس قسم کی آیات سے

بھی ثابت ہوتا ہے کہ غرض عبادت تقوی ہے اور عبادت کا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے۔
اب ہم یہان پر یہ بیان کرتے ہین کہ کلیہ عمل کرنے کا ایک عبد کیلئے بروے قران
کیا ہونا چاہیئے اور اوس کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے۔

کلیہ عمل عبد کے لئے

سورہ انعام مین ہے قل ان صلوٰتی	تو کہدے میری نماز اور میرے کُل طریق عبادت
و نسکی و محیای و مماتی للہ رب	اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے
العالمین لا شریک لہ و بذالک امرت	جو رب جہانون کا ہے کوئی اوسمین اوسکا شریک
و انا اول المسلمین ط	نہین اور اسیکا مجھکو حکم ہوا ہے اور مین اول المسلمین ہون

پس بلاشرکت غیرے کُل عبادتین و کُل فعل یہان تک کہ اپنا مرنا و جینا بھی اللہ کیلئے
کرنا چاہیئے۔ اسی کے اعلان کرنے کا حکم آنحضرتؐ کو ہوا یعنی حیات مین و ممات کیلئے
جو عمل ہوتے ہین سب کے۔ لہذا ایک عبد کا طرز عمل اسی پر ہونا چاہیئے۔ نسک کا ترجمہ
کُل طریق عبادت ہم نے یہان پر کیا ہے۔ نسک اصطلاح مین حج و قربانی کے
ارکان کو کہتے ہین لیکن غالباً ہمارا ترجمہ پہلو زیادہ پہلو صحت کا لئے ہوے ہے و سیاق
و سباق اس کے موید ہین۔

عبد کو کسکو احب رکھنا چاہیئے

سورہ توبہ مین ہے یا ایھا الذین امنوا	اے مومنو نہ ٹھہراؤ اپنے باپ دادا اور بھائیون کو رفیق
لا تتخذوا اٰبائکم و اخوانکم اولیاء	اگر وہ عزیز رکھین کفر کو ایمان پر اور جو تم مین اونکی
ان استحبوا الکفر علی الایمان و من	رفاقت کرے تو وہی ظالم ہے تو کہہ اگر تمہارے
یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون	باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے

قل ان کان اٰباءکم و ابناءکم واخوانکم وازواجکم | بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور اموال
وعشیرتکم و اموال اقترفتموھا | جو کمائے ہین اور سوداگری جسکے ماند ہونے سے ڈرتے
وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن | ہو اور مکان جو پسند رکھتے ہو تم کو احب ہون اللہ اور
ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ | اوسکے رسول اور اوسکی راہ کے جہاد سے تو راہ
وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی | دیکھو کہ لاوے اللہ اپنا حکم اور اللہ ہدایت نہین
اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین | کرتا فاسقین کی قوم کو۔

پس امور مذکورہ آیت ہذا کو احب رکھنا اور اون لوگون کو جنکی ممانعت آیت ہذا مین ہے اولیاء بنانا ظالم و فاسق بنناہے اور اوس وعید کا مستحق بنناہے جو آیت ہذا مین ہے لہذا مومن کو سب سے احب اونہی اشخاص و اشیاء کو رکھنا چاہیئے جن کا ذکر اس آیت مین ہے۔

موت وحیات احسن عمل کے امتحان کیلئے ہے اور عبادت احسن عمل کے وسایل مین سے ہے

آیت سورہ الذاریات مذکور مین اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے خلق کرنا فرمایا کہ اوسکی عبادت کرے۔ لیکن موت وحیات کس لئے پیدا کیا اوسکی نسبت سورہ ملک مین ہے خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ پیدا کیا موت وحیات کو تاکہ آزماوے تم کو کہ کون احسن ہے بروے عمل کے۔

پس بالخصوص موت سبب ہے احسن عمل کرنے کے حکم دینے کا و آزمایش کا کیونکہ موت وحیات دونون ملکر سبب ہین آزمایش احسن عمل کے۔ لہذا موت کو حیات پر

طاری اس لیے کیا کہ عذاب وثواب دیا جاوے اور احسن عمل نہ کرنے کا مواخذہ ہو۔ پس عبادت کو سبب ووسیلہ ہونا چاہیئے احسن عمل اور اعمال صالحہ کرنیکا۔

فساد وسفک دمار کا لازمہ فطرت انسانی ہونا لیکن اون کا ذریعہ عمل صالح بھی ہوجانا اور اونکا طریق اصلاح

فساد فی الارض اور سفک دماریعنی خون خرابہ فساد کا ہونا جہان انسان رہتے ہین وہان لازمی ہے جیساکہ قران مجید مین ہے کہ ملائکہ نے انی جاعل فی الارض خلیفہ کے جواب مین کہا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء پس یہ ایک فطرت انسانی ہے جس کا بعض انسانون مین پایا جانا لازمی ہے اور اسطرح فرشتونکی زبان سے اللہ تعالی نے بیان کردیا ہے۔ لیکن اصلاح سے اون کا کم ہوجانا یا اونکا اعمال صالحہ کے درجہ مین ہوجانا بلکہ کسی قوم مین کسی مدت معین کے لئے مٹ جانا بھی لازمی ہے اور اس طریق سے اصلاح اور ترقی عالم کی ہوتی رہتی ہے تنازع للبقا کی جدوجہد مین اصلح واقوے کا باقی رہ جانا بھی ضروری ودائمی ہے اور یہی قانون اصلاح ضروری کا سبب ہوتا رہتا ہے یعنی بعض کا بعض سے دفع ہوتے رہنا۔ اس وجہ سے صالحان اور مصلحان کا وجود بھی ہوتا رہنا لازمی ہے اگرچہ بعض ہی امر کے بعض شخص اصلاح کرتے ہون۔ پس صالحان اور مصلحان کا فرقہ بقاے وارتقاے عالم کا سبب ہے اور فساد فی الارض کا مانع ہوتا ہے اسلئے اوس کو دعوی ہے کہ وہ دنیا مین اعلی کامیابی اور آخرت مین اعظم ثواب پاتا ہے۔

اور جو اوس کے مخالف عمل کرنے والے ہین انجام مین رسوا و ذلیل اور دنیا و آخرت مین سخت عذاب پاتے ہین - انبیاء و رسل کے فرایض مین ہے کہ اول فرقہ کی تائید کرین اور اوسکی کامیابی کے لیے بہترین ہدایات کرین اور عقلی و فلسفی مباحث کو چھوڑ کر عملی مباحث مین اون کو لگاوین اور اون سے عملی کام کراوین اور کتاب و حکمت اون کو سکھلاوین اور خون خرابہ کا رُخ دشمنون اور خون خرابہ کرنے والون کی طرف کر دیوین اور صالحان کو بچالیوین - لہذا جو لوگ اتباع انبیاء و رسل کرتے ہین اونکا مقصد اقوی و اسلم و اصلح ہونا و بنانا ہے اور فتنہ و فساد و خون خرابہ سے بچنا اور بچانا ہے یعنی اعمال صالحہ کراتے رہنا ہے اور اعمال سیئہ سے بچتے رہنا ہے - اسی لئے معاونت بر و تقوی و ترک معاونت اثم و عدوان کا حکم ہے -

باہمدگر معاونت بر و تقوی و عدم معاونت اثم و عدوان

سورہ مایدہ مین ہے تعاونوا علی البر	اور باہمدگر معاونت کرو بر و تقوے پر
والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم	اور بایکدگر معاونت نہ کرو اثم و عدوان پر
والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ	اور ڈر کر بچتے رہو اللہ سے اللہ شدید العقاب
شدید العقاب ط	ہے -

پس باہمدگر معاونت بر و تقوے پر و عدم معاونت و ترک معاونت اثم و عدوان پر لازمی ہے اور خیال رکھنا چاہیئے کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے - لہذا اثم و عدوان کی بھی معاونت نہ کرنی چاہیئے - اسطرح معاونت و ترک معاونت سے

عمل صالح کرنے والون کی تائید ہوتی ہے اور عمل صالح واقع ہوتا ہے
بروتقوےٰ اور اثم کی تعریف جو قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے اور جو افعال
اون کے تحت مین آتے ہین اون کو اس کتاب مین ہمنے بیان کیا ہے اثم کے
علاوہ جو گناہ ہین اونکو عدوان مین سمجھہ لینا چاہیئے بالخصوص فحش عدوان مین
شامل ہے جیسا کہ آگے آویگا۔ اور ہر قسم کی زیادتی و فحشاء کو عدوان شامل ہے۔

انسان کا احسن تقویم پر ہونا اور اسفل سافلین مین پھینکدیا جانا لیکن ایمان لانیوالون اور عمل صالح کرنیوالونکو بے انتہا اجر پانا۔

سورہ تین مین ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ط ثم رددنٰہ اسفل سافلین الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت فلھم اجر غیر ممنون ط

بیشک پیدا کیا ہمنے انسان کو بہتر اندازہ پر پھر پھینکدیا ہمنے اوسکو نیچے سے نیچے درجے پر مگر جو ایمان لائے اور جنہون نے عمل صالح کیئے اونکو بے انتہا اجر ہے۔

پس خود خالق نے احسن تقویم پر انسان کے پیدا کرنے کی تصدیق کی ہے یعنی جس غرض سے انسان پیدا کیا گیا ہے اوس غرض کے پورا کرنے کیلئے وہ بہتر سے بہتر شکل و فطرت پر ہے۔ اور فطرتی عوارض اور تحریکات و ترغیبات سے باوجود اختیار کے چونکہ وہ عمل سیئہ کرنے لگتا ہے اور عمل صالح سے روگردان ہوتا ہے لہذا اسفل سافلین مین بھی وہ پھینکدیا گیا ہے لیکن ایمان اور عمل صالح کرنے سے یعنی جبکہ اون عوارض و تحریکات و ترغیبات سے مغلوب نہ ہو کر وہ عمل صالح

ایمان کے ساتھ کرتا رہے تو اوس کو بے انتہا اجر دینے کا بھی اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ پس اس مختصر آیت مین کس خوبی و خوش اسلوبی سے فرایض و ثواب و فطرت انسانی و عمل بہترین کرنے کی ہدایت کی گئی و ترغیب دی گئی ہے جس کے ساتھ وعدہ و وعید بھی ہے چنانچہ اسکی تائید سورہ عصر کے اس آیت سے ہوتی ہے

والعصر — قسم عصر کی کہ انسان گھاٹے مین ہے
ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا — مگر جو ایمان لاوے اور عمل صالح
وعملوا الصلحت — کرے۔

پس ایمان اور عمل صالح کے سبب سے گھاٹا انسان کا جاتا رہتا ہے اور اوسکے اصلی خلق کی صورت نمایان ہوجاتی ہے یعنی اوسکا احسن تقویم پر پیدا ہونا ان کو عقل انسانی و قوت متفکرہ کے وجہ اور مسخرات کے سبب سے دوسرون پر امتیاز خاص ہے۔ اوسمین وہ طاقت بھی ہے جس سے وہ نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے اور حق کو باطل سے جدا کرسکتا ہے اور دوسرون کے علم و تجربہ سے فایدہ بھی اوٹھا سکتا ہے اور کسی چیز کو نشان کے ذریعہ سے تلاش کرکے پاسکتا ہے یعنی عقل حیوانی کے علاوہ عقل انسانی بھی اوسمین ہے جسکی بنا پر عمل کرنے کا وہ ایک حد تک مختار ہے اس لیئے وہ اپنے افعال کا ذمہ دار ہے اور چونکہ کسی چیز کے فوت پر وہ مایوس ہوجاتا ہے اور جو ملتا ہے اوس پر فرح ناجایز و فخر بیجا کرنے لگتا ہے یعنی مختال فخور وغیرہ ہوجاتا ہے اس لیئے وہ اسفل السافلین مین گویا پھینکا ہوا ہے اور اوس سے امتحان لیا جاتا ہے کہ وہ عمل صالح کرکے فایدہ اوٹھاوے یا عمل سیئہ و غیر صالح کرکے سزا پاوے اور نقصان اوٹھاوے

ایمان کیساتھ عمل صالح کرنیوالونکو ظلم و ہضم سے خوف نہین

سورہ طٰہٰ مین ہے ومن یعمل من الصلحت — اور جو عمل صالح کرتا ہے اور وہ مومن ہے سو وہ
وھو مومن فلا یخاف ظلما ولا ہضما — نہین ڈرتا ظلم اور نہ حق کے ہضم ہونے سے
پس یہ خصوصیت قابل قدر ہے۔

حق باطل پر غالب ہوتا رہتا ہے

سورہ انبیاء مین ہے وما خلقنا السماء — اور ہمنے نہین بنایا آسمان اور زمین اور جو اوسکے
والارض وما بینھما لعبین ۵ لو اردنا — بیچ مین ہین کھیلتے ہوئے۔ اگر ہم چاہتے کہ بنالین
ان نتخذ لھوا لاتخذنٰہ من لدنا — کچھ کھلونا تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہمکو کرنا ہوتا
ان کنا فعلین ط بل نقذف بالحق — یون نہین ہم پھینک مارتے ہین سچ کو جھوٹ پر
علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق — پھر وہ اوسکا سر پھوڑتا ہے پھر وہ سٹک جاتا ہے
ولکم الویل مما تصفون ط — اور تمکو خرابی ہے اون باتون سے جو بتاتے ہو

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلق اس عالم کا لہو لعب کے طور پر نہین ہے بلکہ حق باطل پر غالب ہوتا رہتا ہے اسطرح یہ عالم اسباب سے باطل مٹ جاتا ہے اور حق انجام کار اکثر غالب ہوتا رہتا ہے ورنہ نظام عالم مین فساد واقع ہو جائے اور باطل کو غلبہ ہو کر یہ عالم برباد ہو جاوے لہذا حق کی تائید کرنے والے یہ سمجھ لین کہ انجام مین حق کو غلبہ ہوتا رہتا ہے۔

حق اللہ کیطرف سے ہے اوسمین آدمی مختار ہے کہ ایمان لاوے یا نہ لاوے ولیکن ظالمون کیلئے نار طیار ہے

سورہ کہف مین ہے وقل الحق من — اور کہہ حق تمہارے رب کیطرف سے ہے

ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ۔ جو چاہے سو ایمان لاوے اور جو چاہے کفر
انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم ۔ کرے ہمنے طیار کر رکھا ہے ظالمون کیلئے آگ
سرادقھا ۔ جسنے گھیر رکھی ہین اونکی قناتین ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حق اللہ کیطرف سے ہے انسان ایمان وکفر مین مختار ہے اور جو چاہے وہ ایمان لاوے اور جو چاہے کفر کرے اون کیلئے اوس کا بدلہ آگ ہے ۔ اس لیئے ارتداد کی سزائے دنیاوی بروبے مذہب اسلام قران مین نہین ہے جسکا بیان آیندہ باب کا عنوان ہے ۔

ارتداد کی سزا مذہب اسلام مین

مسئلہ ارتداد اسلام کے معترضین کے ہاتھ مین ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جسکے ذریعہ سے وہ اسلام کے خلاف ہر قسم کا ظلم و وحشیانہ اطوار منسوب کرتے ہین مگر اس سے بڑھ کر بے بنیاد حملہ بھی کم ہوا ہوگا ۔ عموماً تعصب اور ناواقفیت نے ملکر اسلام کے خلاف ایک ایسا میلان طبایع مین پیدا کر دیا ہے کہ بہت سی بے بنیاد باتین اسلام کیطرف منسوب کی جاتی ہین اور کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہین کیجاتی کہ فی الواقع ایسی باتین اسلام کیطرف کس حد تک منسوب ہو سکتی ہین ۔ بالخصوص عیسائی مشنری سلسلہ مین عموماً پاک اور صحیح اسلامی اصول کی ناواقفیت طرح طرح کی برائیون مین ظہور پذیر ہو کر اسکا ایک تاریک نقشہ اور سیاہ منظر ناواقف لوگون کے سامنے پیش کرتی رہتی ہے ۔ اور یہ لوگ اسلام کے متعلق بے رو رعایت اور منصفانہ باتون کے سُننے یا پھیلنے کو

پسند نہین کرتے۔ اور زود اعتقاد لوگون کی ناواقفی اور توہمات سے فایدہ اوٹھانے کی ناجایز کوشش کرتے ہین۔ اور کبھی تو یہ راگ گایا جاتا ہے کہ اسلام مین عورت کی حالت سخت ذلت کی حالت ہے۔ اور کبھی سارا زور اس پر صرف کیا جاتا ہے کہ اسلام نے مرتدین کے متعلق بڑے خوفناک اور وحشیانہ مظالم روا رکھے ہین۔ حالانکہ جو تصویر اُن مظالم کی پیش کیجاتی ہے وہ اسلامی قانون کی تصویر نہین ہے۔ ارتداد کا سوال دوسرے مذاہب مین نہ حل ہوسکا ہو تو اور بات ہے۔ مگر اسلام مین اس مسئلہ کا حل مشکلات کے ساتھہ وابستہ نہین۔ ہم بلاخوف تردید یہ کہہ سکتے ہین کہ محض ارتداد مذہبی پر اسلام نے اس دنیا مین کوئی سزا تجویز نہین کی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام کی اصلی کامیابی اس کے اصول کی معقولیت مین ہے۔ اور اس سچّے دین الٰہی کی بڑی بڑی فتوحات اسی وجہ سے ہین کہ بوجہ معقول اور سادہ ہونے کے یہ بہت جلد طبایع پر اثر ڈالتا ہے اور فطرت انسانی کے مطابق ہونے کے سبب سے ایسا گہرا اثر ڈالتا ہے جس کو پھر کوئی چیز مٹا نہین سکتی اور جس طرح اسلام کے تمام اصول مین معقولیت پائی جاتی ہے اوسیطرح مسئلہ ارتداد مین بھی معقولیت ہے۔ اور اون لوگون پر قتل کا فتوے نہین دیا جو دلائل کے ساتھہ اس کے احکام اور اصول کو سمجھہ نہین سکتے۔ قران کریم نے ایک نہایت صاف اور سیدھا اصول بیان کردیا ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد	دین کے معاملہ مین جبر کوئی نہین۔ سیدھی راہ
من الغی فمن یکفر بالطاغوت	غلطی سے الگ ہوگئی ہے پس جو شخص طاغوت کا انکار

و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ
الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع
علیم ط

کرتا ہی اور اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ ایک ایسی
مضبوط رسّی کو پکڑ لیتا ہے جو ٹوٹ نہین سکتی
اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

پھر اسی سورہ بقر مین فرمایا ہی ولا یزالون
یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم
ان استطاعوا ومن یرتدد منکم
عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک
حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ
واولئک اصحب النار ھم
فیھا خالدون ط

اور یہ لوگ (یعنی کافر) تم سے جنگ کرتے ہی رہینگے
یہانتک کہ اونکا بس چلے تو تم کو اپنے دین سے
واپس پھیر ہی کر رہین۔ اور جو کوئی تم مین اپنے دین سے
پھر جائے اور پھر کافر ہونیکی حالت ہی مین مرجائے تو ایسے لوگون کے
کام دنیا اور آخرت مین بے نتیجہ رہینگے۔ وہ
آگ والے ہین۔ اور اسی مین
رہینگے۔

اور دوسری جگہ سورہ مایدہ مین فرمایا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم
عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم
یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین
اعزۃ علی الکافرین ط

اے لوگو جو ایمان لاتے ہو جو کوئی تم مین سے
اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ ایک قوم کو لے آئیگا
جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتے ہین۔
مومنون کیلئے وہ رحم کرنیوالے ہونگے۔ کافرون کے مقابلہ مین غالب

ان ہر دو آیتون سے قارئین خود صحیح نتیجہ تک پہونچ سکتے ہین۔ اس بات کا کسیکو انکار نہین ہوسکتا کہ قانون اسلامی کا اصل منبع اور ماخذ قران شریف ہی ہے۔ اور مندرجہ بالا آیات مین ارتداد کے سوال پر فیصلہ کن قانون موجود ہے یعنی پہلی آیت مین ارتداد کی سزا کا بھی ذکر ہے۔ مگر وہ سزا یہ نہین کہ مرتد کو

قتل کردو یا اوسکے حقوق دنیاوی سلب کردیئے جائین بلکہ مرتد کی سزا
اللہ تعالی نے خود اپنے ہاتھ مین رکھی ہے حبطت اعمالھم فی الدنیا
والاخرۃ ط واولئک اصحب النار یعنی اون کے کام خواہ وہ دنیا کے لئے
ہون اور خواہ آخرت کے لئے بے نتیجہ رہینگے اور وہ اصحاب النار ہونگے۔ کیونکہ
اونھون نے راہ حق کو چھوڑ دیا ہے۔ دوسری آیت مین بھی مرتد کیلئے کوئی
جسمانی سزا تجویز نہین کی گئی بلکہ یہ صرف بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے
تو مسلمان غمگین نہ ہون۔ کیونکہ ایک مرتد کے بجائے ایک قوم کی قوم دین اسلام
مین داخل ہوجائیگی۔ لیکن بعض عیسائی مصنفون نے تو یہان تک ظلم
کیا ہے کہ لفظ فیمت کا ترجمہ غلط کردیا ہے تاکہ ان الفاظ سے یہ ثابت ہو کہ مرتد کو
قتل کیا جانا ضروری ہے۔ لفظ فیمت کے معنی ہر ایک شخص جسے عربی زبان سے
کچھ بھی واقفیت ہے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کے معنی صرف اس قدر
ہین کہ "وہ مرجائے" لیکن بعض عیسائی مترجمین نے اس کا ترجمہ یون کردیا ہے۔
"اُسے ماردیا جائے"۔ راڈویل نے صحیح ترجمہ "وہ مرجائے" ہی اختیار
کیا ہے۔ لفظ موت قدرتی موت پر بولا جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو امر یہان بیان
کیا گیا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اسلام کے دشمن ایڑی سے چوٹی
تک زور اس بات کے لئے لگا رہے ہین کہ ظالمانہ ایذادہی سے مسلمانون کو
اون کے دین سے پھیر دین۔ اس لئے اگر واقعی کوئی مسلمان کفر کی طرف
ہوجائے تو وہ اسے دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی نقصان اوٹھائے گا
کیونکہ اسلام کو ترک کرکے وہ نہ صرف اون روحانی فوایدہی سے محروم رہجائیگا

جو بحیثیت ایک مسلم کے وہ حاصل کر سکتا تھا بلکہ وہ اون فوائد سے بھی قطعاً بے نصیب رہے گا جو اسلام کے آخری غلبہ کے ذریعہ سے مسلمانون کو حاصل ہونے والے تھے۔ اور نہ یہان اور نہ کسی دوسرے موقعہ پر قران شریف مین یہ اشارہ تک بھی پایا جاتا ہے کہ مرتد کو قتل کر دیا جاوے یا اوس کو کوئی اور سزا دی جاوے گو لفظ ارتداد جو اصطلاحی لفظ دین سے پھر جانے کے متعلق ہے دو ہی مرتبہ قران کریم مین استعمال ہوا ہے مگر اسلام سے بعد کفر کیطرف لوٹ جانے کا ذکر قران کریم مین متعدد مقامات پر آتا ہے اور انمین سے کفر کیطرف لوٹ جانے کی سزا کا ذکر نہین کہ ایسے شخص کو قتل کر دیا جاوے۔ چنانچہ ذیل کی آیات قرانی اس پر شاہد ہین۔ سورہ نحل مین ہے

من کفر باللہ من بعد	جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر
ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن	کرتا ہو نہ وہ جسے مجبور کر دیا گیا ہو اور اوس کا دل
بالایمان ولکن من شرح بالکفر	ایمان پر مطمئن ہو بلکہ وہ جس کا کفر پر شرح صدر
صدرا فعلیھم غضب من اللہ	ہو جاتا ہو تو ایسے لوگون پر اللہ کی طرف سے
ولھم عذاب عظیم ط ذلک بانھم	غضب ہے اور انکے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہ اسلئے
استحبوا الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ	کہ انھون نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور
وان اللہ لا یھدی القوم الکفرین ۝	اسلئے کہ اللہ کافر قوم کو ہدایت نہین کرتا ہے۔
اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم	یہ وہ لوگ ہین جنکے دلون اور کانون اور آنکھون پر
وسمعھم وابصارھم واولئک	اللہ تعالی نے مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ
ھم الغافلون ط لا جرم انھم فی الاخرۃ	غافل ہین۔ لاجرم آخرت مین وہ نقصان

هم الخاسرون ط — اوٹھانے والے ہون گے۔

سورہ نسار مین ہے ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا ط

وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر مین زیادتی کی یہ نہین ہوگا کہ اللہ اونکی مغفرت کرے اور نہ یہ کہ وہ اونکو راستہ کی ہدایت کرنے

آخری آیت جو ہم نے اوپر بیان کی ہے یہ تقریباً پانچوین سال ہجرت مین نازل ہوئی ہے جب مدینہ مین اور اوس کے اردگرد اسلام کی حکومت قایم ہوچکی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مکہ مین مرتدین کے متعلق کہا گیا تھا وہی حکم مدینہ مین بھی رہا۔ یعنی مرتدین کے احکام شروع سے آخر تک ایک ہی رہے۔ غرض قران کریم سے جس قدر شہادت پیدا ہوتی ہے اوسمین کہین اشارہ تک بھی نہین کہ جو شخص دین اسلام کو اختیار کرکے پھر منحرف ہوجائے اوسے قتل کردیا جائے یا اوسے کوئی اور سزا دیجاوے اور چونکہ قران ہی اصل ماخذ قانون اسلام کا ہے اس لئے یہ شہادت فیصلہ کن ہے۔ آخری حوالہ سورہ نسار کا آخری زمانہ کا ہونے کی وجہ سے اور بھی فیصلہ کن ہے اور اس کے الفاظ اپنے اندر یہ شہادت رکھتے ہین کہ مرتد کو قتل کرنے کا حکم اسلام مین جاری وساری نہ تھا کیونکہ آیات مذکورہ مین دوبارہ ایمان لانے اور دوبار کفر کیطرف لوٹ جانے کا ذکر ہے۔ پس اگر اوس شخص کو جو اسلام لانے کے بعد کفر کیطرف لوٹ جائے قتل کرنے کا حکم ہوتا تو اوس کو یہ موقع کہان ملتا کہ وہ دوبارہ اسلام لائے اور پھر دوبارہ کفر کیطرف لوٹ جاوے

الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا — جو لوگ ایمان لاوین اور پھر کافر ہو جائین پھر ایمان لائین پھر کافر ہو جائین پھر کفر مین بڑھتے چلے جائین

کیا ان الفاظ سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ ارتداد کی سزا قتل نہ تھی بلکہ اس کے خلاف شہادت موجود ہے کہ مرتد قتل نہ کیا جاتا تھا۔ اب ہم دوسری طرف دیکھتے ہین تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی مین کوئی واقعہ ایسا نظر نہین آتا کہ آپ نے کسی مرتد کو قتل کرایا ہو یا اوس کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہو یعنی محض ارتداد کیوجہ سے کسی کو سزائے قتل دی ہو۔ ہان اگر ارتداد کے ساتھہ کسی نے کوئی اور جرم کیا ہو جسکی سزا موت ہو تو اوس صورت مین قتل کی سزا ارتداد کی وجہ سے نہین کہلائے گی مگر اس دوسرے جرم کی سزا ہوگی۔ پس قانون اسلامی کے دونون ماخذ یعنی قران شریف اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر شاہد ہین کہ جو الزام اسلام پر لگایا جاتا ہے کہ وہ اسلام سے پھر جانے کی سزا قتل قرار دیکر لوگون کو جبراً دین اسلام کے اندر رکھنا چاہتا ہے وہ سر تا پا غلط اور محض افترا ہے۔ اسلام کے عام قوانین کو دیکھا جائے تو اوس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان قوانین کا میلان یہی ہے کہ ہر مرد اور عورت کے ساتھہ اُس کے فرایض اور اوسکی ذمہ داریان لکھدی ہین اور ایک قانون زندگی اوسے دیدیا ہے۔ جس کی ضرورت اور جس کا ہر قدم پر استعمال اوسکی پیروؤن کی زندگی مین پایا جاتا ہے اور اُس قانون کا پابند کرنے کے لئے کسی ظاہری طاقت سے کام نہین لیا جاتا کیونکہ حق یہ ہے کہ ایک مذہب کا دوسرے کو اختلاف مذہب کی وجہ سے تکلیف

پہونچانا یا ایک ہی مذہب کے اندر ایک غالب فرقہ کا دوسرے فرقہ کو تکلیف پہونچانا صرف دلائل سے اپنے مذہب کو نہ منوا سکنے کا نتیجہ ہی ہوتا ہے چنانچہ ہر نبی کے مقابلہ مین حق کو خاموش کرنے کے لئے طاقت انسانی سے ان کے مخالفون نے کام لیا ہے۔ کیونکہ جب حق کی تردید دلایل سے نہین ہو سکتی تو پھر زور و قوت سے کام لیا جاتا ہے لیکن اسطرح پر آزار دہی حق کے لئے روک ہونے کے بجاے اسکی اشاعت مین ہمیشہ معاون ثابت ہوئی ہے۔ اسلام کے رو سے کسی شخص کا کسی مذہب کو قبول کرنا محض ایک ایسا معاملہ ہے جو خدا اور انسان کے درمیان ہے اور جس کا کسی دوسرے سے بجز تبلیغ و نصیحت و سمجھانے و بشارت دینے کے اور تعلق نہین پس جس طرح کوئی طاقت انسانی یہ حق نہین رکھتی کہ کسی اصول کو بزور منواے اسی طرح کسی طاقت انسانی کو یہ حق حاصل نہین ہونا چاہیئے کہ وہ کسی اصول پر لوگون کو بزور قایم رکھے۔ یہی وہ اصول ہے جو قران کریم نے بھی سکھایا ہے اور یہی عملدرآمد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی اسلام کی تعلیم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ سورہ انعام مین ہے

وما نرسل المرسلین الا مبشرین	اور نہین بھیجتے ہم رسولون کو مگر بشارت دینے والے
ومنذرین فمن اٰمن واصلح	اور آگاہ کرنیوالے سو جو ایمان لایا اور صلاح پکڑا تو نہین
فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ط	خوف ہے اونکو اور نہ غمگین ہونگے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ مرسلین کا صرف یہ فرض ہے کہ آگاہ کرین اور نیک کام کرنے والون کو بشارت دیوین وہ کسی پر جبر نہین کرتے نہ اپنے مذہب کے

قبول کرنے کے لئے کسی کو مجبور کرتے ہین پھر جو ایمان لایا اور اوسکے ساتھہ صلاح پکڑا تو اوس کو خوف نہین نہ وہ غمگین ہوگا۔ اور جب رسلین کو حق نہین تو مومنین کو بدرجہ اولی نہین

ہر اُمت کیلیئے ایک شریعت اور طریق ہے لیکن سب کے اصول واحد ہین اور کسی نبی مین فرق نہ کرنا چاہیئے اور آنحضرتؐ کی شریعت سب سے آخری شریعت ہے

سورہ مایدہ مین ہے لکل جعلنا منکم شرعة و منهاجا و لو شاء اللّٰہ لجعلکم امة و احدة و لکن لیبلوکم فی ما اٰتٰکم فاستبقوا الخیرات الی اللّٰہ مرجعکم جمیعاً فننبئکم بما کنتم فیه تختلفون ط

ہر ایک کی تمہارے لئے ہمنے بنایا ہے ایک شریعت اور طریقہ اور اگر چاہتا اللہ کردیتا تم کو ایک فرقہ۔ لیکن آزماتا ہے تم کو اوسمین جو دیا ہے تم کو۔ پس سبقت کرو نیکیون مین اللہ کیطرف تم سب کا لوٹنا ہے سو آگاہ کرے گا تم کو جس مین تم اختلاف کرتے تھے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک شریعت و طریقہ دیا گیا تھا یہان تک کہ اسلام آخری شریعت اور تمام لوگون کے لئے ہے اور اگر اللہ چاہتا تو کل اُمتون کو ایک ہی شریعت و طریقہ پر کردیتا لیکن منشاے الٰہی یہی ہے کہ آزمایا جاوے کہ جن لوگون کو جو شریعت دیگئی ہے اوسمین وہ کیا کرتے ہین اور خیرات پر کسطرح سبقت کرتے ہین یا ذریعہ اختلاف کا اوس کو بناتے ہین

اگر ذریعہ اختلاف بنا وین گے تو اللہ جب اوس کیطرف لوٹائے جاوینگے اون کو آگاہ کرے گا۔ پس شریعت اور طریق شریعت کو سبب اختلاف کا نہ ہونا چاہیئے بلکہ سبب اتحاد ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ نے تمام شریعتون کا اصول واحد رکہا ہے اور اوسمین فرق نہین کیا جیسا کہ سورہ نسا مین ہے

ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ	جو لوگ کفر کرتے ہین اللہ اور اوس کے رسولون کیساتہہ
و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و	اور چاہتے ہین کہ فرق ڈالین درمیان اللہ اور
رسلہ و یقولون نومن ببعض و نکفر	اوسکے رسولون کے اور کہتے ہین ایمان لائے ہم بعض پر اور کفر کیا
ببعض و یریدون ان یتخذوا بین	بعض کیساتہہ اور چاہتے ہین کہ درمیان انکے ایک
ذلک سبیلا اولئک ھم الکافرون	راہ بنالین وہی لوگ اصلی کافر ہین اور ہمنے
حقا و اعتدنا للکافرین عذابا مھینا	طیار کیا ہے کافرون کیلئے عذاب سوا کرنیوالا اور
والذین امنوا باللہ و رسلہ ولم یفرقوا	جو لوگ ایمان لائے ہین اللہ اور اوسکے رسولون پر اور
بین احد منھم اولئک سنوتیھم	نہین فرق نکالتے اونہین سے کسی ایک کے درمیان مین اون کو
اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما	ہم اونکے اجر دینگے اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اوس کے رسولون کی شریعت مین اختلاف و فرق نہین ہے اور اصول سب شریعتون کا واحد ہے طریق شریعت اگرچہ جدا جدا ہین۔ سورہ نحل مین ہے۔

ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ	اور اگر اللہ چاہتا تو تمکو ایک فرقہ کردیتا اور لیکن گمراہ
ولکن یضل من یشاء و یھدی	کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور جسکو چاہتا ہدایت کرتا ہے اور
من یشاء و لتسئلن عما کنتم تعملون	پوچھے جاوین گے اپنے عمل سے۔

سورہ شوری مین ہے ولو شاء	اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک فرقہ کر دیتا لیکن
اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن	وہ داخل کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت
یدخل من یشاء فی رحمتہ والظالمون	مین اور ظالمین کے لئے کوئی نہین ہے
ما لھم من ولی ولا نصیر ط	نہ ولی اور نہ مددگار۔
سورہ حج مین ہے لکل امۃ جعلنا	ہر فرقہ کیلئے ہمنے بنایا ہے ایک راہ چلنے کی جسپر
منسکا ھم ناسکوہ فلا ینازعنک	وہ چلتے ہین سو چاہیئے کہ تجھسے نہ منازعت کرین
فی الامر وادع الی ربک انک لعلی	امر مین اور بلا اپنے رب کیطرف بیشک تو
ھدی مستقیم ط	ہدایت مستقیم پر ہے۔

پس یہ امر الٰہی مین سے ہے کہ ہر گروہ کے لئے ایک طریق عبادت وطریق عمل ہوا اور یہ امر لا نفرق بین احد من رسلہ کے متناقض نہین۔ اور آنحضرت کی شریعت چونکہ آخری شریعت اور کل شریعتون کی متمم اور خلاصہ ہے لہذا اس آیت مین یہ حکم ہے کہ اپنے رب کی طرف تو بلا اور تو ہدایت مستقیم پر ہے۔ پس آپ کی ہدایت مستقیم ہے اوس پر بلانے کا حکم ہے کہ دیگر شریعتون کو چھوڑ کر لوگ اوس کو قبول کرین و عمل کرین۔ سورہ حدید مین ہے۔

والذین امنوا باللہ ورسلہ	اور جو ایمان لائے اللہ پر اور اوسکے رسولون پر
اولئک ھم الصدیقون	وہی صدیق اور شہدا ہین اپنے رب
والشھداء عند ربھم لھم اجرھم	کے نزدیک اونکے لئے اونکا اجر ہے اور اونکا
ونورھم والذین کفروا وکذبوا	نور اور جنہون نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری
بایتنا اولئک اصحب الجحیم ط	آیات کو وہی جہنمی ہین۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اوس کے رسول پر ایمان لانا صدیق اور شہدا بننا ہے کسی خاص رسول کا نام نہین ہے بلکہ کل رسولون پر بلا استثنا ہے اور اولئک کا لفظ اوس کے ساتھ ہے لیکن قید یہ ہے کہ اون کو اون کا اجر و نور ملیگا یعنی جیسا عمل کرینگے ویسا ثواب پاوینگے بخلاف اس کے کافرون کو جنھون نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا وعید جہنم ہے اس کے ساتھ قید ایمان رسل نہین ہے بلکہ عمل کافرون کا ہے جو جھٹلانا ہے - اور سورہ حدید مین ہے

سابقوا الی مغفرة من ربکم وجنة	سبقت کرو اپنے رب کی مغفرت کیطرف
عرضها کعرض السماء والارض	و جنت کیطرف جسکی چوڑائی آسمان و زمین کیطرح ہے
اعدت للذین اٰمنوا باللہ ورسله	طیار ہے اونکے لئے جو ایمان لائے اللہ اور اوسکے رسولون پر
ذٰلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء	یہ فضل اللہ کا ہے وہ دیتا ہے جسکو چاہتا ہے
واللہ ذو الفضل العظیم ط	اور اللہ بہت بڑا فضل والا ہے -

پس اللہ اور اوس کے رسولون پر ایمان لانا سبب مغفرت و خلود جنت کا ہے جس کا اس آیت مین ذکر ہے کسی خاص رسول کا ذکر نہین ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو رسولون پر ایمان نہین لاویگا اور اللہ پر ایمان لاوے گا اوسکی مغفرت نہ ہوگی و نہ جنت مین داخل ہوگا بلکہ یہ بہترین طریقہ بیان ہوا ہے کہ اللہ اور اوس کے رسولون پر ایمان لاوین -

سورہ بقر مین ہے الم - ذٰلک الکتٰب	الم - وہ کتاب ہے جسمین شک نہین ہدایت
لاریب فیه هدی للمتقین	کرنیوالی ہے اون متقین کیلئے جو ایمان بالغیب

الذین یومنون بالغیب و یقیمون — لاتے ہین اور قائم رکہتے ہین نماز کو اور جو کچہہ ہمارا

الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون — دیا ہوا اوسمین سے خرچ کرتے ہین اور جو ایمان

والذین یومنون بما انزل الیک — لاتے ہین اوسپر جو نازل ہوا تیرے طرف اور جو

وما انزل من قبلک و بالاخرۃ — نازل ہوا تیرے پہلے اور آخرت پر بہی وہ یقین لاتے

ھم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدی — ہین وہی ہدایت پر ہین اپنے رب کیطرف سے

من ربھم واولٰئک ھم المفلحون — اور وہی فلاح پانے والے ہین۔

پس معلوم ہوا کہ قران و آنحضرت کی ہدایات و انبیاے سابقین کی ہدایات مین مطابقت ہے مخالفت نہین سب پر ایمان ہو سکتا ہے۔ سورہ آل عمران

مین ہے ان الدین عند اللہ — دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی اور نہین اختلاف کیا

الاسلام وما اختلف الذین — اون لوگون نے جنکو کتاب دیگئی مگر بعد اس کے

اوتو الکتٰب الا من بعد ما جاءھم — کہ پہونچگیا اون کے پاس علم از رہ بغی

العلم بغیا بینھم ومن یکفر بایٰت — کے اپنے درمیان اور جسنے کفر کیا اللہ کی

اللہ فان اللہ سریع الحساب ط — آیات کیساتہہ تو اللہ سریع الحساب ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام یعنی خدا پرستی کُل انبیاء کا دین تھا اور اسی کا علم اون حضرات نے اپنی اُمتون پر پہونچایا اور صرف باہم ایک دوسرے پر بغاوت سے اختلاف کیا گیا اور جو اللہ کی آیات سے کفر کرے تو اللہ سریع الحساب ہے سورہ آل عمران مین ہے۔ قل — توکہہ اے اہل کتاب آؤ ایک کلمہ کیطرف

یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآء — جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان

بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ — یہ کہ نہ عبادت کرین ہم مگر اللہ کی اور نہ شریک

ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ
بعضنا بعضا اربابا من دون الله
فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا
مسلمون ط

لاوین ہم اوس کے ساتھ کسی شے کو اور
نہ بناوین ہمارے بعض کو بعض ارباباً
من دون اللہ پھر اگر اس سے منھ پھیرین تو تم
لوگ کہدو کہ گواہ رہو اسپر کہ ہم اسلام لانیوالے ہین۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ کسی شئے کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا یا ارباباً من دون اللہ بنانا منافی اسلام ہے۔ سورہ جاثیہ مین ہے۔

ولقد اتينا بني اسرائيل الكتب
والحكم والنبوة ورزقنهم من
الطيبت وفضلنهم على العلمين
واتينهم البينت من الامر فما
اختلفوا الذين بعد ما جاءهم
العلم بغيا بينهم ان ربك يقضي
بينهم يوم القيمة فيما كانوا فيه
يختلفون ثم جعلنك على شريعة
من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء
الذين لا يعلمون ط

اور بیشک دیا ہمنے بنی اسرائیل کو کتاب
اور حکم اور نبوت اور روزی دیا ہمنے اون کو
طیبات سے اور بزرگی دی ہمنے اونکو جہانون پر اور دیا
ہمنے اونکو بینات امر مین سے سو نہین اختلاف کیا
اونھون نے مگر بعد اس کے کہ آیا اونکو علم باہم بغی
کے وجہ سے اللہ فیصلہ کرے گا اون کے
درمیان قیامت کے دن جسمین وہ اختلاف
کرتے ہین پھر کیا ہمنے تجھکو اوپر ایک شریعت کے
امر مین سے سو اتباع کر اوسکی اور نہ اتباع کر اون
لوگونکی بیجا خواہشون کی جو علم نہین رکھتے۔

پس اون امور مین جو بنی اسرائیل کو عطا ہوئے تھے جن کا ذکر اس آیت مین ہے باہمی بغی کے وجہ سے اوتھون نے اختلاف کیا تو اوس کے بعد آنحضرتؐ کو ایسی شریعت دیگئی جو امر مین سے ہے اور اوسمین احکام ہین

لہذا آنحضرتؐ کو حکم ہے کہ اوسکی اتباع کرین اور جو علم نہین رکھتے اونکی بیجا خواہشون کی اتباع نہ کرین اس لئے شریعت محمدیہ علیہ الصلواۃ والسلام اب قابل اتباع ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے باہمی اختلاف کا فیصلہ قیامت مین ہوسکتا ہے اور دوسرا بہتر ذریعہ بجز تبدیل شریعت کے نہین تھا۔ جسطرح آیت سورہ حج مذکورہ مین فلا ینازعنك فی الامر تھا اوسیطرح اس آیت مین ثم جعلناك علی شریعة من الامر ہے۔ پس ان دونون آیات مذکورہ کے ساتھ امر کا لفظ قابل خیال و یاد رکھنے و سمجھنے کے ہے۔

قیامت مین آنحضرتؐ کل امت کے گواہ ہونگے

سورہ نحل مین ہے ویوم نبعث	جسدن اوٹھاوین گے ہم ہر امت مین سے ایک
من کل امة شهیدا علیهم من	گواہ اونپر اونھی مین کا اور تجہہ کو لاوین گے
انفسهم وجئنا بك شهیدا	گواہ اونپر اور حال یہ ہے کہ نازل کیا ہمنے
علی هؤلاء ونزلنا علیك الكتب	تجہہ پر کتاب صاف بیان کرنے والی
تبیانا لکل شیء وهدی ورحمة	ہر شے کی اور ہدایت و رحمت اور بشارت
وبشری للمسلمین ط	مسلمین کے واسطے۔

اس آیت سے یہ دکہانا مقصود ہے کہ قیامت مین ہر امت کی بابت اونھی کے فرد کی گواہی ہوگی اور آنحضرتؐ اون پر گواہ ہون گے کیونکہ سب سے اخیر امت کے آپؐ نبی اور رسول ہین اور چونکہ آنحضرتؐ قران کو جسمین ہر شے کا صاف و مفصل بیان ہے اور ہدایت و رحمت و بشارت مسلمین کیلئے ہے

لائے ہین لہذا یہ حجت اللہ کی ہوگی کہ کیون نہین وہ امت ایمان لاے۔

بینات و کتاب و میزان و رسولونکی غرض قسط ہے

سورہ حدید مین ہے لقد ارسلنا
رسلنا بالبینت و انزلنا معھم الکتب
و المیزان لیقوم الناس بالقسط
و انزلنا الحدید فیہ باس شدید
و منافع للناس و لیعلم اللہ من
ینصرہ و رسلہ بالغیب ان اللہ
قوی عزیز

اور بیشک بہیجا ہمنے اپنے رسولون کو بینات
کے ساتھہ اور اوتارا اونکے ساتھہ کتاب و میزان
تاکہ لوگ سیدہے رکہے جاوین قسط کیسا تہہ اور
اوتارا ہمنے لوہے کو اوسمین سخت لڑائی ہے اور
منافع ہے آدمیون کیلئے اور تاکہ معلوم کرے
اللہ کہ کون مدد کرتا ہے اوسکی اور اوسکے رسولونکی
بالغیب اللہ عزیز و قوی ہے ۔

پس رسولون کے بہیجنے وغیرہ کے علاوہ اس آیت مین لوہے کا منافع اور اوسکی
وجہ سے لڑائی شدید ہونے کا ذکر ہے اور اوس کو اس لئے بیان کیا ہے
کہ اللہ جانے کہ کون اوسکی اور اوس کے رسولون کی مدد بالغیب کرتا ہے
لہذا اللہ کی مدد مین اوس کا صرف ہونا چاہیئے جو قوی عزیز ہے ۔

علو و فساد نہ چاہنے والے کے بابت وعدہ

سورہ قصص مین ہے تلک الدار
الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون
علوا فی الارض و لا فسادا و العاقبۃ

اس دار آخرت کو ہمنے کیا ہے اوس کیلئے جو
نہین چاہتے بڑائی زمین مین اور نہ فساد
اور انجام واسطے متقین

للمتقین ؎

باقیات صالحات کا خیر ہونا
(کے سے)

سورہ مریم مین ہے والباقیات	اور باقی رہنے والے صالحات اچھے ہین
الصٰلحٰت خیر عند ربک ثوابا	تیرے رب کے پاس بروے ثواب اور
وخیر مردا ؎	بہتر پھر جانے کی جگہ ہے
سورہ کہف مین ہے المال والبنون	مال اور لڑکے زینت دنیا کی زندگی کے ہین
زینة الحیوٰة الدنیا والباقیات	اور باقیات الصالحات بہتر ہین بروے ثواب اور
الصٰلحٰت خیر عند ربک ثوابا وخیر املا ؎	اور بروے بہتر توقع کے

باقیات صالحات وہ عمل صالح ہوے جس کے اجر و جزا و ثواب ملنے کی توقع ہو اون کو مال اور بنون سے ترجیح دیگئی ہے اگرچہ وہ بھی ذریعہ عمل صالح کا ہوسکتے ہین لیکن وہ ذریعہ ہین اور باقیات صالحات اصل ہے۔

اللہ دنیا اور قیامت مین رسولون و ایمان والونکی مدد کرتا ہی۔

سورہ مومن مین ہے انا لننصر رسلنا	ہم مدد کرتے ہین اپنے رسولون اور ایمان والونکی
والذین اٰمنوا فی الحیوٰة الدنیا	دنیا کی زندگی مین اور جبدن کھڑے
ویوم یقوم الاشہاد	ہون شہادت دینے والے یعنی قیامت کے دن
سورہ حم سجدہ مین ہے ان الذین	جنہون نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر
قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل	استقامت کیا اوترتے ہین اونپر فرشتے کہ نہ ڈرو
علیہم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا	اور نہ غم کرو اور بشارت سنواوس

وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوٰة الدنیا وفی الاٰخرة ط

جنت کی کہ وعدہ دیے گئے ہم تمہارے دوست ہین دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین۔

اہل کتاب کے ایک فریق کو نہ ماننا چاہیئے اور اعتصام باللہ کرکے قرآن کی آیات کو امام بنانا چاہیئے

سورہ آل عمران مین ہے یاایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتٰب یردوکم بعد ایمانکم کافرین وکیف تکفرون وانتم تتلٰی علیکم اٰیات اللہ وفیکم رسولہ ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الٰی صراط مستقیم ط

اے مومنو اگر تم اطاعت کروگے ایک فریق کی ان لوگون مین سے جنکو کتاب دیگئی ہے بنادینگے تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر اور کیونکر تم کفر کروگے اور تم ہو کہ پڑھی جاتی ہین تمہارے اوپر آیات اللہ کی اور تم مین اوسکا رسول ہے اور جسنے مضبوط پکڑا اللہ کو تو بیشک ہدایت کیا گیا صراط مستقیم کیطرف۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس امر مین اہل کتاب یعنی فریق کہان اور مین ایک فریق کی بات کو بغیر حق کے سمجھے مان لینے مین خوف کفر ہے لہذا جو حق ہو وہ ماننا چاہیئے نہ کہ کسی فریق کے معتقدات کو۔ چونکہ عام حکم ہی لہذا ہے استدلال کیا

ملائکہ وغیرہ کیون نہین اوترتے کہ کافر ایمان لاوین

سورہ انعام مین ہے وقالوا لولا انزل

اور کہتے ہین کیون نہ اوترا اوسپر فرشتہ

عليه ملك ولو انزلنا ملكا لقضى	اور اگر ہم اوتاریں فرشتہ تو فیصلہ ہو جاوے
الامر ثم لا ينظرون ولو جعلناه ملكا	کام کا پھر مہلت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے
لجعلناه رجلا وللبسنا عليهم ما	کوئی فرشتہ تو آدمی ہی کو کرتے اور اوسپر شبہہ
يلبسون ط	ڈالتے وہی جو شبہہ لاتے ہیں۔
سورہ ہود میں ہے ان يقولوا لولا	یہ کہینگے کہ کیوں نہ اوتارا گیا اوسپر خزانہ یا اوس
انزل عليه كنز او جاء معه ملك	کیساتھ فرشتہ سو اسکے نہیں کہ تو آگاہ کرنیوالا
انما انت نذير والله على كل شيء وكيل	ہے اور اللہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

پس صرف آگاہ کرتا ہے لہذا فرشتہ یا خزانہ وغیرہ کا اوتارنا مناسب نہ تھا پس اعتراض کا بہت صاف جواب ہے اور معجزات یعنی خرق عادات کے دکھانے کی نفی ان سے ہوتی ہے۔ سورہ حجر میں ہے۔

لو ما تاتينا بالملئكة ان كنت من	کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس ملایکہ اگر تو
الصدقين ما ننزل الملئكة الا بالحق	سچا ہے نہیں اوتارتے ہیں ہم ملائکہ کو مگر حق کیساتھ
وما كانوا اذا منظرين ط	اور نہ اوس وقت مہلت ملیگی۔

قرآن کے سننے سے مشرکوں کو ہدایت ہوتی ہے

سورہ توبہ میں ہے وان احد من	اور اگر کوئی مشرکوں میں سے پناہ مانگے تجھسے تو
المشركين استجارك فاجره حتى	اوسکو پناہ دے کہ وہ سنے کلام اللہ کو
يسمع كلام الله ثم ابلغه مامنه ط	پھر پہونچا دے اوسکو جہاں وہ نڈر ہو یہ اسلیے
ذلك بانهم قوم لا يعلمون ط	کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔

پس اس آیت سے کلام اللہ کے سُننے کے لئے پناہ دینے کا حکم ہے
جس سے کلام اللہ یعنی قرآن کا ہدایت کرنیوالا ہونا ثابت ہوتا ہے اور مشرکونکا
سمجھ نہ رکھنا لہذا قرآن سمجھانے اور ایمان لانے کا سبب ہوتا ہے۔

گناہون کا حکمی ہونا

سورہ مائدہ مین ہے یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود احلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم ان اللہ یحکم ما یرید ط

اے مومنو پورا کرو عقود کو حلال کیا گیا ہے تمہارے لئے بہیمۃ الانعام مگر جو پڑھا جائیگا تمہارے اوپر غیر حلال کرنے والے شکار کے جس وقت کہ تم احرام مین ہو اللہ حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

ان اللہ یحکم ما یرید سے یہ مراد ہے کہ جو اللہ چاہتا ہے اوس کا حکم کرتا ہے اور انسان کی فطرت کے اعتبار سے اللہ نے یہ چاہا ہے اور اسی لئے حکم آیت مذکورہ دیا۔ پس اس آیت سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ گناہ یعنی کسی شئے کا حرام کرنا اصلی نہین ہے بلکہ حکمی ہے یعنی اللہ نے جس امر کو گناہ و حرام قرار دیدیا ہے وہ گناہ و حرام ہے باعتبار حالت و فائدہ انسانی و بقاء عالم کے لیکن حقیقت مین فی نفسہ وہ بُرا نہین ہے۔ اصل یہ ہے کہ باعتبار نفع و نقصان کے اور باعتبار اس کے کہ جس فطرت پر جو پیدا کیا گیا ہے اوس کے خلاف وہ نہ کرے کسی چیز کو حرام یا حلال یا گناہ یا ثواب کہتے ہین اور اسطرح جو قوت جسمین ہے اوس کو محدود و آزادی دیتے ہین ورنہ ہر قوت

اپنی اصلی حالت مین مذموم نہین کہی جا سکتی اور اوس سے کے آزاد ہونے مین قوت رکھنے والے کو مزا بحیثیت قوت سے کے آسکتا ہے۔ پس حرمت یا گناہ قرار دینا حکمی ہے۔

برائی بھلائی کسوجہ سے ہوتی ہے اور کسکے طرف سے

سورہ نسا مین سے ہے وان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذہٖ من عند اللہ وان تصبھم سیئۃ یقولوا ھذہٖ من عندک ط قل کل من عند اللہ فمال ھٰؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک وارسلنٰک للناس رسولا وکفیٰ باللہ شھیدا ط

اگر پہونچتی ہے اونکو بھلائی کہتے ہین یہ خدا کے پاس سے ہے اور اگر پہونچتی ہے اونکو برائی کہتے ہین یہ تیرے پاس سے ہے تو کہہ کہ کُل اللہ کے پاس سے ہے پس کیا حال ہے اوس قوم کا جو بات کے تفقہ کے قریب نہین جاتے جو پہونچتی ہے تجھکو بھلائی سو اللہ کیوجہ سے ہے اور جو پہونچتی ہے تجھکو بُرائی تیرے نفس کیوجہ سے ہے اور بھیجا ہمنے تجھکو آدمیون کیلئے رسول اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا۔

یہ مسایل اہمہ مشکلہ مین سے ہے کہ بھلائی یا بُرائی کا پہونچانے والا اللہ تعالیٰ ہے یا نہین لیکن جس خوبی سے ان آیات مین حل کیا گیا ہے وہ قابل خیال رکھنے کے ہے اور اسی سلئے اس آیت مین کہا گیا ہے کہ کیا حال ہے اوس قوم کا کہ نزدیک نہین ہین کہ سمجھین بات کو۔ پس اس آیت مین اصل بات سمجھا دیگئی ہے۔ اور وہ اسطرح ہے کہ بھلائی و برائی کُل اللہ کے پاس سے ہے

یعنی دونون اوسی کے حکم و منشا سے پہونچتی ہین اور جو کسی شخص کو بھلائی
پہونچتی ہے تو وہ اللہ کے طرف سے ہوتی ہے کیونکہ نظام عالم اللہ تعالی
نے ایسا ہی رکھا ہے کہ بھلائی انسانون کو پہونچے پس اوسکا پہونچنا کیون
نہ خدا کیطرف سے کہا جاوے۔ اور جو برائی پہونچتی ہے وہ انسان کے
نفس کے سبب سے ہے کیونکہ نفس انسانی جس طریق پر بہبود عالم
و مشیت و ارادہ ایزدی سے پیدا ہوا ہے وہ یا تو خود اپنی ذات پر کسی برائی
کے پہونچنے کا سبب ہوتا ہے یا نظام عالم کے رو سے اوسمین فطری
استعداد ایسی ہے کہ خود بخود وہ معلول ایسی علتون کا ہوجاتا ہے جس سے
اوسکو برائی پہونچتی ہے۔ چونکہ سوال آنحضرتؐ کے نسبت برائی کے
پہونچانے کا تھا لہذا جواب مین بھی اللہ تعالی نے فمن نفسک کہا لیکن اوس
سے مراد ہر نفس سے ہے اور خوبی ان آیات مین یہ بھی ہے کہ اس کہنے کے
بعد کہ تیرے نفس کے سبب سے برائی پہونچتی ہے یہ بھی اللہ تعالی نے
فرما دیا وارسلناک للناس رسولا وکفی باللہ شہیدا جس سے یہ معلوم ہو کہ خود
آنحضرتؐ کے ذات کی وجہ سے براہ راست برائی نہین پہونچتی آپ تو واقعی
طور پر رسول ہین پس آپ کی وجہ سے بھلائی ہمیشہ پہونچتی ہے صرف یہ مطلب
ہے کہ نفس انسانی کو اپنے قبول و اثرات کے سبب سے برائی پہونچتی ہے
اللہ تعالی کوئی برائی خود نہین پہونچاتا۔ فرمایا اللہ تعالی نے

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقہم بعض الذی عملوا

ظاہر ہوا فساد خشکی اور تری مین بسبب کسب آدمیون کے ہاتھ کے تاکہ چکھاوین ہم اونکو بعض اونکا جو اونہون نے عمل کیا

اس آیت اور اس قسم کی آیتون کا منشار یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر شخص کو ایک طرح کا آزاد اور با اختیار پیدا کیا اور قویٰ اوسکو دیا اور جو چیزین دنیا مین اوس کیلئے پیدا کیا سب کا اون چیزون مین حق مساوی دیا کہ بقدر ضرورت کام مین لاوین اور اپنے قویٰ کو ترقی دیوین اور شگفتہ رکھین۔ لیکن برخلاف اوسکے آدمیون نے اون اشیار پر قبضہ و تسخیر کرکے اون کو اپنا حق قرار دیا اور دوسرے کی آزادی مین خلل ڈالنے لگے۔ پس اس وجہ سے حقوق و فرائض باہمدیگر پیدا ہوئے اور فساد کا وجود ہوا اور دفع کی تدبیر کرنی پڑی۔ پس فساد انسانون سے ظاہر ہوا خدا نے سب کو فی نفسہ آزاد پیدا کیا تہا۔ لہذا جو مصیبت پہونچتی ہے وہ انسان کے کسب سابقہ یا حال کیوجہ سے ہوتی ہے۔

ہر انسان حد معین تک آزاد مخلوق ہوا ہے اور اوس کو حق ہے کہ اپنے قویٰ کو ترقی دیوے اور شگفتہ رکہے اور ایسا عمل ثواب قرار دیا گیا ہے اور اوس کے کرنے کی ترغیب و تاکید کیگئی ہے انسان کے استعمال و فایدہ کے لئے جو چیزین دنیا مین پیدا و موجود ہین اوسمین ہر انسان کا حق ہے کہ جسقدر ضرورت ہو کام مین لاوے اور استعمال کرے پس اس وجہ سے ہر انسانکا باہم حق مساوی ہوا یعنی ضرورت جس کو ہوا اوس کا حق باہمی معاشرت مین مرجح ہوگا ورنہ سب استعمال مین حق مساوات رکہینگے۔ لیکن برخلاف اس اصول کے انسانون نے اوس پر مثلاً زمین و جنگل وغیرہ پر قبضہ کرلیا اور اوسکو اپنا حق قرار دیا اور دوسرے انسانون کو جنکا قبضہ نہین ہوا اون سے محروم کردیا یا محروم کرنے کی کوشش کی اور جنکو واقعی اصل ضرورت تھی اونکو بہی نہین لینے

دیا۔ اس طریق نے دوسرون کی آزادی مین خلل ڈالا اور بعض بعض کے آزادی مین مخل ہوئے اور فساد کا پودا پیدا ہوا۔ اور فتنہ و فساد تمام دنیا مین پھیل گیا۔ جبکہ اس طرح کا فتنہ و فساد شایع نہین ہوا تھا امن تھا اور بعد اسکے کہ انسانون اور اون کے ہاتھون نے بر و بحر مین برے نوع کے افعال کئے باہمی فتنہ و فساد کا وجود ہوا پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا اصول مذکور کے رو سے بالکل ٹھیک و صحیح ہے۔ ظہر الفساد بالبر والبحر بما کسبت ایدی الناس لنذیقہم بعض الذین عملوا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمانا درست ہے کہ جو مصیبت پہونچتی ہے وہ تیرے نفس سے یعنی انسان کے اور جو خیر ہے وہ اللہ کیطرف سے کیونکہ مصیبت تو فساد کے وجہ سے پیدا ہوئی اور ان انسانون کے ذریعہ سے جن کے اب انسان قایمقام ہین اور اب بھی فساد مین حصہ لیتے ہین۔ اور قبل اس کے جو خیر ہوا اور جو کچھ خیر ہوتا ہے وہ چونکہ اصل مین خیر ہے لہذا وہ ہوتا ہے پس وہ خدا کی طرف سے ہے کیونکہ وہ اپنے حال پر ہے اوس مین اوس فساد کا دخل نہین ہوا جو انسانون کے عمل سے پیدا ہوا۔

مصیبت اللہ کے علم سے کیون پہنچتی ہے

سورہ حدید مین ہے ما اصاب من	کوئی مصیبت نہین پہونچتی زمین مین اور نہ تمہاری
مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم	جان پر مگر ایک کتاب مین ہے پہلے اس
الا فی کتٰب من قبل ان نبراھا ان	سے کہ پیدا کرین ہم اوس مصیبت کو یہ اللہ پر

ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ لِّکَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی	آسان ہے تاکہ مایوس نہ ہو جاؤ اوسپر جو تم سے
مَا فَاتَکُمۡ وَ لَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىکُمۡ وَ اللّٰہُ	چلا گیا اور خوش نہ ہو جاؤ اوسپر جو تمکو ملا اور اللہ
لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِۣ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ	نہین چاہتا سر اترانیوالے بڑائی مارنیوالے کو جو بخل
وَ یَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّ	کرتے ہین اور امر کرتے ہین آدمیون کو بخل کا اور
فَاِنَّ اللّٰہَ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ؕ	جسنے منھ پھیرا تو اللہ ہی غنی حمید ہے ۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام دنیا اور تمام آدمیون پر مصیبت نہین پہونچتی مگر اللہ کے علم سے تاکہ مایوس نہ ہو جاوین اور فرحان آئے پر نہ ہو جاوین اور تکبر و فخر کرنے لگین پس بقاے عالم و اندازہ معین کے لئے مصیبت پہونچتی ہے

بقدر وسعت انسان مکلف ہی

سورہ اعراف مین ہے وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	اور جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا ہم تکلیف
وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا	نہین دیتے کسی نفس کو مگر اوسکی وسعت کے
وُسۡعَهَاۤ ۫ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ ۚ هُمۡ	موافق وہی ہین جنت والے وہ اوسمین
فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ؕ	رہینگے ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان اور عمل صالح سبب خلود جنت ہین ایمان اور عمل صالح کے لئے صرف اوسیقدر انسان مکلف ہے جس قدر اوس کو وسعت ہو ۔ پس یہ ضرور نہین ہے کہ جسکو وسعت ہو وہ جنت مین داخل ہو کیونکہ مکلف صرف بقدر وسعت ہے ۔ سورہ مائدہ مین ہے

وَ لٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَکُمۡ فِیۡ مَاۤ اٰتٰىکُمۡ	ولیکن تمہاری آزمایش کریگا اوسمین جو تمکو دیا سیچ

پس جو قوت نہین عطا ہوئی اور جس کی وسعت و استطاعت نہ ہو اوسکے عمل پر انسان مکلف نہین ہے۔ سورہ طلاق مین ہے

لینفق ذو سعة من سعته ومن	پس خرچ کرے وسعت والا اوپنی وسعت سے
قدر علیه رزقه فلینفق مما اتاه	اور جسکو اوسپر تنگ ہوی رزق تو وہ خرچ اوسمین سے جو اوسکو
الله لا یکلف الله نفسا الا ما اتاها	اللہ نے دیا اللہ تکلیف نہین دیتا کسی نفس کو مگر جو دیا ہے اوسکے موافق

چونکہ انسان کو اوس کے اعمال کی جزا و سزا دینا ہے لہذا اگر ایسے امور مین اوس کو سزا دیجاے جس مین وہ مجبور ہو اور بے بسی کے وجہ سے نہ کرتا ہو تو عدل و قسط نہ ہوگا۔

مسخرات کے فرائض و فوائد اور متفکر قوم کیلئے اونکا آیت ہونا

سورہ جاثیہ مین ہے الله الذی سخر لکم	اللہ وہ ہے جسنے کام مین لگایا تمہارے لئے دریا کو
البحر لتجری الفلك بامره ولتبتغوا	تاکہ جاری کیجاوے کشتی اوسکے حکم سے اور تاکہ تم کو
من فضله ولعلكم تشكرون وسخر لكم	تلاش کرو اوسکے فضل سے اور تاکہ تم شکر کرو اور کام مین لگایا
ما فی السموات وما فی الارض جمیعا	جو کچھ آسمانون اور جو کچھ زمین مین ہے سب اسمین آیات ہین
منه ان فی ذلك لایت لقوم یتفكرون	اوس قوم کیلیے جو تفکر کرتے ہین۔

پس ان آیات سے حسب ذیل امور بھی ثابت ہوتے ہین۔ ایک یہ کہ دریا کو اللہ نے اس لیے انسانون کے کام مین لگایا کہ اوس مین کشتی چلے اور اسلئے بھی کہ اللہ کا فضل تلاش کیا جاوے یعنی تجارت اور مال کے کمانے کا ذریعہ بالخصوص اور دیگر فضل کا بھی ذریعہ ہو اور تاکہ شکر کرین۔ شکر کرنیکے

معنی یہان پر زبان سے حمد یا شکر کا جپنا نہین ہے بلکہ صاف ظاہر ہے کہ اوس سے مراد یہ ہے کہ جس کام مین رضائے مولی ہو وہ بذریعہ تسخیر بحر حاصل کیا جاوے یا یہ کہو کہ کُل اعضاء وجوارح مقصد مذکور کے لئے لگائے جاوین دوسرے یہ کہ انسانون کے لئے جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے سبکو کام مین اللہ نے لگایا ہے لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمانون اور زمین مین جو خلقت ہے وہ سب انسانون کے کام مین خود لگی ہے اور ایسی جن کو وہ مسخر کرسکتا ہے وہ اوس کے کام مین آسکتے ہین۔ تیسرے یہ کہ ہر دو وجوہ مذکورہ بالا تفکر کرنے والی قوم کے لئے آیات اللہ ہین کہ اون کے نشان پر عمل صالح کرے اور اوسکی مرضی کے موافق کام کرے۔ اور چونکہ تفکر کا نتیجہ جو بذریعہ آیات ہون ارتقاء قومی ہے لہذا قومی ترقی بھی اوس کے ذریعہ سے ہوتی ہی غور سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کی سب کائنات کو قدرت چلا رہی ہے اور جو تغیر ہوتا ہے اوسی سے ہوتا ہے علم حکمت مین اس کو قوت کہتے ہین اور اسلام مین حکم الٰہی حرکت، حرارت، نور، برق، مقناطیس وغیرہ سب اوسی جنس الاجناس قوت کی مختلف نوعین ہین۔ ان سب قوتون کا اگر ایک نام رکھین تو قوائے طبعیہ کہہ سکتے ہین۔ خاندان، قوم، سلطنت، قانون فوج، علوم وفنون، تجارت، ریل، جہاز، تار وغیرہ سب کے سب انھین قوتون کے نتائج ہین انسان مین جو مختلف صورتین اوس قوت یا حکم الٰہی کی ظاہر ہوتی ہین ان سب کو قوائے بشریہ کہتے ہین۔ ان قوائے بشریہ کا ایک حصہ بقائے ذات کے لئے ضرور ہے اور دوسرا بقائے نسل کے لئے:

بقاے ذات کی تمام قوتون مین سے استشہا قوی ترین ہی۔ قواے طبعیہ مضر بھی ہوتی ہین اور مفید بھی اگر آدمی اُن کی ترکیب و قابلیت سے آگاہ نہ ہوا اور اون کو مسخر نہ کرسکا تو وہ ضرر کرتی ہین برخلاف اوس کے بہت فائدہ کرتی ہین اسیطرح قواے بشریہ بھی مضر و مفید ہوتی ہین اور جبتک قواے بشریہ سے آدمی آگاہ نہین ہوتا اور اون کو مسخر نہین کرتا تب تک وہ خطرناک آثار پیدا کرتی رہتی ہین جتنے جرایم اور رذایل دنیا مین ہین وہ سب قواے بشریہ کے بُرے استعمال کے نتایج ہین مفلسی، بیماری چوری، ڈاکہ، کُشت و خون، فتنہ و فساد، غریبون کا ستانا دوسرون کا ناحق مال کھانا وغیرہ سب اوس کے وجہ سے پیدا ہوتے ہین لیکن اگر اون قواے بشریہ کا علم ہوا اور اون کے مسخر کرنے کی کوشش ہو تو دنیا کی تمام برکتین پیدا ہوتی ہین اس وقت دنیا مین جتنے سود مند علم و ہنر ہین جتنی دولت ہے جتنے اسباب راحت ہین جتنا انتظام ہے جتنا قانون ہے جتنی تجارت ہے جتنی نقل و حرکت کے سامان ہین جتنا خُلق ہے جتنی ہمدردی و تہذیب ہے سب قواے بشری کے اچھے استعمال سے ہے ہر فرد بشر مین ایک حصہ قواے بشری کا ودیعت ہے اگر وہ اوسی حال پر چھوڑ دیا جاوے تو اندیشہ ہے کہ اوس سے خطرناک آثار و نتایج پیدا ہون لیکن اگر اوس کو تربیت و تعلیم سے مسخر کیا جاوے اور کارآمد راہون مین چلایا جاوے تو امن اور علم و ہنر اور حُسن عمل اور دولت و راحت مین اضافہ ہو۔ جن حضرات کو آدمیون کی

بہبود بڑہانے کا شوق ہو اون کو تو اسے بشری کو مسخر کرنا چاہیئے اور اس مجموعہ کا کار آمد بنانا اصل الاصول ہے۔ تندرست اور باخلق اور کاسب معاش اور فرد قوم ہونے کا شعور اور حسن تعامل اور تعاشر کا ملکہ بچہ کی تربیت و قوم و سوسائٹی کے درست کرنے کے لئے اسیطرح حاصل ہوتا ہے۔

نیکی سے دنیا مین بھی نیکی ملتی ہے

سورہ زمر مین ہے قل یٰعباد الذین	تو کہہ اے بندو جو ایمان لائے ہو تقوی
امنو اتقوا ربکم الذین احسنوا	کرو اپنے رب سے جنھون نے نیکو کاری کی
فی ھذہ الدنیا حسنۃ وارض اللہ	اون کے لئے اس دنیا مین نیکی ہے اور
واسعۃ انما توفی الصٰبرون اجرھم	اللہ کی زمین کشادہ ہے سوائے اس کے
بغیر حساب	نہین کہ دیئے جاوینگے صبر کرنیوالون کو انکا اجر بغیر حساب

پس جو لوگ نیکو کاری کرتے ہین اون کو اس دنیا مین نیکی ملتی ہے اور ترغیب کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین فرمایا ہے کہ اللہ کی زمین واسعہ ہے۔

فحشا و فقر کی تفتیش اور فضل و حکمت کی تفصیل

سورہ بقر مین ہے الشیطٰن یعدکم	شیطان تم کو وعدہ دیتا ہے محتاجی کا
الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم	اور حکم کرتا ہے تم کو فحشا کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے

مغفرۃً منہ وفضلاً واللہ واسع علیم یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا الالباب ط

تم کو اپنی مغفرت کا اور فضل کا اور اللہ واسع علیم ہے دیتا ہے حکمت جسکو چاہتا ہے اور جسکو حکمت دیگئی اوسکو خیر کثیر دیگئی اور نہین سمجھتے مگر صاحبان عقل

پس چونکہ فقر کے مقابلہ مین بھی ان آیات مین فضل ہے لہذا مال کو بھی شامل ہے اور محکم طور سے مال ونعمت بھی اوس مین شامل ہین پھر اوس کے بعد واسع علیم سے بھی توثیق ہوتی ہے پھر حکمت کے بابت ہے جس کے معنی کام کی چیزون کے کرنے کے ہین اوس سے بھی مال ونعمت وراحت زیادہ ہوتی ہے پس اس سے جسطرح فحشاء کا برا ہونا ثابت ہوتا ہے اوسیطرح فقر کی بھی تنقیص نکلتی ہے لہذا فقر کے دور کرنے کی تدبیر وحکمت نہ کرنا فلسفہ اسلام کے روسے شیطانیت ہے رحمانیت نہین کیونکہ ان آیات مین شیطان اللہ کے بالمقابل لایا گیا ہے۔

عدم بسط رزق مین حکمت ہے

سورہ شوری مین ہے ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض و لکن ینزل بقدر ما یشاء انہ بعبادہ خبیر بصیر ط

اور اگر اللہ فراخ کر دیتا رزق کو اپنے بندون پر سرکشی کرتے ملک مین ولیکن اوتارتا ہے اندازہ سے جو چاہتا ہے بیشک وہ اپنے بندون پر خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے

پس عدم بسط رزق اور ایک اندازہ معین سے کم وبیش ہونا بسبب اسکے ہے

کہ اللہ خبیر و بصیر ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بغاوت فی الارض نہین ہوتی اور عالم برباد نہین ہوتا۔

جب عیش کرنیوالے فسق کرتے ہین تو نقصان اوٹھاتے اور ہلاک ہوتے ہین

سورہ بنی اسرائیل مین ہے واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرنٰھا تدمیرا ط

اور جب ہم چاہتے ہین کہ ہلاک کرین کسی بستی کو حکم بھیجتے ہین اوس کے عیش کرنیوالون کو تو فسق کرتے ہین تو حق ہو جاتا ہے اونپر قول تو اولٹ مارتے ہین ہم اونکو اوٹھا کر۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عیش کرنے والے جب فسق کرتے ہین تب اون کو نقصان پہونچتا ہے اور وہ قوم تباہ ہوتی ہے۔ لہذا ایسا عیش فی نفسہ اچھا نہین ہے جو سبب فسق و ہلاک کا ہو۔

سنت اللہ و فطرت اللہ کو تبدیل و تحویل نہین ہے

سورہ روم مین ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ط

اللہ کی فطرت ہے جس پر پیدا کیا آدمیون کو تبدیلی نہین اللہ کے خلق مین یہ انصاف سیدھا ہے اور لیکن اکثر آدمی ہین کہ نہین جانتے۔

پس جس صورت پر انسان پیدا ہوا اوسکی ماہیت غیر مبدل ہے لہذا اوسکی فطرت پر استدلال ہو سکتا ہے اور ہستی انسانی کو متغیر سمجھنا اس آیت کے منافی ہے - سورہ فاطر مین ہے -

فھل ینظرون الا سنت الاولین	پس وہ راہ نہین دیکھتے مگر پہلون کی عادتونکی
فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا	سو تو ہرگز نہ پاویگا اللہ کی عادت مین بدلنا
ولن تجد لسنت اللہ تحویلا	اور تو ہرگز نہ پاویگا اللہ کی عادت کو ٹلنا -

پس اس آیت سے یہ ثابت ہے کہ جسطرح اور جس وجہ سے اگلون نے اپنی عادات کا پھل پایا اوسیطرح پچھلے بھی پاوینگے اللہ کی عادات مین تبدیل و تحویل نہین ہے - سورہ بنی اسرائیل مین ہے

قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم	تو کہہ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنی ساخت کے ڈول پر سو
اعلم بمن ھو اھدی سبیلا	تیرا رب بہت زیادہ جانتا ہے اوسکو جو بہت زیادہ راہ پایا ہدایت کی

پس ہر شخص اپنی بناوٹ پر عمل کرتا ہے یعنی جیسی جسکی بناوٹ ہے ویسا ہی عمل کرتا ہے - ان آیات سے علت و معلول سبب و مسبب کا سلسلہ مستقل ثابت ہوتا ہے اور اون سے نتایج ایک ہی قسم کے پیدا ہونے کا پتہ چلتا ہے جو غیر مبدل و غیر متغیر ہوتے ہین اور اوسی کو فطرت اللہ اور سنت اللہ کہا گیا ہے -

ظاہر و باطن اثم دونونکو چھوڑنا چاہیئے

سورہ انعام مین ہے وذروا ظاھر ... اور چھوڑ دو ظاہر گناہ کو اور اوس کے

الاثم وباطنه ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون
باطن کو جو کماتے ہین گناہ سزا پاوینگے اپنے کئے کا۔

گناہ کا ظاہر یہ ہے کہ جو گناہ بنفسہ گناہ ہو اوس کا کرنا اور اوس کا باطن یہ ہے کہ ایسے افعال کا کرنا جو سبب اوس گناہ ظاہر کے ہوسکتے ہون اور اوس کے دواعیات مین سے ہون جیسے غیر اللہ کے لئے اللہ کو بھی شریک کرکے ذبح کرنا جو شرک ہے یہ ظاہر گناہ ہے اور اللہ کا نام ذبح پر نہ لینا یا دوسرے کا نام اوس پر لینا اوس کا باطن ہے یا احکام اصلی کا نہ کرنا ظاہر گناہ اور احکام محافظ کا نہ کرنا اوس کا باطن گناہ ہے مثلاً اصل مقصود یہ ہے کہ غیر خدا کی عبادت کے نظر سے قربانی و ذبح نہ کیا جاوے اور غیر خدا کا نام اوس پر نہ لیا جاوے یہ باطن اثم ہے اور اس نظر سے کہ اعلان اس کا ہوتا رہے کہ غیر خدا کے نام پر ذبح و قربانی نہین ہوتی یہ شرط لگادیگئی ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لازماً لیا جاوے پس اوس کا ترک کرنا ظاہر اثم کا کرنا ہے جس سے مقصود باطن اثم کی حفاظت ہے جو حقیقتاً اثم ہے اور ناقابل کرنے کے ہے۔

خلق عالم اس لئے ہوا تاکہ آزمایا جاوے کہ کون انسان احسن عمل کرتا ہے اور فطرت انسانی اور اوسپر جزا یا سزا

سورہ ہود مین ہے وھو الذی
وہ وہی ہے جسنے بنائے آسمان و زمین

خلق السموات والارض فی ستة	چهه دن مین اور اوس کا عرش پانی پر تها
ایام وکان عرشه علی الماء	تاکہ تم کو آزماوے کہ کون تم مین اچها
لیبلوکم ایکم احسن عملا ولئن	کرتا ہے عمل اور اگر تو کہے کہ تم اوٹهوگے
قلت انکم مبعوثون من بعد الموت	مرنے کے بعد البتہ کہینگے کافر یہہ نہین مگر
لیقولن الذین کفروا ان هذا الا	جادو صریح اور اگر ہم دیر لگادین اون سے
سحر مبین ولئن اخرنا عنهم العذاب	عذاب ایک گنی ہوئی مدت تک البتہ کہینگے
الی امة معدودة لیقولن مایحبسه	کون روک رہا ہے اوسکو خبردار جس دن آویگا
الا یوم یاتیهم لیس مصروفا عنهم	اونپر نہ پهیرا جاویگا اون سے اور الٹ
وحاق بهم ماکانوا به یستهزءون و	پڑے گا اونپر جسپر ٹهٹها کرتے تهے اگر
لئن اذقنا الانسان منا رحمة ثم	ہم چکہادین آدمی کو اپنی طرف سے رحمت پهر
نزعنها منه انه لیئوس کفور ولئن	چهین لین اوس سے تو وہ ناامید ناشکر ہو
اذقنه نعماء بعد ضراء مسته لیقولن	اور اگر ہم چکہادین اوسکو آرام بعد تکلیف کے جو پہونچی اوکو
ذهب السیات عنی انه لفرح فخور	تو کہنے لگے۔ گئین برائیان مجهسے تو وہ خوشیان
الا الذین صبروا وعملوا الصلحت	کرتا بڑائیان کرتا ہے مگر جو لوگ صبر کرین اور عمل صالح
اولئك لهم مغفرة واجر کبیر ط	کرین اون کو مغفرت اور اجر کبیر ہے۔

فطرت انسانی کے خالق نے جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اوسکا عالم ہے فطرت انسانی کی تصویر کو ان آیات مین دکہاکر اور غرض تخلیق جتاکر جس طریق سے مغفرت واجر کبیر ملتا ہے اوس کا بهی ذکر فرمایا ہے اور جس وجہ سے عذاب نہ پهرے گا اوس کا بهی ذکر فرمایا ہے۔ پس یہہ

فرمایا ہے کہ آسمان و زمین کو اللہ نے اس لئے خلق کیا تاکہ آزماوے کہ کون
تم مین اچھا عمل کرتا ہے۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ غرض
تخلیق آزمایش حسن عمل ہے دوسرے یہ کہ انسانون مین اچھے اور برے
دونون قسم کے لوگ ہون گے کیونکہ اگر ایسے نہ ہون اور کوئی زمانہ
ایسا آوے کہ کل انسان اچھے عمل کرنے والے ہوجاوین تو آزمایش
باقی نہ رہے گی۔ پس انسانی فطرت یہی ہے کہ اچھے اور برے دونون
قسم کے لوگ ہون اور کوئی احسن بروے عمل ہو اور کوئی غیر احسن۔
پھر بعث بعد الموت کے بابت فرمایا کافر اس کو سحر مبین کہینگے اور اگر اونکے
عذاب دینے مین مدت معین تک روک ہو تو کہین کون روک رہا ہے اوسکو
اس طرح کافرون کی فطرت انسانی کی مختلف حالتون اور خیالون کا بیان
ہے۔ ایسے لوگون کے نسبت یہ فرمایا کہ جس دن عذاب اون کا نہ پھیرا
جاوے گا۔ پھر انسان کی عام فطرت کافرون کی فطرت کے بیان کے
بعد بیان فرمائی کہ اگر انسان کو ہم اپنی طرف سے رحمت چکھاوین پھر چھین لین
تو وہ نا امید و ناشکر ہوجاتا ہے یعنی سلب رحمت و بقاے زحمت کے
وقت اور اگر تکلیف کے بعد آرام پہونچاوین تو کہنے لگتا ہے کہ برائیان مجھ
سے گئین یعنی کبھی برائیان اوس پر پھر نہ آوین گی اور اس خیال سے
اوسکی پھر وہی حالت ہوجاتی ہے کہ خوشیان کرتا اور بڑائیان کرتا
ہے یعنی ایسی اچھی افعال جس سے اوسکی حالت نہایت کم ہے اوس کو
اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور بے پروا ہوجاتا اور خدا تعالی کو بھولجاتا ہے

پس جس صورت پر انسان پیدا ہوا اوسکی ماہیت غیر مبدل ہے لہذا اوسکی فطرت پر استدلال ہو سکتا ہے اور ہستی انسانی کو متغیر سمجھنا اس آیت کے منافی ہے۔ سورہ فاطر مین ہے۔

فهل ینظرون الا سنت الاولین — پس وہ راہ نہین دیکھتے مگر پہلون کی عادت کی

فلن تجد لسنت الله تبدیلا — سو تو ہرگز نہ پاویگا اللہ کی عادت مین بدلنا

ولن تجد لسنت الله تحویلا — اور تو ہرگز نہ پاویگا اللہ کی عادت کو ٹلنا۔

پس اس آیت سے یہ ثابت ہے کہ جسطرح اور جس وجہ سے اگلون نے اپنی عادات کا پھل پایا اوسیطرح پچھلے بھی پاوینگے اللہ کی عادات مین تبدیل و تحویل نہین ہے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے

قل کل یعمل علی شاکلته فربکم — تو کہہ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنی ساخت کے ڈول پر

اعلم بمن هو اهدی سبیلا — تیرا رب زیادہ جانتا ہے اوسکو جو زیادہ راہ پایا ہدایت کی

پس ہر شخص اپنی بناوٹ پر عمل کرتا ہے یعنی جیسی جسکی بناوٹ ہے ویسا ہی عمل کرتا ہے۔ ان آیات سے علت و معلول سبب و مسبب کا سلسلہ مستقل ثابت ہوتا ہے اور اون سے نتایج ایک ہی قسم کے پیدا ہونے کا پتہ چلتا ہے جو غیر مبدل و غیر متغیر ہوتے ہین اور اوسی کو فطرت اللہ اور سنت اللہ کہا گیا ہے۔

ظاہر و باطن اثم دونونکو چھوڑنا چاہیئے

سورہ انعام مین ہے وذروا ظاهر — اور چھوڑدو ظاہر گناہ کو اور اوس کے

الاثم وباطنة ان الذین یکسبون	باطن کو جو کماتے ہین گناہ سزا پاوینگے
الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون	اپنے کئے کا۔

گناہ کا ظاہر یہ ہے کہ جو گناہ بنفسہ گناہ ہو اوسکا کرنا اور اوس کا باطن یہ ہے کہ ایسے افعال کا کرنا جو سبب اوس گناہ ظاہر کے ہو سکتے ہون اور اوس کے ذواعیات مین سے ہون جیسے غیر اللہ کے لئے اللہ کو بھی شریک کر کے ذبح کرنا جو شرک ہے یہ ظاہر گناہ ہے اور اللہ کا نام ذبح پر نہ لینا یا دوسرے کا نام اوس پر لینا اوس کا باطن ہے یا احکام اصلی کا نہ کرنا ظاہر گناہ اور احکام محافظ کا نہ کرنا اوس کا باطن گناہ ہے مثلاً اصل مقصود یہ ہے کہ غیر خدا کی عبادت کے نظر سے قربانی و ذبح نہ کیا جاوے اور غیر خدا کا نام اوسپر نہ لیا جاوے یہ باطن اثم ہے اور اس نظر سے کہ اعلان اسکا ہوتا رہے کہ غیر خدا کے نام پر ذبح و قربانی نہین ہوتی یہ شرط لگا دیگئی ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لازماً لیا جاوے پس اوس کا ترک کرنا ظاہر اثم کا کرنا ہے جس سے مقصود باطن اثم کی حفاظت ہے جو حقیقتاً اثم ہے اور ناقابل کرنے کے ہے۔

خلق عالم اس سے لئے ہوا تا کہ آزمایا جاوے کہ کون انسان احسن عمل کرتا ہے اور فطرت انسانی اور اوسپر جزا یا سزا

سورہ ہود مین ہے وھو الذی	وہ وہی ہے جسنے بنائے آسمان و زمین

خلق السموات والارض فی ستة	چھہ دن مین اور اوس کا عرش پانی پر تھا
ایام وکان عرشه علی الماء	تاکہ تم کو آزما وے کہ کون تم مین اچھا
لیبلوکم ایکم احسن عملا ولئن	کرتا ہے عمل اور اگر تو کہے کہ تم اوٹھو گے
قلت انکم مبعوثون من بعد الموت	مرنے کے بعد البتہ کہینگے کافر یہ نہین مگر
لیقولن الذین کفروا ان هذا الا	جادو صریح اور اگر ہم دیر لگادین اون سے
سحر مبین ولئن اخرنا عنهم العذاب	عذاب ایک گنی ہوئی مدت تک البتہ کہینگے
الی امة معدودة لیقولن ما یحبسه	کون روک رہا ہے اوسکو خبردار جسدن آویگا
الا یوم یاتیهم لیس مصروفا عنهم	اونپر نہ پھیرا جاویگا اون سے اور اولٹ
وحاق بهم ما کانوا به یستهزؤن و	پڑے گا اونپر جسپر ٹھٹھا کرتے تھے اگر
لئن اذقنا الانسان منا رحمة ثم	ہم چکھا دین آدمی کو اپنی طرف سے رحمت پھر
نزعنها منه انه لیئوس کفور ولئن	چھین لین اوس سے تو وہ ناامید ناشکر ہو
اذقنه نعماء بعد ضراء مسته لیقولن	اور اگر ہم چکھادین اوسکو آرام بعد تکلیف کے جو پہونچی اوسکو
ذهب السیأت عنی انه لفرح فخور	تو کہنے لگے ۔ گئین برائیان مجھسے تو وہ خوشیان
الا الذین صبروا وعملوا الصلحت	کرتا بڑائیان کرتا مگر جو لوگ صبر کرین اور عمل صالح
اولئک لهم مغفرة واجر کبیر ط	کرین اون کو مغفرت اور اجر کبیر ہے ۔

فطرت انسانی کے خالق نے جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اوسکا عالم ہے فطرت انسانی کی تصویر کو ان آیات مین دکھا کر اور غرض تخلیق بتا کر جس طریق سے مغفرت و اجر کبیر ملتا ہے اوس کا بھی ذکر فرمایا ہے اور جس وجہ سے عذاب نہ پھیرے گا اوس کا بھی ذکر فرمایا ہے ۔ پس یہہ

فرمایا ہے کہ آسمان وزمین کو اللہ نے اس لئے خلق کیا تاکہ آزماوے کہ کون تم مین اچھا عمل کرتا ہے۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ غرض تخلیق آزمایش حسن عمل ہے دوسرے یہ کہ انسانون مین اچھے اور برے دونون قسم کے لوگ ہون گے کیونکہ اگر ایسے نہ ہون اور کوئی زمانہ ایسا آوے کہ کل انسان اچھے عمل کرنے والے ہوجاوین تو آزمایش باقی نہ رہے گی۔ پس انسانی فطرت یہی ہے کہ اچھے اور برے دونون قسم کے لوگ ہون اور کوئی احسن بروے عمل ہو اور کوئی غیر احسن۔ پھر بعث بعد الموت کے بابت فرمایا کافر اس کو سحر مبین کہینگے اور اگر اونکے عذاب دینے مین مدت معین تک روک ہو تو کہین کون روک رہا ہے اوسکو اس طرح کافرون کی فطرت انسانی کی مختلف حالتون اور خیالون کا بیان ہے۔ ایسے لوگون کے نسبت یہ فرمایا کہ جس دن عذاب اون کا نہ پھیرا جاوے گا۔ پھر انسان کی عام فطرت کافرون کی فطرت کے بیان کے بعد بیان فرمائی کہ اگر انسان کو ہم اپنی طرف سے رحمت چکھاوین پھر چھین لین تو وہ نا امید و ناشکر ہوجاتا ہے یعنی سلب رحمت و بقاے زحمت کے وقت اور اگر تکلیف کے بعد آرام پہونچاوین تو کہنے لگتا ہے کہ برائیان مجھ سے گئین یعنی کبھی برائیان اوس پر پھر نہ آوین گی اور اس خیال سے اوسکی پھر وہی حالت ہوجاتی ہے کہ خوشیان کرتا اور برائیان کرتا ہے یعنی ایسی اچھی افعال جس سے اوسکی حالت نہایت کم ہے اوس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور بے پروا ہوجاتا اور خدا تعالی کو بھولجاتا ہے

لیکن ان ہر دو حالت مذکورہ سے وہ لوگ مستثنیٰ ہین جو سراء و ضراء مین صبر و
عمل صالح کرتے ہین دونون حالتون مین صبر کرنا تعرف نفس و تفہم فرض کا
ذریعہ ہوتا ہے اور وہ عمل صالح کرنے پر آمادہ کرتا ہے پس صبر کرنیوالے
اور عمل صالح کرنے والے ہی سراء و ضراء کی برائیون سے بچتے ہین
اون کے علاوہ کوئی نہین بچ سکتا یہ عام فطرت انسانی ہے اور اوسکا
اجر اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر کبیر اسی آیت مین بیان فرمایا ہے لہذا
ان آیات مین کافرون کی فطرت اور اون حضرات و اصحاب کی فطرت کا
ذکر ہے جنکے لئے اجر کبیر ہے

نقائص رسوم و تقلید کے و الفت آبائی و نادانی اوسکے سبب ہوتے ہین

جو لوگ کہ آزادرائے نہین رکھتے اور کسی شے مین تعقل و تفکر صحیح و
باقاعدہ تفقہ سے کام نہین لیتے اور جذبات کے غلام ہوتے ہین
جب کسی بات کا نشیب و فراز اونکو دکھایا جاتا ہے اور حق سمجھایا
جاتا ہے اور ہدایت سوجھائی جاتی ہے تو سب سے بڑا مانع اونکے
قبول کیلئے رسوم آبائی و تقلید و الفت اونکی جنسے وہ اور اون کے
باپ دادا موانست رکھتے ہین ہوتے ہین اور تمام ہدایت کرنیوالون
اور مبلغین اور رسولون اور نذیرون کو اونہی کو سمجھانا پڑتا ہے اور وہی سبب

فساد و عناد و ظلم و فتنہ و جنگ ناحق کے ہوتے ہین۔ سورہ مائدہ مین ہے

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلَى مَا	اور جب اون سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُولِ قَالُوا	طرف جو نازل کیا ہے اللہ نے اور رسول کیطرف
حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا	کہتے ہین کافی ہے ہمکو جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادا کو
اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ	اگرچہ اونکے باپ دادا نہ جانتے ہون کسی شئے
شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ ط	کو اور نہ ہدایت پائی ہو اونھون نے

پس اللہ تعالیٰ نے نہایت بلیغ جواب دیا کہ جس کا اون کے باپ دادون کو علم نہ تھا اور جو ہدایت اونھون نے نہ پائی تھی اگرچہ اوس کا بھی وقت آوے اور علم و ہدایت ہو تو اون کا کہنا کہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو وہ ہم کو کافی ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ لہذا رسوم آبائی کے ترک اور ہدایت و حق کے قبول کرنے کے بابت آیت مذکور رکھی ہے

اور سورہ بقر مین ہے وَاِذَا قِيلَ	اور جب اونکو کہا جائے کہ چلو اوسپر جو نازل کیا ہے
لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ	اللہ نے کہتے ہین ہم چلتے ہین جسپر مالوف پایا
مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا اَوَلَوْ كَانَ	ہمنے اپنے باپ دادون کو اگرچہ اونکے باپ دادے
اٰبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ	کسی شئے کی نہ عقل رکھتے ہون اور نہ ہدایت رکھتے ہون

اس آیت مین اون لوگون کا ذکر ہے جو اپنے باپ دادون کے الفت پر چلتے ہین اور اللہ نے جو حق اوتارا اوسپر نہین چلتے پس یہ وہ لوگ اور مثل اون کے ہوئے جو کسی کو بزرگ سمجھ کر اور اوس سے مالوف ہو کر اوسکی تقلید کرتے ہین اور اوس کو اپنے سے بہتر سمجھ کر اوسکی رایون سے

نہین ٹلتے - اسی سے لئے مذکورہ بالا آیت سورہ مائدہ مین ما وجدنا علیہ اباءنا تہا اور اس آیت مین ما الفینا علیہ اباءنا ہے - اس کا بھی نہایت بلیغ جواب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگرچہ اون کو کسی شے کے بابت عقل و ہدایت نہ ہو اور علم و ہدایت کا اوس کے نسبت اون کیلئے نہ ہونا ثابت ہو جائے تب بھی تم اون کے الٹ پر چلو گے - پس آیت سورہ مائدہ مین لا یعلمون شیئا تہا اور اسمین لا یعقلون شیئا ہے یعنی علم و عقل دونون کے بابت آیات ہوئین - اور سورہ اعراف مین ہے

و اذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیہ اباءنا و اللہ امرنا بہا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون ط	اور جب کرتے ہین فاحشہ کہتے ہین ہمنے اوسپر پایا اپنے باپ دادون کو اور اللہ تعالیٰ نے اوس کام کا امر کیا تہا تو کہہ اللہ نہین حکم کرتا فحشا کا کیا کہتے ہو تم اللہ پر جو وہ نہین جانتا -

فحشا کرنے والے ہی بعض وہ ہوتے ہین جو اپنے باپ دادا کے رسم کے مطابق فحشا کو کرتے ہین اور جب اون کو منع کیا جاتا ہے تو یہ عذر کرتے ہین کہ ہمارے باپ دادون نے ایسا پایا اوس کے مثل کیا ہے اور اوس کو اللہ کے حکم سے اونہون نے کیا ہوگا اس قسم کے لوگون کا جواب اللہ تعالیٰ نے نہایت بلاغت سے اس آیت مین دیا ہے کہ کیا اللہ فحشا کا حکم دیتا ہے یہ اوس کے درجہ و شان کے خلاف ہے - پس تم ایسی بات کہتے ہو جس کو اللہ خود نہین جانتا یعنی اوس کے حکم دینے کو نہین جانتا - لہذا جو عمل واقعی طور پر فحشا مین شامل ہین اون کے لئے بھی

عذر مذکور نہین ہوسکتا۔ اور سورہ کہف مین ہے۔

وما منع الناس ان یؤمنوا — اور نہین منع کیا آدمیونکو اس سے کہ ایمان لاوین جب

اذ جاءھم الھدیٰ ویستغفروا ربھم — ہدایت اونکے پاس آئی اور استغفار کرین اپنے

الا ان تاتیھم سنۃ الاولین او — رب کی مگر یہ کہ آئی اونکو (ردکا اونکو) پہلون کی رسم نے

یاتیھم العذاب قبلا — یا آگیا اونکو عذاب سامنے کا۔

اس آیت مین اللہ تعالی نے یہ بیان فرمایا ہے کہ آدمیون کو ہدایت سے ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے یا تو پہلون کی رسم روکتی ہے یا اون کے افعال خود عذاب کا سبب ہوتے ہین اور چونکہ وہ حق و ہدایت کو نہین مانتے اور بچانے والے کی نصیحت نہین سنتے اور اپنا بچاو نہین کرتے پس جو آفت اون کے سامنے و قریب آنے والی ہوتی ہے وہ آجاتی ہے پھر مہلت ایمان لانے اور بچاو کرنے کی اون کو نہین ملتی اور وہ آفت مانع ہوجاتی ہے جس کو عذاب کہا جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ سب سے بڑا سبب عدم اتباع و عدم عمل ہدایت کا یا تو سنۃ الاولین ہوتی ہے یا خود اپنی عادتین ہوتی ہیں جو سبب عذاب یعنی افعال ہوتے ہین۔ اور سورہ زخرف مین ہے۔

وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدناھم — اور کہتے ہین کہ اگر چاہتا رحمن ہم اونکی عبادت

ما لھم بذلک من علم ان ھم الا — نکرتے نہ اونکو علم نہین یہ تو انگلین دوڑاتے

یخرصون ام اتینٰھم کتابا من — ہین کیا ہمنے اونکو کوئی کتاب دی ہے اس سے

قبلہ فھم بہ مستمسکون بل قالوا — پہلے سو وہ اسپر مضبوط ہین بلکہ کہتے ہین ہم نے

انا وجدنا اباءنا على امة وانا على
اثارهم مهتدون وكذلك ما ارسلنا
من قبلك من قرية من نذير
الا قال مترفوها انا وجدنا اباءنا
على امة وانا على اثارهم مقتدون
قال اولو جئتكم باهدى مما وجدتم
عليه اباءكم قالوا انا بما ارسلتم
به كافرون فانتقمنا منهم فانظر
كيف كان عاقبة المكذبين ﴿﴾

اپنے باپ دادون کو پایا ایک راہ مگر کہا
اونکے آسودہ لوگون نے ہمنے پایا اپنے
باپ دادون کو ایک راہ پر اور ہم اونہی کے
قدمون کے نشان پر چلتے ہین وہ بولا
اور جو مین لاؤن اوس سے زیادہ ہدایت جسپر
تمنے پایا اپنے باپ دادون کو تو کہنے لگے کہ ہم تو
جسپر تم بھیجے گئے ہو انکار کرنیوالے ہین
پھر ہمنے اون سے بدلا لیا سو دیکھ کیسا ہوا
انجام جھٹلانیوالون کا۔

پس ان آیات مین اللہ تعالے نے اون لوگون کا ذکر کیا ہے جو کہتے ہین کہ جس راہ پر ہم نے اپنے باپ دادون کو پایا اونہی کے آثار پر ہم چلتے ہین اور یہ فرمایا کہ ہر قریہ مین جو نذیر گیا ہے اوس سے وہان کے آسودہ لوگون نے بھی یہی کہا ہے حالانکہ اوسنے کہا کہ اوس سے بہتر ہدایت تمہارے لیئے لایا ہون تب بھی اون لوگون نے انکار کیا تو ہم نے بدلا لیا اور دیکھ کہ انجام جھٹلانے والون کا کیا ہوا۔ لہذا ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر نذیر سے یہی عذر کیا جاتا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے آثار پر چلتے ہین جس کی اصلاح و بہتر ہدایت کا نہ ماننا سبب عذاب ہوتا ہے۔ اور سورہ دخان مین ہے۔

فاتوا بآباءنا ان کنتم صادقین — تو لاؤ ہمارے باپ دادون کو اگر تم سچے ہو کیا
اھم خیر ام قوم تبع والذین — وہ بہتر ہین یا قوم تبع اور اُنکے قبل سے کے
من قبلھم اھلکنٰھم انھم — لوگ کہ ہلاک کیا ہمنے اون لوگون کو
کانوا مجرمین ؕ — وہ مجرمین سے کے قوم تھے۔

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باپ دادون سے کے بلانے سے کے لیئے کہتے تھے اور اوس کو معیار صدق قرار دیتے تھے تاکہ وہ لوگ اپنے رسوم کے بابت بتلاوین اللہ تعالی نے فرمایا کہ قوم تبع اور اونکے قبل سے کے لوگ اچھے ہین یا قائلین مجرمین جو پہلے ہلاک ہو چکے ہین۔ لہذا ان امور پہنچگا نہ سے کے بابت اللہ تعالی نے جواب دیا یعنی اول اونکا جو کہتے تھے ما وجدنا علیہ اٰباءنا دوسرے اونکا جو کہتے تھے ما الفینا علیہ اٰباءنا تیسرے فاحشہ کرنیوالون کا جو کہتے تھے وجدنا علیہ اٰباءنا واللہ امرنا بھا چوتھے جو کہتے تھے انا وجدنا اٰباءنا علی امۃ وانا علی اٰثارھم مھتدون ولو شاء الرحمن ما عبدنٰھم پانچوین فاتوا باٰباءنا ان کنتم صادقین کہنے والونکا چھٹے یہ بھی فرمایا کہ اُنکو سنت اولین نے یا عذاب سے کے آنے نے ہدایت قبول کرنے سے روکدیا لھذا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کی عقل و صراط مستقیم پانے کی دشمن بیجا رسوم اولین و آبائی وجذبات و عادات قبیحہ ہین اور بہتر باتون کا نہ ماننا اور آگاہ کرنیوالون کی نصیحت کو نہ سننا و نہ سمجھنا سبب اوسکی ہلاکی اور گمراہ ہونیکا ہے اور صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کرنا اور آزادی راے رکھنا اور حق ماننا اور اسپر چلنا لازم ہے۔

علم اور علماء و تعقل و تفکر و تفقہ و تدبر کے باہم امتیازی فرق اور اونکی فضیلتین اور اونکے خلاف وعید اور قلب و آنکھ وغیرہ کی باہمی نسبت

سورہ یونس مین ہے وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ و یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون ۝

اور کوئی نفس نہین ہو سکتا کہ ایمان لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور ڈالتا ہے گندگی اون پر جو عقل نہین رکھتے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نہین سمجھتے اونہی پر رجس پڑتا ہے اور اونہی کو اللہ ایمان لانے کا حکم نہین دیتا حالانکہ بغیر اوس کے حکم کے کوئی ایمان نہین لاتا۔ سورہ انفال مین ہے۔

ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون ۝

بدترین جاندارون مین اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہین جو عقل نہین رکھتے۔

سورہ آل عمران مین ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا

آسمانون اور زمین کے پیدا کرنے مین اور رات اور دن کے اختلاف مین آیات ہین اون صاحبان عقل کے لئے جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹون پر اور فکر کرتے ہین آسمانون اور زمین کے پیدا ہونے مین اے رب ہمارے

ما خلقت ھذا باطلا سبحانک | نہین پیدا کیا تونے اسکو باطل - پاکی ہے تجھکو
فقنا عذاب النار ط | سو بچا ہمکو آگ کے عذاب سے -

پس ان آیات سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ صاحب عقل ہونا محمود ہے اور تفکر جس کا نتیجہ صاحب عقل ہونا ہے وہ بھی مستحسن ہے اور سورہ اعراف مین ہے اولم یتفکروا ما | کیا نہین فکر کرتے کہ اون کے
بصاحبہم من جنۃ ان ھو الا | صاحب کو جنون نہین ہے وہ مگر صاف
نذیر مبین ط | طور پر آگاہ کرنے والا ہے -

پس اس آیت مین بھی تفکر کی ہدایت ہے - اور سورہ محمدؐ مین ہے -
افلا یتدبرون القران ط | سو کیا غور نہین کرتے قران کو -
اور سورہ نسا مین ہے افلا یتدبرون | سو کیا غور نہین کرتے قران کو
القران ولو کان من عند غیر اللہ | اور اگر ہوتا غیر اللہ کے پاس سے تو پاتے
لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ط | اوسمین اختلاف بہت -
سورہ ص مین ہے کتاب انزلناہ | کتاب ہے کہ نازل کیا ہمنے تیری طرف
الیک مبارک لیتدبروا ایٰتہ | برکت دینے والی تاکہ غور کرین اوسکی آیات کو
ولیتذکر اولوا الالباب ط | اور نصیحت پکڑین صاحبان عقل -

تدبر کے معنی سمجھکر کامون کے فکر کرنے کے وتامل یا غور کے ہین - ان آیات مذکورہ بالا سے تدبر کی تعریف اور اوسکو عمل مین لانے کی تاکید نکلتی ہے - جس سے اوسکا مستحسن ہونا کماحقہ ثابت ہوتا ہے - سورہ سبا مین ہے
قل انما اعظکم بواحدۃ ان | تو کہہ سوا اسکے نہین کہ مین تمکو نصیحت کرتا ہون ایک

ان تقوموا لله مثنی و فرادی ثم — بات کی یہ کہ کھڑے ہو اللہ کیلئے دو دو اور ایک
تتفکروا ما بصاحبکم من جنة — ایک پھر فکر کرو کہ تمہارے صاحب کو جنون
ان هو الا نذیر لکم بین یدی — نہین ہے نہین وہ مگر تمہارے لئے آگاہ
عذاب شدید — کرنیوالا جسکے آگے عذاب بڑا ہے۔

تفکر کی فضیلت بھی اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔ سورہ مومن مین ہے

هو الذی خلقکم من تراب — وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی
ثم من نطفة ثم من علقة — سے پھر نطفہ سے پھر پانی کی بوند سے
ثم یخرجکم طفلا ثم لتبلغوا — پھر لہو کی پھٹکی سے پھر تم کو نکالتا ہے
اشدکم ثم لتکونوا شیوخا — بچہ کرکے یہان تک کہ پہونچو اپنے زور کو پھر یہانتک
ومنکم من یتوفی من قبل ولتبلغوا — کہ ہو جاؤ بوڑھے اور تم مین سے اوس سے پہلے
اجلا مسمی ولعلکم تعقلون ط — مر جاتا اور بعضے پہلے کہ پہونچو مقررہ وعدہ کو اور تاکہ سمجھو۔

پس تعقل کی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے۔ سورہ رعد مین ہے

الله الذی رفع السموات بغیر عمد — اللہ وہ ہے جسنے بلند کیا آسمان کو بغیر ستون کے
ترونها ثم استوی علی العرش — جسکو تم دیکھتے ہو پھر مستوی ہوا عرش پر اور مسخر کیا
وسخر الشمس والقمر کل یجری — سورج و چاند کو ہر ایک جاری رہتا ہے
لاجل مسمی یدبر الامر یفصل — وقت معین تک تدبیر کرتا ہے کام کی تفصیل
الایٰت لعلکم بلقاء ربکم — کرتا ہے آیات کی تاکہ اپنے رب کے لقا پر
توقنون وهو الذی مد الارض — یقین لاؤ وہی وہ ہے جسنے بڑھایا زمین کو اور
وجعل فیها رواسی وانهارا ومن — بنایا اوسمین پہاڑ اور نہرین اور ہر قسم کے میوے

كل الثمرات جعل فيها زوجين	ٹھرایا اوسمین جوڑے جو چھپاتا ہے رات
اثنين يغشى الليل النهار ان	کو دن مین اسمین آیات ہین اوس قوم کیلئے
في ذلك لايت لقوم يتفكرون	جو فکر کرتے ہین اور زمین مین قطعات
وفي الارض قطع متجورات و	ہین ملے ہوئے اور باغ ہین انگور کے
جنت من اعناب وزرع	اور کھیت اور کھجورین بہت سی شاخون
ونخيل صنوان وغير صنوان	کے اور غیر اس کے پاتے ہین ایک پانی
يسقى بماء واحد ونفضل	اور ہم زیادہ کرتے ہین بعض کو بعض سے
بعضها على بعض في الاكل ان	میوہ کہاتے ہین۔ اسمین نشانیان ہین
في ذلك لايت لقوم يعقلون ط	اونکو جو سمجھتے ہین۔
سوره نحل مین ہے ينبت به الزرع	اگاتا ہے تمہارے واسطے اوسکے ذریعہ سے
والزيتون والنخيل والاعناب	کھیتی اور زیتون اور کھجورین اور انگور اور ہر قسم کے
ومن كل الثمرات ان في ذلك	میوے اسمین آیات ہین اوس قوم کیلئے جو تفکر
لاية لقوم يتفكرون وسخر لكم الليل	کرتی ہے اور کام مین لگایا تمہارے لئے
والنهار والشمس والقمر والنجوم	رات اور دن اور سورج اور چاند کو اور ستارے
مسخرات بامره ان في ذلك	کام مین لگے ہین اوسکے حکم کے سبب سے اسمین
لايت لقوم يعقلون وما ذرا لكم	آیات ہین اوس قوم کیلئے جو سمجھتی ہے اور جو کچھ پھیلا دیا
في الارض مختلفا الوانه ان في	زمین مین تمہارے لئے مختلف ہین رنگ اونکے اسمین آیات
ذلك لايت لقوم يذكرون ط	ہین اوس قوم کیلئے جو نصیحت پکڑتی ہین۔

پس ان آیات مین ہر قسم کی کھیتی اور اگنے والی چیزون سے یہ استدلال ہے

کرتفکر کرنے مین آیات ہین پس قوت متفکرہ کو اونکی حکمت مین لگانے کی ترغیب ہے اسیطرح دن ورات وچاند وسورج وغیرہ سے یہ استدلال ہے کہ تعقل کرنے مین آیات ہین۔ لہذا تعقل کی قوت اونکی حکمت کے بابت صرف کرنے کی ترغیب ہے اسیطرح زمین پر جو چیزین پھیلی ہین اور اختلاف الوان سے یہ استدلال ہے کہ نصیحت قبول کرنے کے لئے آیات ہین اس طرح نصیحت قبول کرنے کی ترغیب ہے پس قوت متفکرہ قوت متعقلہ قوت قبول نصیحت کی فضیلت بھی ان آیات سے ثابت ہوتی ہے جو کسیطرح کم قابل حرزجان بنانے کے نہین ہے۔ سورہ عنکبوت مین ہے

و تلک الامثال نضربہا للناس	ان مثلون کو ہم بیان کرتے ہین آدمیون کیلئے
وما یعقلہا الا العالمون ط	اورنہین سمجھتے اوس کو مگر عالم۔

علم کے بعد امثال مذکور کو تعقل کیا جانا بھی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے

سورہ زمر مین ہے ولعذاب الاخرۃ	اور البتہ عذاب آخرت کا بڑا ہے اگر
اکبر لو کانوا یعلمون ط	جانتے۔
اور پھر سورہ زمر مین ہے اولئک	وہی ہین جنکو ہدایت کیا اللہ نے
الذین ہدٰہم اللہ واولئک ہم	اور وہی لوگ ہین صاحبان
اولو الالباب ط	عقل۔
پھر اسی سورہ زمر مین ہے قل ہل	تو کہہ کیا برابر ہین وہ لوگ جو علم
یستوی الذین یعلمون والذین	رکھتے ہین اور جو علم نہین
لا یعلمون ط	رکھتے

سورہ ہود مین ہے یستطیعون السمع وما کانوا یبصرون اولئک الذین خسروا انفسہم ط
استطاعت رکہتے ہین سننے کی تب بہی نہین دیکہتے وہی وہ لوگ ہین جنہون نے ٹوٹا کیا اپنا۔

پس اس آیت سے اون لوگون پر وعید نکلتی ہے جو استطاعت سننے کی رکہتے ہین اور حق کو نہین سنتے اور اوسکو نہین دیکہتے اور ایسے لوگ اپنا خود خسارہ کرتے ہین۔ اس آیت مین استطاعت کا لفظ ہے جو نہایت بلیغ ہے۔ قدرت کے ساتہہ معمولی سامان ہونا استطاعت ہے

سورہ حج مین ہے اولم یسیروا فی الارض فتکون لہم قلوب لایعقلون بہا او اذان لایسمعون بہا فانہا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور
کیا پہرتے نہین ملک مین سو ہوتے اون کیلئے دل کہ سمجہتے اون سے یا کان کہ سنتے اون سے سو کچہہ آنکہین اندہی نہین ہوتین لیکن اندہے ہو جاتے ہین دل جو سینون مین ہین۔

پس ایسے قلوب چاہئین جنسے سمجہین اور ایسے کان جنسے سنین اور قلوب کو اندہا نہ ہو جانا چاہیئے جنسے سمجہہ کر عمل نہ کرین لہذا سمجہہ کر عمل کرنے کے بابت حکم اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور یہ بہی ایک اصول اسلام کا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا ط
کان اور آنکہہ اور دل ہر ایک مسئول علیہ ہون گے۔

سمع اور بصر و فواد کے زیر اثر تمام انسانی آزادی اور خواہشات مختلف شکلین

اختیار کر لیتے ہین اور دراصل یہی اعضا کل خواہشات انسانی کے قایمقام ہین آنکھ اور کان واقعات کے حاصل کرنے کے ذریعہ ہوتے ہین اور دل کے ذریعہ سے اُن پر فیصلہ کر کے انسان اپنی مرضی وارادہ کا استعمال کرتا ہے لہذا اُن کو مسئول علیہ قرار دیا گیا ہے تاکہ اصلیت کا بندہ پر قیامت کے دن انکشاف ہو جاوے۔ اور انھین کی بنا پر جزا یا سزا دیجاوے۔ سورہ ملک مین ہے وقالوا لو کنا نسمع اور کہینگے اگر ہم سُن لیتے یا سمجھ لیتے تو ہم نہ ہوتے

او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیرہ دہکتی آگ مین ہونیوالون مین سے۔

پس سُن لینے وتعقل کر لینے کی فضیلت اور اُس کے نہ کرنے سے بُرے نتایج کا نکلنا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ سورہ انعام مین ہے

وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا	اور وہی وہ ہے جسنے ٹھرایا تمہارے لئے ستارون کو
بھا فی ظلمت البر والبحر قد فصلنا	تاکہ بسبب اُنکے راہ پاؤ تاریکی مین جنگل و دریا کی
الایت لقوم یعلمون ہ وھو الذی	بیشک تفصیل کیا ہمنے آیات کی اُس قوم کیلئے کہ علم رکھتے
انشاکم من نفس واحدۃ فمستقر	ہین اور وہی وہ ہے جسنے نکالا تم کو ایک جان سے۔
ومستودع ط قد فصلنا الایت لقوم	سو تمہارے لئے ٹھرنے کی جگہ ہے اور سونپنے کی بیشک
یفقھون ط	تفصیل کی ہمنے آیات کی اُس قوم کیلئے کہ تفقہ کرتے ہین۔

پس علم رکھنے والی اور تفقہ کرنے والی قوم کی یہ فضیلتین ان آیات مین بیان ہوئی ہین کہ انھین کے لئے تفصیل آیات کی اللہ کرتا ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالی نے صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون (پھیر دیا اللہ نے اُنکے

قلوب کو اس واسطے کہ وہ تفقہ نہین کرتے۔ سورہ حشر مین ہے

لا انتم اشد رهبة فی صدورهم — البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے اُن کے دل مین
من اللہ ذلک بانهم قوم — اللہ سے بسبب اس کے کہ وہ ایسی قوم ہین
لا یفقهون ط — کہ تفقہ نہین کرتے۔

منافقون کی بابت ہے کہ وہ سوائے اور مٹنے والون سے خدا کی نسبت زیادہ ڈرتے ہین یعنی احکام خداوندی نہین بجالاتے ہین۔ اور سبب اسکا یہ بیان ہوا کہ وہ قوم ایسی ہے جو تفقہ نہین کرتی۔ سورہ منافقون مین ہے

ذلک بانهم امنوا ثم — یہہ بسبب اس کے کہ وہ ایمان لائے
کفروا فطبع علی قلوبهم فهم — پہر کافر ہوئے سو مہر کردیگئی اُنکے قلوب پر
لا یفقهون ط — پس وہ تفقہ نہین کرسکتے۔

پس مُہر کو سبب تفقہ نہ کرنے کا اس آیت مین بیان کیا ہے۔ لہذا تفقہ نہ کرنا اللہ کے مُہر کا ہوجانا ہے اور اُس وعید کا مستحق بنتا ہے جو اس آیت مین ہے اور دل کا بیکار ہوجاتا ہے۔ اور سورہ منافقون مین ہے

وللہ خزائن السموات — اور اللہ کیلئے خزانے آسمانون اور زمین کے ہین
والارض ولکن المنفقین لا یفقهون — لیکن منافقین تفقہ نہین کرتے۔

پس تفقہ نہ کرنا سبب ایسی غفلت و نادانی و عدم فہم کا ہے جو منافقون کے شایان ہے لہذا تفقہ نہ کرنا و فقیہ نہ ہونا مشابہ کافرون و منافقون کے ہوتا ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع — راضی ہوئے کہ رہین پیچھے رہنے والون مین

علی قلوبھم فہم لا یفقھون ط — سو مہر لگ گئی انکے دلون پر سو وہ تفقہ نہین کرتے۔

دعوت بصیرت کے ساتھہ کرنی چاہیئے

سورہ یوسف مین ہے قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃٍ انا ومن اتبعنی وسبحٰن اللہ وما انا من المشرکین ط — تو کہہ یہ میری راہ ہے بلاتا ہون مین اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھہ مین اور جو لوگ میری اتباع کرتے ہین وہ اور پاک ذات ہے اللہ اور مین مشرکین مین سے نہین ہون

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دعوت بصیرت کے ساتھہ کرنی چاہیئے کہ لوگ با بصیرت قبول کرین اور مبلغان کو ضرور ہے کہ بصیرت کے ساتھہ سمجھاوین۔ پس جس کو خود بصیرت نہ ہو اُس کیلئے دعوت کرنا اور فتوے دینا جائز نہین ہے۔ اور بصیرت نتیجہ ہوتی ہے جاننے و سمجھنے و تفقہ و تفکر کرنے کا یعنی علم و تعقل و تفقہ و تفکر وغیرہ کا۔

جو بغیر علم وہدایت اور کتاب منیر کے اللہ کے معاملہ مین مجادلہ کرے اُسکا عذاب

سورہ حج مین ہے ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدًی ولا کتٰب منیر ط ثانی عطفہٖ لیضل عن سبیل اللہ لہٗ فی الدنیا خزیٌ — اور آدمیون مین سے وہ بھی ہے جو لڑتا ہے اللہ کے معاملہ مین بغیر علم کے اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن ہونے کے۔ موڑنیوالا اپنے پہلو کو تاکہ گمراہ کرے اللہ کی راہ سے اسکو دنیا مین رسوائی ہے

ونذیقہٗ یوم القیٰمۃ عذاب الحریق	اور چکھاوینگے ہم قیامت کے دن اسکو عذاب جلنے کا
ذٰلک بما قدمت یداک وان اللہ	یہ سبب اسکے کہ آگے بھیجا ہے تیرے دونون ہاتھون نے
لیس بظلام للعبید ط	اور اللہ نہین ہے ظلم کرنے والا اپنے بندون پر

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ وہ تینون علم اور کتاب منیر یہی تین چیزین ایسی ہین جو سبب برہان ہو سکتی ہین یعنی علم صحیح ہو اور ہدایت کسی معصوم نبی کی ہو اور کتاب روشن خدا کی ہو جس سے محکم طور سے سمجھ مین آسکے اور نیز یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو جو اللہ کے معاملون مین بغیر ان تینون چیزون کے مجادلہ کرتا ہے اور گردن پھیر پھیر کر اللہ کی راہ سے گمراہ کرتا ہے اس کو دنیا مین رسوائی ہے اور قیامت کے دن عذاب حریق ہے اس لئے کہ خود فعل بد کرتا ہے اور بندون کو گمراہ کرتا ہے پس بندون پر اللہ ظلم کرنے والا نہین -

برہان کے ذریعہ سے دعویٰ کرنا چاہیئے

سورۂ مومنون مین ہے ومن	اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا
یدع مع اللہ الٰہاً اٰخر لا برھان	معبود جس کا اوس کے پاس برہان نہین
لہٗ بہٖ فانما حسابہ عند ربہ	سوا اسکے نہین کہ اوسکا حساب اوسکے
انہ لا یفلح الکافرون ط	رب کے پاس ہے بیشک فلاح پاوینگے کافر-

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہ پکارنا چاہیئے پس دوسرے سے دعا نہ کیجاوے یا دوسرے کو اللہ کیسا

تاکہ براہ راست اُس کو نہ پُکارا جاوے اور بواسطہ اُس کے دعا نہ کیجاوے اور براہ راست پُکارنا شرک بھی ہے۔ اور یہہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بغیر بُرہان عقاید قایم کرنا اور عمل کرنا نچاہیئے

سورہ انبیاء مین ہے ام اتخذوا من دونہ الہۃ ط قل ھاتوا برھانکم ھذا ذکر من معی وذکر من قبلی ط بل اکثرھم لایعلمون الحق فھم معرضون ط

کیا بنا ئے ہین اُنھون نے اُس کو چھوڑکر معبود۔ تو کہہ لاؤ تم لوگ اپنے بُرہان کو یہی نصیحت ہے میرے ساتھہ والون کی اور نصیحت ہے مجہہ سے پہلے کے لوگون کی بلکہ اکثر لوگ حق کو نہین سمجھتے سو وہ منھہ پھیرتے ہین

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ بُرہان طلب کرنا آنحضرتؐ کے اصحابؓ اور اون کے قبل کے سب لوگون کا دستور تھا۔ اس سے بُرہان کے طلب کرنے کی ہدایت دوسرے عقاید و افعال مین بھی ہوتی ہے دوسرے آنحضرتؐ اور آپ کے قبل کے انبیاءؑ کو بھی وحی گئی کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہین ہے سو اوسی کی عبادت کرو لہذا بعد بُرہان کسی امر پر عقیدہ کرنا اور اُس کو اہمیت دینا صحیح اصول و طریق مین سے ہے۔

ظن اور اٹکل کرنیوالون کی کثرت رائے اور کثرت تعداد سبب حق نہین ہوسکتی اور طیب کی برابری خبیث نہین کرسکتا اور وہم پرستی اللہ پر افترا کرنا ہے اور علم سے وہم مفقود ہوتے ہین۔

سورہ انعام میں ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ؁ | اور اگر تو ان لوگوں کی جو زمین میں اکثر ہیں اطاعت کرے گا بہکا دینگے تجھکو اللہ کی راہ سے وہ نہیں پیروی کرتے مگر ظن کی اور وہ نہیں کرتے مگر اٹکل۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر زمین کے رہنے والے ظن یا وہم اٹکل کرتے ہیں اور انکی اطاعت کرنا اللہ کی راہ سے بہک جانا ہے کیونکہ ظن اور اٹکل سے ایسے حکم نہیں دیئے جا سکتے جو قابل اطاعت ہوں۔ دوسرے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کثرت رائے وکثرت تعداد سبب حق نہیں ہوتی۔ اور سورہ مائدہ میں ہے۔

قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون ؁ | تو کہہ برابر نہیں ہوتے خبیث اور طیب اور اگرچہ عجیب میں ڈالے تجھکو کثرت خبیث کی پس ڈرو اللہ سے اے صاحبان عقل تاکہ فلاح پاؤ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کثرت خبیث سبب حق نہیں ہو سکتی اور وہ طیب کی برابری نہیں کر سکتی لہذا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کثرت رائے وکثرت تعداد خبیث کی طیب پر نہ غالب ہو سکتی ہے اور نہ حق ہو سکتی ہے۔ ظن اور اٹکل وما فوق فطرت وخلاف عادات امور کے اعتقاد واشاعت تعلیم کے سبب سے کم ہو جاتے ہیں اسلیے معجزات اور کرامات مافوق العادات کے اعتقادات اور وہم پرستی واستیاء پرستی وغیرہ کے تعلیم کی وجہ سے مٹ جانے کے اسباب

یہ ہیں۔ (۱) بجائے خیالی ہؤا و پکانے کے وہ ہیات کے تسلیم
کے حقائق و واقعات پر اشاعت تعلیم سے زیادہ توجہ ہو جاتی ہے
اور تعلیمیافتہ بہ نسبت غیر تعلیمیافتہ کے قطعی ثبوت کا زیادہ
طالب ہوتا ہے۔ (۲) جاہل ہر شئے کو ذو ارادہ سمجھتا ہے اور
عجائب پرستی کرنے لگتا ہے بخلاف اس کے علم نفس تجربہ کے
قوت کو بڑھا کر اس کو گھٹاتا ہے۔ (۳) سائنس کائنات کے مستقر الانتظام
ہونے کا یقین دلاتا ہے اور یہ کہ تمام کائنات کا نظم و نسق
چند خاص مقررہ اور قوانین کے ماتحت انجام پاتے ہیں اور جو قانون
مشترک آفتاب و ماہتاب پر حاوی ہے اسی طرح ایک ذرہ و ریگ پر
بھی عامل ہے۔ منجملہ وہم پرستی کے صورت ذیل بھی ہے جس کا
قرآن مجید میں بیان ہے لہذا بیان اس کا مناسب معلوم ہوتا ہے

سورہ مائدہ میں ہے ما جعل	نہیں ٹھرایا حرام اللہ نے کان چیرے مویشی
اللہ من بحیرة ولا سائبة ولا وصیلة	اور نہ سانڈ اور نہ اونٹنی سے اونٹنی ملنے والے
ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون	اور نہ دس بچے جنانے والے اونٹ کو لیکن
علی اللہ الکذب واکثرھم	کافر اللہ پہ جھوٹ افترا کرتے ہیں اور اکثر
لا یعقلون ط	ان کے لا یعقل ہیں۔

پس کافروں کا لا یعقل ہونا اور اٹکل یا وہم سے اشیائے مذکورہ کا سبب
عبادت قرار دینا اور اس کا برا ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے
اور جانوران مذکور کا استعمال و کھانا جائز ہوتا ہے بشرطیکہ

جسکی ملکیت ہو وہ دعوی ملکیت سے باز آوے اور کم سے کم یہ کہدے کہ مین نے فلان کے لیے چھوڑا ہے ملکیت کا دعوی مجھکو نہین تمہارا جی چاہے استعمال کرو سورہ ذاریات مین ہے

قتل الخراصون الذین ہم فی غمرۃ ساہون ط — مارڈالے جاوین اٹکل کرنیوالے جو غفلت مین بھول رہے ہین۔

پس یہ وعید اٹکل کرنے کی بابت ہے۔ سورہ یونس مین ہے۔

وما یتبع اکثرہم الا ظنا ط ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ط — اور نہین پیروی کرتے اُنکے اکثر مگر ظن کے اور ظن بے پروا نہین کرتا حق سے کچھ بھی۔

یعنی ممکن وکثیر الوقوع ہے کہ حق ظن کے خلاف ہو لہذا محض ظن جسکے لئے وجہ موجبہ نہو کافی نہین۔

عمل اصل ہے کوئی دوسرے کے عوض بدلا نہ پاویگا۔ اور بدترین اعمال کے کون لوگ ہین

سورہ نجم مین ہے ام لم ینبا بما فی صحف موسی وابراہیم الذی وفی ط الا تزر وازرۃ وزر اخری ہ وان لیس للانسان الا ما سعی ہ وان سعیہ سوف یری ہ ثم یجزاہ الجزاء الاوفی ط — کیا اُنکو خبر نہین دیگئی جو موسی کے صحیفون مین ہے اور ابراہیم کے جس نے پورا اوتارا کہ کوئی نہین اوٹھاویگا بوجھ دوسرے کا اور نہین ہے انسان کا مگر جو اوسنے عمل کیا اور یہ کہ اوسکا عمل دیکھا جاویگا پھر دیا جاویگا اوسکو بدلا پورا۔

پس ان آیات مین محکم طور سے یہ اصول بیان ہوئے ہین کہ انسان کا

اپنا صرف عمل ہی ہے جو دیکھا جاوے گا اور جیسا بُرا یا اچھا عمل اوسنے کیا ہے اُس کا پورا بدلا دیا جاوے گا اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھاویگا یعنی اُس بدلا پانے میں کوئی شریک نہ ہوگا نہ سفارش کرے گا کہ بدلا پورا نہ ملے۔ پس انسان کو قوت متفکرہ سے کام لیکر سمجھکر عمل کرنا چاہیئے تاکہ بدلا عذاب نہ ملے۔ لہذا اصل مقصود جو عمل ہے اُس کے نسبت اس بلاغت سے کہا گیا کہ سمجھکر عمل کرے یعنی باعتبار اس کے کہ اور علتیں بھی ہوتی ہیں انسان کا عمل ناقص ہے اور باعتبار عمل کے علت تامہ۔ پس جن امور میں انسان کے عمل کو دخل ہے اور اُسکا عمل منجملہ اور علتوں کے ایک علت معلول کے وجود میں لانے کا ہوتا ہے اُن میں وہ مختار ہے اور جو کرتا ہے اُس کا پھل پاتا ہے۔ انسان کا خود سمجھنا اور عمل کرنا ہی اصل میں اس کو دوسری اشیاء سے ممتاز کرتا ہے اور دوسروں سے جدا کرتا ہے اب آیات مذکورہ کو سورۂ اعراف کی اس آیت سے ملاکر پڑھو۔

ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن	بیشک پیدا کیا ہے جہنم کے لئے بہت سے
والانس لھم قلوب لا یفقھون	جن و انس کو اُن کیلئے دل ہیں کہ نہیں تفقہ
بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا	کرتے اونسے اور آنکھیں ہیں کہ نہیں دیکھتے اُنسے
ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک	اور کان ہیں کہ نہیں سنتے اُن سے وہ لوگ مثل
کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم	چوپایوں کے ہیں بلکہ اُن سے بھی گمراہ اور
الغفلون ط	وہی غافل ہیں۔

اور ان غافلون کی سزا کے ساتھہ یہ آیت سورہ انفال کی بھی پڑھو

ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم — اور نہ ہو ان لوگون کیطرح جنہون نے کہا کہ ہمنے سنا اور وہ

لا یسمعون ان شر الدواب عند — نہین سنتے بدترین جانورون مین اللہ کے نزدیک

اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون — وہ گونگے بہرے ہین جو نہین عقل رکہتے۔

پھر یہ آیت سورہ کہف کی بھی پڑھو جسمین اخسرین اعمال والون کا ذکر ہے اور وہ ہین جو اپنے اعمال کو اچھا سمجھتے ہین حالانکہ آیات اللہ کے ساتھہ کفر کرتے ہین۔

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا — تو کہہ کیا مین آگاہ کرون تمکو سب سے بڑے ٹوٹا والون کی

الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا — اعمال سے جنکی سعی گمراہ ہوئی دنیا کی زندگی مین اور وہ

وھم یحسبون انھم یحسنون — سمجھتے ہین کہ وہ اچھے صنعت کرتے ہین یہی وہ ہین

صنعا اولئک الذین کفروا بایٰت — جنہون نے کفر کیا اپنے رب کی آیات کیساتھہ اور اسکے

ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا — لقا کیساتھہ سو مٹ گئے انکے اعمال سو نہ کہڑا

نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا۔ ذالک — کرینگے ہم ان کیلیے وزن یہ ان کا بدلا جہنم ہے

جزاؤھم جھنم بما کفروا واتخذوا — بسبب انکے کفر کے اور ہنسی کرنے۔ نے ٹہرایا میری

ایٰتی ورسلی ھزوا — آیات اور میرے رسولون کو ٹھٹھا۔

ایسے اعمال جنکے ہین ان سے اللہ بناہ مین رکھے کیسی بُری ٹوٹا جو بدترین دنیا دارون کی ہے۔

نفس مین جو چیزین ہین انکے چھپانے وظاہر کرنے دونونکا حساب ہوگا

سورہ بقرہ مین ہے للہ ما فی — اللہ کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانون

السموات وما فی الارض وان تبدوا
مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم
بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب
من یشاء واللہ علیٰ کل شیٔ قدیر

اور زمین مین اور اگر ظاہر کرو تم جو تمہارے
نفسون مین ہے یا اُسکو چھپاؤ حساب لیگا تم لوگون
سے اُسکا اللہ سو بخشدیگا جسکو چاہیگا اور عذاب
کریگا جسکو چاہیگا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پس اللہ نفس کے ہر فعل کا حساب کرے گا اور جیسا جس کا اچھا یا برا اعمال ہوگا ویسا اُس کو عذاب یا ثواب دیگا۔ اس آیت مین جو یہ کہ سو بخشیگا جسکو چاہے گا اور عذاب دیگا جس کو چاہے گا اُس سے مراد یہ ہے کہ بعد حساب کے اگر کوئی اس قابل ہوگا کہ اُسکی مغفرت کیجاوے تو وہ بخشدیا جاوے گا اور اگر اس قابل ہوگا کہ عذاب کیا جاوے تو اُس کو عذاب دیا جاوے گا اور جو اس قابل ہوگا کہ بروے رحم مغفرت کردیا جاوے اُس کی مغفرت بروے رحم ہوگی اور جو اس قابل ہوگا کہ اُس پر اللہ کا غضب ہو اُس کو عذاب دیا جاوے گا اور رحم نہ کیا جاوے گا۔ پس یہ کہنا بالکل صحیح ہوا کہ جسکی چاہے گا مغفرت کرے گا اور جسکو چاہیگا عذاب دیگا۔ چونکہ ظاہر و چھپے حساب کی شرط اس آیت مین ہے لہذا یہ مراد نہین ہوسکتی کہ بے گناہ کو چاہے عذاب دیوے اور گناہگار کو چاہے بخشدیوے بلکہ مراد مفہوم وہی ہے جو بیان ہوا۔

شکر کے معنی و مفہوم

سورہ نحل مین ہے واللہ اخرجکم

اور اللہ نے تم کو تمہارے ماؤن کے

من بطون امھتکم لا تعلمون شیئا — بطنوں سے نکالا تم کچھ نہین جانتے تھے اور ٹھہرایا
وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ — تمہارے لئے کان اور آنکھین اور دل تاکہ تم
لعلکم تشکرون ط — شکر کرو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کان اور آنکھین اور دل اسلئے بنائے گئے تاکہ شکر کرین لہذا جب تک اُن چیزون سے شکر کرنے کے لئے کام نہ لیا جاوے اسطرح اُن کا ٹھہرانا عبث ہوتا ہے اور استدلال غیر صحیح ہو جاتا ہے۔ پس اصح یہ ہے کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ جو رضائے مولے معلوم ہوا اسی کے کوشش مین اُن کو صرف کیا جاوے اور صرف اس پر محدود کرنا کہ آنکھ سے کتاب اللہ پڑھے اور کان سے اللہ کا نام سنے اور دل سے اُن کو سمجھے صحیح نہین ہے بلکہ اُن کا صحیح استعمال رضائے مولے کے موافق یہ ہے کہ اُن کو نیک کامون مین لگاوے۔ چونکہ اس آیت مین یہ بھی بیان ہے کہ جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو کوئی چیز نہین جانتا اور یہ بھی اشارہ ہے کہ کان و آنکھ و دل سب علم کے ذریعہ ہین لہذا یہان پر اس آیت کا لکھنا مناسب سمجھا گیا۔

سورہ بقر مین ہے یا ایھا الذین — اے مومنو کھاؤ طیبات کو جو ہمنے تم کو دیا ہے
امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم — اور شکر کرو اللہ کا اگر اسکی عبادت کرتے
واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون — ہو سوائے اس کے نہین کہ حرام کیا گیا ہے
انما حرم علیکم المیتۃ والدم الآیہ — تم پر مردہ اور لہو الآیہ

پس طیبات کو جو دیگئی ہین اُس کے کھانے کے حکم کے ساتھ مومنون کو

یہ بھی حکم ہے کہ وہ شکر کریں اور اس کے بعد حرام چیزوں کی تفصیل ہے لہذا شکر المنعمہ کھانے کا حکم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شکر زبانی اللہ کی تعریف پر منحصر نہیں ہے بلکہ استعمال نعمتوں کا بھی چاہیئے کیونکہ یہاں پر ایسا ہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شکر اشیاء سے خوردنی ونعمت پر ہوتا ہے اور حرام چیزوں کے کھانے پر نہیں ہے تا بلکہ حلال طیب کے کھانے میں ہے۔ سورہ نحل میں ہے۔

فکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا	سو کھاؤ جو دیا ہے تمکو حلال طیب کو اور
واشکروا نعمت اللہ ان کنتم ایاہ	شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر اوسکی عبادت
تعبدون انما حرم علیکم المیتۃ	کرتے ہو سوائے اسکے نہیں کہ حرام کیا گیا
والدم الآیہ	تم پر مردہ اور لہو الآیہ

اس آیت سے بھی استدلال مذکور ثابت ہوتا ہے۔ سورہ لقمان میں ہے

ولقد اتینا لقمان الحکمۃ	اور بیشک دیا ہمنے لقمان کو حکمت کہ شکر
ان اشکر للہ ومن یشکر فانما	کرے اللہ کا اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے نفس
یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ	کیلئے اور جسنے کفر کیا سو اللہ غنی
غنی حمید الآیہ	حمید ہے۔ الآیہ

پس شکر کے مقابلہ میں کفر اس آیت میں ہے لہذا جوارح واعضاء کے استعمال سے مراد شکر سے ہوئی نہ کہ زبان سے کہنے سے کیونکہ حکمت بھی اُس کیساتھ ہے جو کام کی باتیں عمل کیساتھ کرتا ہے بذریعہ اعضاء وجوارح کے اور وہ شکر کی غرض سے دیگئی تھی۔

طاغی کو جہنم اور تزکیہ نفس کرنیوالے کو جنت ہے اور ابرار نعیم مین وفجار جحیم مین ہونگے

سورہ نازعات مین ہے فاما من	سو جس نے سرکشی کی اور بہتر سمجھا دنیا کی
طغی و اثر الحیوٰۃ الدنیا. فان	زندگی کو تو دوزخ ہی ہے اُس کا ٹھکانا
الجحیم ھی الماوی. و اما من خاف	اور جو ڈرا کھڑے ہونے سے آگے اپنے
مقام ربہ و نہی النفس عن الھوی	رب کے اور روکا اپنے نفس کو خواہش بد سے
فان الجنۃ ھی الماوی ؕ	تو جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہے۔

پس ان آیات مین بطور اصول کلی کے بیان ہوا ہے کہ دنیا کی زندگی کو جسنے سرکشی کرکے اختیار کیا یعنی اللہ سے نہ ڈرکر اور اُس کے حکم کو نہ مانکر جس نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دیا تو جہنم ہی ایسے شخص کا ٹھکانا ہے برخلاف اُس کے جو ڈرا اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے سے یعنی آخرت کی جوابدہی سے جو رب کے آگے ہوگی جو ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات بد سے روکا یعنی اُن خواہشات سے جن کے روکنے کا حکم ہے اور ضبط نفس کیا تو اُس کا ٹھکانا جنت ہی ہے پس خدا کا خوف کرکے خواہشات بد سے رُکنا سبب جنت کا اور سرکشی کرکے وخوف نہ کرکے دنیا کی بد زندگی کو اختیار کرنا سبب دخول جہنم ہی لہذا یہہ اصول کلی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ تزکیہ نفس ضروری ہے۔ اور اسی طرح سورہ انفطار مین ابرار کو نعیم مین اور فجار کو جحیم مین کہا ہے۔ یعنی جو

نیکی کو اپنے فرایض سے بھی زیادہ استحساناً نیکی کے لئے کرتے ہین وہ نعمتون
مین ہون گے اور جو ڈھٹائی کے ساتھہ بدی کرتے ہون گے یعنی
اللہ سے نہ ڈر کر ڈھٹائی سے کرتے ہونگے وہ جہنم مین ہون گے۔

کسی امت مین قسط کیساتھہ فیصلہ کیا جاویگا اور وہی نفع اور ضرر پہنچاتا ہے جو خدا نے چاہا ہے کوئی دوسرا اُن کا مالک نہین اور ہر قوم کیلئے ایک عمر مقرر ہے

سورہ یونس مین ہے ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ لکل امۃ اجل اذا جاء اجلھم فلا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون ط

اور واسطے ہر امت کے ایک رسول ہوا ہے پھر جب آیا اُن کا رسول فیصل کیا جاتا ہے اُنکے درمیان قسط کیساتھہ اور اُن پر ظلم نہین کیا جاتا اور کہتے ہین کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ مین مالک نہین اپنے نفس کے نقصان کا نہ فایدہ کا مگر جو چاہا ہے اللہ نے ہر اُمت کیلئے وقت مقرر ہے جب آیا انکا وقت مقرر تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے اور نہ آگے بڑھتے ہین

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی امت کے لئے ان کا رسول آجاتا ہے تب وہ مکلف سمجھے جاتے ہین اور قسط کے ساتھہ اس امت کا فیصلہ ہوتا ہے یعنی جزا اور سزا اعمال کی قسط کیساتھہ

دیجاتی ہے اور آنحضرتؐ کو اللہ نے اس کہنے کا حکم دیا ہے کہ میں اپنے
نفس کے نقصان یا فایدہ کا مالک نہیں ہوں بلکہ جو اللہ نے چاہا ہے
اسی کے مطابق نفع یا ضر مجھکو پہنچتا ہے۔ لہذا کوئی شخص اپنے نفع و
ضر کا مالک نہ ہوا اور جو کچھہ خدا نے چاہا ہے وہی اس کو پہنچیگا۔ کیونکہ
جب آنحضرتؐ کے لئے ایسا ہے تو دوسرے کے لئے بطریق اولی
ہوگا۔ دوسرے یہ بھی آنحضرتؐ کو ان آیات میں کہنے کا حکم ہوا کہ ہر امت
کے لئے ایک وقت معین ہے جب وہ وقت معین آجاتا ہے تو ایک
گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں نہ آگے بڑھتے ہیں یعنی زوال پذیر ہوجاتے و نابود ہوجاتے ہیں
پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ افراد کیطرح قومیں بھی اپنی عمر طبعی میں پہنچکر
وقت معین میں فنا اور زوال پذیر ہوجاتی ہیں یہ وہ مسئلہ ہے جسکو آج
مغربی محققین محققہ قرار دے رہے اور کہہ رہے ہیں لیکن ایک ان پڑھ
اور بدوی قوم میں ایک امّی نے بطور حکم خدا کے بیان فرمایا ہے جس کو
تیرہ ۱۳ سو سال سے زیادہ مدت گذر چکی ہے اور تجربہ کرنے کے لئے
اس کے پاس کوئی مواد ایسا نہ تھا جیسا اب ہے تو کیا یہ امر حیرت انگیز
نہیں اور صداقت و امانت آنحضرتؐ کی اس سے نہیں ثابت ہوتی۔

گرد و پیش کے حالات سے متناسب بننے کے فوائد و تاکید

سورہ یٰس میں ہے واذا قیل لھم اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم ۔۔۔۔ اور جب کہا جاتا ہے ان کو ڈرو تم اس سے کہ تمہارے ہاتھوں کے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے

لعلکم ترحمون ۝ وما تاتیھم من ۔۔۔ تاکہ رحم کئے جاؤ اور نہیں آتی اُنکے پاس
ایۃ من ایت ربھم الا کانوا عنھا ۔۔۔ کوئی آیت اُنکے رب کی آیات میں سے اُنکے رب کی
معرضین ۝ ۔۔۔ طرف سے مگر اُس سے روگردانی کرتے ہیں۔

پس ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے اُن بندون پر حسرت کیا ہے جیسا کہ سابق میں اس آیت کے جو الفاظ ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے جو اپنے آگے اور پیچھے کی چیزون اور حالات سے ڈر کر نہیں بچتے تاکہ اُن پر رحم ہو یعنی اپنے اردگرد کی چیزون سے متناسب ڈر کر نہیں ہوتے تاکہ وہ اُن کے لئے مفید و مسخر ہو جاوین اور وہ اُن سے فایدہ اُٹھاوین بلکہ جو آیت اُن کے رب کی طرف سے ان کے پاس آتی ہے اُس سے اعراض کرتے ہین یعنی اُن اسباب صحیحہ قویہ فطرتی سے جو قوانین فطرت کے مطابق اُن کے اردگرد موجود ہوتے ہین اپنی حالت کو متناسب نہین بناتے اور بجائے اسکے کہ اُن کے طرف متوجہ ہون اُن سے اعراض کرتے ہین کیونکہ وہ اللہ کی آیات یعنی قوانین فطرت کے وجہ سے اور اُسکے موافق وجود پذیر ہوتے ہین اور قوانین فطرت کے نتایج غیر متغیر ہین پس اُن کے نتایج سے بچنا اور اُن سے متناسب نہ ہونا آیات اللہ کی خلاف ورزی کرنا ہے البتہ اردگرد کے حالات جنکے خلاف ہون تو ناموافق حکم الٰہی ہون اُن سے متناسب ہونا ضروری نہین لہذا نہایت بلاغت و خوبی سے اس فلسفی و اصلی مسئلہ کو ان آیات مین بیان کیا گیا ہے

پھر جو اس رحم الٰہی سے فایدہ نہ اُٹھاوے اُس پر حسرت اللہ کی بھی اور بندون کی بھی زیبا ہے۔ لہذا جب ایسی آیات اللہ کیطرف سے ارد گرد و آگے پیچھے ہون تو اُس سے اعراض نہ کرنا چاہیئے بلکہ اپنی ذات کو ایسا بنا لینا چاہیئے کہ اُن سے فایدہ اُٹھا سکین اور اُن کے نقصانات رسانی سے بچ جاوین اور جو حق ہو اُسکی معاونت کر سکین۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ نقصان یا ہلاکت کا وہ سبب ہون۔ اور آدمی تناسب نہون۔

عمل صالح ایمان کیساتھ اگر ہو تو اُسکا سبب تزکیہ ہوتا ہے

سورہ طٰہٰ مین ہے ومن یاتہ مومنا قد عمل الصٰلحٰت فاولٰئک لھم الدرجٰت العلٰی جنٰت عدن تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا و ذٰلک جزاء من تزکّٰی ؏

اور جو آوے اُس کے پاس مومن ہو کر اور بیشک عمل صالح کئے ہون تو اُن کیلئے درجے بلند ہین جنتین بسنے کی جگہ بہتی ہین جنکے نیچے نہرین رہین گے اُس مین اور یہ بدلا ہے اُس کا جس نے تزکیہ کیا۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے سے بلند درجے ملین گے اور بسنے کے لئے جنتین ملینگی جنکے نیچے نہرین بہتی ہونگی اور اُسی مین وہ رہینگے یہ بدلا اُس کا ہے جس نے تزکیہ کیا۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر تزکیہ کے عمل صالح نہین ہوتا ہے اور تزکیہ یعنی ضبط نفس کا یہ ثواب ہے جسکی وجہ سے مومن ہو کر عمل صالح کیا۔ پس تزکیہ سبب ہوتا ہے ایمان و عمل صالح کا اور

بغیر تزکیہ کے وہ کما حقہ نہین ہو سکتے۔ اسلیئے ان آیات سے ثابت ہوتا ہے
کہ تزکیہ ہی اصل اصول ہوا جس کو سب سے پہلے ہر عمل صالح
و ایمان کے چاہنے والے کو حاصل کرنا چاہیئے۔ لہذا خلاصہ عطر
کل اعمال کا تزکیہ ہوا اور تمام خصایل و اعمال مین ضبط نفس ہی انسان
کا سب سے بڑا کمال ہے محققین مغربی اب جسکی تصدیق کر رہے ہین۔

عمل صالح کے مفہوم و معنی

عمل صالح و صالحین کے ثواب قران مجید مین مذکور ہین اور درجہ صالحین
کا فضل آیات قرانی سے ثابت ہوتا ہے لیکن یہ تفصیل بالصراحت
نہین ہے کہ کون کون جزئی عمل عمل صالح ہین اور کون جزئی عمل
کرنے والا صالحین مین سے ہے یعنی جیسا کہ جزئی اعمال کی مثال دیکر
اولئک هم المتقون یا هذا صراطی مستقیما قران مین ہے ویسا اولئک
هم المصلحون یا هذا العمل الصالح قران مجید مین نہین ہے اور وجہ
اس کی یہ ہے کہ جو عمل صلاحیت و قابلیت خدا کے حکم کے موافق
ہونے یا یون کہو کہ اپنے اردگرد کے متناسب ہونے اور سودمند
ہونے یا یہ کہ نیک نتیجے کار کھتا ہو وہ عمل صالح ہے۔ پس عمل صالح
کوئی مخصوص یا جزئی عمل نہین کہ معہ اضافت اسکی تفصیل ہو سکے کیونکہ
زمان و مکان و حالت و شخصی و نوعی کیفیت کے بدلنے کیساتھ صالحیت
بھی بدل جاتی ہے اور اس کا معیار نیکی و بدی کا بدل جاتا ہے خصوصاً

ارد گرد کے حالات اور واقعات اُن افعال کے نتایج کو مختلف کر دیتے و بدل دیتے ہین جو سبب سود مندی ہوتے ہین اور جو حق ہین اُن کا شمار عمل صالح مین ہوتا ہے۔ بضرورت کشت و خون ہوتے ہین عمل صالح ہو جاتے ہین۔ لهذا اللہ تعالیٰ نے یہ بلیغ لفظ مفہوم مذکور کے لئے استعمال فرمایا یعنی ایسا عمل جو بالکل ٹھیک حق۔ درست۔ راست۔ صحیح (فٹ) ہو اور جو ایسی قابلیت رکھتا ہو کہ اس کے نتایج مفید ہو جاوین۔ بخلاف تقوےٰ کے کہ اُس کا مفہوم یہ ہے کہ ڈر کر بچین اور نیک کام کرین یا صراط مستقیم کے کہ اس مین چند افعال کے اختیار اور چند کے ترک کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جس عمل کا نتیجہ مفید و سود مند ہو وہ صالح ہے خود کوئی عمل عمل صالح نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی عمل کو صالح و نیک سمجھکر کرین اور اُسکا نتیجہ صالح نہ پیدا ہو بوجہ اس کے کہ وہ عمل قابلیت صالحیت کی نہ رکھتا ہو اور غلطی و غلط فہمی سے کیا گیا ہو اور بظاہر اُسمین کسیکا نقصان نہ معلوم ہوتا ہو۔

مومن اور سچے مومن ہونے کیلئے شرط و معیار

سورہ انفال مین ہے فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین سو تقوےٰ کرو اللہ سے اور اصلاح کرو آپس کی اور اطاعت کرو اللہ اور اُس کے رسول کی اگر تم مومن ہو۔ سوائے

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایٰتہ زادتھم ایمانا الآیہ

اسکے یہ معنی ہیں کہ مومن وہ ہیں کہ جب نام آوے اللہ کا ڈر جاویں ان کے دل اور جب پڑھی جاویں اُنپر اُسکی آیات زیادہ کر دیویں اُن کے ایمان کو الآیہ

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن ہونے کے لئے اور اُسکے پورے ثابت کرنے کے لئے اللہ سے تقوے اور آپس کی اصلاح اور اللہ و رسول کی اطاعت لازم ہے کیونکہ ان کنتم مومنین کی شرط اعمال مذکورہ کرنے کی بابت ہے اور اُس کے بعد یہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا نام آوے تو اُن کا دل ڈر جاوے نیز اور صفات و افعال بیان کر کے یہ فرمایا ہی کہ وہی مومنون حق ہین یعنی سچے مومن ہین۔ پس سچے مومن و ثابت مومن ثابت کرنے کے لئے صفات مذکورہ آیت سے متصف ہونا لازمی ہے اور تقوی اللہ سے یہی ہے کہ اللہ سے ڈر کر برائیون سے بچین اور اسی لئے ایسا ہونا چاہیئے کہ جب اللہ کا نام آوے تو ڈر ہو اور اُسکی آیات جب پڑھی جاوین ایمان زیادہ ہو اور نماز اور نفقہ جو برائیون سے بچاتے ہین اُس پر مداومت ہو اور اللہ پر توکل ہو تا کہ دوسرے سے خلاف حکم خدا کے خوف نہ کرین۔

جو آیات اللہ پر ایمان لاوین اگر توبہ و اصلاح کرین تو اللہ کو بوجہ رحمت لازم ہے کہ مغفرت و رحمت کرے برخلاف اللہ پر ایمان نہ لانیوالو نکے

اللہ پر مغفرت و رحم کرنا اُن پر لازم نہین ہے۔

سورہ انعام مین ہے و اذا جاءك الذين	اور جب آوین تیرے پاس وہ لوگ جو ہماری
یومنون بآیٰتنا فقل سلام علیکم	آیات پر ایمان لائے ہین تو تو کہہ سلامتی ہو تمہارے
کتب ربکم علیٰ نفسه الرحمة انه	اوپر لازم کر دیا ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو
من عمل منکم سوء بجهالة ثم	کہ جو عمل کریگا تم مین سے بُرا بے جانے پھر توبہ کرے گا
تاب من بعده واصلح فانه غفور	اُسکے بعد اور اصلاح کریگا تو وہ غفور رحیم ہے
رحیم وکذٰلك نفصل الاٰیٰت و	اور اسیطرح ہم تفصیل کرتے ہین آیات کی اور تاکہ
لتستبین سبیل المجرمین ط	ظاہر ہو جاوے راہ جرم کرنے والون کی۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو آیات اللہ یعنی اُس کے حکم پہ ایمان لاوے گا اور نادانی سے کوئی بُرائی کرے گا تو اگر اُس کے بعد توبہ اور اصلاح کرے گا تو بوجہ رحمت اللہ پر لازم ہے کہ وہ بخشدے اور رحم کرے برخلاف اُس کے جو مجرم ہین یعنی ایمان آیات اللہ پہ نہین لاتے وہ اگر توبہ و اصلاح کرین حالانکہ کر نہین سکتے تو اللہ پر لازم نہین ہے کہ مغفرت و رحم کرے کیونکہ مالک کے نافرمان وہ ہین پھر چاہے سزا دے اور چاہے بخشدے فرمانبردار و نافرمانبردار کے سزا دینے مین بوجہ مذکورہ مختار ہی اور اُنمین فرق کرنا عدل ہی۔ اس فرق کا اسلیئے بیان فرمایا کہ مجرمونکی سزا کا فرق ظاہر ہو
تقوے اور اصلاح نہ کرنا اُن آیات اللہ کو جھٹلانا اور اُنسے کبر

کرنا ہے جسکو رسول سناتے ہین اور تقوی و اصلاح کرنیوالے کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے

سورہ اعراف مین ہے یٰبنی آدم	اے بنی آدم کبھی آوین تم پاس پیغمبر
اما یاتینکم رسل منکم یقصون	تم مین سے سناوین تم کو میری آیات کو سو جو
علیکم ایٰتی فمن اتقی و اصلح فلا	کوئی متقی ہوا اور اصلاح کی تو خوف نہین
خوف علیھم و لا ھم یحزنون	ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہون گے اور جنہون نے
والذین کذبوا بایٰتنا و استکبروا عنھا	جھٹلایا ہماری آیات کو اور کبر کیا اُس سے
اولئک اصحٰب النار ھم فیھا	وہی اصحاب النار ہین اُسی مین
خالدون ط	رہین گے۔

پس ان آیات مین بنی آدم مخاطب ہین اور رسولون کے آیات سنانے کے نتایج یہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہین کہ جو سننے کے بعد تقوی اور اصلاح کرے تو اُن پر نہ خوف ہوگا نہ غمگین ہون گے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاوین اور اُس سے کبر کرین وہ اصحاب النار ہین لہذا معلوم ہوا کہ تقوے و اصلاح نہ کرنا اللہ کی ان آیات کو جھٹلانا اور اُس سے کبر کرنا ہے جو اپنی امت پر رسول سناتے ہین۔

قوانین فطرت و آیات قدرت سے اللہ کی ذات اور اُسکی آیات و قدرت پر استدلال اور مافوق قدرت و عادت سے

انکار اور انکا بیفایدہ ہونا مثلاً فرشتون کا اُترنا یا قرطاس پر نازل ہونا اور رسولون کا صرف مبشر و منذر ہونا نہ کہ اسطرح پر اپنی تصدیق کرانا

سورہ انعام مین ہے قل ارءیتم	تو کہہ کیا دیکھا تم نے اگر لیوے اللہ تمہارا
ان اخذ اللہ سمعکم و ابصارکم	سننا اور تمہاری بینائی اور مہر کر دے تمہارے
وختم علی قلوبکم من الہ غیر اللہ	دلون پر کون سا معبود ہے اللہ کے سوا کہ اُن کو
یاتیکم بہ انظر کیف نصرف الایت	لا دیوے تمہارے لئے دیکھ کسطرح پھیر پھیر بیان
ثم ھم یصدفون قل ارءیتکم	کرتے ہین ہم آیات کو پھر وہ کنارہ کرتے ہین تو کہہ کیا دیکھا
ان اتکم عذاب اللہ بغتۃ او جھرۃ	تمنے اگر آوے تم کو اللہ کا عذاب یکبارگی یا ظاہر نہین ہلاک
ھل یھلک الا القوم الظلمون	کئے جاوینگے مگر قوم ظالم نہین بھیجتے ہم مرسلین کو مگر بشارت
وما نرسل المرسلین الا مبشرین	دینے والے اور آگاہ کرنے والے تو جو ایمان لایا
و منذرین فمن امن و اصلح	اور اصلاح کیا تو نہ خوف ہے اُن پر اور نہ وہ
فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون	غمگین ہون گے اور جنہون نے جھٹلایا ہماری
والذین کذبوا بایتنا یمسھم العذاب	آیات کو ملیگا ان کو عذاب بسبب انکے فسق کے
بما کانوا یفسقون قل لا اقول	تو کہہ نہین کہتا مین تم کو کہ میرے پاس اللہ کے
لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم	خزانے ہین اور نہ مین جانتا ہون غیب کو اور نہ
الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان	مین کہتا ہون تم سے کہ مین فرشتہ ہون نہین
اتبع الا ما یوحی الی قل ھل یستوی	پیروی کرتا ہون مین مگر اُسکی جسکی وحی کیجاوے میرے
الاعمی والبصیر افلا تتفکرون ط	طرف تو کہہ نہین برابر نابینا و بینا سو کیا تم تفکر نہین کرتے

پس ان آیات سے حسب ذیل امور بھی ثابت ہوتے ہین جو قابل یاد رکھنے کے ہین - (۱) اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر تمہارا سننا اور دیکھنا اللہ لیلے تو کوئی معبود غیر اللہ کے اُس کو دے نہین سکتا اور اسکو آیات کہا - (۲) یہہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم مرسلین کو نہین بھیجتے مگر بشارت دینے والے اور آگاہ کرنے والے سو جو ایمان لایا اور اصلاح کی تو اُس کو خوف وغم نہین - پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کا کام صرف بشارت دینا اور آگاہ کرنا ہے تاکہ لوگ ایمان لاوین اور اپنی اصلاح کرین اور اُس کا نتیجہ یہ ہو کہ خوف وغم اُن کو نہ ہو یہ کام رسولون کا اصلی نہین ہے کہ وہ آیات یعنی مستبعد امور کو دکھلاوین تو لوگ ایمان لاوین اور اپنی اصلاح کرین - (۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو جھٹلاوین ہماری آیات کو تو بسبب اُن کے فسق کے اُن کو عذاب لگ جاوے گا - پس آیات کا جھٹلانا فسق کرنا ہوا یعنی حکم خداوندی پہ عمل نہ کرنا - لہذا آیات کے معنی اس آیت مین حکم کے ہوئے - (۴) پھر خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ تو کہدے کہ مین تم سے نہین کہتا ہون کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہین اور نہ جانتا ہون مین غیب کو اور نہین کہتا مین کہ مین فرشتہ ہون - پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر معمولی چیزون اور مستبعد امور کا دعوے آنحضرتؐ نہین کرتے تھے بلکہ انسان ہو کر بشارت دیتے اور آگاہ کرتے تھے نہ کہ فرشتہ بنکر یا عالم الغیب بنکر یا لالچ دلا کر - (۵) یہ کہ انہین آیات مین ہے کہ مین نہین اتباع کرتا

مگر اُس کی جو وحی کیگئی ہے میرے طرف تو کہدے نہین برابر اندھا اور دیکھنے والا پس اس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ وحی کے ذریعہ سے نہ کہ عالم الغیبی کے ذریعہ سے آنحضرتؐ بصیر ہوئے اور اُسکی پیروی کرتے ہین برخلاف اُس کے کافر اندھے ہین پس ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وقادر ہونا اُنہی امور مین بیان فرمایا جو ممکنات مین سے ہین اور اُنہی کو آیات قدرت قرار دیا سورہ انعام مین ہے

قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم	تو کہہ اُسکو قدرت ہے کہ اُٹھاوے تم پر عذاب تمہارے
عذابا من فوقکم او من تحت	اوپر یا تمہارے پانون کے نیچے سے یا ملادے تم کو
ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق	فرقے کرکر اور چکھاوے تمہارے بعض کو لڑائی کا
بعضکم باس بعض انظر کیف نصرف	مزا بعض سے دیکھہ کسطرح پھیر پھیر بیان کرتے ہین
الاٰیٰت لعلھم یفقھون ط	ہم آیات کو تاکہ تفقہ کرین۔

پس اس آیت مین آیات سے مراد آیات قدرت لی گئی ہے اور اللہ کو اُس پر قادر ظاہر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عذاب اوپر سے یا پانون کے نیچے سے پہنچا دیوے یا متفرق کرکے بعض کو بعض سے لڑا دیوے لہذا اللہ کے احکام کو ماننا چاہیئے اور مافوق قدرت و عادت آیات سے استدلال نہ کرنا چاہیئے۔ سورہ انعام مین ہے۔

ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج	اللہ پھوڑ نکالتا ہے دانون اور گٹھلیون کو نکالتا ہے
الحی من المیت ویخرج المیت من	زندے کو مردے مین سے اور مردے کو زندے مین سے
الحی ذٰلکم اللہ فانیٰ تؤفکون فالق	یہ ہے اللہ رب تمہارا پس کہان پھرے جاتے ہو

الاصباح وجعل الیل سکنا والشمس — پہوٹ نکالتا ہے صبح کو اور کرتا ہے رات کو چین کی چیز
والقمر حسبانا ذلک تقدیر العزیز — اور چاند اور سورج حساب کا معیار ہین یہ اندازہ ہے
العلیم وھو الذی جعل لکم النجوم — غالب علم والے کا اور اسی نے ٹھرایا تمہارے لیے ستارون کو
لتھتدوا بھا فی ظلمت البر والبحر — کہ سیدہا نکے راہ پاؤ اندہیرے مین خشکی اور تری کی
قد فصلنا الایت لقوم یعلمون — بیشک مفصل بیان کی ہے آیات کو اس قوم کیلئے جو جانتے ہین

پس ان آیات مین بھی آیات قدرت کا بیان ہے اور تقدیر عزیز علیم کو جسطرح رات کو چین کی چیز اور چاند اور سورج کو معیار حساب اور ستارون کو راہ دکہانے والا اندہیرے مین قرار دیا ہے بیان فرمایا ہے اور جاننے والی قوم کے لئے آیات کا تفصیل کرنا بیان فرمایا ہے لہذا آیات کے معنی ان آیات مین آیات قدرت ہین ۔ سورہ انعام مین ہے

ولو نزلنا علیک کتبا فی قرطاس — اور اگر ہم اتارتے تجھہ پہ کوئی کتاب قرطاس مین
فلمسوہ بایدیھم لقال الذین — سو چھوتے وہ اسکو اپنے ہاتھون سے البتہ کہتے کافر
کفروا ان ھذا الا سحر مبین وقالوا — نہین یہ مگر صریح جادو اور کہتے ہین کافر کیون نہ
لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا — اتارا گیا اُس پر فرشتہ اور اگر ہم اتارتے فرشتہ البتہ فیصل
ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون — کردیا جاتا کام پہر نہ مہلت ملتی اُن کو اور اگر ہم کرتے
ولو جعلنہ ملکا لجعلنہ رجلا وللبسنا — اسکو فرشتہ تو کرتے ہم اُس کو آدمی البتہ مشتبہ
علیھم ما یلبسون ط — کردیتے ہم اُنپر وہی جواب اشتباہ کرتے ہین

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلاف عادت اور غیر ممکن امور آیات اللہ کے منوانے کے لئے اللہ نہین نازل کرتا اسی لئے ان

آیات مین فرمایا ہے کہ اگر ہم بجاے قرآن بالفظ اُتارنے کے کاغذ پر
لکھا بھیجتے تو کافر اُس کو صریح جادو کہتے کیونکہ جو اُتارتا اسکو دکھلانا پڑتا۔ اور
کاغذ مکتوب کو وہ چھوتے اور دیکھتے اور اُس کے بعد ہی اُس کا
بھی جواب دیا ہے کہ فرشتہ کیون نہ آنحضرتؐ پر اُتارا۔ تاکہ اسکا بھی
جواب ہو جاوے کہ کاغذ لپٹا ہوا جو اوترتا تو فرشتہ بھی لانیوالا دکھلانا پڑتا
چنانچہ فرمایا کہ اگر ہم فرشتہ اُتارتے تو پھر مہلت اُن کو نہ ہوتی کہ ایمان
لاوین ایک تو یہ ہوتا دوسرے اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو آدمی ہی کی شکل مین
بھیجتے کیونکہ غیر متشکل کیسے پیغام لاتا پھر نتیجہ یہی ہوتا کہ جو شبہہ اب کر رہے
ہین وہی اُس وقت بھی کرتے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ خلاف عادت و
غیر ممکن چیزون کو اللہ اپنے اور اپنی آیات کے ثابت کرنے و منوانے
کے لئے نہین بھیجتا اور اگر بھیجتا تو کچھ فایدہ نہ ہوتا اور کافر وہی شک کرتے
جواب کرتے ہین اور صریح جادو کہتے۔ دوسرے یہ بھی ثابت ہوتا ہے
کہ خلاف قانون قدرت کام نہین ہوتا فرشتہ کا بھی اُترنا ایسا ہی ہے۔ اس
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکمت الٰہی کا مقتضا یہ ہے کہ اس دنیا مین
انسان ہی ہون فرشتہ نہ ہون لہذا فرشتون کے غیر متشکل ہو کر آنے
سے انکار اس آیت سے ثابت ہوتا ہے یہ یاد رکھنے کی بات ہے

سورہ انعام مین ہے ولو اننا — اور اگر ہم اوتارتے اُن پر فرشتوں کو
نزلنا علیهم الملئکة وکلمهم الموتی — اور بات کہتے اُن سے مردے اور جلا کر
وحشرنا علیهم کل شئ قبلا ما کانوا — اُٹھا کر لاتے ہم اُن پر ہر شے کو اُن کے

لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرھم یجھلون ط
سامنے نہ ہوتا کہ ایمان لاوین مگر یہ کہ چاہے اللہ ولیکن اکثر اُن کے جاہل ہین۔

آیات سابقہ مین آنحضرتؐ پر ملک اور قرطاس کے اُترنے کا جواب تھا اس آیت مین اس کا جواب ہے کہ اگر خود کافرون پر ملایکہ اُترتے اور مُردے بولتے اور ہر چیز کا حشر اُن کے سامنے ہوتا تو کیا نتیجہ ہوتا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تب بھی وہ ایمان نہ لاتے کیونکہ ایمان وہ جب ہی لاتے جب اللہ چاہتا اور اللہ اس طریق کے ذریعہ سے ان کا ایمان لانا نہین چاہتا تھا پھر کیسے ایمان لاتے نتیجہ اس بیان و طریق مذکورہ بالا بیان کا بہت واضح ہے کہ اس طریق سے جیسا کافر چاہتے تھے آئین فطرت و قوانین قدرت کے رو سے عمل نہین ہو سکتا نہ اللہ ایسا چاہتا ہے لہذا اس طرح مافوق قدرت امور سے ایمان کو وہ نہ لاتے بلکہ جو طریق ایمان کا ہے وہ اس عالم مین یہی ہے کہ رسولؐ بشارت دیوین اور آگاہ کرین جس کو اللہ نے چاہا ہے یعنی جو شخص متناسب بروے قانون قدرت ہے وہ ایمان لاویگا۔ اور جس کو اللہ نے نہین چاہا یعنی اُس نے اپنے کو متناسب اپنے گرد و پیش کے حالات و ہدایات سے نہین کیا وہ ایمان نہین لاویگا۔ اللہ تعالےٰ نے استدلال آیات قدرت سے کیا ہے و بشارت و نذارت پر کان لگانے کو بھی کہا ہے۔ سورہ فرقان مین ہے۔

قال الذین لا یرجون لقاءنا
اور کہا اُن لوگون نے جو نہین رجا رکھتے ہین

لولا انزل علینا الملئکۃ او نرے ربنا لقد استکبروا فی انفسھم وعتو عتوا کبیرا یوم یرون الملئکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین ویقولون حجرا محجورا ط

ہمارے ملنے کی کیون نہ اتارے گئے ہم پر فرشتے یا کیون دیکھ نہ لیوین ہم اپنے پروردگار کو بیشک بڑائی کرتے ہین وہ اپنے جی مین اور سر پر چڑھ رہے ہین بہت بڑا سر پر چڑھنا جسدن دیکھینگے ملایکہ کو نہین بشارت اسدن مجرمین اور کہینگے بند کر دیتے جاو جیسا کہ حق ہے بند کر دینے کا

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کہنا کہ ملایکہ ہم پر کیون نہ اترین اور اللہ کو ہم کیون نہ دیکھ لین استکبار اور بہت سر پر چڑھنا ہے اور جس دن ملایکہ کو دیکھینگے اس دن ان کو بشارت نہین ہوگی۔

انجام اندیشی کل کیلئے ومحاسبہ

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد ط

اے مومنو ڈر کر بچو اللہ سے اور چاہیئے کہ دیکھے ہر شخص کہ کیا بھیجا کل کے لئے۔

پس ہر مومن کو لازم ہے کہ دیکھتا رہے کہ کل کے لئے کیا بھیجے گا۔ اور کل کے لئے آج سے طیاری کرے اور محاسبہ کرتا رہے۔

یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ تزکیہ بالیقین ہوگیا

سورہ نجم مین ہے فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی

سو دعوے نہ کرو کہ ہم ہزکی ہوگئے خدا زیادہ جانتا ہے اس کو جو متقی ہوا۔

اس آیت مین یہ ہدایت کی گئی ہے کہ کسی شخص کو اپنے اتقا کیوجہ سے

اسپنے کو بہ نہ سمجھ لینا و دعوے نہ کرنا چاہیئے کہ اُس کے افعال و عادات درست ہو گئے اور سنور گئے اور اُس کا تزکیہ نفس ہو گیا کیونکہ بالیقین کوئی شخص یہ نہیں سمجھ سکتا واقعات و معاملات ہی فیصلہ کر سکتے اور ثابت کر سکتے ہیں اور خدا تعالے ہی حقیقت حال جانتا ہے جس کو اس آیت میں ھو اعلم کر کے بیان فرمایا ہے۔ لہذا اچا بچتے رہنا چاہیئے اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اصلی علم خدا تعالی کو ہے اس لئے ممکن ہے کہ مجھکو دھوکا ہوتا ہو لہذا دعوے و بھروسہ نہ کرنا چاہیئے کہ میرا تزکیہ نفس ہو گیا

اسلام کے دین ہونے سے اللہ تعالے کا راضی ہونا اور اُس کا کامل و متمم نعمت ایزدی ہونا اور کافروں کا اُس دن سے مایوس ہو جانا

سورہ مایدہ میں ہے الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشونی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً

آج ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے پس نہ ڈرو اُن سے اور مجھ سے ڈرو آج کامل کر دیا میں نے تم لوگوں کیلئے تمہارے دین کو اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت کو اور راضی ہوا میں تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے کو

جس دن یہ آیت نازل ہوئی ہے اُس دن سے اللہ نے فرمایا کہ کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے یعنی یہ کہ تمہارے دین پر

غالب ہونے سے مایوس ہو گئے۔ پس اُن سے اب نہ ڈرو اور
مجھ سے ڈرو۔ دوسری بات یہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آج مین نے
تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا جس سے ثابت ہوتا ہے
کہ جو امور دین کے کامل ہونے کے لئے ضروری تھے وہ اُس دن
قبل نزول اس آیت کے پورے ہو گئے۔ پس بشمول اُن احکام و آیات
قرآنی و دیگر امور کے جو ما قبل ہو چکے تھے دین کامل ہو گیا اور اس سے
بھی ثابت ہوتا ہے کہ جبکہ دین محمدی مومنین کیلئے کامل ہو گیا
تو وہ آخر دین اور سب سے پچھلی شریعت ہوئی کیونکہ کامل ہونے کو کچھ
باقی نہ رہا بلکہ جو کامل ہونے کو دوسری شریعت مین باقی تھا وہ دین مذکور
مین کامل ہو گیا تیسرے اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ پوری کردی مین نے
تمہارے لئے اپنی نعمت کو۔ پس اس سے فضیلت دین محمدی کی
ثابت ہوتی ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ کو دینی تھی اُس کو اُس نے دیدی
بعد اُس سے زیادہ نعمت اب کسی اُمت کو نہین مل سکتی کیونکہ وہ پوری
ہو گئی ادھوری نہ رہی۔ چوتھے اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ مین راضی ہوا
تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے کو۔ پس اس سے یہ ظاہر
کرنا مقصود ہے کہ دین محمدی سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور اس طرح
رضائے مولیٰ معلوم ہو گئی اور تصدیق ہو گئی کہ اسلام دین سچا اور برحق
ہے اور کامل ایسا ہے جن کے پیرون کے لئے اللہ کی نعمت
پوری ہو گئی ہے۔

جو اللہ کو دوست رکھتا ہو اُس کو چاہیئے کہ آنحضرتؐ کی اتباع کرے تاکہ اللہ اُسکو محبوب رکھے اور اُسکے گناہونکی مغفرت کرے

سورہ آل عمران مین ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ط

تو کہہ اگر تم دوست رکھتے ہو اللہ کو تو اتباع کرو میری اللہ دوست رکھیگا تم کو اور مغفرت کرے گا تمھارے گناہونکی اور اللہ غفور رحیم ہے۔

پس اللہ کو جو دوست رکھتا ہے اگر آنحضرتؐ کی اتباع کرے تو اللہ اُسکو دوست رکھے گا اور اُس کے گناہون کی مغفرت کرے گا۔

ہدایت کے بعد قوم کب گمراہ ہوتی ہے

سورہ توبہ مین ہے وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھدٰھم حتی یبین لھم ما یتقون ان اللہ بکل شئ علیم ط

اور اللہ ایسا نہین کہ گمراہ کردے کسی قوم کو بعد اس کے کہ ہدایت پر لا چکا اُن کو جبتک کہ ظاہر نہ کردے اُنپر کہ کس چیز سے اُنکو تقوی کرنا چاہیئے اللہ ہر شئے پر علیم ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی قوم ہدایت پاکر اُسوقت تک گمراہ نہین ہوتی جب تک کہ یہ جان نہ لے کہ کس چیز سے اُس کو بچنا چاہیئے۔ اور اللہ قبل اُس کے گمراہ کرنے کے اُنپر ظاہر کردیتا ہے کہ اس سے اُن کو بچنا چاہیئے۔

سزا کا دینا آخرت کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے دنیا مین بلا ضرورت بدلا نہ لینا چاہیئے اور ہر آدمی اپنے عمل کا ذمہ وار ہے

سورہ جاثیہ مین ہے قل للذین امنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام اللہ لیجزی قوما بما کانوا یکسبون من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا ثم الی ربکم ترجعون

تو کہدے ایمان والون کو بخشدین اُن لوگون کو جو نہین رکھتے اللہ کے دنون کی تا کہ بدلا دے اُس قوم کو اُن کے کسب کا جنے عمل کیا صالح تو اپنے لئے اور جنے برا عمل کیا تو اُسکا ذمہ دار ہے پھر اپنے رب کیطرف رجوع ہونگے

پس ان آیات سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ کافرون سے ایسے امور کا بدلا نہ لیا جاوے اور اُن کو بخشدیا جاوے جنھین وہ آخرت مین عذاب پا سکتے ہین تا کہ اُس بدلا کیوجہ سے اُن کے عذاب مین تخفیف نہ ہو۔ دوسرے ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ جزا و سزا اُسیکو ملیگی لہذا بہتر یہ ہے کہ بدلا لینے کے لئے مومنین کیطرف سے بغیر ضرورت اس دنیا مین عمل نہ ہونا چاہیئے کہ اُن کے دشمنون کی ذمہ داری مین مواخذہ مین تخفیف کا سبب ہو اور اُن کو فایدہ پہنچ جاوے اس طرح بہت سے نزاعات مابین مومنین و کافرین کے کم ہی ہو جاتے ہین۔ لہذا یہ حکمت ہی ہے کہ بدلا لینے کیلئے مزید اعمال نہ کرنے ہون گے۔

رات و دن کو کیون خصوصاً دن کو مبصرہ کیون اللہ نے بنایا اور دن معاش و تلاش فضل کیلئے ہے۔

سورہ نبا مین ہے وجعلنا نومکم سباتا وجعلنا الیل لباسا وجعلنا النھار معاشا
اور بنایا ہمنے تمہاری نیند کو دفع ماندگی اور بنایا ہمنے رات کو اوڑھنا اور بنایا ہمنے دن کو معاش کے لیئے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نیند سے ماندگی یعنی محنت کرنے کا کسل رفع ہوتا ہے اور رات لباس یعنی اُس کا اندھیرا کام کی چیزون کو ڈہانک لینے والا اور نیند کا لانے والا ہوتا ہے اور چین کرانیوالا جیسا کہ دوسری آیت مین ہے کہ لتسکنوا فیہ تاکہ رات مین چین پکڑو تم اور دن کو معاش کے لئے یعنی محنت کرکے معاش پیدا کرنے کیلئے اللہ نے کہا پس نتیجہ یہ ہے کہ رات عموماً چین و آرام و سونے کیلئے اور دن محنت کرکے معاش پیدا کرنے کیلئے ہوتے ہین۔ سورہ انعام مین ہے فالق الاصباح وجعل الیل سکنا والشمس والقمر حسبانا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ط
پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی کا اور ٹھہرایا رات کو چین کیلئے اور سورج و چاند حساب کیلئے یہ اندازہ ہے عزیز علیم کا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رات چین کے لئے اور چاند و سورج شمار ایام وحساب کے لئے ہین۔ سورہ یونس مین ہے۔
ھو الذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ والنھار مبصرا ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یسمعون ط
وہی وہ ہے جسنے بنایا تمہارے لئے رات کو تاکہ چین پکڑو اسمین اور دن کو دکھانے کے لایق اسمین آیات ہین سننے والی قوم کیلئے۔

سورہ بنی اسرائیل مین ہے وجعلنا
اور ہم نے بنائی رات اور دن

الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربكم ولتعلموا عدد السنين والحساب ۞

دو آیتیں پھر مٹا دیا آیت رات کو اور بنا دیا آیت دن کو دکھانے کی چیز تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور جانو گنتی سنوں اور حساب کی۔

سورہ مومن میں ہے الله الذی جعل لكم الليل لتسكنوا فيه والنهار مبصرا ان الله لذو فضل على الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون ذلكم الله ربكم خالق كل شيء لا اله الا هو فانى تؤفكون كذلك يؤفك الذين كانوا بآيات الله يجحدون ۞

اللہ وہ ہے جسنے کیا تمہارے لئے رات کو تاکہ چین پکڑو اسمین اور دن کو دکھلانیوالا اللہ صاحب فضل ہے آدمیوں پر لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے یہ ہے اللہ تمہارا رب پیدا کرنیوالا ہر شے کا نہیں معبود مگر وہ سو کہاں سے پھیرے جاتے ہو اسیطرح پھیرے جاتے ہیں وہ لوگ کہ اللہ کی آیات سے منکر تھے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ رات انسانوں کے چین لینے کی ہے اور دن کمانیوالا ہے اور اس لئے یہ دونوں رکھے گئے کہ آدمیوں پر اللہ کا فضل ہے اور اُن پر اللہ نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ اللہ تمہارا رب اور خالق ہر شے کا ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں تو اُن لوگوں کیطرح مت پھرو جو اللہ کی آیات سے انکار کرتے تھے اللہ نے فرمایا کہ ان آیات سے بھی فایدہ اُٹھاؤ اور شکر کرو اور استدلال جو کیا گیا ہے اُسپر ایمان لاؤ اور معبود اللہ ہی کو جانو۔ ان آیات میں اللہ تعالی نے

رات کو انسانون کے چین کے لئے قرار دیا ہے لہذا جسقدر چین ضرورت
بمعاوضہ دن کے محنت کے ہو اُن سب کو چین کر کے رفع کر لینا چاہیئے
اور اس کو اللہ کا فضل سمجھنا چاہیئے اور چونکہ رات اندھیری ہوتی ہے
لہذا علامت ہے اسکی کہ اُسمین چین کرین اور مصنوعی ذریعون سے اُسکو
روشن کر کے بلا ضرورت دن نہ بناوین کہ اُسمین بجاے چین کے کام
کرین اور فطرت کے اشارات کے بر خلاف عمل کرین اور سزاے فطرتی
جو ہمیشہ خلاف ورزی فطرت کیساتھ لازمی ہوتی ہے اور تکلیف اُس کا لازمی
نتیجہ ہوتی ہے پاوین - اسی لئے اس آیت مین اللہ تعالے نے یہی
فرما دیا کہ دن کو ہم نے دکھانیوالا کیا ہے تاکہ معلوم ہو جاے کہ روشنی مین
بجاے سکون کے انسان کام و حرکت زیادہ آسانی سے کر سکتا ہے
اور اُس کو ضرورت نہین ہوتی کہ مصنوعی ذریعہ سے روشنی کرے تاکہ
آنکھ سے کام لے اور اسیطرح دن کو اندھیرا بنانا تاکہ اسمین سکون کرین
اور رات کو کام کرنا بھی خلاف فطرت ہے اور نتیجہ بھی وہی ملتا ہے جو
خلاف ورزی فطرت سے فطرت دیتی ہے نتیجہ یہ ہے کہ بغیر ضرورت رات
مین چین نہ کرنا اور بغیر مجبوری دن مین کام نہ کرنا اور جو آسانی قدرتی ہے
اُس سے فایدہ نہ اٹھانا احمقی ہے - رہی یہ بات کہ جہان رات یا دن
بڑے یا چھوٹے ہوتے ہین وہان کسقدر کیا کرنا چاہیئے اُس کیلئے
ضرورت اور مجبوری کی قید سے ہر جز کر دی ہے - پس عبادت وغیرہ یا
دیگر ضروریات انسانی اس کا رات مین بھی کرنا ضرورت ہے اور دن

میں بھی اُن کا کرنا بضرورت ہے غرض یہ ہے کہ اللہ جس کی ہدایت کرتا ہے اُسکی ممانعت نہیں کرتا کہ بے حیا نیت پیدا ہو اور تکلیف مالایطاق ہو خواہ دنیاوی کام کے لئے ہو خواہ دینی کام کے لئے۔ قدرت کیطرف سے روشنی دن کی گویا اس لئے کیجاتی ہے کہ انسان جب چیزوں کو دیکھے تو اُس کے دل میں تحریک کام کرنے اور حرکت کرنے و عمل کرنے کی پیدا ہو اور جب دن جا کر رات ہو جاتی ہے تو گویا قدرت کیطرف سے یہ اشارہ کیا جاتا ہے کہ چونکہ آنکھ بغیر روشنی کے نہیں دیکھتی ہے لہذا ایسا کام جسمیں آنکھ کی ضرورت ہو بلا ضرورت نہ کرنا چاہیئے۔ پس خود ہی قوانین قدرت و آئین فطرت دلالت امور مذکورہ بالا پر کرتے ہیں اور سمجھاتے ہیں کہ جو کام مقتضائے فطرت کے اشارات سے موافق نہ ہوگا اس کا نتیجہ مضرت اور نقصان ہوگا۔

نیکی کا ثواب کسقدر زیادہ اور بدی کا عذاب کسقدر یعنی اُسکے مثل ملتا ہے

سورہ قصص میں ہے من جاء	جس نے نیک کام کیا اُسکے لئے اُس سے اچھا ہے
بالحسنة فله خیر منها ومن جاء	اور جس نے بُرا کام کیا سو نہ بدلا دیا جاویگا
بالسیئة فلا یجزی الذین عملوا	بُرائی کا مگر جس کا اُس نے
السیئات الا ما کانوا یعملون ٥	عمل کیا۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر حسنہ کا عوض اُس عمل سے اچھا انسان کو

ملے گا اور سیئہ کا بدلا اُسکے مثل ملیگا یا اللہ اُس کو بخشدے گا جیسا کہ دوسری آیتون سے ثابت ہے - اور سورہ انعام مین ہے -

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها	جس نے نیکی کی اُس کیلئے دس گنا ہے
ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا	اُسکے مانند اور جسنے کیا بدی سو نہ بدلا دیا جاویگا
مثلها وهم لا يظلمون ه	مگر مثل اُس کے اور اُس پر ظلم نہ ہوگا -

عشر امثالها سے اگر کثرت مراد ہے تو اللہ تعالی کو اختیار ہے کہ دس گنا سے بھی زیادہ بدلا عطا کرے بہر حال کم سے کم دس گنا ثواب دینے کا اُس عمل کے مثل کا وعدہ اللہ نے کیا ہے - پس حسنہ پر وعدہ و ترغیب اور سیئہ پر وعید ہے اس سے زیادہ اور کیا ترغیب حصول رحمت ہوسکتی ہے - اور سورہ بقر مین ہے -

مثل الذين ينفقون اموالهم	مثل اُن لوگون کے جو خرچ کرتے ہین اپنے
فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت	مالون کو اللہ کی راہ مین مثل دانہ کے ہے جسمین
سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة	اُگین سات بالین ہر بال مین سو دانے اور اللہ
واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ	زیادہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور اللہ سمعت والا
واسع علیم ه	علم والا ہے -

ہر نیکی کا بدلا وعدتا کم سے کم دس گنا تھا لیکن اللہ کی راہ مین صرف کرنے کا بدلا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سات سو گنا کا وعدہ ہے اور اُسپر بھی اور زیادہ کرنے کی بابت فرمایا گیا ہے - حکمت اسمین یہ ہے کہ فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے سے کئی فایدے حاصل ہوتے ہین ہر فایدہ کا

ثواب جدا جدا ملنا قرین انصاف ہے لہذا تعداد ثواب کی اس رحمت کے
سبب سے بڑھ جاتی ہے۔

حظ کے ساتھ الم اور الم کے ساتھ حظ ہے لہذا محنت سے

باز رہنا چاہیئے اور اپنے رب کیطرف رغبت کرکے اسکو کرنا چاہیئے
حظ نام ہے اعصاب کے ایک حد محدود و معین طرز عمل کا اور چونکہ ہر عمل
سے اعصاب میں کسی نہ کسیقدر تکان ہونا ضروری ہے اس لئے کوئی
حظ ایسا نہیں ہو سکتا جس کے متعاقب کرب واقع ہو پس کوئی
حیات انسانی آلام و تکالیف سے قطعاً پاک نہیں رہ سکتی چونکہ حیات
انسانی عبارت ہے مجموعہ حرکات سے اور حرکت نام ہے انتشار
سالمات کا جو مرادف ہے انقباض و کرب کا اس لئے ہر انسان کیلئے
کرب و اذیت ناگزیر ہے۔ اور چونکہ ہر حیات انسانی لازمی طور پر حیات
اجتماعی ہوتی ہے اور حیات اجتماعی ممکن نہیں جبتک کہ افراد کے ارادی
افعال محدود نہ کئے جاویں اس لئے تحدید حریت کا نام احساس کرب
ہے اس لئے بھی درد و الم حیات انسانی میں ناگزیر ہیں۔ جب تکان و
کرب جاتا رہتا ہے اور اعصاب اپنے عمل کو کرنے لگتے ہیں تو پھر
حظ ہو جاتا ہے۔ لہذا حظ و الم کا دور حیات انسانی میں جاری رہتا ہے
اور کرب و انقباض کے دور کرنے کے لئے آرام کیا جاتا ہے اور
تکان و انقباض کے جاتے رہنے کے بعد حظ و انبساط کی کیفیت شروع

ہو جاتی ہے۔ اس اصول کلی کو اللہ تعالی نے نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے۔ سورہ الم نشرح میں ہے۔

فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب ۔ تو تنگی کیساتھ آسانی ہے آسانی کیساتھ تنگی ہے سو تو جب فراغت پا تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف رغبت رکھ۔

پس تکان و انقباض کو عسر سے اور حظ و انبساط کو یسر سے تعبیر کرنا بالکل صحیح ہے۔ حظ انبساط اعضاء کے طرز عمل سے پیدا ہوتا ہے لہذا یسر کے ساتھ اس کو ظاہر کرنا ایسا خوش اسلوب محاورہ ہے جو معجز ہے۔ اس کے علاوہ یہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ آسانی کے ساتھ تنگی ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی۔ پس کسقدر صاف ہے کہ حیات انسانی میں حظ و الم کا دور لازمی اور ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ خصوصاً حظ کے ساتھ کرب کا ہونا ظاہر ہے۔ اس طرح اس آیت میں اللہ تعالی نے یہ ہدایت فرمائی کہ چونکہ تنگی و آسانی ساتھ ہی ساتھ ہوا کرتی ہیں تو جب تو فارغ ہو تو محنت کیا کر یعنی محنت کرنے میں اس کا لحاظ نہ کر کہ تنگی ہوگی یا آسانی وہ تو لازماً ہوا کرتی ہیں۔ دوسرے اپنے رب کی طرف رغبت کر یعنی ایسی محنت کر جسمیں رب کیطرف رغبت رہے۔ لہذا آنحضرت کو یہ حکم ہے کہ جب ضروریات انسانی سے فارغ ہوں تو اپنے رب کی طرف رغبت کرکے محنت کریں یعنی تبلیغ رسالت و ہدایت اور اسکے متعلقہ امور کو انجام دیویں۔

مصائب سے سبق و فایدہ

اگر کچھہ مال کا نقصان ہو گیا یا کوئی عزیز بچہ مر گیا یا کوئی عزیز دوست فوت ہو گیا یا کسی محنت کا ثمرہ ہاتھہ نہین آیا کی کرائی کوشش رایگان گئی یا مظلوم کو ظالم نے تکلیف پہنچائی تو یہ مصیبت کہی جاتی ہے لیکن بات ہی کیا ہے ہماری زندگی محض اللہ کے لئے ہے اور اسیکی رضامندی و فرمانبرداری کے لئے اسیکی طرف ہم لوٹ کر جانیوالے ہین۔ مال یا اولاد کا ہونا حقیقی مقصد زندگی کا نہین ہے بلکہ اللہ اور اُسکے حکم کے لئے اپنے کو بنالینا اصلی مقصد ہے اور اُس کے حصول کا طریقہ مصائب کے وارد ہونے ہی پر انسان کے سمجھہ مین آتا ہے اور یہی بات اُس کو اللہ تعالی کیطرف سے بڑی بڑی برکات اور بڑی بڑی رحمتون کا وارث بنا دیتی ہے۔ قضا و قدر کے طرف سے جو صدمات انسان پر وارد ہوتے ہین وہی درحقیقت اُس کے تکمیل کا موجب ہوتے ہین اور وہی بات جو دوسرون کے لئے دُکھہ کا موجب ہوتی ہے مومن کے قلب کے حالت کیوجہ سے رحمت و برکت کا سبب ہو جاتی ہے۔ اگر نیک و بد کو الگ کر دیا جاوے اور نیکون پر تکلیف نہ آوے تو ایمان بالغیب باقی نہین رہتا۔ جب تک عزیز و اقارب پر انسان تکلیف نہین دیکھتا اُس وقت تک انسان کے دل سے دنیا کی محبت سرد نہین پڑتی۔ البتہ تفرع

اور رخ اکیطرف جھکنا اپنے حالات کے مطابق ہوتا ہے ایک دہریہ کے لیئے یہی تضرع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات کو دیکھکر اور انسان کی بےبسی اور عاجزی کو سمجھکر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا قایل ہو جاوے مومن تضرع سے اور زیادہ فایدہ اٹھاتے اور خدا کی راہ میں بڑی بڑی ترقیات کرتے ہین تضرع دونوں مین پیدا ہوتا ہے لہذا اُس مقصد کو بھول نہ جانا چاہیئے جس کیلئے خدا نے ہم کو مومن بنایا ہے یہ سبق بڑے بڑے مصایب سے ملتا ہے۔ دل کا پُرغم چشم کا پُرنم ہونا داخل فطرت انسانی ہے لیکن اُس سے زیادہ غم و نوحہ وگریہ وزاری نہ کرنا چاہیئے یعنی ایسے افعال جو رضاے الٰہی کے خلاف یا اُس کی شکایت ہو نہ ہونا چاہیئے۔ مشکلات تجربہ کار و انجام اندیش بنا دیتی ہین جسطرح آپس کے دو پہلوانون کے کشتی کرنے مین ایک دوسرے کے اعصاب مضبوط و قوے قوی ہوتے ہین اسیطرح مشکلات کا اکھاڑا ہمارے بہترین صفات کو ظہور مین لاتا اور ہم کو مضبوط و تجربہ کار و صابر و ثابت قدم بناتا ہے لہذا مشکلات و تکلیفات کو ہمیشہ مضرت رسان نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ اُن سے جو فایدے ہوتے ہین اُن کا بھی خیال کرلینا چاہیئے اور یہ خیال صبر و رضاے الٰہی پر قایم و ثابت کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔

خلقت انسانی ایسی ہے کہ جزا و سزا دیجاوے واوسکے فواید ظاہر

حکمت توبہ و استغفار

خدا تعالیٰ نے اپنے قصد و ارادہ سے انسان کی خلقت ایسی پیدا کی ہے اور ایسے عالم میں انسان کو رکھا ہے کہ ہر انسان بلا استثنا ایسے افعال کرے جو نیک و بد ہوں ایسا نہیں ہو سکتا کہ انسان ذو جہتین سمجھا جاوے اور پورے افعال اُس کے دونوں جہت میں مساوی و یکسان ہوں یا سب نیک ہی ہوں یا سب بد ہی ہوں باعتبار اپنی پیدایش کے بھی ہر انسان کو جو کرنا چاہیئے اُس کے ٹھیک مطابق بھی وہ نہیں کر سکتا کیونکہ دیگر تحریکین اور ترغیبین و اسباب عالم اُس کو ایسا کرنے سے روک دیتے ہیں اور اُس کے افعال کچھہ اِس طرف اور کچھہ اُس طرف ہو جاتے ہیں ایک طرف کو نیکی اور دوسری طرف کو بدی کہتے ہیں غرضکہ انسان فرشتہ کیطرح نہین پیدا ہوا بلکہ اُس سے نیک و بد دونوں کام کا صادر ہونا لازم ہے کمھار کو جیسی ضرورت ہوتی ہے کسی برتن کو ہاتھی کی شکل میں اور کسیکو آدمی کی شکل میں اور کسیکو ایسی شکل میں جو پانی رکھنے کے کام میں آوے بناتا ہے۔ اگر ہاتھی کے نسبت یہ کہا جاوے کہ اسکو آدمی کی شکل میں کیوں نہیں بنایا یا برعکس اس کے تو ایسا سوال لغو ہے کیونکہ اگر کمھار مذکور اُسکی دوسری صورت بناتا تو دوسری صورت میں بھی یہی سوال ہو سکتا ہے کہ اُس کو بھی کیوں ویسا بنایا۔

پس خدا تعالے کی نسبت بھی یہ سوال نہین ہو سکتا کہ انسان کو ایسی خلقت پر کیون خلق کیا کیونکہ جس خلقت پر اللہ تعالیٰ کو انسان جیسی مخلوق کو پیدا کرنا منظور تھا اور جس کو اُس نے چاہا اُسی قسم کی خلقت کے نسبت چاہا لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون مین اسی طرف اشارہ ہے۔ ایسی مخلوق کی اصلاح کے لئے جو نیکی و بدی دونون کرنے والا ہو اور جسمین سمجھ و قوت متفکرہ و قوت تفقہ کی استعداد بھی ہو جیسا کہ انسان ہے آخرت مین عذاب و ثواب کا خوف دلانا اور خدا تعالیٰ کے عظمت کیوجہ سے بدیون سے بچنے کا یقین دلانا ہی منظور تھا۔ لہذا اُس کا انتظام بھی باحسن وجوہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حقیقتاً نیکی و بدی کا معیار یہ ہے کہ دوسرے کو غیر مناسب نقصان نہ پہنچے و فایدہ و ترقی ہو اور اُسی کے بابت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اُسی کے جزا و سزا مین عذاب و ثواب مقرر کیا ہے پس عذاب و ثواب و خلاف ورزی کی سزا صرف حکمی ہے حقیقی نہین ہے کیونکہ انسان کو کچھ جنت کے لئے کچھ جہنم کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا ہے صرف اس قدر ہو سکتا ہے کہ ایسا عذاب ہو جو رحمت پر غالب ہو کیونکہ اپنے بندون پر ایسا عذاب کرنا شایان ذات معبود نہین ہے اگرچہ جو اُس نے بنایا ہو ایسی مخلوق کے پیدا کرنے کی ضرورت بھی قادر مطلق کو نہین ہو سکتی ہے اسلئے ایسا ہی نہین

ہوسکتا کہ جو گناہ بوجہ ایک بندہ کے دوسرے بندہ کے حق
مین ہو یعنی حق العباد ہو وہ دوامی یا لازمی ہو۔ اس تخصیص وحکم کی وجہ
سے بندہ کو جس کا حق ہو اُس کا اسیقدر حق ہوسکتا ہے کہ اپنے
حق کا معاوضہ دوسرے بندہ سے عاقبت مین پاوے لیکن جس
بندہ کے پاس معاوضہ دینے کے لئے نیکی نہ ہو تو اُس صورت مین
بجز اُس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ جس کا حق ہو اُس کو اللہ اپنے
پاس سے ثواب دیوے یا مجرم کے حسنات مین سے معاوضہ
کسیطرح پر دلا دیوے۔ رہی یہ بات کہ معاوضہ جو نادار بندہ کے
عوض اللہ دیگا اُس کا معاوضہ اُس سے کیا لیگا تو یہ معاملہ مابین اللہ
رحیم وکریم اور بندہ مذکور کے ہے نہ کہ مابین دو بندون کے
اس لئے اُس کی نسبت کوئی بیان قرآن مین نہین ہے۔ نتیجہ
یہی ہے کہ صرف بندون مین ایک بندہ کو دوسرے بندہ سے معاوضہ
دلایا جاوے یا معاوضہ اللہ بصورت عذاب یا ثواب خود دیوے
جسکو مابین بندون کے قیامت مین ہونا چاہیئے۔ بعد معاوضہ دینے کے
معاملہ مابین عبد ومعبود ومالک ومملوک کے ہے نہ مابین دو عبدون
یا دو مخلوق کے۔ پس جنکی سزا وجزا مذکور اُس سے غیر متعلق
ہوتی ہے لہذا اس نکتہ کو سمجھ رکھنا چاہیئے وہ اسیوقت تک متعلق
ہوسکتی ہے جب تک کہ اللہ تعالی معاوضہ ایک دوسرے کا پورا
نہ کر دے۔ پس جنپر حق العباد بھی ہے اُن کو بھی اللہ تعالی کی رحمت سے

نا اُمید ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ اُنکی
نیکیان بدلہ مین محسوب ہوجاوینگی اس لئے طیاری کر رکھنا چاہیئے
یہ اپنے مقام پر ثابت ہے اور اس کتاب مین بھی ثابت کیا گیا
ہے کہ ہر فعل جو انسان کرتا ہے اُس کے لئے جزا و سزا اللہ تعالیٰ
نے مقرر فرمائی ہے اور انسان کو اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار دیا ہے
اور بعض گناہون کے نہ بخشنے و عذاب دینے کی بابت و بعض نیکیون
کے ثواب دینے و بخشدینے کی بابت وعدہ کر لیا ہے لہذا باستثنائے
اُن کے بقیہ کو چاہے بخشدے یا عذاب کرے جیسا مقتضائے حکمت ہو کیونکہ
اسکی بابت وعدہ نہین ہو چکا فیعذب من یشاء ویغفر لمن یشاء پس اس
غرض سے کہ کوئی شخص گناہ کرکے نا اُمید نہ ہوجاوے کہ اُس گناہ کا
بدلا ضرور لیا جاویگا اور وہ قابل معافی نہین ہے یا اُس گناہ کا
عوض وہ نہین دے سکتا اس لئے بوجہ نا اُمیدی وہ راحت عاجل کو
راحت آجل پر ترجیح دے اور دوسرا گناہ اور بھی اس نظر سے
کرے کہ چو آب از سر گذشت چہ یک نیزہ و چہ یک دست اللہ تعالیٰ
نے توبہ و استغفار کو ذریعہ قرار دیا کہ آدمی اگر اُن کو اُن شرائط
کے ساتھ کرے جو اللہ نے مقرر کیا ہے تو وہ گناہ سے پاک
ہوجاتا ہے یا یون کہو کہ اُس کے گناہ کی مغفرت ہوجاتی ہے یا اسکا
معاوضہ دینے کو ثواب مل جاتا ہے۔ دوسرے جو فعل انسان
سے سرزد ہوتا ہے اُس کے نسبت اُس کا یقینی طور پر یہ جاننا

کہ اسباب سابقہ کیوجہ سے مجبوراً اُس سے واقع ہوا ہے جسکی ذمہ داری انصافاً اُس پر عاید نہین ہوسکتی یا وہ ایسا فعل ہے جسکا وہ ذمہ دار ہے نہایت دشوار ہے اور اس بات کا کماحقہ جاننا کہ موروثی و نسلی سبب فعل مذکور کے واقع ہونے کے سبب ہین یا خود اختیار انسانی تقریباً محال ہے اس لئے بھی توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہیئے تاکہ شک و وسوسہ بھی نہ رہے کہ خدا کی رحمت سے نا اُمیدی کیوجہ اُسکو ہے لہذا توبہ و استغفار اُس زنگ و دھبہ کے دور کرنے کے لئے جو گناہون کے سبب سے دل پر بیٹھ جاتا ہے اور اس رفع شک کے لئے کہ یہ ایسا گناہ ہو یا نہ ہو جسکا مین ذمہ دار ہون طریق توبہ ایسا مفید ہی کہ اُس سے زیادہ کوئی شے مفید نہین۔

معافی سیئات کی و قبول توبہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور جو کرتے ہین اُسکا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہی

سورہ شوریٰ مین ہے وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ و یعفوا عن السیئات و یعلم ماتفعلون ۝	اور وہی وہ ہے کہ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندون سے اور معاف کرتا ہے سیئات کو اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

پس اس آیت مین تین امر مخصوصہ صفات ایزدی بیان ہوئے ہین

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیئات کو اللہ معاف کرتا ہے اور اُس کے علاوہ جو گناہ ہین اور اُس سے سخت ہین اُنکا بدلا دلاتا ہے۔ دوسرے توبہ کے قبول ہونے سے سب گناہ بخشدیئے جاتے ہین لہذا توبہ جن شرائط کے ساتھ ہونی چاہیئے اُن کو ضرور مقدم رکھنا چاہیئے۔

بندون کو اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہونا چاہیئے اور رجوع رہنا چاہیئے وہ گناہون کو بخشتا اور توبہ قبول کرتا ہے

سورہ انعام مین ہے قل	تو کہدے کس کیلئے ہے جو آسمانون اور
لمن ما فی السموٰت والارض قل للہ	زمین مین ہے تو کہہ اللہ کیلئے ہے اُسنے
کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ لیجمعنکم	ضروری کرلیا ہے اپنی ذات پر رحمت تم کو جمع کریگا
الیٰ یوم القیمۃ لاریب فیہ الذین	وہ قیامت تک جسمین شک نہین جنہون نے اپنی
خسروآ انفسہم فہم لایؤمنون ۞	نفس پر خسارہ کیا وہ ہین جو نہین ایمان لاتے

پس رحمت الٰہی کا بندون کے حق مین اور گنہگارون کے حق مین غالب ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ سورہ انعام مین ہے۔

واذا جاءک الذین یؤمنون بآیٰتنا	اور جب آوین تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان
فقل سلام علیکم کتب ربکم علیٰ	لائے ہماری آیتون پر تو کہہ سلام ہے تم پر ضروری کیا ہے تمہارے
نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم	رب نے اپنی ذات پر رحمت کہ جو کوئی تم مین کرے برائی
سوء بجہالۃ ثم تاب من بعدہ	نادانی سے پھر توبہ کرے اس کے بعد اور اصلاح کرے

واصلح فانه غفور رحیم وکذالک	تو اللہ غفور رحیم ہے اور اسیطرح ہم
نفصل الآیت ولتستبین سبیل	بیان کرتے ہیں اپنی آیتیں تاکہ کھل جاوے
المجرمین ۝	راہ گنہگاروں کی۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ و اصلاح جب بعد گناہ کے نادانی سے کئے جاوین اور توبہ کرنے کی رغبت ہو تب اللہ رحمت کرے گا صرف جب موت حاضر ہووے تو توبہ نہین ہوسکتی اور توبہ اس لئے ہے تاکہ مجرمین ناامید نہ ہوجاوین اور توبہ کی راہ کھلجاوے۔ سورہ حجر مین ہے

نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم	بتادے میرے بندونکو کہ بیشک مین غفور رحیم ہون اور
وان عذابی ھو العذاب الالیم	یہ کہ میرا عذاب وہی عذاب الیم ہے۔

یہ اسلئے فرمایا کہ بیم و رجا باقی رہے اور بخیال رحمت جرأت گناہ کرنیکی نہ ہو اور جو ایسا کرے وہ بھی مستحق عذاب عظیم ہو اسیطرح بخیال عذاب کوئی مایوس ہوجاوے اور عمل نیک ترک تمام کردیوے۔

سورہ زمر مین ہے قل یعبادی	کہہ اے بندو میرے جو حد سے گذرے
الذین اسرفوا علی انفسھم لا	ہو اپنی جان پر ناامید مت ہو اللہ کی
تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ	رحمت سے اللہ بخشتا ہے سب ذنوب کو
یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور	وہ غفور الرحیم ہے اور رجوع کرو اپنے
الرحیم وانیبوا الی ربکم واسلموا	رب کی طرف اور اسلام لاؤ اس پر
له من قبل ان یاتیکم العذاب	قبل اسکے کہ آوے تم کو عذاب پھر نہ
ثم لا تنصرون ۝	مدد کئے جاؤ۔

پس یہ آیات رحمت ہین اور اللہ تعالی نے آنحضرت کو حکم فرمایا ہے

کہ میرے بندوں سے کہدے تجھکو میری رحمت سے مایوس نہ ہون یعنی گناہ کرنے کے بعد مایوس ہوکر عمل نیک کا کرنا نہ چھوڑین اللہ غفور الرحیم ہے اور سب ذنوب کو بخشتا ہے صرف رب کیطرف رجوع ہونا اور اسلام لانا قبل عذاب کے ضروری ہے یعنی قبل حاضر ہونے موت کے توبہ اور اسلام چاہیئے۔ پس مذہب اسلام کو یہ فضل ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے دوامی طور پر محروم نہین کرتا بلکہ گناہ کے کرنے کے بعد اُس سے نجات کا بھی طریق بتایا ہے۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ ذنوب کس کو کہتے ہین۔ لغت مین ذنب کے معنی یہ ہین کہ ہر کام جس کا کرنا ناروا ہو۔ اور بروے استعمال قرآنی صرف یہ تخصیص ہے کہ وہ ناروا کام جنکے بدلے عدم مغفرت موعود نہین ہے۔ چنانچہ سورہ مومن مین جو سورہ زمر کے بعد ہی ہے یہ ہے۔

ان الذین کفروا ینادون لمقت اللہ اکبر	کافر پکارے جاوینگے کہ بیزار ہونا خدا کا بہت بڑا ہے
من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی	اپنے جی کے بیزاری سے جسوقت تم بلائے جاتے تھے
الایمان فتکفرون قالوا ربنا	ایمان کیطرف تو کفر کرتے تھے کہینگے وہ اے رب ہمارے
امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا	تو موت دے چکا ہم کو دوبار اور جلا چکا ہم کو
بذنوبنا فھل الی خروج من	دوبار سو اعتراف کیا ہم نے اپنے ذنوب کا
سبیل ۵	تو کیا باہر جانے کی راہ ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ذنوب کرنے کا فعل اُن لوگون سے صادر ہوا تھا جو کفر کرتے تھے اور جو شرک کرتے تھے

ان کا یقین کرتے تھے لیکن مشرک نہ تھے۔ لہذا جن لوگونکی
مغفرت سے قرآن مجید مین انکار نہین ہے اُن کو اللہ کی رحمت سے
نا اُمید نہین ہونا چاہیئے اور مایوس و نا اُمید ہوکر ترک عمل نہین کرنا چاہیئے۔

سورہ محمد مین ہے ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل — جو کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے پھر مرے کافر
اللہ ثم ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللہ لھم — تو ہرگز انکی مغفرت اللہ نہ کرے گا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو گناہ قابل مغفرت نہین ہے اگر آدمی اسپر نہ مرا اور توبہ کرے
تو اللہ مغفرت کرتا ہے دوسرے کفر کیساتھ رسول اللہ کو اللہ کی راہ سے روکنا اور مرنے تک توبہ نہ کرنا اسکا سبب ہے
کہ مغفرت نہو جیسا کہ اس آیت مین آنحضرت سے جن کفار نے مزاحمت کی تھی اور اللہ کی راہ سے روکا تھا انکی نسبت حکم ہے

اثم کے معنی لغت مین یہ ہین کہ اُس کام کا کرنا ناجائز ہوا اور اس مین وہ
امور بھی آجاتے ہین جنکی نسبت عدم مغفرت قرآن مجید مین مذکور ہے
لہذا اللہ تعالی نے یہان پر ان اللہ یغفر الاثم جمیعاً نہین کہا
بلکہ یغفر الذنوب کہا اسلئے اثم اور ذنب کا یہ فرق خیال رکھنا چاہیئے۔
سوء کے معنی لغت مین بدی غم۔ فساد۔ خیانت اور آفت
وغیرہ کے ہین۔ لہذا سورہ نساء مین جو اللہ تعالی نے فرمایا ہے
کہ جو سوء کرے گا یا ظلم کرے گا اپنے نفس پر پھر استغفار کرے گا
اللہ سے تو اللہ کو غفور رحیم پاوے گا اُس سے تائید ہوتی ہے
کہ اثم اور ذنب اور سوء اور خطیہ اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کے
مضمون مین باہم کیا فرق ہے کیونکہ اُس کے بعد کسب خطیہ اور
اثم اور اثم مبین کا بھی ذکر ہے۔ لہذا سورہ نساء کی آیت مذکور کی تفسیر

بھی آیات مذکورہ بالا سے ہوتی ہے۔ سورہ نساء میں ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلا کریما۔

اگر تم بچو گے اُن کبایر سے جو تمکو منع کیے گئے ہیں اُتار دینگے ہم تمسے تمہاری بُرائیان اور داخل کرینگے تم کو عزت کی جگہ میں۔

پس اس آیت سے بھی رحمت اللہ کی ثابت ہوتی ہے کہ جس کبایر سے ممانعت ہے اگر اُس سے اجتناب کیا جاوے تو صغایر کو اللہ معاف کرے گا و بخشدے گا۔ لہذا ان سب طرز بیان اور متعدد طرق اعلان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت کو غلبہ ہو گا اور تاکہ لوگ جرأت کر کے فجور نہ کرنے لگین یا بھروسہ کر کے اعمال بد پر اصرار نہ کرنے لگین یا پاپ ہو کر نیک عمل نہ چھوڑ دیوین یہ سب کچھہ بیان ہوا ہے اور مقصود رضاء الٰہی اس مین ہے کہ عمل صالح کرتے و کبایر سے بچتے رہین۔ سورہ ہود مین ہے

الر کتب احکمت ایتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر الا تعبدوا الا اللہ انی لکم منہ نذیر و بشیر و ان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعا حسنا الی اجل مسمی

الر ایک کتاب ہے کہ محکم کیگئی ہین اُسکی آیات پھر مفصل کیگئی ہین حکیم خبیر کیطرف سے کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ کی مین تمہارے لئے اُسکی طرف سے نذیر و بشیر ہون اور یہ کہ استغفار کرو اپنے رب سے پھر اُسی کو توبہ کرو بہرہ مند کریگا تم کو بہرہ نیک سے مدت معین تک۔

پس محکم و مفصل کتاب کی آیات مین جسطرح اللہ ہی کی عبادت کرنے کا حکم ہے اسیطرح استغفار اور اُس کے بعد توبہ کا ہے لہذا اہمیت توبہ و

استغفار کی ثابت ہے - سورہ فرقان میں ہے -

يضاعف له العذاب يوم القيامة	دونا کردیا جائیگا اس کے لئے عذاب قیامت کے
ويخلد فيه مهانا الا من تاب و	دن اور رہیگا اس میں ذلیل ہوکر مگر جنہے
امن وعمل عملا صالحا فاولئك	توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو اس
يبدل الله سيئاتهم حسنات	کیلئے بدل دیگا اللہ سیئات کو حسنات سے
وكان الله غفورا رحيما	اور اللہ غفور رحیم ہے

پس ان آیات سے توبہ اور ایمان لانے اور عمل صالح کرنے سے سیئات کا حسنات سے بدل جانا و معاف ہوجانا ثابت ہوتا ہے - اس کے بعد ہے

ومن تاب وعمل صالحا	اور جس نے توبہ کی اور عمل صالح کیا تو اسنے
فانه يتوب الى الله متابا	توبہ کی اللہ کیطرف توبہ کرنے کی جگہ -

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ اور عمل صالح کرنا گویا باقاعدہ توبہ کرنا ہے - سورہ آل عمران میں ہے -

والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا	اور وہ جبکہ کرتے ہیں فاحشہ یا ظلم کرتے ہیں
انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم	اپنی نفسوں پر یاد کرتے ہیں اللہ کو و استغفار
ومن يغفر الذنوب الا الله ولم	کرتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون مغفرت کرتا
يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون	گناہوں کی مگر اللہ اور نہیں اصرار کرتے اپنے کئے پر
اولئك جزاؤهم مغفرة من	درحالیکہ جانتے ہیں ان کا بدلا ہے مغفرت ان کے رب کی
ربهم وجنات تجري من تحتها	طرف سے اور جنتیں جاری ہیں جن کے نیچے نہریں
الانهار خالدين فيها ونعم	اور اچھا بدلہ ہے عمل

اجر العاملین ○ کرنے والوں کا۔

پس ان آیات سے اللہ کا استغفار کرنے سے مغفرت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ لہذا یہ آیت رحمت ہے۔ دوسرے جہاں کہ گناہ پر اصرار نہ کرنا بھی قابل معافی ثابت ہوتا ہے۔ سورہ بقرہ میں ہے۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب — اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو

المتطہرین ○ — اور دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو

پس جو لوگ دل اور اپنی چیزوں کو پاکیزہ رکھتے ہیں اللہ اُن کو دوست رکھتا ہے اور توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور چونکہ توبہ سے پاکیزگی دل کی ہوتی ہے لہذا اُسے بھی اس کے ساتھ ہی بیان کیا۔

سورہ توبہ میں ہے وان اللہ ھو — اور اللہ وہی توبہ قبول کرنے والا

التواب الرحیم ○ — رحم والا ہے۔

سورہ مومن میں ہے الذین — جو اٹھائے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد

یحملون العرش و من حولہ — ہیں تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کی اور

یسبحون بحمد ربھم و یؤمنون بہ — ایمان لاتے ہیں اس پر اور مغفرت چاہتے ہیں

ویستغفرون للذین آمنوا ربنا — ایمان والوں کی اے رب ہمارے تو سمایا ہوا ہے

وسعت کل شیء رحمۃ و علما — ہر چیز میں بہ وسعت رحمت و علم کے تو بخش

فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک — اُن لوگوں کو جو توبہ کریں اور پیروی کریں تیرے

وقھم عذاب الجحیم ○ — راہ کی اور بچا اُن کو دوزخ کی راہ سے۔

پس ایسا استغفار جو رحمت و علم الٰہی کی بنیاد قرار دیکر ایسے لوگوں کی

جن کا ذکر اس آیت مین ہے امید ہے کہ مقبول ہو۔

سورہ تحریم مین ہے توبوا الی	اے مومنو توبہ کرو اللہ کیطرف توبہ نصیحت قبول
اللہ توبۃ نصوحۃ عسیٰ ربکم	کرنے والی کہ قریب ہے کہ دور کرے تمہارا رب تمہاری
ان یکفر عنکم سیاٰتکم ویدخلکم	برائیون کو اور داخل کرے جنتون مین بہتی
جنٰت تجری من تحتہا الانہٰر ہ	ہین جنکے نیچے نہرین۔
سورہ مزمل مین ہے واستغفروا	استغفار کرو اللہ سے اللہ
اللہ ان اللہ غفور رحیم ہ	غفور رحیم ہے۔
سورہ نور مین ہے وتوبوا الی	اور توبہ کرو اللہ کیطرف سب کے
اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم	سب اے مومنو تاکہ
تفلحون ہ	فلاح پاؤ۔
اور سورہ طہ مین ہے وانی لغفار	اور بیشک مین ہی بخشنے والا ہون
لمن تاب وامن وعمل صالحا	اُس کو جس نے توبہ کیا اور ایمان لایا
ثم اہتدی ہ	اور عمل صالح کیا پھر ہدایت پایا۔

پس توبہ ہر صورت سبب فلاح ہے اور اُس کو جلد اور نصیحت قبول کرنے والی توبہ کرنی چاہیئے اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جب موت حاضر ہوجاوے تو توبہ قبول نہین ہوتی اور چونکہ موت کا وقت معین نہین ہے لہذا توبہ کرنے مین ہمیشہ جلدی کرنی چاہیئے اور معیار توبہ یہ ہے کہ اُس کے ساتھ عمل صالح اور استقامت ہو کہ پھر جس سے توبہ کیجاوے وہ فعل تا بہ اختیار نہ ہو۔

اپنے رب کی استغفار و توبہ کا سبب ازدیاد قوت کا ہونا اور جس نے فطرت بنائی اس سے اجر کا ملنا یعنی موافق فطرت کے عمل کرنے پر

سورہ ہود میں ہے والی عاد
اخاھم ھودا قال یقوم اعبدوا
الله ما لکم من اله غیره ان انتم
الا مفترون یقوم لا اسئلکم علیه
اجرا ان اجری الا علی الذی
فطرنی افلا تعقلون ویقوم استغفروا
ربکم ثم توبوا الیه یرسل السماء
علیکم مدرارا ویزدکم قوة الی قوتکم
ولا تتولوا مجرمین ٥

اور عاد کیطرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا
کہا کہ اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی تمہارے
لئے نہیں ہے کوئی معبود سوا اسکے نہیں ہو تم مگر
افترا کرتے ہوئے اے قوم میری نہیں مانگتا میں تم سے
کوئی اجر نہیں اجر میرا مگر اسپر جسنے میری فطرت بنائی
سو کیا تم نہیں عقل رکھتے اور اے قوم میری
استغفار کرو اپنے رب سے پھر توبہ کرو اسکی طرف بھیجیگا
تم پر بدلی برسنے والی اور زیادہ کریگا تمہاری قوت
پر اوپر تمہاری قوت کے اور نہ پھر جاؤ مجرم ہو کر۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ استغفار و توبہ اپنے رب سے کرو تو وہ تم پر پانی برساویگا اور تمہاری قوت کو زیادہ کردے گا۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ استغفار و توبہ اللہ کیطرف سبب رحمت و ازدیاد قوت کا ہوتا ہے کیونکہ جب استغفار و توبہ آدمی کرے گا تو جرم اور دوسروں پر ظلم نہ کرے گا

پس باہمی اُلفت ہوگی اور اُس کا نتیجہ موجودہ قوت سے اور قوت کا زیادہ ہونا ہے لہذا ایک وجہ یہ بھی استغفار و توبہ سے فایدہ پہنچنے کی ہوئی دوسرے حضرت ہود نے یہ بھی کہا کہ میرا اجر اُس پر ہے جس نے میری فطرت بنائی سو تم کیا عقل نہیں رکھتے۔ پس فطرت اور اُس کے مطابق چلنے کو سبب اجر قرار دیا لہذا یہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔

اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیتا ہے تاکہ توبہ کریں پھر توبہ قبول کرتا ہے بشرطیکہ نادم ہوں

سورہ توبہ میں ہے وعلی الثلثۃ	اور اُن تین آدمیوں پر جو پیچھے چھوڑے گئے
الذین خلفوا حتی اذا ضاقت	تھے یہانتک کہ جب تنگ ہوئی اُنپر زمین ساتھ
علیہم الارض بما رحبت وضاقت	اس کے کہ کشادہ تھی اور تنگ ہوئیں اُنپر
علیہم انفسہم وظنوا ان لا ملجا	اُن کی جانیں اور ظن کیا اُن لوگوں نے
من اللہ الا الیہ ثم تاب علیہم	کہ پناہ نہیں اللہ سے مگر اسکی طرف پھر پھر آیا
لیتوبوا ان اللہ ھو التواب	اللہ اُنپر تاکہ توبہ کریں وہ اللہ ہی توبہ
الرحیم ۵	قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اُن تین اصحابؓ کرام کا ذکر ہے جو لڑائی میں جانے سے رہ گئے تھے اور مجبوری سے شریک نہ ہو سکے ان حضرات کو ایسی پریشانی تھی کہ زمین اُن پر باوجود فراخی کے تنگ معلوم ہوتی تھی اور اپنی جان اُن پر تنگ تھی اور وہ اللہ ہی سے دعا مانگتے تھے کہ ہم لوگوں کی پناہ

سوائے تیرے کسی کیطرف نہین ہے تو اللہ نے توبہ اُنپر چاہی یعنی متوجہ ہوا تاکہ توبہ کرین اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنیوالا ہے پس اس آیت مین تاب اور لیتوبوا اور تواب تینون لفظ یکجا اور ایک ہی مادہ کے ہین لہذا معنی پر خیال کرنا چاہیئے کہ تین معنی بوجہ تین حیثیت کے مختلف ہوئے۔

اعتراف کیصورت مین توبہ کیجاوے تو قبول ہوتی ہے جب خلط ہوجاوے

سورہ توبہ مین ہے و اخرون	اور دوسرے جنہون نے اعتراف کیا اپنے گناہون کا
اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملاً	اور ملادیا عمل صالح اور دوسری بُرائیون کو
صالحا و اخر سیئا عسی اللہ ان	قریب ہے اللہ کہ توبہ قبول کرے گا اُنکی اور
یتوب علیہم ان اللہ غفور رحیم	اللہ غفور رحیم ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ عمل صالح اور سیئہ کو خلط کر دیتے ہین اگر اپنے گناہ کا اعتراف کرین تو اللہ اُنکی توبہ قبول کرتا ہے اللہ غفور رحیم ہے۔ پس اعتراف کا نتیجہ یہ ہوجاتا ہے کہ عمل صالح خالص طور پر بغیر خلط ملط کے ہونے لگتا ہے اور عمل سیئہ کیوجہ سے جو نتائج پیدا ہوچکے ہین اُنکی تلافی ہوجاتی ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے

کیف یھدی اللہ قوما	کسطرح ہدایت کرے گا اللہ اُس قوم کی جنے
کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان	کفر کیا بعد اپنے ایمان کے حالانکہ گواہی دیا تھا
الرسول حق وجاءھم البینٰت	کہ رسولؐ حق ہین اور آچکی ہین اُنکے پاس بینات

والله لا يهدي القوم الظلمين	اور اللہ نہین ہدایت کرتا ظالمین کی قوم کو انہی کا
اولئك جزآؤهم ان عليهم لعنة	بدلا ہے کہ اُن پر اللہ کی لعنت ہے اور
الله والملئكة والناس اجمعين	ملائکہ اور آدمی سب کی رہین گے اُسمین
خلدين فيها لا يخفف عنهم العذاب	نہ کم ہوگا اُن پر عذاب اور نہ اُن کو مہلت
ولا هم ينظرون الا الذين تابوا	ہوگی مگر جنہون نے توبہ کی اسکے بعد
من بعد ذلك واصلحوا فان الله	اور اصلاح کیا تو اللہ غفور رحیم ہے
غفور رحيم ان الذين كفروا	جنہون نے کفر کیا بعد اپنے ایمان کے
بعد ايمانهم ثم ازدادوا كفرا لن	پھر زیادہ کیا کفر کو ہرگز نہ قبول ہوگی اُنکی
تقبل توبتهم واولئك هم	توبہ وہی گمراہ ہین جن لوگون نے کفر
الضالون ان الذين كفروا و	کیا اور مرے اور وہ کافر ہین تو
ماتوا وهم كفار فلن يقبل من	ہرگز نہ قبول کیا جاوے گی اُسمین سے
احدهم ملء الارض ذهبا و	کسی سے زمین بھر کی چاندی اور اگرچہ بدلا
لو افتدى به اولئك لهم عذاب	دیوے اُس کے ساتھ اُنہین کو عذاب الیم
اليم وما لهم من نصرين ه	ہے اور اُن کیلئے کوئی مددگار نہین ہے ۔

اور سورہ مایدہ مین بیان اسکا ہے کہ خمر و میسر و انصاب جس
باین اُن سے بچو اور خمر و میسر سے عداوت و بغض پیدا ہوتا ہے
اور اللہ کی راہ اور نماز سے رکنا ہوتا ہے ۔

ليس على الذين امنوا وعملوا	ایمان والون اور عمل صالح کرنیوالون پر
الصلحت جناح فيما طعموا	گناہ نہین جو کھا چکے جبکہ تقویٰ کرین

اذا ما اتقوا و امنوا و عملوا الصلحت ثم اتقوا و امنوا ثم اتقوا و احسنوا و اللہ یحب المحسنین ۵

اور ایمان لاویں اور عمل صالح کریں پھر تقوی کریں اور ایمان لاویں پھر تقوی کریں اور احسان کریں اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنیوالوں کو

چونکہ ان چیزوں میں جو کھائی گئی ہوں شراب بھی ہے جس کا اثر بغض و عداوت ہوتا ہے لہذا اس آیت میں و اتقوا و احسنوا کی بھی شرط لگیگئی ہے یعنی شراب پینے کی توبہ یہ ہے کہ تقوے کیساتھ نیکی بھی ہو تاکہ بغض و عداوت کی بھی جڑ کٹے ۔ دوسرے چونکہ عام طبیعت انسانی اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ حرام کھائی ہوئی چیزوں کے نسبت یہ خلش رہتی ہے اور یہ خیال رہتا ہے کہ توبہ قبول ہوئی یا نہیں اور حرام جب پیٹ میں چلا گیا تو وہ نکل گیا یا نہیں لہذا اس خلش کے مٹانے و نیکی کرنے کی ترغیب کے لیئے طریق توبہ یہ بتایا گیا ہے کہ تقوی کریں اور ایمان لاویں پھر تقوے کریں و نیکی کریں ۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ بار بار بلکہ اس طرز بیان سے ہمیشہ نیکی و تقوے و ایمان کرنے کی تاکید ہے پس حرام کھائی ہوئی چیزوں کی نسبت اس قسم کی توبہ ہونی چاہیئے ۔ سورہ نساء میں ہے ۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار و لن تجد لهم نصیرا الا الذین تابوا و اصلحوا و اعتصموا باللہ و اخلصوا دینهم للہ فاولئک

منافقین نیچے کے طبقے میں ہیں نار کے اور ہرگز نہ پاوے گا تو ان کے واسطے مددگار مگر جنہوں نے توبہ کیا اور صلاحیت پکڑی اور اعتصام کیا اللہ کیساتھ اور خالص کیا اپنے دین کو اللہ کیلئے

مع المومنین وسوف یوت اللہ المومنین اجراعظیما ۵ | سو وہ لوگ مومنین کے ساتھ ہین اور جلد دیگا اللہ مومنین کو اجر بڑے درجے کا۔

پس منافقین جب مومنین کے ساتھ سمجھے جاوینگے یعنی اُن کی توبہ تب قابل قبول ہوگی جب چارون شرائط مذکورہ آیت وہ پورا کرین ورنہ اُن کا درجہ نیچے ہی کے طبقہ نار مین ہے اور اُن کا کوئی مددگار نہین۔ آخر کی چوتھی خصلت بالخصوص منافقین مین نہین ہوتی پس اُن کی توبہ کے قبول کے لئے اُسکی شرط مخصوصاً کی گئی اور دیگر شرائط بھی نسبتاً زیادہ رکھی گئین جو بالکل اصول صحیح کے روسے درست و مفید ہین۔

اللہ و رسول کی اطاعت سے فوز عظیم حاصل ہوتا ہے

سورہ احزاب مین ہے ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما ۵ | اور جس نے اطاعت کی اللہ اور اُس کے رسول کی پس تحقیق بڑی مراد کو پہونچا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت سبب فوز عظیم ہے۔

عبد منیب وہ ہے جو اپنے آگے اور پیچھے کی آیات سے نصیحت قبول کرے اور اُنسے متناسب ہو

سورہ سبا مین ہے افلم یروا | سو کیا نہین دیکھا اُنہون نے جو اُنکے

الی ما بین ایدیھم وما خلفھم من السماء والارض ان نشا نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفا من السماء ان فی ذلک لایۃ لکل عبد منیب ہ

آگے اور جو انکے پیچھے ہے آسمان اور زمین میں سے اگر چاہیں ہم دھنسا دیویں ان کو انکے ساتھ زمین کو یا گرا دیویں ان کے اوپر ٹکڑا آسمان میں سے اس میں آیت ہے ہر بندہ رجوع کرنے والے کو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آگے اور پیچھے کی چیزوں کو کافر نہیں دیکھتے یعنی اپنے اردگرد کی چیزوں سے متناسب نہیں ہوتے اور آسمان اور زمین میں کسیکو نہیں دیکھتے کہ اللہ اگر چاہے تو زمین کے ساتھ اُن کو دھنسا دے اور آسمان کا ٹکڑا اُنپر گرا دے اس میں آیت ہے رجوع ہونے والے بندہ کو یعنی جو شخص رجوع ہونا چاہے وہ ان آیات کو سمجھ سکتا اور اپنے اردگرد کے حالات سے متناسب ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں بخلاف دیگر آیات کے سماء کا لفظ ہے سموٰات کا لفظ نہیں ہے لہذا سماء کا ٹکڑا گرنا یہی ہو سکتا ہے کہ اوپر کی جو چیزیں قابل گرنے کے ہیں وہ مراد ہوں پس اس بلاغت کو خیال کرکے یہ سمجھنا چاہیئے کہ اردگرد کے حالات سے مثل سماء اور ارض کے واقعات قابل وقوع کے اور اُن سب سے عبرت اور نصیحت پکڑنا چاہیئے اور اُن کو آیت سمجھنا چاہیئے۔

کافر ایمان کیساتھ عمل صالح نہ کرنے والے کو عذاب شدید

ہوتا ہے اور ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنیوالے کا عمل قبول ہوتا ہے اور زیادہ فضل اللہ کا اسکو ملتا ہے

سورہ شوریٰ میں ہے ویستجیب الذین امنو او عملو الصلحت و یزیدھم من فضلہ والکافرون لھم عذاب شدید ۵	اور وہی وہ ہے جو قبول کرتا ہے ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کا اور زیادہ کرتا ہے اُن کو اپنے فضل سے اور کافرون کو عذاب سخت ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان لانے والون اور عمل صالح کرنے والون کی باتین و عمل قبول ہوتے ہین اور اسطرح فضل اُن پر زیادہ کیا جاتا ہے یعنی وہ اور زیادہ عمل صالح قوت ایمان کے ساتھ کرتے ہین اور اللہ قوت و قوت ایمان و عمل صالح کی اُنکے لئے زیادہ کرتا ہے سو وہ اُس کو زیادہ کرنے لگتے ہین برخلاف کافرون کے یعنی اُن لوگون کے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح نہین کرتے اُن کو عذاب شدید ہوتا ہے۔ پس یہان پر کافر کے معنی ایمان کے ساتھ عمل صالح نہ کرنے والے کے ہین۔

ابتغاء لوجہ اللہ کا بدلا اللہ کے ذمہ ہے اور انسانون کی کوششین علت ناقصہ ہین علت تامہ نہین اور جو عطا و تقوے کرے اور تصدیق اچھے کام کی کرے اسکا ثواب

اور بخل و استغنا و تکذیب حسنی کی کرے اسکا عذاب

سورہ لیل میں ہے۔ واللیل اذا
یغشی والنہار اذا تجلی وما خلق
الذکر والانثی ان سعیکم لشتی فاما
من اعطی واتقی وصدق بالحسنی
فسنیسرہ للیسری واما من بخل
واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ
للعسری وما یغنی عنہ مالہ
اذا تردی۔ ان علینا للہدی
وان لنا للاخرۃ والاولی فانذرتکم
نارا تلظی لا یصلہا الا الاشقی
الذی کذب وتولی وسیجنبہا
الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی
وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی
الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی
ولسوف یرضی ٥

قسم رات کی جب چھا جاوے اور قسم دن کی جب
روشن ہو اور اسکی جو اُسنے پیدا کیا نر و مادہ
تمہاری کوششیں جدا جدا ہیں سو جس نے دیا اور
متقی ہوا اور سچ جانا بھلی بات کو تو ہم اس کو
سہج سہج پہنچا دینگے آسانی میں اور جسنے نہ دیا اور
استغنا کیا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو تو اس کو
سہج سہج پہنچا دینگے سختی میں اور کام نہ آویگا اسکو
مال اسکا جب گڑھے میں گریگا ہمارا ذمہ ہے سمجھا دینا
اور ہمارے ہاتھ ہے آخرت اور اولی (دنیا) تو آگاہ
کر دیا میں نے تمکو بھڑکتی آگ سے اسمین وہی بیٹھیگا جو بڑا بدبخت
جسنے جھٹلایا اور منہ موڑا اور بچا دینگے ہم اس سے بڑے
متقی کو جو دیتا ہے اپنا مال تزکیہ کرنے کو اور
نہیں کسیکا اسکے پاس احسان جسکا بدلہ دے
مگر اسکا جسنے چاہ کر رضامندی اپنے رب
کیا جو سب سے بڑا ہے اور وہ راضی ہوگا۔

ان سعیکم لشتی سے یہ مراد ہے کہ انسانوں کی سعی علت ناقصہ
یعنی جدا جدا کسی کام کے انجام کے لئے ہوتی ہیں علت تامہ کامل

نہین ہوتین ورنہ اگر صرف یہی مراد لیا جاوے کہ انسان کی کوششین
جدا جدا ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہین تو اس کے کہنے سے
کوئی فایدہ نہین معلوم ہوتا ہے - ان آیتون کی بلاغت پر خیال
کرنا چاہیئے کہ اعطا سے بِرّ و احسان مراد ہے اور اتقی و صدق بالحسنی سے تقوی
اور نیک بات کو سچ جاننا یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ کو سچ جاننا -
غرضکہ اون سے مراد فحشا سے بچنا اور تقوے کرنا اور منکر فحشی سے
بچنا ہے صدق بالحسنی سے اس کے سوا ایک عام اصول کی
بھی ہدایت ہے کہ نیک کام کو ہمیشہ سچ جاننا چاہیئے اور بری بات کو
ہمیشہ جھوٹ پس نیکی کا ایک خاص اور ضروری و مقدم اصول بھی
بیان ہوا ہے - لہذا جن اصناف پر یہ تینون امور مذکور حاوی ہین وہ
مجمل ہین اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ بھلی بات کو جس نے سچ جانا وہ نہایت
آسانی مین پہونچایا جاوے گا وعکسہ بعکسہ - بخل کا لفظ مقابل اعطے کے
ہے کہ دینے مین بخل کیا اور استغنی کا لفظ نہایت جامع اور وسیع المفہوم
ہے کہ انسان نے اپنے درجہ اور حالت کا خیال نہ کرکے بالکل
بے پروائی و بیباکی و بے فکری ظاہر کی کیونکہ یہ ظاہر کرنا کہ کچھ احتیاج
و فکر و خطر نہین ہے استغناء کرتا ہے - مال کا کام نہ آنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسا استغناء
بالکل نادانی ہے مال تک کام نہین آتا - جو شخص اللہ کی رضامندی
چاہ کر عمل کرے اس کے نسبت اللہ تعالی نے اس آیت مین
ظاہر کیا ہے کہ کسی کا احسان سوا اس کے ایسا نہین ہے

جس کا بدلا دینا اُسپر لازم ہو یعنی اس امر کو بھی اپنے اوپر بطور احسان کے اللہ تعالی نے ظاہر کیا ہے حالانکہ اُس کی ذات اس سے بہت اعلی و پاک و ارفع ہے اس طریق سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ نیکی کا بدلا خدا تعالی ضرور دے گا بشرطیکہ ابتغاء لوجہ اللہ کیگئی ہو۔

اللہ کی رضامندی پر چلنے والوں کیلئے درجے ہونگے

سورہ آل عمران میں ہے افمن اتبع رضوان اللہ کمن باء بسخط من اللہ وماوٰیہ جہنم وبئس المصیر ہم درجت عند اللہ واللہ بصیر بما یعملون ۵

سو کیا جس نے پیروی کی اللہ کی رضامندی کی مثل اُسکے ہے جو پھر آیا اللہ کے غضب کیساتھ اور ٹھکانا اُس کا جہنم ہے اور بری جگہ ہے اُنکو درجے ہیں اللہ کے پاس اور اللہ بصیر ہے اُسپر جو وہ کرتے ہیں

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ کی رضامندی پر چلنے والے مثل ان کے نہیں جن پر اللہ غضب میں ہوا اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور رضامندی پر چلنے والوں کے لئے درجے ہیں یعنی جیسا کام اُنہوں نے کیا ہوگا ویسا درجہ ایک دوسرے سے کم و زیادہ پاوینگے

فأتوا بهدى من القرآن والتوراة

سورہ قصص میں ہے فلما جاءهم الحق من عندنا قالوا لولا اوتی مثل

سو جب آیا اُن کے پاس حق ہمارے پاس سے کہنے لگے کیوں نہ دیا گیا اُسکی مانند

ما آوتی موسیٰ اولم یکفروا بما	جو دیا گیا تھا موسیٰ کو کیا اُنہون نے کفر نہین
اوتی موسیٰ من قبل قالوا سحران	کیا اُس کے ساتھ جو دیا گیا تھا موسیٰ کو سے پہلے
تظاھرا وقالوا انا بکل کافرون ۔	کہنے لگے کہ دونون جادوگر ہین جو غلبہ چاہتے ہین
قل فاتوا بکتب من عند اللہ ھو	اور کہنے لگے کہ ہم بالکل اسکے ساتھ کفر کرنیوالے ہین تو کہدے
اھدیٰ منھما اتبعہ ان کنتم	کہ تو لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس سے جو زیادہ ہدایت کرنیوالی
صٰدقین ہ	ہو ان دونون سے مین پیروی کرون اسکی اگر تم سچے ہو۔

پس ان آیات مین قرآن اور توریت کا سب کتابون سے زیادہ قابل ہدایت ہونا بیان ہوا ہے لہذا اُن دونون کا سب سے زیادہ قابل ہدایت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سورہ علق کے احکام استغناء وغیرہ کے متعلق

سورہ علق وہ سورہ ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی۔ شروع اس طرح ہوئی ہے کہ اپنے رب کے نام پر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ پس قرأۃ کے پہلے اللہ کا نام لینا اس سے ثابت ہوتا ہے اور بجائے اللہ کے لفظ ربک ہے جو دلالت کرتا ہے اس پر کہ پرورش اور برقرار رکھنے والا اور خبر رکھنے والا و پیدا کرنے والا یعنی خالق اور پرورش کنندہ اللہ تعالیٰ ہے اُس کے بعد فرمایا کہ بنایا آدمی کو علق یعنی پھٹکی سے انسان کے خالق ہونے کی دلیل اس سے نکلتی ہے۔ اُس کے بعد فرمایا کہ تیرا رب اکرم ہے جس سے خدا تعالےٰ کا سب سے بزرگ ہونا

ثابت ہوتا ہے آگے اکرم ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بذریعہ قلم کے سکھلایا انسان کو وہ چیز جو نہین جانتا تھا اُس کے بعد انسان کی فطرت بیان ہے کہ آدمی سرکشی کرتا ہے اگر اُس کو استغناء ہوتا ہے پہر اُس سرکشی کے لئے جو دوا ہے اُس کو بتایا کہ الی ربک الرجعی یعنی اے انسان تیری رجعت تیرے رب کی طرف ہے انجام اُس کا رب کیطرف پہر جانا ہے پہر فرمایا کیا تو نے دیکھا ہے ایسے شخص کو جو منع کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے اور اُس نمازی بندہ کے نسبت یہ فرمایا کہ آیا دیکھا ہی تو نے اُس کو کہ ہوتا نیک راہ پر اور حکم کرتا تقوے کرنے کا یہ اشارہ ہے کہ اگر وہ ہدایت و تقوے پر نماز پڑہتا ہے تو اُس کا منع کرنا کس قدر بُرا ہے پہر فرمایا کہ آیا تو نے دیکھا اُن کو کہ جھٹلایا اور مُنہ موڑا یہ نہ جانا کہ اللہ دیکھتا ہے پس اس طریقہ سے اصل اُس بات کو جس سے تمام گناہون سے توبہ ہوتی ہے اور مُنہ مُڑ جاتا ہے اُس کا بیان کیا یعنی صرف جان لینا ہی کہ اللہ دیکھتا ہے تمام گناہون کے چھوٹنیکا سبب ہو سکتا ہے پس ایسے بڑے موثر امر کا جو اصل اصول ہے ذکر کیا پہر وعید کو بھی ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ خدا کو دیکھتا ہوا اور حاضر و ناظر نہ سمجھنے سے اگر کسیکو فایدہ نہین ہوتا تو وہ اسیکا خیال کرے اور فرمایا کہ بیشک اگر باز نہ آوے گا ہم گھسیٹینگے چوٹی جھوٹے گنہگار کی اور وعید کو شدید تر کیا تو اب لاوے اپنے مجلس والون کو ہم

ہلاکت میں ساوے سے حفاظت کرنے کو پھر فرمایا کہ بیشک نہ اطاعت کر تو اس کی اور سجدہ کرا ور نزدیک ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ موجب قربت اور رحمت الٰہی ہے پس اس سورہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ سب امور بیان ہوئے ہیں۔

ہر نفس و ہر بشر خواہ نبی ہو خواہ اور کوئی موت سے لاقی ہوگا اور ہر شئے ہلاک ہونیوالی ہے و آنحضرتؐ و مومنین پر درود کی حقیقت

سورہ قصص میں ہے کل شئ	ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے
ھالک الا وجھہ	مگر اللہ کی ذات۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اور ہر چیز ہلاک ہونگے کسی شخص کا استثنا نہیں ہے شئے شاء سے نکلا ہے پس جس چیز کا ہونا یعنی مخلوق ہونا خدا نے چاہا اور اس کے چاہنے سے ظاہر ہوئی وہ شئے ہے اور ہلاک ہونے والی ہے سورہ رحمٰن میں ہے

کل من علیھا فان	جو کوئی اوس پر ہے وہ فنا ہونیوالا ہے
ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال	اور باقی رہے گی ذات تیرے رب
والاکرام ۵	صاحب جلال و اکرام کی۔

پس اس سے بھی ہر زمین کے رہنے والے کا فانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سورہ عنکبوت مین ہے۔

کل نفس ذائقة الموت ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جسمین نفس ہے وہ مرے گا اور اس سے فانی ہوگا اور کوئی استثنا کسی شخص کی نسبت نہین ہے خواہ وہ انبیاء ہو یا مقتول فی سبیل اللہ یا کوئی اور حیات انسانی عبارت ہے مجموعہ حرکات سے اور حرکت نام ہے انتشار سالات کا اور موت عبارت ہے اس سے کہ جسم وقویٰ بیحس ہو جاوین جو اسپر دلالت کرتے ہین کہ کسب واکتساب اب وہ شخص جسکا جسم ہے نہین کرسکتا۔ سورہ زمر مین ہے۔

انک میت وانھم میتون تو بھی مرنیوالا ہے اور وہ بھی مرنیوالے ہین

پس اس آیت سے آنحضرتؐ کا بھی اسیطرح موت سے فانی ہونا ثابت ہوتا ہے جسطرح اُنکا جنکا اس آیت مین ذکر ہے سورہ انبیاء مین ہے

وما جعلنا من قبلک الخلد افان اور نہین دیا ہمنے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ رہنا

مت فھم الخالدون کل نفس سو کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ رہ جاوینگے ہر نفس کو

ذائقة الموت موت کا مزا چکھنا ہے۔

سورہ کہف مین ہے۔ قل انما تو کہہ سوائے اسکے نہین کہ مین آدمی ہون

انا بشر مثلکم یوحی الی الآیہ مثل تمہارے وحی کیجاتی ہے میرے طرف الآیہ

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانیت مین اور انسانون کے

طرح ہر امر میں آنحضرتؐ سے صرف وحی فضل تھی لہذا موت و حیات میں بہ نسبت دیگر آدمیوں کے اور کوئی تفریق نہیں تھی اور اس کے کہدینے اور اعلان کردینے کا آنحضرتؐ کو حکم ہوا۔ پس اس آیت میں بہت صاف بیان کیا گیا ہے کہ کسی بشر کو جو بشر ہے ہمیشہ زندہ رہنا نہیں ہے اور ہر نفس کو ذائقہ موت کا چکھنا ہے اور چونکہ اس کے بعد بیان ہوا ہے کہ اگر تو مر گیا تو کیا وہ رہینگے۔ لہذا آنحضرتؐ کی ذات مبارک بھی ذائقہ موت سے بری نہیں اور کل آدمی خواہ وہ رسول و نبی ہوں خواہ مقتول فی سبیل اللہ خواہ اور کوئی سب شامل ہیں بغیر کسی استثنا کے اور سب سے بڑی دلیل اسکی یہ ہے کہ جب آنحضرت ملاقی موت سے ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے مسجد نبوی میں آکر یہ خطبہ دیا

امابعد من کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قد مات	امابعد جو کوئی تم میں محمدؐ کی عبادت کرتا ہے تو محمدؐ
ومن کان منکم یعبد اللہ فان	بیشک مر گئے اور جو کوئی تم میں اللہ کی عبادت کرتا ہے
اللہ حی لا یموت قال اللہ وما	تو اللہ حی لایموت ہے کہا اللہ نے اور نہیں محمدؐ مگر
محمد الا رسول قد خلت من	ایک رسولؐ بیشک اُن سے پہلے کئی
قبلہ الرسل افان مات او قتل	رسولؐ گذر چکے سو کیا وہ مر یا قتل ہو تو تم پھر جاؤ گے
انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب	اپنے پاؤں پر اور جو پھر یگا اپنے پاؤں پر
علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً	تو ہرگز نہ ضرر پہنچا سکیگا اللہ کا کچھ
وسیجزی اللہ الشاکرین ٥	اور اللہ جلد بدلا دے گا
	شاکرین کو۔

پس حضرت ابوبکرؓ نے آیت مذکورہ سے استدلال کیا اور اُسکی تفسیر کی کہ آنحضرتؐ کو موت آگئی اور اللہ ہی حی لاموت ہے پس خدا پرستی چاہیئے محمد پرستی نہ چاہیئے یعنی عبادت خدا ہی کی کرنی چاہیئے جو زندہ اور کبھی نہ مرنے والا ہے نہ کہ آنحضرت کی اور آیت مذکور میں بہت صاف ہے کہ جسطرح سابق کے رسل گذر گئے اسیطرح آنحضرت بھی گذر گئے اور آپ کے گذر جانے سے اپنے اعقاب پر نہ پھر جانا چاہیئے۔ لہذا ہم صرف یہ کہتے ہین کہ جسطرح اور آدمیون کی موت ہوتی ہے اسیطرح کل رسولون اور آنحضرتؐ کی موت کا ہونا ثابت ہے موت کی جو حقیقت ہو اگر دیگر آدمیون کو بعد موت کے انکشاف ہوتا ہو یا وہ زندون کو دیکھتے یا جواب دیتے ہون تو انبیاء و رسل بھی اسیطرح کرتے ہون گے لیکن کوئی تفریق بروے آیات قرانی ثابت نہین ہوتی بلکہ مماثلت ثابت ہوتی ہے اور حضرت ابوبکرؓ جیسے عارف و اکرم صحابہ کی تفسیر سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ سورہ مریم مین ہے

و السلام علیّ یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیاً ہ	اور سلام ہے مجھ پر جسدن پیدا ہوا اور جسدن مرا اور جسدن اُٹھون گا زندہ ہوکر

یہ حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے۔ اور سورہ مریم مین ہے۔

و السلام علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیاً ہ	اور سلام ہے یحییٰؑ پر جسدن پیدا ہوا اور جسدن مریگا اور جسدن جی کر اُٹھے گا۔

پس ان آیات سے حضرت یحییٰؑ و حضرت عیسیٰؑ کا بھی مرنا ثابت
ہوتا ہے اور چونکہ دونون حضرات کی نسبت تقریباً ایک ہی قسم
کے الفاظ اور تقریباً ایک ہی قسم کا طرز بیان ہے لہذا کوئی وجہ
نہیں کہ اگر حضرت یحییٰؑ کو مردہ مانا جاوے تو حضرت عیسیٰؑ کو نہ مانا جاوے
اور دیگر آیات کی تفسیر ان آیات سے نہ کیجاوے۔ سورہ احزاب

مین ہے۔ ان اللہ وملئکتہ	اللہ اور اُس کے ملائکہ صلوٰۃ بھیجتے ہین اوپر
یصلون علی النبی یا ایھا الذین	نبی پر اے مومنو صلوٰۃ بھیجو اُسپر اور سلام کرو
امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما	جیسا کہ حق ہے سلام کرنے کا۔

اس آیت مین آنحضرتؐ پر رحمت و سلام بھیجنے کا حکم ہے اور اللہ
اور اُس کے ملائکہ کی نسبت بھی یصلون ہے بہر حال درود
جسمین استدعا ہے رحمت ہو اُس کے بھیجنے کا اور سلامتی
چاہنے کا حکم ہے لیکن مجمل طور پر تفصیل نہین ہے کہ تا حیات
یا بعد ممات تا قیامت بھیجنے کا حکم دیا ایکبار کے لئے اور چونکہ سلام بھی ہے ابتدا
تا حیات بھی استدلال ہو سکتا ہے مگر یہ کہ سلام سے معنی سلامتی
دنیا و آخرت دونون کی لیجاوے اور بعد ممات صرف آخرت
کی سمجھی جاوے۔ دوسرے ماقبل و مابعد آیت مین آنحضرتؐ کے
ایذا نہ دینے اور ایذا دینے کی وعید کا بیان ہے۔ ابتدا
صلوٰۃ تا حیات کے بابت تائید ہوتی ہے سورہ بقر مین ہے

وبشر الصابرین الذین اذا	اور بشارت اُن صبر کرنیوالون کو کہ

اصابتهم مصيبة قالوا انا لله و — پہنچتی ہے انپر مصیبت کہتے ہیں کہ ہم
انا اليه راجعون اولئك عليهم — اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسکیطرف لوٹائے
صلوٰة من ربهم ورحمة و — جائینگے انہیں پر صلوٰۃ ہے اُن کے رب
اولئك هم المفلحون ۝ — کیطرف سے اور رحمت اور وہی فلاح پانیوالے ہیں

پس ان آیات سے اللہ تعالےٰ کا صابرین مذکورہ آیت پر صلوٰۃ اور رحمت کا بھیجنا ثابت ہے۔ اور سورہ نور میں ہے۔ تفسیر

فاذا دخلتم فسلموا على انفسكم — سو جب داخل ہو تم مکانوں میں تو سلام بھیجو اپنے

پس اس آیت سے مؤمنین پر سلام بھیجنا یا الفاظ دیگر سلام کرنا بھی ثابت ہے۔ سورہ احزاب میں ہے۔

يا ايها الذين آمنوا اذكروا الله — اے مومنو یاد کرو اللہ کو بہت یاد کرنا
ذكرا كثيرا وسبحوه بكرة واصيلا — اور پاکی بیان کرو اسکی صبح و شام وہی
هو الذي يصلي عليكم وملئكته — وہ ہے جو صلوٰۃ بھیجتا ہے تمپر اور اسکے ملائکہ
ليخرجكم من الظلمت الى النور — (بھیجتے ہیں) تاکہ نکالے تم کو تاریکی سے نور کیطرف
وكان بالمؤمنين رحيما ۝ — اور ہے مؤمنین پر رحم کرنے والا۔

پس ان آیات سے اللہ اور اس کے ملائکہ کا مؤمنین پر صلوٰۃ بھیجنا ثابت ہوتا ہے جسطرح اسی سورہ کی آیت مذکورہ سے آنحضرت پر اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ کا صلوٰۃ بھیجنا مذکور ہو چکا ہے صرف مؤمنین کو دوسرے مؤمن پر صلوٰۃ بھیجنے کا انکار نہیں ہے لہذا اللہ اور اس کے ملائکہ کا صلوٰۃ جسطرح آنحضرت پر بھیجنا اسیطرح

مومنین پڑھی ہے اور وہ اُسمین شریک ہین - فضیلت درود یعنی
صلواۃ کی قران مجید مین مذکور نہین ہے یعنی وہ آنحضرت پر ہو یا دوسرون پر
تمامتر اُس کا دارمدار احادیث پر ہے اور اس کا بھی کہ آنحضرت
پر وہ پیش کیا جاتا ہے اور آپ اُس کا جواب دیتے ہین تا وقتیکہ
اُن احادیث کی تنقید نہ کیجاوے اور بالتفصیل بیان نہ ہون
اُنکی بابت یہان لکھنا نامناسب ہے - لہذا درود کے متعلق
اعتقاد احادیث کیوجہ سے قایم کرنے سے بہت احتیاط کرنا چاہیئے
اور جو مقتضاے احتیاط ہو اُس پر عمل کرنا چاہیئے -

مقتولان فی سبیل اللہ کے احیاء ہونے سے کیا مراد ہے

اور شہید و شہداء کے معنی بروے قران

مقتولان فی سبیل اللہ جن کو عرف عام مین شہید اور اُنکی
جمع شہداء کہتے ہین اُسیطرح زندہ ہین جسطرح اور آدمی خصوصاً
نیک اشخاص و انبیاء و رسول زندہ ہین اُن سب کو زندہ یا مردہ
جو کچھ کہا جاوے تعبیر کا فرق ہے - سورہ آل عمران مین ہے -

الذین قالوا لاخوانھم وقعدوا	وہ (منافق) کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور
لو اطاعونا ما قتلوا قل فادرءوا	خود بیٹھ رہتے ہین کہ اگر وہ ہماری بات مانتے
عن انفسکم الموت ان کنتم	تو قتل نہ ہوتے تو کہہ کہ اپنی ذات سے موت کو ہٹاؤ
صدقین ولا تحسبن الذین	اگر تم سچے ہو اور تو نہ سمجھ اُن لوگون کو جو اللہ کی

قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء	راہ مین قتل ہوئے اموات بلکہ احیا ہین اپنے
عند ربھم یرزقون فرحین بما	ربکے پاس روزی پاوینگے خوش ہین اُس پر
اتاھم اللہ من فضلہ ویستبشرون	جو دیا اللہ نے اُنکو اپنے فضل سے اور خوشوقت
بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم	ہونگے ان کیطرف سے جو ابھی نہین ملے اُنسے اُنکے
الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون	پیچھے سے یہ کہ نہین خوف اُنپر اور نہ وہ غمگین ہونگے
یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل	خوشوقت ہونگے اللہ کی نعمت اور فضل سے
ان اللہ لا یضیع اجر المومنین ۵	اور اللہ نہین ضایع کرتا اجر مومنین کا۔

ان آیات مین صیغے یرزقون ویستبشرون کا ترجمہ ہونگے یعنے
صیغہ استقبال سے کیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ صیغے استقبال کے
ہین۔ پس اختیار ہے کہ حال کے معنی اُن سے نہ لئے جاوین اور
خاص وجہ ہمارے صیغہ حال کے معنی نہ لینے کے یہ ہین کہ خود اسی
سورہ آل عمران کی آیات ونیز دیگر آیات سے محکم طور پر ثابت ہے
کہ اجر و جزا یا سزا قیامت کے دن ملیگی لہذا صحیح معنی یہی ہین کہ حال
کے معنی نہ لئے جاوین۔ نیز اس بحث کے متعلق یہ امر قابل یاد رکھنے
کے ہے کہ عذاب و ثواب قبر مین ہونا ثابت نہین ہے اور جبکہ وہ
ثابت نہ سمجھا جاوے اور اصول کے رو سے یہ امر صحیح سمجھا جاوے
تو اور تاویلین مذکورہ کے لینے کے ہوتے ہین پس اس بحث مین
اگر عذاب و ثواب قبر سے استدلال کیا جاوے اور اُس کو
مقدمہ قرار دیا جاوے تو وہ صحیح نہین ہوگا کیونکہ ہمارا مسلمہ نہین۔ لہذا

مسلمہ فریقین نہ ہوگا اور ہمارے مقابلہ میں حجت نہ ہوگی ہمارے نزدیک تو بعض آیات قران سے بھی قبر میں عذاب یا ثواب کا نہ ہونا ایک طرح پر ثابت ہوتا ہے۔ بوجوہ ذیل ان آیات سے مقتولان فی سبیل اللہ کا ایسا زندہ ہونا جو کسب کر سکیں یا سمجھ سکیں ثابت نہیں۔

ا۔ یہ آیت منافقون کے طعن کے بیان کے بعد ہے کہ اگر وہ انکی بات مانتے تو قتل نہ ہوتے لہذا خدا نے بہ لحاظ ان طعنوں اور نقصانوں کے جو مقتولان فی سبیل اللہ کو وہ عطا کرے گا یہ فرمایا کہ ان کو تم مردہ نہ سمجھو بلکہ خدا کے پاس وہ زندہ ہیں یعنی جیسی زندگی دوسری ارواح کو ہے ویسا تو انکی زندگی ثابت ہی ہے باعتبار اس کے بھی کہ وہ نام نیک و مثال عمدہ چھوڑ گئے ہیں اور انکی مغفرت ہوگی اس کے سبب سے بھی زندہ ہیں کیونکہ اصل زندگی مغفرت اور نعمت و راحت پانا ہے جو انکو حاصل ہوگی اور حیات دنیا کے تمتع و فایدوں کے مقابل وہ فواید و تمتع زیادہ باقی اور زیادہ بہتر ہیں۔ پس اس کہتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں نہایت بلاغت ہے۔ (۲) یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ ان کو زندہ سمجھو نہ کہ مردہ بلکہ آنحضرت کو فرمایا کہ تو سمجھ اموات بلکہ احیاء سمجھ جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت بخوبی امر مذکور کو سمجھتے تھے اور جو آنحضرت سے پوچھتے اس کو تفصیل آپ آگاہ کر دیتے۔ (۳) اگر مقصود یہ ہوتا کہ حقیقتاً ان کو زندہ کہا جاوے تو عند ربھم کا لفظ نہ ہوتا۔ (۴) بل احیاء عند ربھم کے بعد یرزقون کا لفظ بھی اس غرض سے زیادہ کیا گیا تاکہ اگر یہ سمجھا جاوے کہ وہ معنی معروف زندہ ہیں

تو اُن کو کھانا پینا چاہیے اور اللہ کے پاس کیسے کھائیں پئیں گے تو اُسکی
نفی ہو جاوے کیونکہ رزق یہی ثواب وہ قیامت کے دن پاویں گے
لہذا احیاء سے مراد ایسی زندگی نہیں ہے جسمیں مادی طور پر کھایا پیا جاوے
(۵) اگر اعمال آگے منقطع نہ ہو جاتے اور کسب کی اور سمجھنے کی طاقت
انمیں ہوتی تو اُن کی تشریح اور تفصیل بھی ہوتی اُنکی خوشوقتی بھی بیان
ہوئی ہے کہ اپنے حال میں خوش ہیں اور جو پیچھے آوینگے ان کے تئیں
اُن سے خوشوقت ہوں گے کیونکہ اُن کو بھی اُسیطرح فضل و نعمت ملیگی
(۶) بقیہ الفاظ بھی ایک ایک کرکے دیکھو کہ وہ خاص اس غرض سے
بھی لائے گئے ہیں تاکہ کسب و اکتساب و علم اُن کا ثابت ہو بلکہ قتل
فی سبیل اللہ کی فضیلت اور امور مذکورہ بالا کی تائید ہو اور تحریض علی
القتال کریں اور منافقوں کی باتوں سے اثر کم کریں۔ سورہ بقر میں ہے

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ — اور تم لوگ نہ کہو اسکو جو قتل ہو اللہ کی راہ
اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون — میں مردہ بلکہ احیاء ہیں لیکن تمکو خبر نہیں۔

یعنی تم کو خبر نہیں کہ کسطرح کے احیاء ہیں لہذا اس آیت سے بھی وہی امور
ثابت ہوتے ہیں جو سورہ آل عمران کی آیت مذکور سے ثابت ہوچکے ہیں
اگر اللہ کا یہ مقصود ہوتا کہ اُن کو زندہ یعنی معروف بتلاوے تو لا تشعرون
کے ساتھ تفصیل بھی کردیتا کہ یہ عمل وہ اپنی زندگی میں کرسکتے ہیں۔
سورہ آل عمران کی آیت میں نہ سمجھیو کہا گیا تھا اور اس آیت میں نہ کہو تم
کہا گیا ہے سمجھو تم مومنین کہا گیا لہذا یہ بلاغت ہے کہ زبان سے اُن کو مردہ

نہ کہو حالانکہ اُن کو مردہ محسوس کرتے ہو بلکہ اُن کے تمام جو باقی ہین اُس کے اعتبار سے زندہ کہو۔ دوسرے عند ربھم کا لفظ اس آیت مین نہین ہے جس سے اور تائید ہوتی ہے لاتشعرون سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زندگی کی خاص قسم ہے جسکی تفصیل تم نہین سمجھتے یعنی وہ مشابہ دنیا کی زندگی کے نہین ہے۔ صبر و صلواۃ کے ترغیب و بیان کے بعد یہ آیت ہے لہذا اُس سے بھی تحریص علی القتال و منافقین کے قول مذکور کے اثر کا کم کرنا مقصود ہے دوسری جگہ قران مجید مین کل مومنین عمل صالح کرنے والون کو اللہ تعالی نے حیات طیبہ دینے کا وعدہ کیا ہے پس مقتولان فی سبیل اللہ بھی اسی قسم کی حیات طیبہ پاوینگے۔ سورہ حدید مین ہے۔

انما الحیواۃ الدنیا لعب ولھو ان	جان لو تم کہ سوا اُس کے نہین کہ دنیا کا جینا
الدار الآخرۃ لھی الحیوان	لعب اور لہو ہے اور دار آخرت کا جینا وہی
لو کانوا یعلمون ۵	جینا ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

پس اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ زندگی صحیح و اصلی آخرت کی زندگی ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

ولئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم	اور اگر تم قتل ہوئے اللہ کی راہ مین یا
لمغفرۃ من اللہ ورحمۃ خیر مما	مر گئے تو مغفرت اللہ کی اور رحمت بہتر ہے
یجمعون ۵	اُس سے جو وہ جمع کرتے ہین۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ مین موت طبعی

مرجانا یا قتل ہونا اُس سے بہتر ہے جو جمع کرتے ہین کیونکہ مغفرت اور رحمت اُسکا بدلا ہے لہذا منافقین کی مذکورہ بالا بات کا جواب اس آیت سے بھی نکلتا ہے اور سورہ آل عمران مین ہے فالذین

هاجروا واخرجوا من دیارهم واوذوا	سو جنھون نے ہجرت کی اور نکالے گئے اپنے گھرون سے اور ستائے گئے میری
فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنهم	راہ مین قتل کیا اور قتل ہوئے دور کردیگا اُن سے
سیاتهم الآیه	اُنکی برائیون کو الآیہ

پس اس آیت مین بھی مقتولان فی سبیل اللہ کا ثواب مذکور ہے قرآن مجید کے رو سے مقتولان فی سبیل اللہ کو شہید یا شہدا نہین کہا گیا ہے نہ شہید یا شہدا کو احیا کہا گیا ہے چنانچہ سورہ بقر مین ہے۔

وکذالک جعلناکم امة وسطا لتکونوا	اور اسیطرح ہمنے ٹھرایا تم کو امت وسط کی تاکہ
شهداء علی الناس ویکون الرسول	تم بتانیوالے ہو آدمیون کو اور رسول تم لوگونکا
علیکم شهیدا ٥	بتانے والا ہو۔

پس اس آیت مین شہدا کا ترجمہ بتانے والے یا گواہ ہوا اور دیگر مترجمین نے بھی اسی ترجمہ کو اختیار کیا ہے سورہ حدید مین ہے۔

والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک	جو ایمان لائے اللہ اور اُس کے رسولون پر
هم الصدیقون والشهداء عند	وہی صدیق اور شہدا ہین اپنے
ربهم ٥	رب کے پاس۔

پس اس آیت سے بھی شہدا کے معنی مقتول فی سبیل اللہ کے نہین ثابت ہوتے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوتے ہین اور شاہ عبدالقادر

نے بھی اپنے ترجمہ قرآن مین احوال بتانے والے شہداء کا اس آیت مین ترجمہ کیا ہے۔ پس آیت انعم اللہ من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین مین شہداء سے مراد مقتول فی سبیل اللہ نہین ہون گے بلکہ اُس کے بھی وہی معنی ہون گے جو آیات سورہ بقر اور سورہ حدید مذکورہ بالا مین و دیگر جگہ معنی لیے گئے ہین یعنی بتانے والے یا گواہ کے۔

ہر چیز کا اللہ کا ایک اندازہ مقرر ٹھہرا دینا اور جو اللہ سے ڈر کر بچے اُسکو ایسی جگہ سے روزی ملنا جسکا خیال نہ ہو اور راہ ملنا

سورہ طلاق مین ہے ومن یتق	اور جو کوئی تقوی کرتا ہے اللہ سے اللہ کر دیتا ہے
اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من	اُس کیلئے راہ نکلنے کی اور رزق دیتا ہے اُس کو
حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی	جہان سے اُسکو گمان نہ ہو اور جو بھروسہ رکھتا ہے اللہ پر
اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ	تو وہ اُسکو کافی ہے اللہ اپنا امر پہنچنے والا ہے
قد جعل اللہ لکل شیء قدرا ہ	بیشک ٹھہرایا ہے اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ۔

پس ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو اللہ سے ڈر کر بچتا ہے اُس کے لیئے اللہ کوئی راہ نکال دیتا ہے اور جہان سے اُس کا خیال بھی نہ ہو اُس کو وہان سے روزی ملتی ہے اور توکل اُس پر کافی ہے اور جو اللہ کا حکم ہوتا ہے اُس پر وہ ضرور پہنچ جاتا ہے یعنی وہ ہو کر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیئے اُس نے ایک اندازہ ٹھہرا دیا ہے لہذا یہ سب امور کر سکتا ہے اس لیئے اللہ سے ڈر کر بچنا بہت مفید ہے۔

سورہ مرسلت مین ہے الم نخلقکم من ماء مھین فجعلنٰہ فی قرار مکین الی قدر معلوم فقدرنا فنعم القادرون ۔

کیا نہین پیدا کیا ہمنے تم کو بے قدر پانی سے پھر کیا ہمنے اُس کو ایک ٹھہرنے کی جگہ مین ایک اندازہ معلوم تک سو اندازہ کیا ہمنے پس ہم اچھا اندازہ کرنیوالے ہین ۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نطفہ کے بابت بھی قدر یعنی اندازہ اللہ نے کیا اور اللہ بہت اچھا اور خوب اندازہ سب چیزون کا کرنیوالا ہے بذات خود بدی کوئی چیز نہین صرف خاص مواقع و حالات و اعتبارات کے ماتحت کسی چیز کے ناجائز و نقصان رسان طریق سے استعمال کا نام بدی ہے ایک ہی چیز خاص مقدار مین مفید اور دوسری مقدار مین نقصان رساں ثابت ہوتی ہے ایک ہی کام کسی خاص حالت مین راحت و برکت کا سبب ہوتا ہے اور کسی دوسری حالت مین وہی کام اُس کے اور اُس کے ساتھیون کے لئے لعنت و تکلیف اور عذاب کا موجب ٹھہرتا ہے یہ ایک عالمگیر قانون ہے۔ مذہب انسان کو اسکی حرکات و سکنات و افعال و اشیا سے متعلقہ مین مقدار و تناسب کا پتہ بتلاتا ہے لہذا اسی ہدایت کا نام قدر ہے اور ہر چیز کا اندازہ معین سے تناسب قبول کر کے کسی معلول کا وجود اس سے ہونا دلیل اسی قدر کی ہے جس سے اللہ ہر چیز کو وجود مین لایا ہے۔

عذاب و ثواب آخرت مین ہونے کے فواید اور مخالفون

سے کے ساتھ ولڑائیون مین اُس سے کے نتائج

اسے اعتقاد و ایمان ہے کہ سزا اس دنیا مین نہین ہوگی بلکہ آخرت مین ہوگی اس دنیا مین جو سزا دیجاتی ہے وہ عبرت و رسوائی کیلئے ہے لڑائی وغیرہ کا مقصود یہ ہے کہ فتنہ مٹ جاوے تاکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بخوبی کر سکین اور یہی غایت اصلی ہے اسمین بہترین فایدہ ہے جو دوسری طرح نہین ہو سکتا کہ مومن کا فرد اپنے مخالفون پر غلبہ نہین کرتا نہ لڑتا ہے اس لیئے کہ بدلا نہ ہوسکے اور سزا دیوے بلکہ ان کے بدلا و سزا کے لئے آخرت ہی کو ترجیح دیتا ہے اسطرح تعدی و عدوان نہین کرتا نہ بچون عورتون عالمون اور غیر لڑنیوالون کے متعرض ہوتا ہے نہ دیگر اشیاء کو غارت کرتا ہے نہ ایسے افعال کرتا ہے اور نہ ایسی چیزون سے کام لیتا ہے جو عقل کے منافی ہین بلکہ صرف اصل غرض سے کام رکہتا ہے اسیطرح اپنے فی سبیل اللہ جان دینے کو جینے پر ترجیح دیتا ہے تاکہ بہترین ثواب پا سکے لیکن خود جان دینا ثوابون کا حق نہین کرتا لہذا اسکا مقصد حفاظت جان کے بعد جان یا دنیا مین جان جانے کا خوف نہین ہوتا۔ اس طرح ثبات و انصاف جون ہوتے ہین۔

عمل کا بدلا ہر ایک کو عمل کے موافق مساوی

حساب سے دیا جاوے گا

سورہ نبا مین ہے لایسمعون فیھا لغوا ولا کذابا جزاء من ربک عطاء حسابا ۔ — نہ سنینگے اُسمین لغو اور نہ جھٹلانا بدلا ہے تیرے رب کا دیا گیا ہے حساب سے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اجر و بدلا قیامت مین دیا جاویگا وہ حساب کے روسے دیا جاوے گا لہذا جو درجات ملین گے وہ بموجب ثواب عمل کے ہوں گے نہ یہ کہ کسی کو اُسی عمل کا حساب زیادہ دیا جاوے اور کسی کو اُسی عمل کا حساب کم دیا جاوے ۔

اعمال کے ثواب و عذاب کے درجات ہین

سورہ آل عمران مین ہے افمن اتبع رضوان اللہ کمن باء بسخط من اللہ وماوٰہم جہنم وبئس المصیر ھم درجٰت عند اللہ واللہ بصیر بما یعملون ۔ — کیا جسنے پیروی کی اللہ کے مرضی کی برابر ہے اُس کے جو کما لایا اللہ کا غصہ اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بُری جگہ پہنچا اُنکے درجے ہین اللہ کے پاس اور اللہ دیکھتا ہے اُس پر جو وہ کرتے ہین۔

سورہ انعام مین ہے ولکل درجٰت مما عملوا وما ربک بغافل عما یعملون ۔ — اور ہر کسی کو درجے ہین اُس کے عمل سے اور تیرا رب بیخبر نہین اُن کے کام سے۔

سورہ احقاف مین ہے ولکل اور ہر ایک کے درجے ہین اپنے
درجٰت مما عملوا ولیوفیھم کئے کے تاکہ پورا دیا جاوے اُن کو اُنکے
اعمالھم وھم لایظلمون ۵ کام اور اُنپر ظلم نہ کیا جاوے گا۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نیک و بد عمل کے اور ہر آدمی کے درجے ہون گے جو ایک دوسرے کے عمل سے متفاوت ہونگے اور باعتبار اپنے درجون کے فضل رکھینگے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے

انظر کیف فضلنا بعضھم علے تو دیکھ کیسا فضیلت دی ہمنے بعض کو
بعض وللاخرۃ اکبر درجٰت بعض پر اور آخرت مین بہت بڑے درجے
واکبر تفضیلا ۵ ہین اور بہت بڑا فضل (ایک کو دوسرے پر)

جزا و سزا کا آخرت مین ملنا حکمت و مصلحت ہے

اگر جزا و سزا اس دنیا ہی مین دیجاتی اور آخرت کے لئے نہ متعلق کیجاتی تو اول تو ایمان بالغیب نہ ہوتا اور سب لوگ ایک اعتقاد کے ہوجاتے دوسرے جو مجرم جرم کرنے کے بعد ہی فوراً مرجاتا یا جرم کرکے ہی خودکشی ہی کرلیتا اُس کو سزا نہ دیجاسکتی اسیطرح جو فی سبیل اللہ قتل ہوتے اُن کو جزا نہ دی جاسکتی لہذا آخرت مین جزا و سزا کا ملنا مصلحت و حکمت پر مبنی ہے۔

آخرت و حیات دنیا و زینت

سورہ یونس مین ہے ان الذین جو نہین رجا رکھتے ہین ہمسے ملنے کی

لا یرجون لقاء نا و رضوا بالحیوٰۃ	اور راضی رہتے ہیں دنیا کی زندگی کیسا تھ
الدنیا و اطمانوا بھا و الذین ھم	اور اُس سے مطمئن ہو جاتے ہیں اور
عن ایٰتنا غٰفلون ؕ اولٰئک ماوٰھم	جو ہماری آیات سے غافل ہیں اُنکی ٹھکانا
النار بما کانوا یکسبون ؕ	نار ہے بسبب اُن کے کسب کے ۔

اس آیت مین پوری تفصیل اور بوضاحت بیان کیا گیا ہے اور دوسری آیتون کی تفسیر ہے کہ کون حیات دنیا بُری ہے جس کا نتیجہ نار و عذاب ہے پس بیان کیا گیا ہے کہ جو اللہ کے ملنے کی اُمید نہین رکھتے اور حیات دنیا پر راضی ہو کر مطمئن ہو جاتے ہین یعنی نہ آخرت کا اعتقاد رکھتے ہین نہ آخرت کے زاد راہ کا سامان کرتے ہین اور اللہ کی آیات سے غافل ہین اُنکی کا ٹھکانا نار ہے اور سبب بھی بیان کیا گیا ہے کہ بسبب اُن کے کسب کے کیونکہ کسب اُن کا محض دنیا کے لئے اور دنیا ہی کے کامون کے لئے ہوتا ہے ۔ سورہ والنازعات مین ہے ۔

فاما من طغیٰ و اٰثر الحیوٰۃ الدنیا	سو جس نے سرکشی کی اور مقدم رکھا دنیا کی
فان الجحیم ھی الماویٰ و اما	زندگی کو سو جہنم اُسکا ٹھکانا ہے اور
من خاف مقام ربہ و نھی النفس	جو ڈرا اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے سے اور
عن الھویٰ فان الجنۃ ھی	منع کیا اپنے نفس کو بیجا حرص سے تو
الماویٰ ؕ	جنت اُس کا ٹھکانا ہے ۔

پس ان آیات مین بھی سرکشی کرنا اور حیات دنیا کو ترجیح دینا سبب جہنم کا اور بمقابلہ اس کے خدا سے ڈرنا اور حرص بیجا سے اپنی نفس کو

منع کرنا یعنی تقوے و قسط کرنا سبب جنت کا کہا گیا ہے۔ لہٰذا حیات دنیا غیر محمود شے نہیں ہے بلکہ اُس کو سب پر ترجیح دینا اور سرکشی کرنا بُرا ہے سورہ کہف میں ہے

واصبر نفسك	اور صبر کر اپنے نفس کو اُن کیساتھ جو پکارتے
مع الذین یدعون ربهم بالغداة	اپنے رب کو صبح و شام اور چاہتے ہیں اسکے
والعشی یریدون وجهه ولا تعد	منہ یعنی اسکی رضامندی کو اور نہ دوڑیں تیری
عیناك عنهم تريد زينة الحيوٰة	آنکھیں اُنکو چھوڑ کر چاہتے ہوئے زینت
الدنیا ہ	حیات دنیا کے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو صبح و شام اللہ کی رضامندی کو چاہتے ہوں اور صبر کرتے ہوں اُن کے ساتھ صبر کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اُن کو چھوڑ کر حیات دنیا کی زینت کو حاصل کرنا چاہیئے۔ پس اگر اُن کیساتھ زینت چاہیں تو وہ حلال ہے لیکن اُنکو چھوڑ کر جائز نہیں لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ جن مومنین پر تنگی عدم زینت کی وجہ سے ہو اُن کا ساتھ دینا چاہیئے تاکہ سب ملکر زینت کو حاصل کرلیوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کیلئے ایسا حکم ہو کہ انکا ساتھ دیں تاکہ وہ لوگ کامیاب ہو جاویں ورنہ دیگر لوگ ایسی تکلیف مالایطاق کے متحمل نہیں ہو سکتے لہٰذا اُن کے لئے حکم نہ ہو بہرحال اس نظر سے صبر کرنا اور ساتھ دینا محمود ٹھہرا۔

وقت معین ہے اس لئے فوری عذاب نہیں ہوتا اپنے ظلم سے آپ بستیاں ہلاک ہوتی ہیں

سورہ کہف مین ہے وربک الغفور	اور تیرا رب غفور رحیم والا ہے اگر پکڑے اُنکو
ذو الرحمۃ لو یؤاخذھم بما کسبوا	اُنکے کسب پر تو جلد لاوے اُنپر عذاب بلکہ
لعجل لھم العذاب بل لھم موعد	اُن کیلئے ایک وعدہ ہے ہرگز نہ پاوینگے
لن یجدوا من دونہ موئلاہ	اُسکو چھوڑکر سر کنے کی جگہ۔
سورہ قصص مین ہے وما کان	اور تیرا رب بستیون کو ہلاک نہین کرتا
ربک مھلک القری حتی یبعث	جب تک نہ پہنچے اُن کے صدر مقام مین
فی امھا رسولا یتلوا علیھم اٰیٰتنا	رسول جو پڑہتا ہو اُن پر آیات ہماری اور
وما کنا مھلکی القریٰ الا واھلھا	ہم ہلاک نہین کرسکتے بستیون کو مگر جبکہ
ظلمون ہ	اُس کے رہنے والے ظالم ہون۔

پس بستی والے جبھی ہلاک ہوتے ہین جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوتے ہین اور رسول اُن کے صدر مقام پر مبعوث ہوچکتے ہین

سورہ فاطر مین ہے ولو یؤاخذ	اور اگر اللہ پکڑے آدمیون کو اُن کی
اللہ الناس بما کسبوا ما ترک	کمائی پر تو نہ چھوڑے زمین کی پیٹھ پر
علیٰ ظھرھا من دابۃ ولکن	ایک چلنے والا لیکن اُن کو مہلت دیتا ہے
یؤخرھم الیٰ اجل مسمی فاذا	ایک ٹھہرے وقت تک پھر جب آتا ہے
جاء اجلھم فان اللہ کان	وقت تو اللہ ہوتا ہے اپنے
بعبادہٖ بصیرا ہ	بندون پر بصیر

پس چونکہ وقت معین ہے لہذا اُس وقت تک مہلت رہتی ہے فوراً سزا نہین ہوتی۔

اللہ تعالی نے پہلے ہی یہ بات کردی ہے کہ اختلاف کا فیصلہ اس دنیامین نہ ہوگا اور قانون قطرت یعنی فعلی وعدہ کیساتھہ قران کا یہ قولی وعدہ ہے

سورہ یونس مین ہے وما کان الناس الا امة واحدة فاختلفوا ولولا کلمت سبقت من ربك لقضی بینھم فیما فیہ یختلفون ٥

اور نہ تھے آدمی مگر ایک جماعت سو اختلاف کیا ان لوگون نے اور اگر ایک بات پہلے نہ ہوگئی ہوتی تیرے رب کیطرف سے تو چکا دیا جاتا ان کے درمیان اُسمین جسین وہ اختلاف کرتے ہین ۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی یہ پہلے ہی کر چکا ہے کہ اختلاف کی سزا قیامت مین دیوے اس دنیامین اُس کا فیصلہ نہ ہووے یعنی قانون قدرت کے رو سے جو کچھہ ہوتا ہے اس دنیامین ہوتا رہے پس یہ دو باتین اس آیت سے ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ اختلاف کا فیصلہ اس دنیامین بوجہ اللہ کے پہلے ہی اُس کے طے کردینے کے نہین ہوتا ہے ۔ دوسرے جو بات اللہ نے مقرر کردی ہے اور جو قانون قایم کردیا ہے اُس کے رو سے ہوتا رہے گا اُس سے تجاوز نہ ہوگا گویا فعلی وعدہ یعنی قانون قدرت کے ساتھہ قران مجید مین یہ قولی وعدہ ہے ۔

جنت اور نار کی نعمتین و تکالیف مثال کے طور پر بیان ہوئی ہین اور وعدہ جنت کا بالغیب ہوا ہے۔

سورہ رعد مین ہے مثل الجنۃ التی وعد المتقون تجری من تحتہا الانہٰر اکلہا دائم و ظلہا ؕ

مثل اُس جنت کے جسکا وعدہ ہی متقین کو بہتی ہین جسکے نیچے نہرین میوہ اُس کا ہمیشہ کا ہے اور سایہ اُس کا۔

پس مثال ہے جو بیان ہوئی ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ نعمت اور تکالیف جنت و نار کی مثالاً بیان ہوئی ہین۔ سورہ سجدہ مین ہے۔

فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ۝

سو نہین جانتا کوئی نفس کہ کیا چھپا دیا ہے ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلے اُنکے عمل کے۔

پس جب انسان جان نہین سکتا تو جنتون کی نعمتین مثال مین بیان ہوئی ہین نہ کہ وہ حقیقتاً ہین لہذا جنکی مثال دی گئی ہے زیادہ سے زیادہ اُنکی مثل تکالیف یا نعمتین ملینگی۔ سورہ حم سجدہ مین ہے۔

ولکم منہا ما تشتہی انفسکم ولکم منہا ما تدعون نزلا من غفور رحیم ۝

اور تم کو وہان ہے جو تمہارا جی چاہے اور تم کو اُس کے اندر ہے جو منگاؤ بطور مہمانی کے غفور رحیم کیطرف سے۔

جبکہ وہ جو چاہین ملیگا تو معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزین بیان ہوئی ہین وہ بطور مثال کے ہین اور نعمتین اُن سے بہت اعلی و زیادہ ہین۔

سورہ زخرف مین ہے وفیہا ما

اور اُسمین وہ چیزین ہین جس کو دل

تشتهيه الانفس وتلذ الاعين و
انتم فيها خالدون وتلك الجنة
التي اورثتموها بما كنتم تعملون
سورہ محمد مین ہے مثل الجنة
التي وعد المتقون فيها انهار
من ماء غير اسن ...... لكن
هو خالد في النار

چاہین اور لذت دین آنکھون کو اور تم
اُسمین رہوگے یہ جنت ہے جسکے وارث کئے
گئے ہو بسبب اپنے عمل کے ۔
مثل اُس جنت کے جو وعدہ کیگئی
ہے متقیون کو اُسمین نہرین ہین پانی کی
جسمین بو نہین ...... مثل اُس کے جو
رہین نار مین

پس معلوم ہوا کہ جنت اور نار دونون کی نعمتین اور تکلیفین مثال کے طور پر بیان ہوئی ہین ورنہ اُن سے کہین زیادہ ہونگی اور جو راحتین یا تکلیفین نہین گذرین اور گذرنے والی ہین اُن کو محسوس کرانے اور خیال مین لانے کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہین ہے کہ اُن کی مثالین اُن چیزون سے بیان کی جاوین جو مشاہد اور محسوس ہوتی ہین لہذا جسطرح آیات مذکورہ مین ظاہر کیا گیا ہے وہ اس بات کیلئے کافی ہے کہ جہان جہان جو لذتین اور آلام کی چیزین ثواب و عذاب مین بیان ہوئی ہین وہ مثالی سمجھی جاوین اور یہ سمجھا جاوے کہ اُس قسم کی لذتین اور تکلیفین زیادہ سے زیادہ جو ہوسکتی ہین وہ ہونگی لہذا جو یہ اعتراض کرتے ہین کہ حور و قصور وغیرہ ایسی چیزون کو ثواب یا عذاب مین جو بیان کیا ہے وہ موزون نہین ہے وہ غلط ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ اُس قسم کی لذتین یا تکلیفین زیادہ سے زیادہ جو ہوسکتی ہین وہ ملینگی

جبکہ آدمی خدا کی رضامندی و عمل صالح کرنے کی غرض سے اُسی قسم کی لذتون کو ترک کرکے تکلیف اُٹھاتا ہے تو کوئی وجہ نہین ہے کہ اُسی قسم کی لذتون سے معاوضہ دینے کا ذکر کیا جاوے اور ایسا نقص روا رکھا جاوے۔ سورہ مریم مین ہے۔

جنت عدن التی وعد الرحمٰن	جنتین بسنے کی جگہ جنکا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے
عبادہ بالغیب انہ کان وعدہ ماتیا	اپنے بندون سے بالغیب بیشک اُس کا وعدہ پورا ہوگا

پس اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے وعدہ بالغیب کیا ہے جسطرح بندے اللہ پر ایمان بالغیب لاتے ہین اسیطرح اُن کو وعدہ بھی بالغیب دیا گیا ہے جو پورا ہوگا۔

اطاعت والدین کس عمر تک وکسطرح ضروری ہے اور وعدہ ثواب اولاد کے چند امور کے کہنے کے عوض وشکر کے معنی عمل کے بھی ہین نہ صرف زبان سے کہنے کے

سورہ احقاف مین ہے حتی اذا	یہان تک کہ جب اولاد پہنچی اپنے جوانی کو
بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال	اور چالیس برس کو کہا اے رب میرے توفیق
رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی	دے مجھکو کہ شکر کرون مین تیرے اُس نعمت
انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل	کی جو انعام دیا تونے مجھپر اور میرے باپ مان پر
صالحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی	اور یہ کہ مین عمل کرون صالح کہ تو اُس سے راضی ہو

انی تبت الیک وانی من المسلمین — اور صلاحیت پیدا کر میرے لئے میری اولاد مین بیشک توبہ

اولٰئک الذین نتقبل عنھم — کیا تیری طرف اور مین ہون ان مین یہ لوگ انھین کے قبول کرتے

احسن ما عملوا ونتجاوز — ہین ہم بہتر عمل جو انھون نے کئے اور درگذر کرتے ہین

عن سیأتھم فی اصحب الجنة — ہم انکی سیئات جنت کے لوگون مین وعدہ سچا ہے

وعد الصدق الذی کانوا یوعدون — جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔

پس اللہ تعالی وعدے مذکورہ آیت کو مذکورہ آیت عمل کرنیوالون کیساتھہ
پورا کرے گا اور ان آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اپنی جوانی اور
چالیس سال پر پہنچنے پر انسان خود سمجھنے اور کرنے کی صلاحیت کا حقہ
رکھتا ہے دوسرے انہین آیات کے متصل یہی ہے کہ والدین ایمان
اولاد کے لئے فریاد کرین اور وہ نہ مانین تو اُن پر قول ثابت ہو جاتا ہے
پس ایمان کے بابت والدین کی نصیحت ضروری قابل قبول ہے اور
شرک کے بابت انکی اطاعت نہ چاہیئے جیسا کہ سورہ لقمٰن مین ہے۔

ان اشکر لی ولوالدیک الی — اور تاکید کی ہے ہم نے کہ شکر کر میرا اور اپنے باپ ماں کا

المصیر وان جاھداک علی ان — میری طرف پھر آنا ہے اور اگر وہ دونون کوشش کرین

تشرک بی ما لیس لک بہ علم — تجھسے اس کی کہ شریک کرے میرے ساتھہ جسکا نہین تجھکو

فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا — علم تو نہ اطاعت کر انکی اور ساتھہ دے انکا دنیا مین

معروفا واتبع سبیل من اناب الیّ۔ — معروف کیساتھہ اور اتباع کر اسکی راہ کی جو رجوع ہوا میری طرف

پس ان آیات سے شکر کے معنی علاوہ زبان کے کہنے کے نفع پہنچانا چاہیئے
وفایدہ پہنچانے کے ہی ثابت ہوتے ہین کیونکہ جسطرح اللہ کیلئے شکر کا

حکم ہے اُسیطرح والدین سے شرک کا بھی ان آیات مین حکم ہے دوسرے شرک کی بابت اطاعت نہ کرنے کا او معروف کے طور پر ساتھہ دینے کا والدین کے ساتھہ حکم ہے بلکہ اسیطرح پر جو اللہ کیطرف رجوع ہوتے ہین اُنکے راہ کے مساہتہ دینے کا حکم ہے۔

مسجد کی بنیاد تقوے پر ہو تو اس مین اقامت چاہیئے

سورہ توبہ مین ہے لمسجد اسس	البتہ وہ مسجد جسکی بنیاد رکھی گئی ہے پہلے دن سے
علی التقوی من اول یوم احق	تقوے پر وہ احق ہے کہ کھڑا ہو تو اسمین اسمین
ان تقوم فیہ فیہ رجال یحبون	مرد ہین کہ دوست رکھتے ہین پاک رکھنے کو اور
ان یتطہروا واللہ یحب المتطہرین	اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والون کو

پس جو مسجد ضرار یعنی ضرر پہچانے اور تفریق بین المومنین اور درمیان اُنکے جو اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے تھے ان کیلئے بنائی گئی تھی اور اُنکے کمینگاہ کیلئے ٹھرائی گئی تھی اس کے مقابلہ مین اللہ تعالی نے اُس مسجد کو احق قرار دیا جو پہلے ہی دن تقوے کے بنیاد پر بنائی گئی تھی لہذا جو مسجد مسجد ضرار کیطرح بنائی گئی ہو اسمین اقامت درست نہین ہے اور جسکی بنیاد تقوے اور طہارت پر ہو اسمین درست و مستحب ہے۔

مومنون کو بحرمتی وشعایر اللہ اور ماہ حرام اور ہدی قلاید اور کعبہ کیطرف بہ نظر فضل ورضامندی جو ارادہ کرتے ہون

انکی نہ کرنا چاہیئے

سورہ مایدہ مین ہے یا ایہا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام ولا الھدی ولا القلائد و لا امین البیت الحرام یبتغون فضلاً من ربھم و رضوانا ہ

اے مومنو بیحرمتی مت کرو اللہ کے شعایر کی اور نہ ماہ حرام کی اور نہ کعبہ کے قربانی کی اور نہ جنکی گردن مین پٹہ ڈالکر لیجاتے ہین انکی اور نہ قصد کرنیوالونکی جو بیت الحرام مین اپنے ربکے فضل و رضامندی ڈھونڈہنے کیلئے جاتے ہین۔

پس امور مذکورہ آیت کی بیحرمتی کی مومنون کو ممانعت ہوئی۔

اثم کسکو کہتے ہین اور کبایر الاثم کیا اور کون ہین

سورہ نجم مین ہے ویجزے الذین احسنوا بالحسنیٰ الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ

اور بدلا دیگا انکو جنہون نے نیکی کی نیکی کیساتھ جو بچتے ہین کبایر اثم اور فواحش سے مگر کچھ آلودگی۔ بیشک تیرا رب واسع المغفرت ہے۔

اور سورہ شوریٰ مین ہے فما اوتیتم من شئ فمتاع الحیوٰۃ الدنیا وما عند اللہ خیر وابقیٰ للذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش

اور جو تم دیئے گئے ہو کسی شے سے سو وہ متاع حیات دنیا کی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے انسے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہین اور جو بچتے ہین کبایر اثم اور فواحش سے

وَاِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ الآيه — اور جب غصہ ہوتے ہین بخشدیتے ہین الآیہ

لہذا ہم کو غور کرنا ہے کہ قرآن مجید مین اثم کسکو کہا گیا ہے دوسرے اسمین کبایر اثم کون ہین - سورہ مجادلہ مین اثم کا لفظ جو دوبار ہے اُس سے کوئی اثم کی تعریف نہین نکلتی بلکہ نجوے بالاثم کی مخالفت صرف نکلتی ہے اسیطرح سورہ قلم مین معتد اثیم ہے اور سورہ بقر مین ایک جگہ تظاہرون علیہم بالاثم والعدوان ہے اور دوسری جگہ اخذتہ العزۃ بالاثم ہے اور سورہ نور مین ما اکتسب من الاثم ہے اور سورہ آل عمران مین لیزدادوا اثما ہے اور سورہ نساء مین خوانا اثیما اور سورہ اعراف مین لایسمعون لغوا ولا تاثیما اور سورہ اعراف مین قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق و سورہ دہر مین ولا تطع منہم آثما او کفورا ہے - ان سب سے معنی و مفہوم اثم بجز اُس کے برا ہونے کے اور کچھ نہین معلوم ہوتے - سورہ بقر مین مردہ اور لہو و لحم خنزیر وما اُہل بہ لغیر اللہ کے نسبت یہ ہے -

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد — سو جو کوئی مضطر ہو نہ بغاوت کرنیوالا اور نہ زیادتی

فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم — کرنیوالا اسواسپر اثم نہین اللہ غفور رحیم ہے

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاے مذکورہ کا کہانا اگر بشرط اضطرار کے نہو تو اثم ہے چونکہ اُن چیزون کا کہانا دوسرون پر بہی اثر کرتا ہی اور دوسرون کو بہی اُن کے کہانے کی ترغیب ہوتی ہے اور جو خصایل و نقصان اُن سے پیدا ہوتے ہین وہ دوسرون پر بہی اثر کرتے ہین

دوسروں کو بھی بالواسطہ نقصان پہنچاتے ہیں اور متعدی ہیں لہذا اُن چیزوں کا کرنا حق العباد بھی ہو سکتا ہے پس اگر اثم اس معنی میں بروے محاورہ قرآن مستعمل سمجھا جاوے کہ جو گناہ حق العباد اور دوسروں پر مؤثر ہوں اُن کو اثم سمجھنا چاہیئے تو اس آیت سے کوئی منافات نہیں ثابت ہوتی۔ سورہ بقر میں ہے۔

واذکروا اللہ فی ایام معدودات	اور یاد کرو اللہ کو ایام گنے ہوئے میں سو
فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ	جلدی کیا دو دنوں میں سو اثم اسپر نہیں اور جنے
ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی	تاخیر کی تو اثم نہیں اسپر اس شخص کیلیے جنے تقوی کیا

پس چونکہ حج کے ایام معدودات ہیں اگر معینہ ارکان سے تجاوز ہو تو بے انتظامی و بدنظامی ہو جاوے اور دوسروں کو بھی نقصان پہونچے اور اس طرح تقوے نہ ہو سکے لہذا اثم کے معنی حق العباد اور دوسروں پر مؤثر ہونے کے اس آیت میں بھی ہو سکتے ہیں۔

سورہ بقر میں ہے ویسئلونک	تجھسے پوچھتے ہیں شراب جوا کے نسبت تو کہدے
عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم	ان دونوں میں اثم کبیر ہے اور منافع ہے
کبیر ومنافع للناس واثمہما	آدمیوں کو اور ان دونوں کا گناہ اکبر ہے
اکبر من نفعہما۔	دونوں کے نفع سے۔

اس آیت میں خمر و میسر اثم کبیر قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اُن دونوں سے حق العباد پیدا ہوتا ہے اور دوسروں کا نقصان ہوتا ہے اور شراب جھگڑے و تساہل و فساد کا سبب و تلف حقوق کا باعث

ہوتی ہے اور جو اصریح طور پر مال دوسرون کا لینے کا ارادہ کرتا ہے
اور فساد وجھگڑا کا سبب ہوتا ہے۔ پس اثم کی تعریف اور جوا اور
شراب کا اثم کبیر ہونا دونون باتین اس آیت سے نکلتے ہین۔ سورہ بقر
مین ہے۔

ان ترک خیرا الوصیۃ	اگر چھوڑے نیک مال وصیت چاہیئے والدین اور
للوالدین والاقربین حقا علی	اقربین کیلئے جو حق ہے متقین پر سو جسنے اسکو
المتقین فمن بدلہ بعد ما سمعہ	بدلا اسکو بعد اسکے سننے کے تو سوا اسکے
فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ	نہین کہ اسکا گناہ اسپر ہے جو اسکو بدلدے
ان اللہ سمیع علیم فمن خاف	اللہ سمیع علیم ہے سو جو ڈرا وصیت کرنیوالے سے
من موص جنفا او اثما فاصلح	طرفداری اور اثم سے تو صلح کرلیا اپنے درمیان تو
بینھم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم	اسپر اثم نہین اللہ غفور رحیم ہے۔

پس ان آیات مین وصیت مال کے بدلنے کو جو بعد سننے کے ہو
اثم قرار دیا گیا ہے لیکن طرفداری یا اثم کے خوف سے اگر اصلاح
اسکے درمیان کیجاوے تو اسکو اثم نہین قرار دیا بلکہ اس کے لیئے
اللہ کو غفور رحیم کہا ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ مرنے والے نے
جس مال کو والدین والاقربین کے دینے کیلئے وصیت کی ہو اسکا
بدلنا اثم ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ہی حق العباد ہے۔ سورہ بقر مین ہے

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل	اور نہ کھاؤ مال آپسمین باطل کیساتھ اور نہ
وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا	لیجاؤ اسکو حکام تک تاکہ کھالو ایک فریق کچھ
من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون	اموال آدمیون کا اثم کیساتھ اور تم جانتے ہو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اموال الناس بالاثم کھانا بھی حق العباد ہے۔ سورہ بقرہ میں ہے۔

ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا — اور نہ چھپاؤ تم لوگ شہادت کو اور جسنے اُس کو چھپایا

فانہ اٰثم قلبہ — سو اثم کرنے والا ہے اُس کا قلب۔

رہن مقبوضہ کی شہادت کے چھپانے کے متعلق یہ آیت ہے اور جسنے چھپایا اُس کے قلب کو آثم کہا گیا ہے۔ چونکہ خود کسیکا مال بالباطل ایسا شخص نہیں کھاتا بلکہ حرام کھانے والے کی تائید کرتا و شہادت صحیح سے چشم پوشی کرتا ہے لہذا خود اُس کو آثم نہیں کہا بلکہ اس کے قلب کو آثم کہا ہے۔ پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اثم کا تعلق حق العباد سے ہے۔ سورہ نساء میں ہے

انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب — دیکھ کسطرح افترا کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور

وکفی بہ اثما مبینا — کافی ہے ایسا اثم مبین ہونے کو۔

شرک کے بابت یہ آیت ہے کہ اللہ پر جھوٹ اسطرح افترا کرتے ہیں اور اس کو اثم مبین قرار دیا ہے اور اُس کے پہلے شرک کو افترا و اثم عظیم کہا ہے۔ پس اللہ پر افترا کرنا بھی اثم مبین قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ حق اللہ بھی جس گناہ سے پیدا ہو وہ بھی مثل حق العباد کے اثم قرار دیا گیا ہے یعنی اللہ کیساتھ شریک کرنا اگرچہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہونچاتا لیکن بوجہ مخالفت اُس کا حق ہے نیز سبب بندوں کے بھی نقصان کا ہوتا ہے لہذا اثم قرار دیا گیا ہے

سورہ نسا میں ہے و من یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا و اثما مبینا

جسنے کیا خطیہ یا اثم کو پہر تہمت لگائی اس کیساتھ کسی بیگناہ کو تو بیشک اسنے اٹھایا بہتان اور اثم مبین

پس بہتان لگانا بہی اثم مبین مین شامل کیا گیا ہے اور یہی حق العباد ہے

سورہ احزاب مین ہے والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا

اور جو لوگ ایذا دیتے ہین مومنین اور مومنات کو بغیر اسکے کہ انہون نے کسب کیا تو بیشک اٹھایا بہتان اور اثم مبین۔

سورہ مایدہ مین ہے ولا نکتم شہادۃ اللہ انا اذا لمن الآثمین

اور نہ چہپاوینگے ہم اللہ کی شہادت کو ہم وقت البتہ آثمین ہونگے

پس شہادت کا چہپانا دل کا گنہگار کرنا ہے اور شہادت کرنے والون کی حکایت اسمین بیان ہے کہ اگر ہم چہپا دین تو آثمین مین سے ہون گے۔ سورہ شعرا مین ہے

تنزل علی کل افاک اثیم یلقون السمع واکثرہم کاذبون

اترتا ہے ہر تہمت کرنیوالے اثیم پر ڈالتے ہین کان اور اکثر انکے کاذب ہین

پس کاذب افاک کو اثیم قرار دیا ہے جو حق العباد ہے اور سورہ جاثیہ مین ہے۔

ویل لکل افاک اثیم یسمع آیات اللہ تتلی علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعہا فبشرہ بعذاب الیم ہ

خرابی ہے ہر تہمت لگانیوالے اثم پیشہ پر اللہ کی آیتیں جو پڑہی گئین اسپر پہر اصرار کرتا ہے تکبر کیساتھ گویا کہ نہین سنا انکو سو بشارت دے اسکو عذاب الیم کی۔

سورہ فرقان مین ہے والذین لا یدعون مع اللہ الہا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما یضاعف لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلد فیہ مہانا الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ

اور جو نہین پکارتے اللہ کیساتھ دوسرا معبود اور نہین قتل کرتے اس نفس کو کہ حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق کیساتھ اور نہین زنا کرتے اور جو کوئی کرے اسکو ملتا ہے اثم دونا کیا جاویگا اس کے لئے عذاب قیامت کے دن اور رہیگا اسمین ذلیل ہوکر مگر جسنے توبہ کیا اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو انہی کے بدل دیگا اللہ

سیاتھم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیما۔ سیات کو حسنات سے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

ان آیات مین یہ بیان ہے کہ جو اللہ کیساتھ دوسرے معبود کو پکارے اور ایسے نفس کو قتل کرے جسکا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اور زنا کرے وہ اثم کرنیوالا ہے اور اس کیلئے دونا عذاب قیامت کے دن ہے اور اسمین خوار ہو کر داخل ہوگا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لاوے اور عمل صالح کرے تو اسکی برائیون کو حسنات کیساتھ اللہ بدل دیگا اور اللہ غفور رحیم ہے۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اثم مین توبہ ہے اور اسطرح پر توبہ قبول ہوگی کہ سیئات کو حسنات سے بدل دیا جاویگا۔ لہذا نتیجہ مذکورہ بالا آیات سے یہ نکلتا ہے کہ خمر کی بیع اور جوا کے کسیلئے مین اثم کبیر ہے اور کسی اثم کے بابت کبیر نہین کہا گیا لیکن مال ورجان کا جن اثمون سے نقصان اور تصرف ہو انکی وعید دوسری آیات مین نازل ہے اور بدلیل جوا کے اثم کبیر ہونے کے اس کو بھی اثم کبیر مین شمار کر سکتے ہین اور اور اثم وہ ہے جو دوسرون پر اثر کرے اور انکے حقوق کو باطل کرے اور تمام قران مین انکے علاوہ جو مذکور ہوئے اثم اور اسکے مادہ سے کوئی لفظ بھی نہین پایا زنا اس لیئے اثم قرار دیا گیا کہ معاشرت اور نسل و نسب میراث کے تحفظ مین اس سے نقصان ہوتا ہے اسی طرح دوسرے معبود کی عبادت کرنا اس لیئے کہ وہ محافظ اعمال صالحہ کا ہے اگر عظمت خدا کی نہ ہو تو معاشرت کو نقصان پہونچے اور قتل ایک شخص کو منجملہ اس کے جن سے معاشرت ہے جدا کرنیوالا ہے لہذا اثم قرار دیا گیا۔ اور جو علانیہ گناہ ہے اس کو اثم مبین قرار دیا گیا ہے پس بہتر ہے کہ اسی دنیا مین

جس کا حق ہو اُس سے اثم معاف کرالیا جاوے ورنہ آخرت مین باوجود توبہ کے بھی حسنات سے بدلا دینا ہوگا اور اگر حسنات بدلا دینے کے لئے کافی نہون گے تو بہت افسوس ہوگا۔

جس علالت مین آنحضرتؐ کی ممات ہوئی اُسمین جو آپؐ نے وصیتین فرمائین لکہی جاتی ہین تاکہ معلوم ہو کہ مقدم و اہم باتین جنکی نسبت آپکو تاکید و مزید ہدایت کرنی تھین وہ کیا ہین تاکہ اُن پر زیادہ توجہ مومنین رکھین اور اُنکے مطابق عمل کرین وفات سے ایک ماہ پیشتر آنحضرتؐ نے مہاجرین و انصار کو جمع فرماکر یہہ فرمایا۔ "لوگو مرحبا خدا کی سلامتی حفاظت نصرت تمہارے ساتھ ہو خدا تمھین رفعت ہدایت و توفیق عطا فرماوے اور تمھین اپنی پناہ مین رکھے اور آفات سے بچائے اور سلامت رکھے مین تم کو تقوے اور خداپرستی کی وصیت کرتا ہون اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون اور تم کو اپنا جانشین بناتا ہون اور تم کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہون اور خیال کرتا ہون کہ تم بھی اسیطرح لوگون کو اُس سے ڈراتے رہوگے۔ تم کو لازم ہے کہ سرکشی و کبر۔ بڑہ کر چلنے کو خدا کے بندون و خدا کی بستیون مین مت پہیلنے دو اور آخرت کا گہر اُسی کے لیے ہے جو دنیا مین علو و فساد نہین چاہتے اور عاقبت متقین کے لئے ہے۔ مین اُن فتوحات کو دیکھہ رہا ہون جو تم کو حاصل ہون گی مجھے یہ ڈر نہین رہا کہ تم مشرک بنجاؤ گے لیکن خوف ہے کہ دنیا کی رغبت و فتنہ مین پڑ کر ہلاک نہ ہوجاؤ جیسے پہلی اُمتین

ہلاک ہوگئین۔

وفات سے پانچ روز پہلے آنحضرت نے فرمایا۔ تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتی تھی تم ایسا نہ کرنا خدا اُن یہودیون اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہون نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔ اے خدا میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنائیو کہ اسکی پرستش ہوا کرے۔ (موطاء امام مالک)

دوسری روایت مین ہے اُس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے دیکھو مین تم کو اس سے منع کرتا رہا ہون دیکھو مین تبلیغ کر چکا۔ خدایا تو اسکا گواہ رہ خدایا تو اس کا گواہ رہ۔

آنحضرت نے نزاع کی حالت مین جبکہ پردے مین حضرت علیؓ کے چہرہ پر آپ کا لعاب بہت چھڑ رہا تھا فرمایا۔ لونڈی و غلام کے بارہ مین خدا کو یاد رکھو انہین خوب کھلاؤ خوب پہناؤ اُن کیساتھ ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔ اُس کے بعد حضرت عائشہ سے وارد ہے جبکہ سر مبارک تھا تو زبان مبارک سے نکلا الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم نماز نماز اور جس کے مالک ہو چکے ہین تمہارے ہاتھ اور فرمایا اللھم رفیق الاعلیٰ اُسی وقت آنکھون کی پتلی بدل گئی اور سب سے آخیر جو لب تک آیا وہ لا الٰہ الا اللہ تھا۔

پس آنحضرت کے آخر الفاظ جنکے مالک ہاتھ ہو چکے ہین اُن کے ساتھ سلوک کے بابت اور نماز کے بابت اور لا الہ الا اللہ و اللھم رفیق الاعلیٰ تھی۔

مختصر فہرست مضامین لطیف

عنوان باب کی کاتبان کتاب کی غلطیاں للجواب سے ہیں

فہرست ہذا سے انکی تصحیح ضروری ہے۔

برائے صحت ضروری بغیر شمول عنوان ابواب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰	۱	پاویگا	پائیگا اگر بعادت ہتو	۳۰	۱۷	تزکیہ	تزکیہ کیا ایسا
	۹	مفہوم	مفہوم کا بیان	″	۱۸	ہیہ	سہید ایسا
	″	کی	کیا ہے	۱۴۵	۱۲	قدم بنا	قدم بناتا
۳۳	۵	کرنیں	کریں	″	۱۷	پر	پہ قائم
۳۶	[illegible]	[illegible]	آل عمران				
۴۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]				
۹	۱۰	جن کا	[illegible]				
۱۲۵	۱۷	نہ کہ	نہ کہ صرف				

هو المستعان

قل هاتوا برهانکم هذا ذکر من معی و ذکر من قبلی ان کنتم صادقین

البرهان و فلسفة القرآن

سنہ ۱۳۲۷ ہجری

حصہ دوم

مصنفہ مولانا بالفضل اولنا و بالعمل اتقانا المعروف بعبد الرؤف

ولد شیخ محمد یحیی بن شیخ نصیر الدین الصدیقی المؤی الہ آبادی

مصنف دلائل فضائل الاسلام و صراط المستقیم و کتاب المحکم

در مطبع اسرار کریمی الہ آباد زیور طبع پوشید

تاریخ طبع براہین و الہام سنہ ۱۳۲۸ ہجری و

برہان الاقوم آیات قرآن المحکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نسبحہ و نعبدہ و نستعینہ نسجدہ و نتوکل علیہ وہو العزیز الحکیم ورب کل شئ وبکل شئ علیم وہو الغنی الحمید و استغفرہ و اتوب الیہ وہو التواب الرحیم ومالک یوم الدین -

زبان وطرز بیان جملہ قصص کتاب ہذا

امابعد الفاظ ذہنی خیالات کے نمائندہ ہوتے ہیں اور خیالات ذہنی چیزوں کے ذہنی تصویر پس الفاظ ذہنی وسیلہ ہوتے ہیں مفہوم و معنی کے سمجھانے و معلوم کرانے و سامنے آنے کے مقصود اصلی مفہوم ہوتا ہے نہ کہ لفظ - جن الفاظ کے مقصود فہم میں نہیں آتے اُنکا بحث میں آنا سامنے لانا عبث و بے فایدہ ہوتا ہے - الفاظ معنی و مفہوم کے لئے زیور اور لباس ہیں اگر مفہوم و معنی مہمل و لغو ہون تو الفاظ کیسا ہی پر زور و ذیشان ہون مقصود کے فایدہ پہونچانے کا سبب نہونگے بلکہ زشت و نازیبا سمجھے جاوینگے - مقصود کے سمجھانے کے لئے الفاظ مصنوعی اوزار ہوتے ہیں پورا مفہوم اُنکے ذریعہ سے ادا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اصل کی پوری نقل نہیں ہوسکتی اُنکے ذریعہ سے پوری و صحیح تصویر جو کم و بیش نہو نہیں کھینچی جاسکتی پس باعتبار حالت و اشخاص و واقعات عام و خاص وغیرہ کے طرز بیان بدلنا پڑتا ہے اور لفظ نئے تراش و خراش سے لانا اور بدلنا پڑتا ہے لہذا جیسا زیور و لباس مناسب و موزون معلوم ہوتا ہے ویسا معنی کو پہنایا جاتا اور اُن سے آراستہ کیا جاتا ہے ناممکن ہے کہ ایک ہی بیان و لفظ ہر انسان کے لئے ایک ہی قسم کا اثر کرے بلکہ اسلوب کے تبدیل و خوب کرنے اور لفظ کے تغیر اور قسم قسم کے

لانے سے زیادہ عام فہم ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے مین الفاظ پیچ در پیچ کے
لکھنے اور الفاظ کے پردہ مین مضمون کے رکھنے اور اُنکے ذریعہ سے رعب پیدا
کرنے کو کذب سمجھتا ہون اور پر زور و باشان الفاظ کے ذریعہ سے اثر ڈالنے کو
بہتر نہین سمجھتا اور اسی مین خوبی جانتا ہون کہ مفہوم و دعویٰ و دلائل کی خوبی اور اُنکی
خوش اسلوبی و صحت اثر کرے نہ کہ لفظون سے مرعوب ہو کر جبکہ مین پڑین اور دعویٰ
کو بغیر صحیح دلیل تسلیم کر لین اور الفاظ ہی کے آگے سر تسلیم خم کر کے اُسکی مدح سرائی
کرین۔

پس اس کتاب کے جملہ حصص مین مین نے تا بہ امکان معنی و مفہوم پر زیادہ
توجہ کی ہے اور زبان و محاورون پر بہت کم غور کیا ہے اور اُنپر کو وقت و یا جب
چاہین کتاب کے مفہوم کو الفاظ بہتر و موزون و متناسب کا لباس دے سکتے
اور زیور سے آراستہ کر سکتے ہین لیکن وہ چندروزہ ہے مفہوم ہی مین یہ کرامت
ہے کہ اوس مین ایسی استقامت ہے کہ تحریف و تغیر و تبدل کا اُس کو اندیشہ نہین
جب چاہین اوس کو آراستہ کر سکتے ہین وہ خود عروس زیبا ہے اُسپر خوش قماش
زیور و لباس زشت نہین ہو سکتے

مین اُردو لکھنے مین زبان عربی و فارسی و اُردو کے الفاظ کا باہم مرکب کرنا
جایز سمجھتا ہون اور اس کو بھی معیوب نہین سمجھتا کہ جمع اُردو زبان کے موافق لائی جاوے
نہ کہ اوس زبان کے مطابق جس زبان کا لفظ ہو یعنی لازم نہین سمجھتا کہ جو لفظ کسی
زبان کا اُردو مین استعمال کیا جاوے اُسی زبان کے موافق اُسکی جمع استعمال کیجاوے
بلکہ اُردو و فارسی عربی جس زبان کے طریق جمع کو چاہین لا سکتے ہین صرف یہ دیکھنا

چاہیئے کہ موافق گفتگوے ریختہ ہوجاتی ہین یا نہین چنانچہ اس کتاب مین قصداً مین نے اکثر جگہہ ایسا ہی کیا ہے میری راے مین اس سے زبان اُردو وسیع اور درست ہوتی ہے اور الفاظ اپنے ہوجاتے ہین صرف ونحو زبان کی تکمیل کے لئے ہین نہ کہ اسکے سیکھنے کے لئے اس لئے اُنکا بہت لحاظ کرنا غیر ضروری سمجھتا ہون اور اُنپر زیادہ خیال کرنا قیود ناجایز کا پابند ہوجانا و زبان اُردو کے محدود ہوجانے کا سبب سمجھتا ہون اور صرف ونحو کے قواعد بنانے مین اُردو مین ثقیل وغیر مانوس الفاظ ومحاورے مین داخل کرنا نہین چاہتا لیکن ایسے قیود سے محدود کرنا بھی جایز نہین رکھتا جس سے وسعت زبان کو ذرہ برابر بھی نقصان ہو ایسے صرف ونحو کے شکنجے مین اُردو زبان کو کسنا جو غیر ضروری اور غیر اصلی ہون اور زبان کی سلاست ونفاست ولطافت کو روکین اور لفظی مباحث واختلاف کا سبب ہون جایز نہین بلکہ قبیح ہے ۔ مین عربی اور فارسی کے مقبول الفاظ ومقبول محاورون کو خارج کرنا بھی بہتر نہین سمجھتا ۔ نکات الشعرا مین میر تقی لکھتے ہین سیوم آنکہ حرف وفعل فارسی بکار برند واین قبیح است ۔ ومختار فقیر ہمینست کہ ترکیب فارسی موافق گفتگوے ریختہ بود مضایقہ ندارد ۔ مین اس سے اتفاق کرتے ہوے اس قدر اور اضافہ کرتا ہون کہ جہان جہان فارسی کا لفظ ہے اُسکے بعد عربی اور ہندی کا لفظ بھی زیادہ اردیا جاوے ۔ مولوی عبدالحق مقدمہ انتخاب کلیات میر مین لکھتے ہین ان بزرگون نے تو پھر بھی یہ کیا کہ جہان کثرت سے فارسی الفاظ اور محاورے اور فارسی ترکیبین داخل کین وہان بہت سے الفاظ کو اپنا بنالیا اور اُردو صرف ونحو کے خراد پر چڑھا کر اُردو بنالیا لیکن آجکل یہ کوشش کی جاتی ہے کہ عربی الفاظ اور ترکیبون کو جیون کا تون رکھنا چاہیے . . . اُن بزرگون نے زبان کے بنانے اور وسیع کرنے کی کوشش کی

اور بہت بڑا احسان کیا آجکل لوگ انکی تقلید کو ننگ سمجھتے ہین اور انکی کوششون کو غلط العام سے تعبیر کرتے ہین حالانکہ وہ صحیح اصول پر چل رہے تھے اور ہم باوجود ہمہ دانی کے زبان کے اصلی ترقی ونشوونما کے گر سے ناواقف ہین - ایک دوسرا فریق جو فارسی عربی کے مقبول الفاظ نکالکر انکی جگہہ غیر مانوس اور ثقیل سنسکرت کے الفاظ ٹھونسنا چاہتا ہے اُسی نافہمی مین مبتلا ہے ہماری رائے مین یہ دونون زبان کے دشمن ہین مین اُس بیان سے اتفاق کرتے ہوئے اس قدر اور اضافہ کرتا ہون کہ ہر زبان کے الفاظ و محاورے اور ترکیبین اُردو مین داخل کر لینا اور اون کو اپنا بنا لینا مستحسن ہے بشرطیکہ مقبول الفاظ اُسکے لئے پہلے سے نہ ہون اور غیر مانوس و ثقیل بھی وہ نہ ہون اور ترجمہ بھی اُنکا ضرورت کے مطابق نہ ہوسکتا ہو - لہذا اس کتاب کے جملہ حصص کے محاورون والفاظ و ترکیبون وطرز بیان پر معترض نہ ہونا چاہئے بہ لحاظ خیالات مذکورہ مین نے قصداً ایسا لکھا ہے - لہذا ملامت کرنے والے کی حماقت سمجھتا ہون -

عنوان باب کی کاتبان کتاب کی غلطیان لاجواب اسباب مین سے ہین

فہرست مضامین لطیفہ ہذا سے اُسکی تصحیح ضروری ہے

کا بدلا ماں کو باپ دے وایام رضاعت۔ ۱۳۳۔
زینت اور اسکی تفصیل اور اسکا حلال اور اسکا استعمال محمود ہونا اور طیبات کا رزق مین سے حلال ہونا۔ ۱۳۵۔ لباس شرمگاہ کو چھپاتا اور رونق کا سبب ہوتا ہے اور لباس تقویٰ اُس سے اور بہتر ہے ۱۴۱۔ غیر کے مکان مین داخل ہونے کے ہدایات۔ ۱۴۲۔ حجاب سے مانگنا۔ ۱۴۳۔ سلام باہم مومنین مین چاہیے اور سلام ظاہری نشان اسلام کا ہے۔ ۱۴۳۔ آنے والون اور جانے والون مین کس طرح پردہ واحتیاط چاہیے۔ ۱۴۴۔ آنکھین نیچی رکھنے اور حفاظت کرنے و زینت کے ظاہر نہ کرنے کے احکام۔ ۱۴۶۔ تجسس و سوء ظن و کثیر ظن کرنے کی ممانعت۔ ۱۴۹۔ گفتار کی ہدایات اور ہر قسم کے اقوال احسن و غیر احسن کے احکام اور بُری آواز کس کی ہے اور نرم آواز کے بابت حکم۔ ۱۴۹۔ آداب مجلس اور اُسکے احکام۔ ۱۵۳۔ رفتار و کردار کے احکام۔ ۱۵۷۔ کبر و تواضع پر وعدہ و وعید اور اونکی حقیقت۔ ۱۵۸۔

زمین کے کل طیبات مین سے جنکا کھانا حرام ہے اُنکی تفصیل اُنکے سوا سب کا حلال ہونا اور حرام و حلال کہکر اللہ پر افترا کرنے کی ممانعت و حرمت اُہل لغیر اللہ بہ و ذکر اسم اللہ و حلت طعام اہل کتاب و کفارہ واحکام صید حرم اور اُسکی حکمت و طریق توبہ حرام خوردہ۔ ۱۶۵

خون کے کھانے کی حرمت کی وجہ و جانور کے ذبح کا سبب۔ ۱۶۴

مرد و عورت کے حقوق و فرائض و عورتون کی صفات حسنہ و فرایض و اختلاف قویٰ مرد و عورت و باہمی رضامندی کس طرح ہوسکتی ہے اور عورتونکے مردانہ فرایض ادا کرنیکے بد نتایج ۱۶۸

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۰	۱۲	ہذا	ہذا کے حصہ اول مین

علم الاخلاق اور اُس کے اقسام علم الاعتدال و علم العدل و علم الاحسان اور علم الاخلاق کی علمی و عملی غرض

علم الاخلاق کا موضوع وہ ارادی افعال ہیں جو تصاحب اور تعامل کی حالت میں صادر ہوں اور شخصی اور نوعی اور اہلی زیست کے بقا اور اُنکے رقیوں کی کمی بیشی میں موثر ہوں۔ علم الاخلاق کی علمی غرض اُن کلیات کا بنانا ہے جن سے تصاحب اور تعامل کی حالت میں ارادی افعال کا اثر شخصی اور اہلی اور نوعی زیست اور اُن کے رقیوں پر معلوم ہو۔ علم الاخلاق کی عملی غرض تصاحب اور تعامل کی حالت میں ایسے افعال کے پختہ عادت کا حاصل کرنا ہے جن سے مفید افعال طبعاً صادر ہوں اور مضر افعال صادر نہ ہوں۔ علم الاعتدال اُن افعال ارادیہ سے بحث کرتا ہے جو طبیعی اور عشرتی ماحول میں زیست پر بلا واسطہ موثر ہوں اور دوسرے انسانوں کی زیست پر بواسطہ۔ علم العدل اُن افعال ارادیہ سے بحث کرتا ہے جن سے تعامل ٹھیک ہو۔ علم الاحسان اُن ارادی افعال سے بحث کرتا ہے جن سے اوروں کی زیست پر اثر پڑے۔ پس علم الاخلاق ایک عمل ہے جس کا موضوع دماغی امراض کا علاج بھی ہے۔ اُسکی ترقی اُسی طرح ہو سکتی ہے جس طرح طب جسمانی فنون کی ہوتی ہے۔ بیکن کا قول ہے کہ فیلسوفان اخلاق کو لازم ہے کہ اس کے دریافت میں استقلال کے ساتھ مصروف ہوں

کہ انسان کے عادات واطوار پر خاص طریق تعلیم سے خاص عادات کے اختیار سے خاص کتابون کے مطالعہ سے صحبت سے عبرت وحمیت سے و دیگر اشخاص کی تقلید سے کون کون واقعی اثر پیدا ہوتے ہین انسانون کی خواہشون کا نیست ونابود کرنا اور ان سے بالکل مستغنی ہوجانا کامل بننا نہین ہے بلکہ احتیاجون کا اعتدال کے ساتھ پورا اور رفع ہونا کمال انسانی ہے۔ جب احتیاج ہی نہ ہون تو انسان انسان کہان رہا اور جامۂ انسانیت مین کہان باقی رہا۔

تعامل کے تحت مین عدل کا اور تعاون کے تحت مین احسان کا ہونا تعامل کے باہمی ہونیسے آزادی مطلق مین دو شرطون کا بڑھنا اور علم جلی وخفی و علم الاخلاق کا کلیۃ الکلیات محدود آزادی کا بقائے زیست مین تعامل اور اس کے رتبے کے بڑھانے مین تعاون کی اور نافع للذات وللغیر افعال دو نون کی ضرورت ووجوب

جب بہت سے آدمی راحت سے عمر طبیعی تک پہونچنے اور آیندہ نسلون کو راحت سے عمر طبیعی تک پہونچانے کے غرض سے ملکر رہتے ہین اور تعامل کرتے ہین تب علم الاخلاق کا موضوع وجود پذیر ہوتا ہے

اُس کا موضوع وہ ارادی افعال ہین جو تصاحب اور تعامل کی حالتین شخصی اور اہلی اور نوعی زیست پر اثر کرین اگر زیست کے باقی رکھنے مین یہ اثر ہوگا تو تعامل کے تحت مین آوے گا اور اگر اُس کے ترقی دینے مین ہوگا تو تعاون کے تحت مین۔ علم الاخلاق کا وہ حصہ جو تعامل کے ارادی افعال سے بحث کرتا ہے علم العدل ہے اور وہ حصہ جو تعاون کے افعال سے بحث کرتا ہے علم الاحسان ہے یہ دونون حصے اُن ارادی افعال سے بحث کرتے ہین جنکا اثر بلا واسطہ اورون پر ہے اور بواسطہ فاعل کی ذات پر۔ اور جن مین اثر بلا واسطہ فاعل کی ذات پر ہوتا ہے اور بواسطہ اورون پر یعنی وہ ارادی افعال جو آدمی عشرتی ماحول مین اپنی زیست کو راحت سے طبیعی حد تک پہونچانے مین کرتا ہے اُن افعال سے علم الاعتدال مین بحث ہوتی ہے۔ کل کام شخصی اور اہلی اور نوعی زیست کے باقی رہنے اور بہتر ہونے کو جو ضرور ہین اُن کو لوگ آپسمین علی قدر مراتب بانٹ لیتے ہین ہر شخص سب کامون مین سے تھوڑے خود اپنے لئے کرتا ہے اور باقی تمام اور لوگون کے لئے جو کام وہ باقی تمام لوگون کیلیے کرتا ہے اُس کے بدلے اورون سے وہ کام جو اُس کو اپنے لئے خود ضروری تھا کرالیتا ہے۔ غیر تصاحب مین صرف اپنے زیست راحت سے بسر کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ تصاحب مین اولاد کی زیست اور نیز نوع انسان کی زلیست کی فکر بڑھ جاتی ہے اور اُس سے اُس

مطلق جسمانی اور اخلاقی و عقلی آزادی مین دو شرطین ٹہرجاتی ہین۔
پہلی شرط یہ ٹہرتی ہے کہ کوئی فرد دوسرے فرد پر ظلم جلی نہ کرے ظلم جلی سے
وہ افعال مراد ہین جو کسی فرد کے جان جسم صحت و عافیت کو ضرر
کرین یا اُس کے مال کو اُس سے بنے اُس کے دیئے لے لین۔
دوسری شرط یہ ٹہرتی ہے کہ کوئی فرد کسی دوسرے فرد پر ظلم خفی بہی نہ کرے۔
ظلم خفی سے وہ افعال مراد ہین جن سے کوئی فرد کسی دوسرے فرد کی
محنت یا مال لیکر معاوضہ نہ دے۔ مزدور کی مزدوری نہ دینا سود کی
قیمت نہ دینا معاہدہ کرکے پورا نہ کرنا دغا و فریب سے مال لے لینا
وغیرہ ظلم خفی کی مثالین ہین۔ آزادی مطلق مین دونون مذکورہ شرطون کے
لگانے سے بموجب علم الاخلاق کا کلیۃ الکلیات یہ ہوتا ہے کہ تصاحب
اور تعامل کی حالت مین تینون زیستون کی بقا اور اُن کے رتبے
بڑہنے کے لئے ہر فرد کو اپنے اُن فعلون مین جو تینون کے لئے
مفید ہین پوری آزادی ہونا چاہیئے بشرطیکہ وہ پوری آزادی دوسرونکی
پوری آزادی مین مخل نہ ہو اور کوئی فرد کسی دوسرے فرد پر ظلم جلی یا خفی
نہ کرے یعنی ہر ایک کو محدود آزادی ہو جہان تک یہ محدود آزادی بقا
زیست مین دخل رکہتی ہے وہان تک تعامل ہے اور جہان اُس کو
رتبہ زیست بڑہانے مین دخل ہے تب تعاون ہے۔ تصاحب اور
تعامل کے حالت مین نافع للذات افعال اور نافع للغیر دونون واجب
ہین جو ایک کو کرتے ہین اور دوسرے کو چہوڑ دیتے ہین وہ اپنے کو

اور دوسرون کو نقصان پہونچاتے ہین۔

عدل و احسان مین فرق اور کب اور کتنا کو ان مین سے کس کو کرنا چاہیے

قوت عاقلہ اور قوت ممیزہ کا ساتھ ہے جتنا ہی مختلف چیزون مین تمیز کی قوت بڑہتی ہے اتنا ہی عقل زیادہ ہوتی ہے علم الاخلاق اور علم القوم کے مختلف تعلقات مین امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ عدل مین بہ کمال ردی کے ساتھ اس بات کو تسلیم کرنا ہوتا ہے کہ ہر فرد کو اپنے افعال مفیدہ للحیات و راحت مین پوری محدود آزادی ہے اور اُسکی محنت کا ثمرہ اُسی کو ملنا چاہیئے نہ کہ کسی اور کو۔ احسان مین ہمدردی کے ساتھ اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہر فرد کو اپنی پوری محدود آزادی اور اپنی محنت کے ثمرہ مین اور افراد سے مدد ملنا چاہیئے تاکہ وہ اپنی زیست زیادہ اچھی طرح سے بسر کر سکین۔ عدل اور احسان کے فرق کو پورے طور سے پیش نظر رکہنا چاہیئے۔ عدل قومی امر ہے اور ہر فرد کا فرض عین ہے اور اُس پر قوم کی زیست موقوف ہے احسان صرف شخصی بات ہے اور اُس کا کرنا تمام فردون کا فرض عین نہیں۔ ایسا احسان ہرگز نہ کرنا چاہیئے جس سے عدل کو ضرر ہو ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ مفضول فردون کو اُس محنت کے پھل ملین گے جو اُنہون نے نہین کی اور فاضل فردون کی محنت کے پھل اُن سے

چھن جاوین گے اور ایسی صورت مین فاضل فردون کو فاضل ہونے کا محرک جاتا رہے گا۔ چونکہ عدل قوم کا فرض ہے اور احسان اشخاص کا اس لئے اقوام کو احسان اپنے ذمہ نہ لینا چاہیے ورنہ عدل مین خلل پڑے گا۔

علم الاعتدال کا موضوع و اُسکی عملی غرض

علم الاعتدال مین اُن افعال ارادیہ سے بحث ہوتی ہے جو طبیعی اور عشرتی ماحول مین انسان کی زیست پر بلاواسطہ موثر ہون اور اورون کی زیست پر بواسطہ آدمی کے بعض ارادی افعال سے اُس کو لذت ملتی ہے اور بعض سے اذیت ہوتی ہے بعض براحت عمر طبیعی تک پہونچنے مین معین ہوتے ہین بعض سے مرض یا موت کا سامنا ہوتا ہے یہی ارادی افعال جو مرکب ماحول مین آدمی کے زیست و راحت کے علت ناقصہ ہوتے ہین علم الاعتدال کا موضوع ہین۔ شخصی اور نوعی تجربہ سے پتہ لگانا چاہیئے کہ کون سے ارادی افعال زیست و راحت کو بڑہاتے اور کون سے افعال زیست و راحت کو کم کرتے ہین اور اُس کے پتہ لگنے کے بعد علم الاعتدال کے اصول و کلیات مرتب ہو سکتے ہین۔ اون کلیات پر عمل کرنے کی پختہ عادت ڈالنا چاہیئے تاکہ راحت سے عمر طبیعی تک پہونچنے مین بقدر طاقت بشری کوشش ہو یہی راحت سے عمر طبیعی تک پہنچا

علم الاعتدال کی عملی غرض ہے۔

اعتدال کی غرض سے محنت معتدل لازمی ہے

انسان کی ساخت اور ماحول کے اقتضا کا یہ اثر ہے کہ انسان کو جیتا رہنے کو محنت کرنا لازم ہے اور چونکہ محنت کرنے سے انسان تھک بھی جاتا ہے اور کسی عضو سے مفرط محنت لے تو وہ عضو بیکار ہوجاتا ہے اس لئے انسان کو اپنے جسم اور قوتوں سے کام تو ضرور لینا چاہیئے لیکن اتنا ہی جتنا راحت سے عمر طبیعی تک پہونچنے مین کارآمد ہو اتنا زیادہ کام ہرگز نہین لینا چاہیئے جس سے براحت عمر طبیعی تک پہونچنے مین خلل پڑے اور فاعل کمزور یا بیمار یا بیکار ہوجاوے یا قبل از وقت مرجاوے۔ محنت کے صرف ایسے ہی افراط سے پرہیز لازم نہین جس سے فاعل خود کمزور یا بیکار ہوجاوے بلکہ ایسی مفرط محنت سے بھی بچنا چاہیئے جس سے فاعل کی اولاد کمزور یا مریض پیدا ہو انسان کو اپنے جسم اور قوتوں مین صرف عمری یعنی حق حین حیات حاصل ہے اور قانون فطرت اس کی اولاد اس کے جسم و قویٰ کا وارث ہوتا ہے۔ پس جو اپنے قوتوں کی اور جسم کی حفاظت نہین کرتا وہ اپنے اعقاب کو ادنیٰ قسم کا ترکہ چھوڑتا ہے اور اپنے افعال سے نوع انسان کو ضرر پہونچاتا ہے۔ جو اپنے جسم و جان اور قوتوں کی خبر نہین لیتے وہ بیمار و ناتوان و بیکار ہوکر اوروں پر وبال

ہوتے ہین اور اپنے زندہ رہنے کا ناجایز و نازیبا بوجھ اوروں پر ڈالتے ہین اور نوع انسان کی کمزوری و فنا مین شریک ہوتے ہین پس افراط محنت سے خود فاعل اُسکی اولاد اور نوع انسان کو ضرر ہوتا ہے۔

آرام و سونا فرض و لازم ہین

بقدر ضرورت آرام کرنا اور سونا بھی فرض ہے۔ آرام و سونے کی حد فاعل اپنی شخصی خواہش سے مقرر نہین کرسکتا جسقدر طبی تجربہ نے کافی سمجھا ہے اُس مقدار کو اپنی شخصی خواہش سے ملاکر اور اپنی ضرورت و فواید کو مدنظر رکھکر ایک حد مقرر کرلینا چاہیے فقط استیثاری کے اعتبار سے آرام و سونا فرض نہین ہے بلکہ ایثار کے لحاظ سے بھی دونون فرض ہین ورنہ انسان اپنے ضروری افعال مین قاصر ہوکر اوروں پر وبال ہوتا ہے اور نوع انسان کو نقصان پہونچاتا ہے۔

آب و ہوا و غذا کی ضرورت

تجربہ شاہد ہے کہ آدمی کو تندرست و زندہ رہنے کیلئے صاف ہوا خالص پانی اور جید الغذا کھانے کی ضرورت ہے آدمی کو چاہیے کہ اپنی عمر کا جسقدر زیادہ حصہ ممکن ہو صاف ہوا مین بسر کرے غیر صاف ہوا سے آدمی کو اتنا ہی بچنا چاہیے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے بچتا ہے

غیر صاف ہوا تندرستی کو بگاڑ دیتی ہے۔ اسیطرح جہان تک ہو سکے
غیر خالص پانی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ لذیذ اور جید الغذا کھانا
سیر ہو کر کھانا لازم ہے وہ نافع للذات بھی ہے اور نافع للغیر بھی
اول تو سیر ہو کر کھانے سے جو لذت اور فرحت ہوتی ہے وہ گرانبہا
ہے اور جو مدد اس سے تنومند اور صاحب قوت ہونے مین اور اپنی
زیست اور ایثار کے افعال کے کرنے مین ملتی ہے وہ اور بھی زیادہ
قابل قدر ہے۔ تمام کامون کا کرنا تندرستی و قوت پر موقوف ہے اور
وہ دونون جید الغذا اور کافی کھانون پر موقوف ہین۔ جید الغذا سریع الہضم
اور لذیذ اور گوناگون کھانا سیر ہو کر کھانا اپنی اور اپنی اولاد اور نوع انسان
کی زیست اور راحت کے لئے لازم ہے اور ردی الغذا بطی الہضم
اور بدمزہ کھانا اور ضرورت سے کم اور زیادہ کھانا اپنی اور اولاد اور نوع
انسان کی زیست اور راحت و صحت کو مضر ہے۔ طبی اور ذاتی
تجربہ سے ثابت ہے کہ بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت عمدہ سادہ
کھانا سیر ہو کر کھانا راحت سے عمر طبعی تک پہونچنے مین بہت مدد
کرتا ہے۔ ضرورت سے کم کھانا یا بدمزہ کھانا یا جھوٹی بھوک پر قناعت
کرنا خصائل حسنہ مین سے سمجھتے ہین غلط خیال ان کا اپنا [illegible]
اور نوع انسان کا دشمن بنتا ہے۔ اسیطرح جو لذت بخش کھانے بکثرت
کھانے کو مقصود زندگانی سمجھتے ہین وہ سیدھی راہ سے [illegible]
لذیذ کھانون کے افراط مین اول تو اسراف سے کام [illegible]

امراض اور اولاد اور نوع انسان پر ظلم ہے۔ سورہ اعراف مین ہے
وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ — اور کہا کو اور پیو اور بیجا صرف نہ کرو اللہ دوست
لا یحب المسرفین ہ — نہین رکہتا بیجا صرف کرنے والون کو

پس اعتدال خورد و نوش و استعمال اشیاء کے بابت اس سے زیادہ صاف وجامع و بہتر اور کیا حکم وہدایت ہو سکتی ہے۔

ہوا اور پانی و روشنی کے بابت قوانین و رسوم ہونے چاہئین تاکہ دوسرا اُن کی محدود آزادی مین خلل نہ ڈالے اسیطرح زمین کو بھی طبعی ذریعہ حیات کہنا چاہیئے اور اُس کے بابت بھی ہر فرد کو محدود آزادی ہونی چاہیئے صرف زمین کے مزروعہ وقابل کام بنانے کی محنت مجرا ہونا چاہیئے۔ اصولاً زمین کے استعمال مین سبکو مساوات ہونا چاہیئے اور جب قومی و شخصی ضرورت مین تعارض ہو تو قومی ضرورت کو ترجیح دینا لازم ہے۔

لباس ومکان وسامان مکان کیسا اور ہوا کی بابت اُسمین کیسا خیال رکہنا چاہیئے

آدمی جو کچہہ کرسکتا ہے وہ قلیل قوت کے صرف سے اور اُس کا صرف یا تو فاعل اور دیگر افراد کی زیست کو مفید ہوتا ہے یا مضر کبھی ایسا نہین ہوتا کہ نہ مفید ہو نہ مضر بلکہ عبث ہو۔ دوسرے جو دولت حاصل ہوتی ہے وہ بھی انسانی قوت کے صرف سے حاصل ہوتی ہے

اس لئے ہر فرد کو صرف قوت یعنی کام کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے
کہ وہ کام جسمین فاعل اپنا وقت اپنی قوت اپنی دولت صرف کرتا ہے
وہ فاعل اور باقی فردون کی زیست کے لئے مفید ہے یا نہین۔
اخلاقاً انہین کا کرنا حسن ہے جو مفید ہون اور انہین کو فضایل کہینگے
اور جو مضر ہون قبیح ہے اور انہین کو رذایل کہینگے۔ پس تمام
افراد کو وہی کام کرنا چاہیے جو زیست کو مفید ہون اور اسی وجہ سے
لباس و مکان و سامان مکان وغیرہ مین ہر شخص کو زینت پر منفعت کو
ترجیح دینا چاہیے ایسا ملبوس و مسکن و سامان مہیا کرنا چاہیے جس سے
بقدر ضرورت راحت ملے۔ آرایش اور نمایش فضول سے
پرہیز کرنا چاہیے مثلاً لباس مین سادگی فرض ہے اسی کے ساتھ
لباس ایسا ہونا چاہیے جو جسم کو چھپاوے اور گرمی و سردی سے
بچاوے اور جسم کو گوارا ہو بقدر امکان بالکل صاف ہو ایسا
چست نہ ہو جس سے اعضاء کے فطرتی ساخت مین فرق آوے
اور خون کے دورے مین حرج ہو اگر خوشنما ہو تو مضایقہ نہین
لیکن گرانبہا و خوشنما کرنے مین افراط کرنا بہت سا وقت اور دولت
اور قوت کا ضایع کرنا ہے جو علم الاعتدال مین بہت قبیح ہے دوسرے
لباس فاخرہ سے انسان دوسرون پر بڑائی ظاہر کرکے ان کے
دلون کو ستاتا اور نوع انسان کا دشمن بنتا ہے۔ صاحب کمال
تندرست با علم و عمل مرد و عورت سادے اور ستھرے لباس مین بے تکلف

لباس کے بہ نسبت زیادہ نکلے معلوم ہوتے ہیں جو کچھ لباس کے بابت ہے وہی زیور کے بھی متعلق سمجھنا چاہیئے۔ مکانات بنانے میں بھی منفعت کو زینت پر مقدم کرنا چاہیئے صاف وستھرا گرمی وسردی بارش وغیرہ فصلوں کے لئے موزون ہونا چاہیئے ایسی ساخت ہو جو ہر وقت کثیف شدہ ہوا سے پاک ہوتا رہے اس کے خلاف جن لوگوں نے فاسد مذاق کا نام تہذیب رکھا ہے وہ نوع انسان کے ناعاقبت اندیش دشمن ہیں۔

اعتدال و حفاظت کی غرض سے نکاح بھی صحت کیلئے ضروری ہے

نکاح سچے اور پاک الفت پر مبنی ہونا چاہیئے اور احسان کی نظر سے اس کو کرنا چاہیئے نفس پرستی اور تجارتی اصول پر ہو تو اس سے ہمدردی۔ وفا شعاری۔ جفاکشی وغیرہ ایثار کی شریف خصلتیں پیدا نہیں ہوتیں۔ صحیح زوجین میں استیثار و ایثار ایسے باہم پائے جاتے ہیں کہ بہت سے افعال جو ایک آن میں کے نافع اللذا جانکر کرتا ہے وہ دوسرے کے لئے بھی نافع ہوتے ہیں اور ایک ہی فعل جو عامل کے لئے استیثار ہوتا ہے دوسرے کے لئے ایثار ہو جاتا ہے عورت سے شخصی زیست کی تکمیل ہوتی ہے فطرت انسانی کی بہت سی جہات سے اس کے نشوونما میں باعث اور اعلیٰ زیست کا وجود ہی جسے اس کے بغیر نہیں وہی تو اس کا مرکز ہے۔

نوع انسان کے باقی رکھنے کا بڑا حصہ فطرت نے اُسکے سپرد کیا ہے اسی وجہ سے وہ اتنی تنومند نہین ہوتی جتنے مرد ہوتے ہین اور اُس کا شخصی نمو پندرہ سولہ ہی برس کی عمر مین پورا ہو چکتا ہے اُس کی پیداوار اُس کا حصہ اُس کا ترقیب مفرح ذات اور بہبود حیات ہے۔ نکاح کا اصل مقصود یہی ہونا چاہیے کہ نوع انسان مین فاضل افراد بڑہین ایسے نکاح جنسے مفضول افراد بڑہین قبیح ہین۔

علم العدل و اداے حقوق و فرائض

از آن کو حق نمیداند بپرهیز | که روح از تصیبت او در عذابست
کسے کو می کند نعمت فراموش | ازو کردن فراموشی ثوابست
چو حق معاینہ دانی کہ می باید داد | بلطف بہ کہ بجنگ آوری و دل تنگی
خراج اگر نہ گذارد کسے بہ طیب نفس | بقہر ازو بستانند و مزد سرہنگی

تعامل و تعاشر کی حالت مین حقوق و فرائض کا پابند نہ ہونا اپنے حقوق و فرائض کو ضائع کرنا اور بیجا نقصان کیساتھ دوسرون کے حقوق کا ادا کرنا ہے کیونکہ جب بہت سی عمرین باہم تعامل کرین تب قوم کی بقا کیلئے دو اصل ہین۔ بچون کے ساتھ تو یہ معاملہ چاہیے کہ وہ اپنی پرورش کے جتنے غیر قابل ہون اُتنے ہی زیادہ اُنکی مدد کرین اور پرورش مین مستقل ہونے کی طرف جتنا ہی وہ چلتے جاوین اُتنا ہی مدد مین

کمی ہوتی جاوے۔ بالغون کے بابت یہ اصل ہے کہ جو جیسا ہو اسکو
اُس کے کردار کا پھل ملے بشرطیکہ بیکار ہون اگر دونون مین سے
ایک پر بھی عمل نہ ہو تو قوم فنا ہو جاتی ہے۔ جب فاضل فردون کو
اپنی محنت کا پورا پھل نہین ملتا اور اُنکی حاصلکردہ دولت مفضول
فردون کے زندہ رکھنے مین صرف ہوتی ہے تب اول تو فاضل
فردون کو یا تو ضرورت سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے جو اُنکے
صحت و زیست کو مضر ہوتی ہے یا فطرت انسانی اُن کے زیادہ
کمانے کی محرک نہین رہتی۔ کوئی اس بات کو برغبت گوارا
نہین کر سکتا کہ کمائے تو وہ اور اُڑا دین اور لوگ۔ مفضول فردین
جب اورون کے سہارے جیتی ہین تب وہ اور زیادہ سست
اور بیکار ہو جاتی ہین اور فاضل فردون پر ان کا بار اور بھی زیادہ
گران ہوتا ہے اور یہ مفضول فردین مفضول اولاد پیدا کرکے
قوم من حیث القوم کے فضل اور جودت کو کم کرتی ہین اور رفتہ رفتہ
قوم کے فنا کا باعث ہوتی ہین۔ یہ عمل تعامل کی حیثیت سے ہے
اُسکا لحاظ رکھکر تعاون کی حیثیت سے مدد کرنا بھی بہتر ہے۔ تعامل کی حالت
مین اہل تعامل کے افعال کا کلی دستور العمل یہ ہے کہ ہر فرد
جو چاہے اس کے کرنے مین آزاد ہے بشرطیکہ وہ باقی فردون
کے تماثل آزادی مین خلل نہ ڈالے۔
علم التعامل شخصی اور نوعی تجربے سے دریافت کرتا ہے کہ تعامل کے

حالت مین کون سے ارادی فعل کس ستاعل سے کر اور کس قسم کی محدود آزادی مین خلل ڈالتے ہین اور اس طور سے تعامل ہموار کو برہم کرکے شخصی اور اہلی اور قومی زیست کو گھٹاتے ہین۔ یہی افعال ارادی علم العدل کا موضوع ہین اور عملی غرض علم العدل کی اُن آزادی افعال سے بچنے کی پختہ عادت ڈالنا ہے جن سے اوروں کی محدود آزادیون مین خلل پڑے۔

غور سے دیکھا جاوے تو جتنے فطرتی یا قانونی حقوق افراد قوم کو حاصل ہین یا ہونا چاہیئے وہ سب اسی محدود آزادی کی تفریعین ہین۔ پس ہر فرد کو اپنے افعال کے کرنے مین پوری آزادی ہونی چاہیئے بشرطیکہ وہ باقی تمام افراد کے آزادی مین مخل ہو حسب ذیل حقوق بروئے عدل ہر فرد کو ہین جن کا بالاجمال یہان بیان ہوتا ہے۔

حق سلامت بدنی صحت و عافیت۔ حق فطرتی وسایل حیات اور حق حرکت و نقل۔ حق مال۔ حق ہبہ و وصیت۔ حق مقابیضہ و معاہدہ۔ حق عمل۔ کہنے و لکھنے کی آزادی کا حق۔ عقاید لا عبادت کا حق۔ عورتون کے حقوق۔ اولاد کے حقوق سیاسی حقوق۔ حق نصیحت و امر بالمعروف و نہی عن المنکر مابین قوم۔

حق مال۔ مال سے عام ترین معنے مراد ہین یعنی ہر وہ چیز جو کسی فرد کی ملکیت ہو اور جس سے اس کو نفع ہو سکے خواہ وہ منقول

یا غیر منقول اور خواہ وہ محسوس ہو جیسے روپیہ پیسہ وغیرہ یا غیر محسوس جیسے مالکانہ حق تصنیف وغیرہ۔ اس لئے کہ مال کسب یعنی صرف قوت سے پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے بلا معاوضہ و مالک کے بغیر مرضی لینے کے یہ معنی ہیں کہ غاصب نے مغصوب منہ کی قوت کا وہ حصہ برباد کر دیا۔ لہذا اسمیں بھی حقوق و فرائض باہمدگر ہیں جنکو ادا و پورا ہونا چاہیئے۔ آدمی اگر کوئی ایجاد یا تصنیف کرے تو وہ بھی ویسا ہی محفوظ ہونا چاہیئے جیسے محسوس مال محفوظ ہوتا ہے۔ اور جیسے حق ایجاد و تصنیف عقلی مال ہے ایسے ہی نیک چلنی و نیکنامی اور خلق حسن اخلاقی مال ہے اُس کو بھی محفوظ ہونا چاہیئے جو لوگ عیب و غیبت و بہتان کر کے بدنام کرتے ہیں وہ نوع انسان کے برباد کرنے میں حصہ لیتے ہیں۔ انمیں حق مال و حق عزت دونوں کی نسبت ہم علیحدہ دوسری جگہ بیان کرینگے اور دونوں کے جو حقوق و فرائض بروئے اسلام ہیں انکو مفصل لکھینگے۔

حق ہبہ و وصیت۔ ملک کامل کے معنی یہی نہیں کہ مالک سے کوئی حصہ اس کا کوئی شخص بغیر رضامندی نہ لے سکے بلکہ اُسکے معنے میں یہ بھی داخل ہے کہ مالک کو اپنے مال میں تصرف کا پورا اختیار ہو اگر کوئی کامل تصرف سے کسی کو روک سکتا ہے تو اس مانع کو ملک میں دخل ہے اور مالک پورا مالک اپنے مال کا نہیں اس لئے ہر مالک کو پورا حق ہونا چاہیئے کہ اپنے کل یا بعض مال کو جیسا چاہے ہبہ کر دے یا بذریعہ وصیت دیدے اُس کو مجبور کرنیکا

حق کسیکو نہ ہونا چاہیئے جو نتائج مترتب ہوں اور جو عواقب عاید ہوں اسکا ذمہ دار وہ خود ہے نہ کہ دوسرا۔ سمجھانا اور امر بالمعروف کرنا اور چیز ہے اور تصرف سے روکنا اور چیز اسیطرح یہ بات کہ نفاذ ہبہ یا حقدار ان کسقدر اور کیسے ہوگا دوسری بات ہے لہذا حق ہبہ و وصیت مین ہر شخص کو آزادی ہونا چاہیئے۔

حق مقابضہ و معاہدہ مال کا۔ ہر مالک کو پوری آزادی ہونی چاہیئے کہ اپنے مال کو جسطرح چاہے معاملہ کرے اور اس کے نسبت معاہدہ کرے اور اس کے قبضہ کے نسبت جو چاہے عمل کرے جبکہ اس سے دوسری کی آزادی مین خلل بغیر حق کے نہ واقع ہوتا ہو۔

حق عمل۔ ہر شخص کو آزادی ملنا چاہیئے کہ جو پیشہ چاہے کرے بشرطیکہ قوم و ملک کو اس سے نقصان نہ پہونچے اور کسی کے آرام و آزادی مین مخل نہ ہو۔

حق تقریر و تحریر۔ کہنے اور لکھنے کی آزادی ہر شخص کو ہونا چاہیئے کہ جو چاہے لکھے اور کہے جہان تک دوسرے کی آزادی مین ان کا اظہار مخل نہ ہو ان کو روکنا انسان کے دست و زبان کو بیکار کر دینا ہے جو اہم ترین نعمت انسان کی زندگی کے گئے ہین۔ اگر پوری آزادی نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ بہت سی سچی و بہودمند باتین ظاہر نہ ہوں او نوع انسان کو ضرر پہنچے۔

حق عقاید و عبادت۔ ہر شخص کو حق ہے کہ جو عقیدہ چاہے رکھے

اور جو عبادت چاہے کرے کیونکہ معاملہ مابین اُس کے اور اللہ کے ہی لیکن اس کے ساتھ ایک مومن کا دوسرے مومن پر یہ حق ہے اور ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر کہ سمجھاوے نصیحت کرے اور اصلاح کرے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے اور یہ حق ہی ہے بلکہ فرض ومقتضائے انسانیت ہے اس طریق سے نوع انسانی صحیح وسچی ومعتدل آزادی سے فایدہ اُٹھا سکتے اور حق کو حاصل کر سکتے اور تبلیغ حق کی اور اسلام کی کر سکتے اور زیست کو بہتر بنا سکتے ہین۔

حقوق فطرتی ووسایل حیات انسانی۔ حقوق فطرتی ووسایل حیات اُن حقوق کو کہتے ہین جن کو خود یا اُن کے بہترین طور پر حصول کے وسایل خود فطرت وقدرت نے مہیا کر دیئے یا انسان کے دسترس مین رکھدیئے ہین کہ بہت سہولیت کے ساتھ اُن کو حاصل یا مسخر ہو جاوین بشرطیکہ انسان ایک دوسرے کے حصول مین خلل نہ ڈالین اور مساویانہ برتاؤ کرین پس اُن وسایل سے مستفید ہونے کے لئے اُن انسانون کا حق مساوی ہے جنکو حاجت ہو اور جو اُن سے فایدہ اُٹھا سکین۔ منجملہ اُن کے ہوا پانی روشنی زمین وآگ وہ چیزین ہین جو قدرتاً موجود ہین اور بہت کچھ حیات انسانی اُن پر منحصر ہے۔ ہوا اگر نہ ہو تو انسان بہت تھوڑی دیر مین ہلاک ہو جاوے اگر تازہ وصاف ہوا نہ ملے تو نہ سانس جو پہنچے جاوے نہ ممد حیات ہو اور نہ جو باہر آوے مفرح ذات اور اگر ہوا مین سمیت ہو تو انسان زندہ

نہ رہ سکے۔ پس جو لوگ اس عطیہ قدرت سے دوسرون کو محروم کرتے ہین یا اُس کے گندہ اور زہریلی ہو جانے و تازہ ہوا کے روکنے کا سبب ہوتے ہین وہ دوسرون کو اُن کے فطرتی وسایل حیات کے حقوق سے محروم کرتے ہین اس لئے ایسے فتنہ و فساد کرنیوالون کی سزا یہی ہے کہ وہ بھی اپنے فطرتی وسایل حیات سے متمتع ہونے سے باز رکھے جاوین اور اگر مقتضائے عقل و عدل ہو تو ہلاک کر دیئے جاوین۔ خالص پانی بھی انسانی زندگی کیلئے اسیطرح لازمی اور ضروری ہے جسطرح ہوا اور یہ بھی اُسیطرح فاسد و گندہ وغیرہ کیا جاسکتا ہے جسطرح ہوا بلکہ اُس کے ذریعہ سے آمدورفت بھی بذریعہ جہازون اور کشتیون کے ہوتی رہتی ہے لہذا سمندرون اور دریاؤن کے سفر سے روکنا حقوق حرکت و نقل سے بھی روکنا ہے لہذا اُسکی سزا بھی مثل ہوا کی سزاؤن کے ہونی چاہیئے بلکہ اُس سے زیادہ۔ روشنی اگر نہ ہو تو انسان دیکھ نہ سکے آفتاب کی حرارت و روشنی اگر اشیاء پر نہ پڑے تو بیج نہ اُگین پھل پختہ نہ ہون انسان کی تندرستی معرض خطر مین پڑ جاوے غرضکہ وہ بھی نہایت ضروری و اہم ہے اور قدرت کی طرف سے اُس کا انتظام ہے اُس سے بھی مستفید نہ ہونے دینا اُسی قسم کے جرایم مین ہے جیسا کہ ہوا و پانی سے نہ مستفید ہونے دینا۔ زمین بھی وہ چیز ہے جس پر آدمی رہتا ہے۔ اُس پر کاشت کرتا اور درخت لگاتا اور

جو خودرو چیزین ہوتی ہین اُن سے گذر کرتا اور وسایل حیات یا اُن
ذرایع کے وسایل حاصل کرتا اور اُن سے فایدہ اُٹھاتا ہے اگر ایسا
نہ کرے تو خود ہلاک ہوجاوے یا رفتہ رفتہ ہلاکت تک پہنچ جاوے اور
علم الٰہی تک نہ پہنچے۔ قدرت نے زمین کو اور اُس کے وسایل کے
وسایل کو تقریباً مہیا کردیا ہے اور ایسے ذرایع قایم کیے ہین کہ انسان
اُن سے متمتع ہوسکے پس اُن چیزون مین جو عطیات قدرت ہین
مساویانہ حقوق نہ سمجھنا کمال سفاکی ہے خصوصاً اُن چیزون مین جو زمین پر
خودرو ہوتی اور اُگتی ہین اور اُسمین انسان کی محنت کا کوئی حصہ
نہین لگتا۔ زمین کی جن چیزون مین انسان کی محنت سے ترقی ہوتی
ہے اور زراعت وغیرہ ہونے لگتی ہے اُسمین محنت کرنے والون کا
اُتنا ہی حق ہے جس قدر معاوضہ محنت کا سمجھا جاوے ورنہ حقوق ہر
انسان کے اُسمین مساوی ہونے چاہئین خصوصاً جو قریب ہون
اور اُن کو ضرورت اور ضرورت بھی مقدم نسبتاً ہو اُن کا حق مرجح ہونا چاہیے
کیونکہ وسایل حیات مین سے ہے اور قدرت کی طرف سے بغیر انسان کی
محنت کے وہ مہیا ہین جن لوگون نے زمین یا ملک پر قبضہ کرکے
اپنا ہی اُس کو بنانا چاہا ہے اُن کے لیے بین الاقوامی عدالت و
قوت کی ضرورت ہے تاکہ قسط وعدل کے ساتھ فیصلہ ہو دیگر اشیاء
خصوصاً جانورون کے نسبت بھی ایسا ہی قیاس کرنا چاہیے اور انکی
نسل کو تا بہ امکان قایم رکھنا ترقی دینا چاہیے نہ افراط شکار وغیرہ سے

برباد و ضایع نہ کر دینا چاہیے کیونکہ اُن سے بھی وسایل حیات کو بواسطہ فایدہ پہنچتا ہے خدا تعالی نے قرآن مجید میں متعدد جگہ اور متعدد طریق پر فطرتی وسایل حیات مذکور اور اُن کے وسایل پیدا اور اُن سے انسان کو جس طریق سے فایدہ پہنچتا ہے ذکر تفصیلاً فرمایا ہے اور اُن کو اپنے رحمت و نعمت میں شمار کیا ہے اور آیات قدرت میں گنایا ہے اور اپنے الوہیت پر اُن کو دلایل و برہان قرار دیا ہے اور اس قدر متواتر آیات ہیں کہ اُن کا لکھنا غیر ضروری ہے بلکہ اُن پر اشارہ کر دینا استدلال کے لیے کافی ہے لہذا حقوق فطرتی وسایل حیات کے بابت عدل و قسط کا قایم رکھنا فرض انسانی و فرض مومنین ہے اور چونکہ اُن کا ادا نہ ہونا انسان کی ہلاکت تک منجر ہے لہذا اُنکی بابت سزاؤں کی تفصیل نہ ہونا اُن کی اہمیت کو کم نہیں کرتا بلکہ اشارہ اُن کے بدیہی ہونے کا کرتا ہے جس سے اُنکی اہمیت اور زیادہ ثابت ہوتی ہے اور خدا تعالی کا یہ فرمانا کہ ہم بعض آدمیوں کو بعض سے دفع نہ کرتے رہتے تو اصلاح نہ ہوتی اس امر کے لیے کافی ہے کہ فطرتی وسایل حیات کے لئے تنازعہ ہونا اور بذریعہ دفع و قوت اصلاح ہوتے رہنا اور اس طرح سزا سے فطرتی کا ملتے رہنا لازمی اور یہی عدل و قسط ہے۔

یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اول تو جو لوگ باہم قریب ہوتے ہیں اُن کے حقوق پیدا کرتے ہیں دوسرے جو بعید ہوتے ہیں اور اُنکی ضرورت

اُس مقام کے قریب کر دیتی ہے اُن کے حقوق کو ثابت کر دیتی ہے
پس بصورت حق تلفی تنازعہ کا ہونا فطرتی و لازمی ہے اور چونکہ
ہر آدمی اور ہر قوم حقوق نہیں ادا کرتی لہذا قوت کے ذریعہ سے اور لڑائی
کے وسیلہ سے اُن کا ہوتا رہنا اور رفتہ رفتہ عدل پر آجانا ضروری ہے
اس لئے فطرتی وسایل حیات بھی سبب تنازعہ و نیز سبب عدل
ہوتے ہیں اور جسطرح تعامل و تعاشر پر مجبور کرتے ہیں اُسیطرح
حقوق حاصل کرنے پر بھی مجبور کرتے ہیں۔

حق سلامت بدنی۔ اگر جسم سلامت نہ ہو تو ایسے افعال سے
انسان قاصر ہوگا جو زیست کی تکمیل یا بقا کے لئے ضروری ہیں لہذا
ہر شخص کا حق ہے کہ اُس کا جسم اور اُسکی جان دوسروں سے
محفوظ رہے اور بغیر حق کے ان کا نقصان نہ کیا جاوے اور دوسروں
پر فرض ہے کہ بغیر حق کے کسی کے جسم و جان کو نقصان نہ پہونچاویں
اور اُن کی آزادی و آرام و عمل میں مخل نہ ہوں اگر ایسا کریں گے تو وہ
بھی اُس سزا کے مستحق ہوں گے جو مساوی ہو یا انسداد کے لئے
اور عدل و قسط کرنے کے لئے جو مناسب وقت و موقع ہو۔ اُس کا
بیان جدا مفصل ہم کرینگے۔

حق حرکت و نقل۔ مردہ و زندہ انسان کو صرف حرکت ہی
علانیہ متمیز کرتی ہے حرکت و نقل ہی سے انسان اپنے کاموں کا انتظام
و اہتمام کرتا ہے اور کمال انسانی و سعادت انسانی کو پہونچتا ہے

کسی شخص یا کسی قوم کی حرکت ونقل کو روکنا اُس کے قوے اور
اُسکی انسانیت کو روکدینا وبرباد کرنا ہے ہر شخص کو حق ہے کہ جہان
چاہے جاوے اور جیسی چاہے حرکت کرے بشرطیکہ دوسرے
کے حق مین اُس سے نقصان نہ ہو قرآن مجید مین اسی لئے جو مومنین
مہاجرت نہین کرنے پاتے تھے اور رُکے رہنے کی وجہ سے بھی
اُن پر ظلم ہوتا تھا مومنین کو اُن کے طرف سے لڑنے کا حکم ہوا ہے اور
اُن کے حق حرکت ونقل کو بحال کرادینے کا یہ حکم۔ اسی لئے قرآن مین ہے
کہ وما لکم لا تقاتلون کیا ہوگیا ہے تم کو کیا اُن کے نجات دلانے کیلئے
تم نہین لڑتے پس اہمیت حرکت ونقل کی کماحقہ ثابت بلکہ بدیہی ہے
اور جو شخص اور جو قوم اُس سے کسی بہانہ وکسی طریق سے کہین جانیکو
روکا جاتا ہے اس کے حقوق مذکور باطل کئے جاتے ہین جس سے
اُس کو اور اُس کے معاونین کو حق اصلی وواقعی ہے کہ جس طرح
ممکن ہو نجات حاصل کرین اور نجات دلادین۔

حق پدر ومادر واولاد۔ زندہ رہنے اور صالح بننے اور حالت
بہتر بنانے اور جوان ہونے کی جتنی ضروریات اولاد نابالغ کو ہین
ان کے پورا کرنے کا والدین پر حق ہے مگر والدین کو اتنی محنت نہ
کرنی چاہیئے جس سے وہ بیکار و کمزور ہوجاوین کیونکہ اولاد کا یہ حق
نہین ہے کہ اُن کے فایدہ کے لئے وہ بیکار ہوجاوین اولاد کو ایسی
اطاعت کرنی چاہیئے جو جہد للبقا مین مستقل ہونے سے مانع نہ ہو اور

کرنا والدین کا ماننا چاہیئے تاکہ فایدہ ہو اور نقصان سے بچین اگر وہ
شریک خدا کے لئے کہین تو اطاعت نہین چاہیئے غرضکہ انکو اپنے
والدین کے لئے اور ملک اور قوم و جہان کے لئے اصلح ہونا چاہئے
دوسری جگہ بہ تفصیل بیان کیا جاویگا۔

حق نصیحت وامر بالمعروف ونہی عن المنکر مابین مومنین زیست کے
باقی رکھنے مین نیز اُس کے بہتر بنانے مین جو ہم کو بہت دخل ہے
اور مذہب اسلام نے اصلاح بین المومنین کو جزو قومیت قرار دیا ہے
اور فطرتاً بھی صحیح طور سے زیست کے باقی رکھنے اور اُس کے بہتر
بنانے مین ایک دوسرے کی نصیحت و اشتے بہت فایدہ ہوتا ہے
اور زیست بجائے ضایع ہونے کے باقی و قایم و بہتر ہو جاتی ہے
لہذا حق نصیحت و حق امر بالمعروف و نہی عن المنکر باہم قوم مین ہونا لازم ہے
اور یہ شرف اور فضل مذہب اسلام کو حاصل ہے کہ باہم مومنین کے
حق مذکور کو فرض اخلاقی قرار دیا ہے گویا اُس کے فطرتی حق ہونے کی
بابت ظاہر کر دیا ہے جس کو اخلاق کی بابت لکھنے والون نے علاحدہ
شامل نہین کیا تھا مفصل بیان اُس کا جدا کیا جاوے گا۔ قوم جتنی ہی
قابل نصیحت و لایق امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہو اتنی ہی ہر فرد کو اُسکے
کرنے کی ضرورت ہے پھر ہر فرد کو اختیار ہے کہ اُس پر عمل کرے یا نہ کرے
اپنے عمل کا وہ ذمہ دار ہے اور جو نتیجہ و سزا و اچھا آگے پانیکا وہ مستحق ہے

عورتون کے حقوق۔ جیسے مردون کو اپنے اُن افعال مین

جو زینت باہے سسرگانہ کے لئے مفید ہین پوری آزادی ہونا چاہئے ایسا ہی
عورتون کو بھی چاہئیے عقد سے بوجہ کلیہ تقسیم محنت چند کام شوہر کے ذمہ
ہون گے اور چند زوجہ کے اس طور سے ان کی مطلق و محدود آزادی مین
اور ضروری قید لگینگی ان ضروری قیدون کے علاوہ پوری آزادی عورتون کو
چاہئیے مفصل بیان جداگانہ ہوگا جب تک دنیا مین ایسی قومین اور ایسے
انسان ہین جنسے باہم جنگ و جدال کا اندیشہ ہے اور ہر دن بری اور
بحری لڑائیون کے لئے فوجون کی ضرورت ہین بسر کرتے ہین تب تک
عورتون کے سیاسی حقوق مردون کے برابر نہین ہوسکتے۔

سیاسی حقوق۔ اجتماع اور تعامل کی حالت مین زندگی
چین سے بسر کرنے کے جو اصول ہین تمام فطرتی حقوق انہین سے
پیدا ہوتے ہین اور سب کے سب مختلف صورتین ہین اس محدود
آزادی کی جو ہر فرد کے راحت سے عمر طبیعی تک پہنچنے کے لئے
ضرور ہے اگر ہر فرد کے جسم و جان و عرض و مال محفوظ ہون اسکو
رفتار کردار گفتار مین کما حقہ آزادی ہو اپنے مال مین تصرف کا کما حقہ
اختیار ہو جو معاہدہ چاہے کرے جو پیشہ چاہے اختیار کرے جیسا
چاہے تقریر و تحریر مین بلا دوسرون کے دل دکھانے کے ظاہر کرسکے
اور عقاید و عبادت کی آزادی ہو تو اس کو تمام فطرتی حقوق حاصل ہین یا
اگر اور چیز چاہتا ہے تو وہ فطرتی حقوق کے سوا ہے۔ فطرتی حقوق کے
محفوظ رکھنے کو سیاسی حقوق ہوتے ہین اگر آدمی دوربینی سے کام لین

تو فطرتی حقوق سیاسی حقوق سے اہم اور زیادہ قابل اعتبار نظر آوین
لیکن انسان پاس کی چیز کو دور کی چیز سے بہتر دیکھتا ہے اور اکثر وسایل
کو غایات پر ترجیح دیتا ہے اس لئے سیاسی حقوق کو فطرتی حقوق پر
مقدم کر لیتا ہے مگر یہ خیال خام ہے تمام سیاسی حقوق محض سلبی وسیلہ ہین
اور اصلی ذریعہ قومی حیات طیبہ اور راحت کاملہ کا محدود آزادی سے پورا
کام لینا اور پوری محنت و مشقت کرنا ہے اور اُس پر بھی پوری حیات طیبہ
و راحت کاملہ یا عیش راضیہ نہین حاصل ہوتین محض مساوات بلا کامل
اعمال آزادی محدود کچھ بھی فایدہ نہین دے سکتی ہے۔ فرض کرو
کہ ہر ایک کو بحیثیت فرد قوم وہی حقوق سیاسی ہین جو دوسرے کو ہین تو
صرف اس مساوات سے یہ نہین لازم آتا ہے کہ ایسی قوم ضرور بہترین
قوم ہوگی اگر ایسی قوم کی تمام فردین جاہل و سست اور کمینہ خو اور
نفس پرست ہون تو وہ علوم و فنون اور ایجادات اور تجارت اور صناعیون
مین کیسے ترقی کرے گی اور دولت کیسے پیدا کرے گی۔ سیاسی
حقوق ذریعہ ہین فطرتی حقوق کا اور فطرتی حقوق کو کام مین لانا وسیلہ ہے
تکمیل زیست و راحت کا پس یہ گمان کر لینا کہ سیاسی حقوق ملتے
ہی زیست سہ گانہ اور راحت کی تکمیل ہو جاوے گی خیال محال ہے۔
اور جب کسی قوم مین مختلف فرقون کے اغراض متحد نہ ہون تب اُس سے
زیادہ اور آفت نہین ایسی قوم کبھی ترقی کی سیدھی راہ پر چل نہین سکتی۔
جنگ کے وجہ سے قومین بننا شروع ہوتی ہین ایسے وقت مین جب افراد

اس لئے قوم کی صورت پیدا کرتے ہین کہ بیرونی دشمنون سے بچین تب کل قوم کی زلیست مقصود اصلی ہوتی ہے اور فردون کی زیست مقصود عرضی - جو قوم محض خارجی دشمنون سے حفاظت کرے اسکی سلطنت کی ساخت ایسے قوم کی سلطنت سے جو صرف اندرونی دشمنون سے بچاوے بالکل جدا ہوتی ہے پہلے مین تعامل جبری ہوتا ہے دوسرے مین تعامل اختیاری ہوتا ہے اور قوم کا وجود صرف اسی لئے ہوتا ہے کہ افراد کی زلیست و راحت کو بقا و ترقی ہو - اگر کوئی قوم ایسی حالت مین ہو کہ اسکے بیرونی و اندرونی دونون دشمن موجود ہون تو ایسی قوم کے حکومت کے دو فرایض ہون گے اول بیرونی دشمنون سے بچانا دوسرے اندرونی دشمنون سے بچانا اور تمام افراد قوم کا یہ فرض ہوگا کہ حکومت کو خرچ دین اور دیکھتے رہین کہ وہ اپنا کام دیانت اور محنت اور قابلیت سے کرتی ہے یا نہین - خارجی اور داخلی دشمنون سے بچانے کے سوا سلطنت کا کوئی اور کام نہین ہے - ان دونون کام کا پورے طور سے لحاظ کرکے تمام افراد قوم کو پوری محدود آزادی دینی چاہیئے کہ بالاجتماع یا بالانفراد جیسے وہ چاہین اپنی اپنی زلیست و راحت کی تکمیل کی فکر کرین - اگر سلطنت اپنے اصلی کامون کے علاوہ کوئی اور کام اپنے ذمہ لیتی ہے تو اُس کا جتنا وقت اصلی کام مین گذرنا چاہیئے دوسرے غیر ضروری کام مین صرف ہو جاتا ہے اور بہت بڑا نقصان جو سلطنت کو ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ افراد قوم مین اپنا کام خود کرنے کا استقلال پیدا

نہیں ہوتا اور مہارت اور نتائج مہارت میں علاقہ کٹ جاتا ہے۔ پس حاکم جتنا ہی شرائط زیست و راحت کو بذریعہ تعامل ہموار پیدا کرے اتنا ہی اُس نے اپنا کام خوب کیا۔

قوم کا زندہ اور تندرست رہنا اس پر موقوف ہے کہ اُس کے تمام فرقے اور افراد اپنا کام پورے طور سے ٹھیک وقت پر آسانی کرتے رہیں اگر ایسا نہ ہوتا کہ اکثر صورتوں میں پاس کی چیز دور کی چیز کو چھپا دیتی ہے تو اہل بصیرت کو صاف نظر آتا کہ رفاہ عام کے کاموں میں وقت و اور قوت اور دولت صرف کرنے سے قوم میں سرمایہ راحت اُتنا زیادہ نہیں بڑھتا جتنا سچا عدل ہونے سے بڑھتا ہے اور اسی لئے رفاہ عام کا کام کرنے کی بہ نسبت ہر فرد کی یہ کوشش زیادہ چاہئے کہ تمام افراد میں سچا عدل ہوتا رہے۔

سیاست آتشے باشد کہ آن را ۔۔۔ ز بہر پادشاہان بر فروزند
چو ایشان بر فروزند آتش ظلم ۔۔۔ ہمان بہتر کہ ایشان را بسوزند
خوشا آن شہریارے کہ اندر دانش ۔۔۔ تامل کند در کتاب سیاست
سریر تیغ او گلشن سلطنت ۔۔۔ تر و تازہ دارد بآب سیاست
اگر سلطان نہ فرماید سیاست ۔۔۔ نیارد ہر کسے لاف ریاست
بلا برہم زند روئے زمین را ۔۔۔ نہ دولت را بقا باشد نہ دین را
چو مردم ضبط در کشور نہ بینند ۔۔۔ بجز فتنہ رہ دیگر نہ بینند

سیاسی معاملات میں مصلحت وقت سے فعلی اور قولی کذب کو برا نہ جاننا

غلط ہے تغافل کی حالت مین زیست وراحت زندگانی کے اصول صحیحہ پر مبنی ہے اور جھوٹ اور قومی فلاح مین کلی تباین ہے۔ سیاسی احسان کا تقاضا ہے کہ تمام افراد سیاسی راست بازی پر اصرار کرین سیاسی احسان صرف یہی نہین کہ ہر فرد اپنے معاملات مین اور اپنے سیاسی کردار مین مخلص اور راستباز ہو بلکہ اُس کا یہ ہی تقاضا ہے کہ ہر فرد نگران رہے کہ قوم کا سیاسی نظام یعنی فرقہ حاکمہ اور اُس کے مضافات اپنا کام ٹہیک کر رہی ہین یا نہین۔

قسط و شہادت پر قایم رہنے اور ان کے خود کرنے اور دوسرون سے کرانے کا حکم اور عدل کا اقرب للتقویٰ ہونا واللہ تعالیٰ کا قسط کرنا اور قسط کرنیوالون کو دوست رکھنا

قسط وعدل کا فرق صفحہ ۱۵ تا ۴۴ حصہ اول مین بیان ہو چکا ہے جس سے ثابت ہے کہ قسط اصل ومقدم ہے جب وہ نہ ہوسکے تو عدل ہونا چاہیئے لہذا قسط اور اُس کے مقابل کے جو الفاظ قران مین ہین اُن کی نسبت لکھتے ہین۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ علم العدل مین قسط کا بیان ہوتا ہے کیونکہ عدل سے غرض قسط ہی ہوتی ہے لہذا ایک طرح عدل عام ہے۔ سورہ نساء مین ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین — اے مومنو ہو جاؤ قایم کرنیوالے قسط کے

بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم — شہادت دینے والے للہ اگرچہ اپنی نفسون پر
او الوالدین والاقربین ان یکن — یا والدین اور اقربین پر ہو اگر غنی یا فقیر
غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما — ہون گے تو اللہ انکا خیرخواہ تم سے زیادہ ہے
فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلوا — سو نہ پیروی کرو ہوا کی عدل کرنے مین اور
او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون — اگر زبان ملوگے یا اعراض کرجاؤ گے تو جو کچھ تم
خبیراہ — کروگے اللہ اُس پر بصیر ہے۔

اس آیت مین قسط پر قایم رہنے کا مومنین کو حکم ہے یعنی خود بھی قسط کرین اور دوسرون سے بھی حاکم ہون یا غیر حاکم قسط کراوین اسی لئے اس آیت مین کونوا قوامین بالقسط ہے۔ پس اگر کوئی قسط نہ کرتا ہو حاکم ہو یا غیر حاکم تو ہر مومن کا فرض ہے کہ اُس سے قسط کرانے کی بہترین وسرکیف کوشش کرے۔ دوسرے للہ شہادت دینے کا حکم ہے یعنی سچی وصحیح شہادت بغیر کسی اجرت کے لینے کے یہان تک کہ اپنے نفس اور اپنے والدین واقربین پر بھی شہادت مذکور دینے کا حکم ہے۔ اور اللہ تعالے نے حکمت ومصلحت بھی اُسکی اسی آیت مین بیان کردی ہے کہ غنی یا فقیر ہون گے تو اللہ اُن کا زیادہ خیرخواہ ہے یعنی ایسی شہادت سے نہ اُن کا غنا کم ہوگا نہ فقر زیادہ ہوگا بلکہ فایدہ اسی مین ہے اس لئے اللہ تعالے نے حکم دیا اور اُس کے خلاف کرنا ہوا کی پیروی کرنا قرار دیا اور یہ بھی حکم ہے کہ اگر زبان ملوگے یا بچا جاؤ گے یعنی شہادت مین ٹالنے کے لئے تو جو کچھ کروگے اللہ اُس پر بصیر ہے یعنی اُس کا مواخذہ ہوگا

سورہ مایدہ مین ہے یاایھا الذین | اے مومنو ہوجاؤ قایم رہنے والے
اٰمنوا کونوا قوامین للہ شھداء | للہ شہادت دینے والے قسط کی اور نہ
بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم | مجرم بنا دے تم کو دشمنی ایک قوم کی اس پر
علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب | کہ عدل نہ کرو عدل کرو کہ وہ اقرب للتقویٰ ہے
للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر | اور تقوے اکرو اللہ سے اللہ خبیر ہے
بما تعملون ۝ | جو تم کرتے ہو۔

سورہ نساء کی آیت مین جو پہلے مذکور ہوئی قوامین بالقسط شھداء للہ اور اس آیت مین قوامین للہ شھداء بالقسط ہے پس ان دونون آیتون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود قسط کرنے اور دوسرون سے قسط کرانے اور خود شہادت دینے اور دوسرون سے شہادت دلانے کے لئے قایم رہنے کا حکم ہے۔ اس آیت مین یہ بھی حکم ہے کہ کسی قوم کی دشمنی اس سے تم کو مجرم نہ بنا دے کہ عدل نہ کرو کہ عدل اقرب للتقویٰ ہے یعنی عدل خود پورا تقوے نہین ہے لیکن تقوے جو اُس سے بہتر ہے اُس سے اقرب ہے اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اللہ تقوے اکرو اللہ جو تم کرتے ہو اُس سے خبیر ہے۔ پس تاکید و ترغیب احکام و امور مذکورہ کے بابت ہے اور عدل کو اس آیت مین اقرب للتقوے کہا گیا ہے لیکن قسط کو نہین کہا گیا لہذا قسط کا عدل سے بہتر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ پس کسقدر سچائی سے بھرے ہوے یہ احکام ہین کہ قسط اور شہادت للہ اپنی ذات اور اپنے والدین اور

وقربین سے کے بابت کرنا وکرانا چاہیئے اور اُسپر قایم رہنا چاہیئے اور کسی قوم کی دشمنی مجرم نہ بناوے کہ عدل نہ کرین اور زبان ملکر یا اعراض کر کر شہادت للہ سے گریز کرنا جایز نہین ہے۔ سورہ حدید مین ہے

لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم — بیشک ہمنے بھیجا اپنے رسولونکو بینات کیساتھہ اور اُتارا ہمنے اُن کیساتھہ
الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسط ۵ — کتاب و میزان تاکہ کھڑا کردین آدمیون کو قسط کے ساتھہ۔

پس رسولون کیساتھہ کتاب و میزان کے نازل ہونیکا مقصد و منشا یہ ہے کہ آدمیونکو قسط پر قایم کردیوین لہذا قسط کی افضلیت ثابت ہے اور سورہ ممتحنہ و مایدہ مین ہے۔

واللہ یحب المقسطین ۵ — اور اللہ محبوب رکھتا ہے قسط کرنیوالون کو۔

پس جو محبوب اللہ تعالیٰ کا بننا چاہے اُسکو قسط کرنا چاہیئے اور جو مبغوض اللہ تعالیٰ کا ہونا چاہے وہ اُسکو ترک کرے کیونکہ اعمال مین کوئی صورت ایسی نہین جسکا ثواب یا عذاب ہوتا ہو جسمین رضاے مولیٰ یا عدم رضاے مولیٰ نہ ہو بلکہ اُسکے علاوہ تیسری صورت ہو۔

قسط وعدل کا مفہوم

سورہ بقر مین ہے۔ یایھا الذین اٰمنوا — ای مومنو جب معاملہ کرو تم اُدہار کا وقت مقرر تک کیلئے
اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب — تو لکھہ لیو اُسکو اور چاہیئے کہ لکھے تمہارے درمیان لکھنیوالا
بینکم کاتب بالعدل ولا یاب کاتب ان یکتب — عدل کیساتھہ اور انکار نکرے لکھنیوالا لکھنے سے جیسا کہ سکھایا اُسکو
کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق — اللہ نے پس چاہیئے کہ لکھے اور بتاوے جسپر حق دینا ہے اور چاہیئے کہ تقوی
ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئا فان کان — کرے اللہ اپنے رب کا اور نہ کم کرے اُسمین سے کچھہ سو اگر ہو جسپر حق ہے
الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا او لا یستطیع — سفیہہ یا ضعیف یا نہ بتا سکتا ہو وہ تو چاہیئے کہ بتاوے
ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل ۵ — اُسکا ولی عدل کیساتھہ۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عدل کا مفہوم یہ بھی ہے کہ پورا معاملہ قرض کا بتلایا جاوے یا لکھا جاوے اور معاملہ

ولکنے مین کچھ کم نہ کیا جاوے اور چونکہ ایسا ہونا ذریعہ قسط کرنیکا ہوتا ہے لہذا اسکا پورا منضبط ہوجانا ضروری ہے
کیونکہ اسی بنا پر باہمی قسط کیساتھ فیصلہ ہوگا پس عدل کا ذریعہ قسط ہونا ثابت ہوتا ہے لہذا عدل کرنیکے
یہ معنی ہوئے کہ جیسا معاہدہ و معاملہ باہمی ہوا ہو اسکے بنا پر قسط کیا جاوے پس جن آیات مین عدل کیساتھ قسط
کرنیکا حکم ہے اور عدل کا لحاظ کرکے اسکا مقصد یہی کہ جو معاہدے ہوئے ہون عدل کو انکا ذریعہ کرکے قسط کرنا
لہذا عدل و قسط مین بحسب استعمال قرآنی یہ فرق ہے اسلئے عدل کے کرنیکا بھی حکم آیت ان اللہ یامر بالعدل
والاحسان مین ہے جو فرق الفاظ قسط یامر اور کونوا قوامین بالقسط و لیقوم الناس بالقسط مین ہے اور جو تاکید و
تفصیل قسط کی نکلتی ہے وہ عدل کی نہین نکلتی۔ سورہ یونس مین ہے۔

ولو ان لکل نفس ظلمت ما فی الارض لافتدت به واسروا الندامة لما راوا العذاب وقضی بینهم بالقسط وهم لا یظلمون	اور اگر ظلم کرنیوالے کے پاس وہ چیز ہو جو زمین مین ہے البتہ فدیہ دیوے اسکو اور چھپاوینگے ندامت کو جب دیکھینگے عذاب اور فیصلہ کیا جائیگا انکے درمیان قسط سے اور وہ ظلم نہ کئے جاوینگے
سورہ یونس مین ہے الیه مرجعکم	اللہ کیطرف تمہارا پھرجانا ہے سب کا وعدہ
جمیعا وعد اللہ حقا انه یبدؤا	خدا کا حق ہے وہ پہلا خلق کرتا ہے
الخلق ثم یعیده لیجزی الذین	پھر دوبارہ کریگا اسکو تاکہ بدلا دے ایمان والونکو
امنوا وعملوا الصلحت بالقسط	اور عمل صالح کرنیوالون کو قسط کیساتھ
والذین کفروا لهم شراب من	اور کافرون کیلئے پینا گرم پانی کا ہے
حمیم وعذاب الیم بما کانوا	اور عذاب ہوگا دکھ دینے والا بسبب
یکفرون ٥	انکے کفر کے۔

پس آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر و مومن
دونون کے درمیان قسط کریگا اور ... اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف
قسط کا کرنا منسوب کیا ہے نہ کہ عدل کا۔ لہذا قسط کی فضیلت ثابت

ہوتی ہے وعدل وقسط کے فرق کیطرف خیال کرنے کا سبب یہ امر ہوتا ہے۔

امر بالقسط کرنے والوں کے قتل کرنیوالوں کی وعید

سورۂ آل عمران میں ہے ان	جو اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہیں
الذین یکفرون بآیات اللہ و	اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو بغیر حق کے
یقتلون النبیین بغیر حق و	اور قتل کرتے ہیں اُن لوگوں کو جو
یقتلون الذین یامرون بالقسط	آدمیوں کو حکم کرتے ہیں قسط کا خوشخبری سنا
من الناس فبشرھم بعذاب	اُن کو عذاب الیم کی وہی ہیں جنکے
الیم اولئک الذین حبطت	اعمال اکارت گئے دنیا اور آخرت میں
اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ وما لھم	اور ان کا کوئی مددگار
من ناصرین ۵	نہیں ہے۔

پس دنیا و آخرت میں دونوں جگہ ان کے اعمال اکارت جاتے ہیں جو امر بالقسط کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں اور انکو عذاب الیم ملتا ہے یعنی دنیا میں بھی راحت اُن کو نصیب نہیں ہوتی جو امر بالقسط کرنیوالوں کو قتل کرتے ہیں لہذا ایسے لوگ ذلیل و رسوا و غلام و فنا ہو جاتے ہیں۔

شریعت کے تعین کو انکی شریعت کے موافق پایا مسلم اُن کے جب نزاع ہو کس شریعت سے فیصلہ کرنا

قرین انصاف ہے۔

سورہ مایدہ مین ہے وان | اور اگر تو حکم کرے اُن کے درمیان
حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان | تو حکم کر قسط کے ساتھ اللہ محبوب
اللہ یحب المقسطین ٥ | رکھتا ہے قسط کرنیوالون کو۔

یہ اُن لوگون کے درمیان مین حکم دینے کے بابت ہے جو ایمان بافواہہم لائے تھے اور اُنکے دل ایمان نہین لائے تھے اور تحریف کرکے توریت وانجیل کو دکھلاتے تھے جیسا کہ اوپر کی آیات سے جو سلسلہ وار ہین معلوم ہوتا ہے۔ اور اُس کے متصل آیات سے۔

وکیف یحکمونک وعندھم التورٰۃ | اور کیونکر حکم کرینگے تجھکو اور اُنکے پاس توریت ہے
فیھا حکم اللہ ثم یتولون من بعد | اُسمین حکم اللہ کا ہے پھر اعراض کرتے ہین اُس سے
ذٰلک وما اولٰئک بالمؤمنین ٥ | اور نہین ہین وہ ایمان لانیوالے

یعنی اگر ایمان لانے والے ہوتے تو اُس پر عمل کرتے پس اُن کا ایسا ایمان نہین ہے جو عمل پر آمادہ کرے اور سچا ہو۔ اُس کے بعد توریت مین جو حکم ہے اُس کو مفصل بیان کرکے یہ فرمایا ہے

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک | اور جو نہ حکم کرے گا اُس پر جو کچھ
ھم الظٰلمون ٥ | اُتارا ہے اللہ نے تو وہی لوگ ظالم ہین۔

یعنی توریت مین جو حکم ہے اُس کے مطابق اگر یہودی حکم نہ کرین تو ظالم ہین پھر فرمایا ہے وقفینا علیٰ اٰثارھم | اور پیچھے بھیجا ہمنے اُنکے نقش قدم پر

بعيسى ابن مريم مصدقا لما
بين يديه من التورىة واتينه
الانجيل فيه هدى ونور و
مصدقا لما بين يديه من التورىة
وهدى وموعظة للمتقين
وليحكم اهل الانجيل بما انزل الله
فيه ومن لم يحكم بما انزل الله
فاولئك هم الفسقون و
انزلنا اليك الكتب بالحق
مصدقا لما بين يديه من الكتب
ومهيمنا عليه فاحكم بينهم بما
انزل الله ولا تتبع اهواءهم
عما جاءك من الحق لكل جعلنا
منكم شرعة ومنهاجا ولو شاء
الله لجعلكم امة واحدة ولكن
ليبلوكم في ما اتكم فاستبقوا الخيرت
الى الله مرجعكم جميعا فينبئكم
بما كنتم فيه تختلفون وان احكم
بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم

عیسیٰ ابن مریم کو تصدیق کرنیوالا اپنی اگلی
توریت کو اور دیا ہم نے اسکو انجیل
جسمین ہدایت اور نور ہے اور جو تصدیق
کرنیوالی ہے اپنے پہلے والی توریت کو اور
ہدایت اور نصیحت متقین کیلئے اور چاہیئے کہ حکم
کرین اہل انجیل اسپر جو نازل کیا اللہ نے اسمین
اور جو حکم نہ کریگا اسپر جو نازل کیا اللہ نے تو
وہی فاسق ہین اور اتاری ہمنے تیری طرف
کتاب حق کیساتھ اگلی کتاب کو تصدیق
کرنے والی اور اسپر شامل سو حکم کر
ان کے درمیان جو کچھ نازل کیا اللہ نے
اور نہ اتباع کر ان کے خواہشوں کی جبکہ
آچکا ہے تیرے پاس حق ہر ایک کیلئے ٹھہرایا ہمنے
تم مین سے ایک شریعت اور ایک راہ اور
اگر چاہتا اللہ تمکو کردیتا امت واحد ولیکن تاکہ
آزمائے تمکو اسمین جو دیا تمکو تو دوڑو نیکیون کیطرف
اللہ کیطرف ہے تمکا پھرنا سو آگاہ کریگا جسمین
تم اختلاف کرتے تھے اور حکم کر انکے درمیان
جو کچھ نازل کیا اللہ نے اور نہ چل انکی خواہشون

واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک ۵ — اور ڈر اُنسے کہ بہکا دین تجھکو بعض اس چیز سے کہ نازل کیا اللہ نے تیری طرف ۔

پس آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ بعض احکام جو آپؐ پر نازل ہوئے ہین اُس سے آپ کو بہکا دین یعنی یہ کہین کہ بعض باتین جو شریعت محمدیہ کے مطابق ہین اُن کے رو سے فیصلہ کر دیجئے اور بعض باتین شریعت یہود و نصاریٰ کے رو سے ۔ لہذا صحیح مفہوم ان آیات کا یہ ہے کہ ہر شریعت والون کے درمیان اُن کی شریعت کے مطابق حکم دینا چاہیئے اگر فیصلہ دیا جاوے اور اُن کا مسلمہ حکم ہو کیونکہ انہی آیات مین ہے کہ ہر ایک کو ہمنے ایک شریعت اور راہ دی ہے ۔ اور چونکہ وہ بھی حکم اللہ کا اُس وقت کی شریعت کے مقتضا کے موافق سزا دینے کا تھا لہذا اُس کو غلط نہین کہہ سکتے ۔ پس اُس سے مختلف حکم دینا قرین انصاف نہین ہوگا اور بعض کا حکم دینا اور بعض کا نہ دینا ہیکنا ہوگا البتہ اگر کسی شریعت مین ایسا حکم ہو جو انصاف کے بالکل متناقض ہو اور راحت انسانی و حکم شریعت حقہ کا ضد ہو تو ایسی صورت مین دوسرا طریق اختیار کرنا ہوگا چونکہ وہ شریعت اللہ کیطرف سے نہین سمجھی جانی چاہیئے اس لئے ان آیات مین فاحکم بینھم ہے تاکہ اُس سے احتراز ہو لہذا ایک شریعت کا سہل حکم اور دوسری شریعت کا سخت حکم نہ دینا چاہیئے بلکہ ایک ہی شریعت کے رو سے دونون حکم

ظلم کا قبیح ہونا اور ظالمین ۔ ضالین و کفار کی سزا اور

اُنکے افعال کے نتائج

سورہ آل عمران میں ہے کیف
یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم
وشھدوا ان الرسول حق و
جاءھم البینت و اللہ لا یھدی
القوم الظلمین اولئک جزاؤھم
ان علیھم لعنۃ اللہ و الملئکۃ
و الناس اجمعین خلدین
فیھا لا یخفف عنھم العذاب
و لا ھم ینظرون الا الذین
تابوا من بعد ذلک و اصلحوا
فان اللہ غفور رحیم ان
الذین کفروا بعد ایمانھم ثم
ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم
و اولئک ھم الضالون
ان الذین کفروا و ماتوا وھم
کفار فلن یقبل من احدھم
ملء الارض ذھبا و لو افتدی بہ

کیونکر ہدایت کریگا اللہ اُس قوم کی
کہ کافر ہوگئے بعد اپنے ایمان کے اور
بتا چکے کہ رسول حق ہے اور پہنچ چکی اُنکو
بینات اور اللہ نہیں ہدایت کرتا ظالموں کو
انہیں کی سزا یہ ہے کہ اُنپر اللہ کی لعنت
اور ملائکہ اور آدمیوں کی سب کی سب رہینگے
اُسی میں نہ ہلکا کیا جاویگا اُنپر عذاب
اور نہ وہ مہلت پاوینگے مگر وہ جنہوں نے
توبہ کی بعد اس کے اور اصلاح کیا تو
اللہ غفور رحیم ہے جو کافر ہوگئے
بعد اپنے ایمان کے پھر زیادتی کیا
کفر کی ہرگز نہ قبول کی جاویگی ان کی
توبہ اور ضال ہیں تین لوگون سے
کفر کیا اور مرے اور وہ کافر
ہیں تو ہرگز نہ قبول کیا جاویگا
اُن میں سے کسی سے زمین بھر کر سونا
اور اگر بدلا دیویں اپنا اس کو اُنہیں کو

اولئٰک لھم عذاب الیم وما لھم من نٰصرین ہ | عذاب الیم ہے اور نہین کوئی انکا مددکرنے والا۔

پس ان آیات مین ظالم اُن کو کہا گیا ہے جو بعد اس شہادت کے کہ رسول حق ہے اور بینات پہنچنے کے اور ایمان لانے کے کافر ہوئے اور اُن کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُن کو اللہ ہدایت نہ کریگا اور اُن کے اوپر سب کی لعنت رہے گی اور تخفیف عذاب کی نہ ہوگی نہ مہلت دیجاوے گی مگر اگر توبہ کرین اور اصلاح کرین تو اللہ غفور رحیم ہے یعنی مغفرت اور رحمت ہوگی۔ دوسرے ضال اُنکو کہا گیا ہے جنھون نے بعد اپنے ایمان کے کفر کیا اور پھر زیادتی کی اُنکی توبہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ہرگز مقبول نہ ہوگی یعنی جنھون نے اس قدر زیادہ کفر کیا کہ اعتبار اُن کے توبہ کا نہ رہا۔ تیسرے جو کافر مرین اور کفر کرین اُن کی نسبت کہا گیا ہے کہ اگر زمین بھر بھی سونا اپنے بدلے دیوین تو ہرگز قبول نہ ہوگا اور اُن کو عذاب الیم ہے اور اُن کا کوئی مددگار نہین۔ پس ظالمین ضالین اور کفار تینون سے بابت تین حکم بیان ہین کہ ظالمین کی توبہ بشرط توبہ و اصلاح قبول ہوسکتی ہے اور ضالین کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور کافر جو مرین اُن کو عذاب الیم ہوگا اور کوئی بدلا اُن سے قبول نہ کیا جاویگا

سورہ توبہ مین ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم | ۱۰ اے مومنو مت ٹھہراؤ اپنے باپ دادون اور بھائیون کو

واخوانکم اولیاء ان استحبوا	رفیق اگر وہ مستحب رکھیں کفر کو
کفراً علی الایمان ومن یتولھم	ایمان پر اور جو دوست رکھے انکو
منکم فاولئک ھم الظلمون	تم میں سے تو وہی ظالم ہیں۔

پس جو لوگ اُن لوگون کو جو کفر کو ایمان پر مستحب رکھتے ہین انکو رفیق بناوین اُن کو بھی اللہ تعالے نے ظالم کہا ہے مومن سے کافر ہوجانا نہین کہا لہذا مومن بھی ظالم ہوسکتے ہین جنکو اللہ دوست نہین رکھتا جیسے فسق کرنیوالے مومن کو پس کافر ظالم اور مومن ظالم دونون ہوتے ہین اور اللہ کا غضب ولعنت گناہگار مومن پر بھی ہوتی ہے لیکن ضال مومنین مین نہین ہے اور اسی لئے سورہ فاتحہ مین غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ہے۔ سورہ شوریٰ مین ہے۔

انہ لا یحب الظلمین	اللہ نہین دوست رکھتا ظالمین کو

اور دوسری آیت مین اللہ کی ظالمین پر لعنت ہے۔

قباحت اعتدا ولعنت ونافرمانی اعتداپر اور منکر فعل سے نتائج منع کرنے سے

سورہ مایدہ مین ہے لعن	لعنت کئے گئے کافر بنی اسرائیل
الذین کفروا من بنی اسرائیل	مین سے زبان پر داؤدؑ اور
علی لسان داؤد وعیسی ابن	عیسیٰ ابن مریم کے بسبب اسکے
مریم ذلک بما عصوا وکانوا	کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے

تعتدون کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون ہ
گذرتے تھے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے ناپسندیدہ فعل سے جو وہ کرتے تھے برا کرتے تھے

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤد اور عیسیٰ نے اُن لوگون پر لعنت کیا جو آپس مین منع نہ کرتے تھے ایک دوسرے کو ناپسندیدہ فعل سے جو وہ کرتے تھے دوسرے وہ حد سے گذرتے تھے تیسرے وہ نافرمانی کرتے تھے لہذا اول الذکر دو افعال کے وجہ سے بھی آدمی قابل لعنت ہوجاتا ہے۔ سورہ بقرہ مین ہے۔

ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ہ
اور حد سے نہ گذرو اللہ دوست نہین رکھتا حد سے گذرنیوالون کو۔

حد درجہ توسط و اعتدال کو کہتے ہین اُس سے کمی یا بیشی حد سے گذرنا ہے جس کو اللہ دوست نہین رکھتا پس اس سے بچنا چاہیئے۔

علو فی الارض کی مذمت اور اُس کی حد

سورہ یونس مین ہے ان فرعون لعال فی الارض وانہ لمن المسرفین ہ
فرعون علو کرنیوالا تھا زمین مین اور وہ اسراف کرنے والون مین سے تھا۔

پس علو کی مذمت کے لئے یہ کافی ہے کہ خصایل و اعمال فرعونی مین سے وہ ہے اور فرعون وہ تھا جو بنی اسرائیل کے لڑکون کو قتل کرتا تھا اور اُن کی عورتون کو زندہ رکھتا تھا اور لوگون کو لڑا کر فساد

سے کے ساتھ حکومت کرتا تھا اور اپنے کو کہتا تھا کہ مین تم لوگون کا رب اعلیٰ ہون ان سب باتون کی تصدیق اور فرعون سے تکبر کرنے کی تصدیق قران مجید کی آیات سے ہے اور یہ سب داخل علو فی الارض ہین۔

فواحش واثم وبغی کا مختلف المفہوم ہونا۔

سورہ اعراف مین ہے۔

قل انما حرم ربی الفواحش	تو کہدے کہ سوا اسکے نہین کہ حرام کیا ہے میرے
ما ظہر منھا وما بطن والاثم	رب نے فواحش کو جو کھلا ہے اور جو باطن ہے اسکا
والبغی بغیر الحق وان تشرکوا	اور اثم اور بغی بغیر حق کو اور یہ کہ شریک کرو تم اللہ
باللہ ما لم ینزل بہ سلطٰنا وان	کیساتھ جس کیساتھ نہین اتری ہے صحیح دلیل
تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون	اور یہ کہ کہو اللہ پر وہ جو نہین جانتے

اللہ پر وہ کہنا جو نہین جانتے یہی ہے کہ یہ کہا جاوے کہ فلان حکم اللہ نے دیا ہے فلانی ہدایت کی ہے بغیر صحیح علم کے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا حکم دیا یا اسکی ہدایت کی ہو یا اللہ کی ذات وصفات وغیرہ کے بابت بغیر علم کے کچھ منسوب کرکے کہا جاوے پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ فواحش ظاہری ہون یا ان کا باطن اثم مین شامل نہین ہین بلکہ بروے استعمال قرآنی اثم وفواحش کی دو جداگانہ اقسام ہین یعنی بغیر حق اس کو کہتے ہین کہ بغیر حق کے تجاوز حد سے کیا جاوے اور کسی پر بڑھ جاوین وبغاوت کرین چونکہ اگر وہ زیادہ بڑھ جاوین تو فتنہ وفساد کے درجے پر پہنچ جاتی ہے جو معمولاً وہ کم درجہ کی ہے لہذا مخصوصاً

اس آیت مین اُس کا ذکر ہے تاکہ کل اصناف ظلم ورذایل۔ اس آیت مین آجاوین غرضکہ وہ اصناف بھی مخصوصاً اس آیت مین بیان ہین جو اہم وقابل امتیاز ہین۔ پس بغاوت بھی حرام ہے بشرطیکہ حق کے ساتھہ نہ ہو۔

نتیجہ مردم آزاری وظلم

بد اختر کس از مردم آزار نیست — که روز مصیبت کسش کار نیست
اگر شادی خویش دران میدانی — کاسوده دلی را بغمی بنشانی
در ماتم عقل خویش بنشین همه عمر — میدان مصیبت که عجب نادانی
ببازوان توانا و قوت سردست — خطاست پنجهٔ مسکین ناتوان بشکست
هر آنکه تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت — دماغ بیهوده پخت و خیال باطل بست
ظالمی را خفته دیدم نیم روز — گفتم این فتنه است خوابش برده به
وانکه خوابش بهتر از بیداریست — آن چنان بد زندگانی مرده به
می خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبه زن — ساکن بتخانه باش و مردم آزاری مکن
مکن بد که بد بینی از یار نیک — نروید ز تخم بدی بار نیک
خرابی ز بیداد بیند جهان — چو بستان خرم ز باد خزان
مکن جامهٔ زندگانی خراب — ببیداد فعل بد و ناصواب
مگر دشمن خاندان خودی — که بر خاندانها پسندی بدی
مباش در پے آزار و هر چه خواهی کن — که در شریعت ما غیر ازین گناهی نیست

بہ نیکی گراے وسیاز ارکس　　رہ ستمگاری ہمین است وبس

ستمگار کا کوئی اعتبار و وفادار و یار نہین ہوتا اُس کا ظلم دوسرون کو
مکار و عیار بھی بناتا ہے یعنی ظلم جلی مظلوم کو کبھی ظالم خفی بنا دیتا ہے پس
باہمی کارزار اُن دونون کی یادگار رہتی ہے اور کبھی مکار کامگار ہوتا ہے
اور کبھی ظالم اُس کو بیکار کر دیتا ہے عموماً عیار ستمگار کو زیان کار کر دیتے ہین
اگر ظالم سے اُن کی جان بچے تو وہ آسکے کرکے مکار سے ستم کیش کی
پیش نہین جاتی اور مکار بہ نسبت ستمگار کبھی کبھی زیادہ نقصان رسان
و بدکار ثابت ہوتے ہین جب ظالم سمجھ لیتا ہے کہ اُس کا اثر ظلم کا نہین مانتے
تو دباؤ نہین ڈالتا اسیطرح مظلوم جب مجبور ہوجاتا ہے تو دباؤ نہین اتا
اور آخرکار اپنے ظالم دشمن کو پچھاڑ دیتا ہے اور بار بار کا ظلم اُسکو
اپنے کیفر کردار کو پہنچا دیتا ہے۔ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ سب سے بُرا وہ
شخص ہے کہ جسکی تعظیم ظلم کے وجہ سے کی جاوے۔ (بخاری) اور
فرمایا آنحضرت صلعم نے تو اپنے ظالم بھائی کی حمایت کر اور مظلوم بھائی کی بھی
کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ لے۔ (بخاری) اور بموجب فرمانے آنحضرت صلعم کے سات
آدمیون مین سے جو اللہ کے سایہ مین اُس دن ہونگے جس دن
سوائے اُس کے کوئی سایہ نہین ایک امام عادل ہے بخاری و مسلم
مین روایت مذکور ہے۔ اور فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جو رعیت کا حاکم ہو
اور اُسکی حفاظت و خیرخواہی نہ کرے اللہ اُس پر جنت کو حرام کرے گا
(بخاری و مسلم) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے ظلم سے کوئی ظلم اللہ کو پسند کا

اور نفع بخش نہین اور اُس کے جہل سے بری و مضر کوئی شے نہین

فساد کی حقیقت اور اُسکی قباحت و مذمت و وعید

کسی اچھی حالت کا بُری حالت کے ساتھہ تغیر چاہنا یا اُس کی اعانت یا بُری حالت کے بحال و برقرار رکہنے کی کوشش یا اعانت کو افساد کہتے ہین برخلاف اُس کے کسی حالت کو بہتر حالت مین تبدیل کرنے کی کوشش یا اُسکی اعانت یا اچھی حالت کو برقرار و بحال رکہنے کی کوشش یا اعانت کو اصلاح کہتے ہین۔ عموماً فساد کی سبب اثم و گناہ کا ہوتا ہے اور صلاح و اصلاح سبب بر و تقوے اُکے ہوتے ہین اور اسی طرح فاحشہ یا تشنیع فاحشہ کو اچھا سمجہنا سبب فواحش کا اور اُس کا ترک سبب تقوے کا ہوتا ہے۔ اسباب مرض کا انسداد مرض کے زایل کرنے کے لئے مقدم و فرض ہے اور بغیر اُس کے مرض کا ازالہ کما حقہ نہین ہو سکتا ہے لہذا فساد و تشنیع فاحشہ کا انسداد اثم و فواحش کے اصلاح و ازالہ کے لئے ضروری اور اہم ہے اور قران حکیم مین اُن کے اصلاح کی تدبیر بہی ہے۔ اصلاح کا مقصد اصلی و اخیر وصل و ملانا و جوڑنا اور فساد کا اصلی و آخر مقصد فصل لڑانا و توڑنا ہوتا ہے۔ صلاح و اصلاح سے اصلی و اخیر غرض آبادی و خوشحالی و مودت و فساد کا نتیجہ بربادی و بدحالی و تکلیف و مصیبت و بغض و عداوت کے اور آیت ان الارض یرثھا عبادی الصالحون اور اُس کے مثل کی آیتون

اسی طرف اشارہ وہدایت ہے۔ ایک فساد دوسرا فساد پیدا کرتا ہے
اور ایک فساد سے بہت سے بکھیڑے اور گناہ اُٹھہ کھڑے ہوتے
ہین۔ سورہ یونس مین ہے۔

ان اللہ لایصلح عمل المفسدین — اللہ اصلاح نہین کرتا مفسدون کے عمل کی

اور واقعہ بھی ہے کہ جب ایک فساد دوسرے فساد کا مورث وسبب
ہوتا ہے تو مفسد کے عمل کی اصلاح کیسے ہوسکتی ہے جبتک کہ فساد
کو نہ چھوڑے اور صلاح اختیار کرکے توبہ نہ کرے۔ مفسد کی حالت
متغیر ہوتی جاتی ہے اور بُری حالت کیطرف ترقی کرتا جاتا ہے۔
اثم وفاحشہ خود مستقل عمل ہین۔ پس اگر اثم یا فاحشہ واقع ہوجاوے
تو اُس کو فساد کرنا یا فاحشہ کا دوست رکھنا نہین کہنا چاہیئے جو کوشش
یا اعانت اثم یا فاحشہ کے واقع ہونے کے لئے کی جاوے اگرچہ
وہ بھی ایک قسم کا عمل ہے لیکن اُس کی نوعیت اور اثم وفاحشہ کی
نوعیت مختلف ہے جس کو فساد کہتے ہین کیونکہ فساد اسباب امراض
مین سے ہے اور اثم وفاحشہ خود مستقل بیماریان ہین اسی لئے قرآن مجید
مین اُنمین سے ہر ایک کے نتایج وعواقب وعذاب وثواب ومواخذہ جدا
مختلف ومتفاوت درجات بیان ہوئے ہین۔ پس صالح ہونے کے
دو معنی ہین ایک یہ کہ خود اپنے نفس کی ایسی اصلاح ہو کہ فساد نہ
کرے دوسرے خود اپنے نفس کی ایسی اصلاح ہو کہ اثم وعدوان نہ
واقع ہون اور اُن کی معاونت نہ ہو اور بر وتقوے پر عمل اور اُن کی

معاونت ہو۔ مصلح ہونا یعنی مصلح بین الناس و بین اخویہ ہونا فضایل
اعمال مین سے ہے اور وہ ایسی اصلاح ہے جو فساد کی بھی اصلاح ہے
عمل صالح نہ کرنا اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ مطلقاً عمل ہی نہ کیا جاوے
و ترک عمل بسبب غیر صالحیت کا ہو اور اس طرح بھی ہو سکتا ہے
کہ ایسے عمل کی کوشش و سعی و اعانت ہو جو غیر صالح ہو اور اسطرح بھی
ہو سکتا ہے کہ غیر صالح عمل کیا جاوے اور عمل عبث و لغو بھی ہو سکتا ہے۔

قران مجید مین فساد کا اطلاق مسلمان اور کافر دونون کے افعال
و کوشش پر ہوا ہے ناپ و تول مین کم کرنا فساد سمجھا گیا ہے ناپ
و تول مین کم تولنا ایک مستقل گناہ ہے لیکن بحیثیت اس کے کہ اُسکے
سبب سے طوالت ہوتی ہے اور جھگڑا پیدا ہوتا ہے جو ایسے امور
کیطرف منجر ہوتے ہین جو مستقل گناہ ہین اُن کو فساد مین بھی شامل کیا ہے
پس اس باریک فرق کو جو استعمال الفاظ قرانی مین ہے خیال رکھنا چاہیے
برخلاف مصلحین کے مفسدین تنازعہ ڈالنا اور خرابی پھیلانا چاہتے ہین
تاکہ مالون اور جانون اور کھیتی اور مویشی و کل مخلوقات کا جن کو نقصان
پہونچ سکتا ہے نقصان ہو۔ کوئی آدمی ایسا ہے کہ ایسے افعال
کرتا ہے کہ کسی کے مال یا جان یا آبرو کو نقصان پہونچے کوئی
کسی کے مال پر ظلم یا فریب کے ذریعہ سے باطل طور پر بغیر اُس کی
رضامندی کے قبضہ کر لیتا ہے اور مزدور کے کام کی اجرت
کم دیتا یا بالکل ہی نہین دیتا۔ کوئی دوسرون کے لڑانے کی

فکر مین رہتا ہے کوئی پہلے کسی کو مزدوری سے زیادہ اُجرت دیتا ہے بعد مین اُس کو دوسرون کے نقصان پہونچانے کے کام مین لاتا ہے اور پھر مزدوری مذکور کو پھیرنا چاہتا ہے اس دلیل سے کہ پہلے وہ زیادہ دے چکا ہے غرضکہ اسیطرح سے ایک کو دوسرے سے لڑاتا اور نقصان کراتا اور خود بھی لڑتا پھرتا اور نقصان پہونچانے کی کوشش کیا کرتا ہے اور مختلف و متعدد طریق لوگون کے لڑانے اور پریشان کرنے مین استعمال کرتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ مرض فساد متعدی ہوتا ہے اور ایک فساد سے بہت فسادون کا مورث ہوتا ہے اور ایک فساد کرنے والے سے بہت سے فساد کرنے والے پیدا ہوتے ہین۔ پس مفسد اُس صلاحیت کو بگاڑنے والا ہوتا ہے جو صالحین اور مصلحین مین ہوتی ہے اور بدی اور ظلم و حق تلفی و تلف جمعیت و ہلاک کرنے حرث و نسل وغیرہ کا سبب ہوتا ہے اور صالحین و مصلحین کا ضد ہوتا ہے اور نتیجہ بھی دنیا اور آخرت مین اُن کے برعکس پاتا ہے اور بنی اسرائیل مین فساد بابت یہ حکم تھا جیسا کہ سورہ مایدہ مین ہے۔

ومن اجل ذٰلک کتبنا علیٰ	اور اسی لئے ہمنے لکھدیا تھا بنی اسرائیل
بنی اسرآءیل انہ من قتل	پر یہ کہ جس نے قتل کیا نفس کو
نفساً بغیر نفس او فساد فی	بغیر نفس کے یا فساد کیا ملک مین
الارض فکانما قتل الناس جمیعاً	تو گویا اُس نے قتل کیا تمام آدمیون کو

ومن احیاھا فکانما احیا الناس	اور جس نے جلایا اسکو تو گویا اس نے
جمیعا	جلایا تمام آدمیون کو۔
سورہ اعراف مین ہے قال الملاء	ایک سردار بنے قوم فرعون مین سے
من قوم فرعون اتذر موسیٰ وقومہ	کہا کیا تو چھوڑتا ہے موسیٰ اور اسکی
لیفسدوا فی الارض ویذرک	قوم کو کہ فساد کرین ملک مین اور
والھتک	چھوڑ دیوین تجھکو اور تیرے معبودون کو

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون کی قوم حضرت موسیٰ کی قوم کو مفسد کہتی تھی باینوجہ کہ حضرت موسیٰ تبدیل حالت کرنا یعنی فرعون اور اس کی قوم کو چھوڑنا چاہتے تھے۔ سورہ مومن مین ہے۔

قال فرعون ذرونی اقتل	کہا فرعون نے مجھکو چھوڑ دو قتل کرونگا موسیٰ کے
موسیٰ لیدع ربہ انی اخاف ان	تا کہ بلاوے وہ اپنے رب کو مین ڈرتا ہون
یبدل دینکم او ان یظھر فی	اس سے کہ بدل دے تمہارے دین کو یا پہیلاوے
الارض الفساد	ملک مین فساد۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ اسکے دین کو بدلوانا چاہتے ہین اور بصورت دین کے نہ بدلنے کے فساد پہیلانا یعنی اصلاح کی کوشش کرنا چاہتے ہین پس فرعون نے یہ کہا کہ اگر موسیٰ قتل نہ ہون گے تو یا دین بدل دینگے یا اصلاح کی کوشش جاری رکہینگے جس کو وہ فساد کہتا تھا کیونکہ تغیر حالت حضرت موسیٰ کی کوششون کا لازمی نتیجہ تہا حالانکہ فرعون کی کوشش

اور اُسکا عمل خود ہی فساد تہا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اُسکو انه کان من المفسدین اس آیت مین فرمایا سورہ قصص مین ہے۔

ان فرعون علا فی الارض وجعل	فرعون نے بڑا سر اُٹہایا ملک مین اور اُس ملک کے رہنے والونکو
اهلها شیعا یستضعف طائفة	فریق فریق کر دیا اُنمین سے ایک فریق کو کمزور کرنا چاہتا تھا
منهم یذبح ابناءهم ویستحی	ذبح کرتا تہا اُنکے لڑکونکو اور اُنکی عورتونکو بے عصمتی کیلئے
نساءهم انه کان من المفسدین	چہوڑ دیتا تہا بیشک وہ مفسدین مین سے تہا۔

فرعون کی کوشش مذکور کو جسمین یہ بھی تھی کہ باشندون کو لڑا کر مختلف فریق فریق کرکے اور کمزور کرکے حکومت کرنا فساد قرار دیا گیا اور فرعون کو مفسد کہا گیا پس جو قوم یا جو بادشاہ فرعون جیسی حکومت کرے وہ مفسد ہے نہ کہ مصلح۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر مفسد یا مصلح اپنے مخالف کو مصلح یا مفسد کہتا ہے لیکن واقعات ہی فیصلہ کرتے ہین کہ کس کی کوشش اصلاح کے لئے ہے اور کس کی کوشش افساد کے لئے۔ لہذا خیال کرنا چاہیئے کہ کس عمل سے فساد پیدا ہوتا ہے اور کس عمل سے اصلاح و نیکی اور قرآن شریف مین کس عمل کو فساد کہا گیا ہے۔

مال کا جمع رکہنا اور مستحقون کو نہ دینا اور بخل کرنا اور احسان نہ کرنا بھی بری حالت کو بحال و برقرار رکہنے کی کوشش ہے لہذا وہ بھی تلاش فساد فی الارض ہے۔

سورہ قصص مین ہے واحسن	اور نیکی کر جیسا نیکی کی اللہ نے
کما احسن الله الیک ولا تبغ	تیرے ساتہہ اور تلاش نہ کر

الفساد فی الارض ان اللہ | فساد کو ملک مین بیشک اللہ اچھا
لا یحب المفسدین | نہین سمجھتا فساد کرنے والون کو۔

اسراف بھی فساد ہے۔ سورہ شعرا مین ہے۔

ولا تطیعوا امر المسرفین | اور مسرفین کی اطاعت
الذین یفسدون فی الارض | نہ کرو وہ ملک مین فساد کرتے
ولا یصلحون ٥ | ہین اور اصلاح نہین کرتے۔

کھیتی کو برباد اور نسل کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنا یعنے ایسی کوشش جس کا نتیجہ درختون اور کھیتون کی بربادی اور جانورون اور انسانون کی ہلاکت ہو فساد ہے۔

سورہ بقر مین ہے و اذا تولی | اور جب منہ پھیرتے ہین دوڑتے
سعی فی الارض لیفسد فیھا | ہین ملک مین فساد کرنیکو تاکہ ہلاک
ویھلک الحرث و النسل | ہو جاوین کھیتیان اور نسل اور
واللہ لا یحب الفساد | اللہ دوست نہین رکھتا فساد کو۔

پس اس آیت کے رو سے جس کوشش کا نتیجہ بربادی مذکور بغیر معقول و شرعی وجہ کے ہو وہ کوشش فساد ہے جس کو خدا تعالے نے وصل کرنے کا حکم دیا ہو اُس کے قطع کی کوشش بھی فساد فی الارض ہے اور اُس کا نتیجہ ٹوٹنا ہے۔ عزیزون اور قرابت مندون سے ناحق قطع کرنے کی کوشش اور مسلمانون مین باہم اصلاح نہ کرنے کی کوشش

فساد ہے۔ سورہ محمدؐ مین ہے۔

فہل عسیتم ان تولیتم	کیا تم سے عجب ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ
ان تفسدوا فی الارض	تو ملک مین فساد کرنے اور ارحام کو
وتقطعوا ارحامکم اولئک	قطع کرنے لگو۔ وہی ہین جن پر خدا نے
الذین لعنہم اللہ واصمہم	لعنت کی اور اُن کو بہرہ اور اندھا
واعمی ابصارہم ٥	کردیا ہے اُنکی آنکھون کو۔
سورہ بقر مین ہے۔ ویقطعون	اور قطع کرتے ہین اُسکو
ما امر اللہ بہ ان یوصل	جس کے نسبت اللہ نے حکم دیا
ویفسدون فی الارض اولئک	کہ ملایا جاوے اور فساد کرتے ہین
ہم الخسرون ٥	ملک مین وہی ہین ٹوٹے والے۔

سوا ے اللہ تعالی کے اور کسی کو معبود جاننا اور اللہ کو عزیز الحکیم نہ جاننا اور اُس سے منھ پھیرنا فساد ہے کیونکہ وصل واصلاح کے وہ اصلی وحقیقی ذریعہ ہین۔

سورہ آل عمران مین ہے وما	اور کوئی معبود سوا ے اللہ کے
من الہ الا اللہ وان اللہ	نہین اور بیشک اللہ وہی
ہو العزیز الحکیم وان	عزیز حکیم ہے پھر اگر منھ
تولوا فان اللہ علیم	پھیرلین تو اللہ جاننے والا
بالمفسدین ٥	ہے مفسدین کا۔

کفر کرنا اور اللہ کے سبیل سے روکنا بھی فساد ہے جس سے

عذاب پر عذاب ہوتا ہے۔

سورہ نحل مین ہے الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ زدنٰھم عذابا فوق العذاب بما کانوا یفسدون ۰

جو کفر کرتے ہین اور روکتے ہین اللہ کی راہ سے زیادہ کیا ہے ہم نے اُن پر عذاب پر عذاب بسبب اُن کے فساد کے۔

چور ہونا اور اُن کا کسی ملک مین داخل ہونا فساد کرنا اور فساد کے لئے داخل ہونا ہے۔

سورہ یوسف مین ہے تاللہ لقد علمتم ما جئنا لنفسد فی الارض و ما کنا سارقین

خدا کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ ہم ملک مین فساد کرنے کیلئے نہین آئے اور نہ ہم چور ہین۔

ناپ و تول مین گھٹانے کی کوشش کرنا اور لوگون کی چیزون مین نقصان چاہنا فساد کا سبب ہے اور مال کے بابت فساد کرنا ہے۔ سورہ ہود مین ہے

یٰقوم اوفوا المکیال و المیزان بالقسط و لا تبخسوا الناس اشیاءھم و لا تعثوا فی الارض مفسدین ۰

اے قوم پورا کرو ناپ و تول کو انصاف کے ساتھ اور نہ نقصان پہونچاؤ لوگون کو اُن کی اشیاء مین اور نہ اُٹھاؤ ملک مین فساد۔

سورہ اعراف مین ہے فاوفوا

سو پورا تولو پیمانے

الکیل و المیزان ولا تبخسوا | اور ترازو کو اور نقصان نہ
الناس اشیاءھم ولا | پہونچاؤ لوگون کو اُنکی اشیا ہین
تفسدوا فی الارض بعد | اور فساد نہ کرو ملک مین اُسکی
اصلاحہا | اصلاح کے بعد۔

بادشاہون کا کسی قریہ مین داخل ہوکر اُس کے عزت والونکا کو ناحق ذلیل کرنا فساد ہے۔

سورہ نمل مین ہے۔ قالت | اُوس عورت نے کہا کہ جب
ان الملوک اذا دخلوا قریۃ | ملوک داخل ہوتے ہین کسی
افسدوھا وجعلوا اعزۃ | بستی مین اُس کو بگاڑ دیتے
اھلہا اذلۃ | ہین اور اُسکے عزت والونکو ذلیل کرتے ہین

دہوکا دینا خواہ مومنون کو ہو خواہ کسیکو اور جب ایک سے ملنا تو کہنا کہ ہم تمہارے طرف ہین اور جب اپنے ساتھیون سے ملنا تو کہنا کہ ہم تمہارے ساتھ ہین ہم استہزا کرتے تھے۔ یہ بھی فساد کا سبب ہے۔

سورہ بقر مین ہے یخدعون | دہوکا دیتے ہین اللہ و ایمان والونکو
اللہ و الذین امنوا و ما | اور نہین دہوکا دیتے ہین
یخدعون الا انفسھم و | مگر اپنے کو اور نہین سمجھتے
ما یشعرون فی قلوبھم | اُن کے دلون مین مرض ہے
مرض فزادھم اللہ مرضا | سو زیادہ کیا اللہ نے اُنکے مرض کو

ولهم عذاب اليم بما كانوا	اور اُن کے لئے عذاب الیم ہے
يكذبون واذا قيل لهم	بسبب جھوٹ کے اور جب اُنکو کہا جاتا ہے
لا تفسدوا في الارض قالوا	کہ نہ فساد کرو ملک مین کہتے ہین
انما نحن مصلحون الا انهم	کہ ہم ہی تو مصلح ہین جان لو کہ وہی
هم المفسدون ولكن	مفسد ہین اور لیکن نہین سمجھتے
لا يشعرون واذا لقوا الذين	اور جب ملتے ہین ایمان والون
آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا	سے کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور جب
الى شياطينهم قالوا انا معكم	تنہا ہوتے ہین اپنے شیاطین مین کہتے ہین
انما نحن مستهزؤن ٥	ہم تمہارے ساتھ ہین ہم تو ٹھٹھا کرتے تھے۔

ناکہ بندی کرنا اور چھپکر ڈاکہ مارنا بھی فساد ہے۔

سورہ نمل مین ہے۔ وكان	اور شہر مین نو اشخاص
في المدينة تسعة رهط	مفسد فی الارض تھے وہ
يفسدون في الارض و	اصلاح نہین کرتے تھے
لا يصلحون قالوا تقاسموا	کہنے لگے کہ باہم قسم کھاؤ
بالله لنبيتنه واهله ثم	اللہ کی کہ رات کو پڑینگے ہم اُن پر اور
لنقولن لوليه ما شهدنا	اُنکے اہل پر پھر ہم اُن کے ولی سے کہینگے
مهلك اهله وانا لصادقون	کہ وہ گواہی دین کہ اُنکی حاضری مین اُنکے اہل نہین
ومكروا مكرا ٥	ہلاک ہوئی اور ہم صادق ہین اور مکر کیا اُنھون نے ایک مکر۔

مفسدین کا درجہ ایمان والون اور عمل صالح کرنیوالون کے

درجہ کے موافق نہین ہوسکتا جیسا کہ متبعین کا درجہ مثل فجار کے نہین ہوسکتا یعنے مفسدین کے حالت کی اور فجار کے حالت کی اصلاح نہین ہوسکتی اور بدتر ہوتی جاتی ہے جب تک کہ وہ فجور اور فساد سے باز نہ آوین برخلاف اس کے مومنین اور عمل صالح کرنے والون اور متقین کی حالت بہتر ہوتی جاتی اور بہترین طور پر ترقی کرتی جاتی ہے۔

سورہ ص مین ہے ام نجعل	کیا ہم کرینگے ایمان والون
الذین امنوا و عملوا الصلحت	اور عمل صالح کرنیوالون کو
کالمفسدین فی الارض	مثل مفسدین فی الارض کے کیا
ام نجعل المتقین کالفجار	ہم کرینگے متقین کو مثل فجار کے۔
سورہ رعد مین ہے و الذین	اور عہد توڑتے ہین
ینقضون عہد اللہ	اللہ کا عہد بعد اپنے
من بعد میثاقہ و	معاہدہ کے اور کاٹتے
یقطعون ما امر اللہ بہ ان	ہین اُس کو جس کو اللہ نے حکم دیا
یوصل و یفسدون	کہ ملایا جاوے اور فساد کرتے ہین
فی الارض اولئک لھم	زمین مین اُنہین کو ہے لعنت
اللعنۃ و لھم سوء الدار	اور اُنہین کو برا گھر ہے۔

پس یہ وعید فساد و قطع کے بابت ہے اور اسکے مقابلہ مین گویا اصلاح و صبر کرتا ہے لہذا افساد سے بچنا چاہیئے۔

خلافتہ الاوفق یا انتخاب طبعی یا بقائے اصلح و بہتر عمل صالح کرنا اور برے عمل و اکبر و بد گناہ جو معاشرت و تعامل مین ہوتے ہین

جہد للبقا مین بعضون کو زیادہ کامیابی ہوتی ہے اور بعض کو کم جو اپنے تغیرات باطنیہ کو خارج کے تغیرات سے زیادہ مناسب کر لیتے ہین وہ زندہ رہنے مین کامیاب ہوتے ہین اور جو ماحول سے مناسبت پیدا کرتے مین کامیاب نہین ہوتے وہ حرف غلط کیطرح صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہین - جو لوگ اپنے اندرونی تغیرات مین ایسی اصلاح کر سکتے ہین کہ وہ خارجی تغیرات کے مناسب ہوجاوین صرف وہی جیتے ہین اور جو اصلاح نہین کر سکتے وہ مرجاتے ہین اصلاح کر کے زندہ رہنے کے واقعہ کو اسپنسر نے خلافتہ الاوفق اور ڈاروِن نے انتخاب طبعی کہا ہے - خلافتہ الاوفق کے معنی یہ ہین کہ جو لوگ اپنے ماحول کے سب سے زیادہ موافق ہوتے ہین وہی زندہ رہتے ہین اور خلیفہ یا قایمقام ہوتے ہین اُن کے جو ناموافق ہونے سے فنا ہوگئے انتخاب طبیعی کے یہ معنی ہین کہ قدرت اُن فردون اور نوعون کو چن چنکر زندہ رکھتی ہے جو اپنے ماحول سے مناسب ہین اور جو مناسب نہین ہوتے انکو ہلاک کر دیتی ہے اور برو ے بیان قرانی عباد صالح وارث و خلیفہ فی الارض ہوتے ہین - لہذا غور کرو کہ کہان آنحضرت صلعم کا اپنے زمانے مین یہ اعلان اور کہان ڈاروِن و اسپنسر کا بیان اپنے زمانے مین اتنے دنون بعد - صالح ہونے کے لئے ہر فرد جماعت کو وہ دنیاوی نیکیان حاصل کرنی

لازم ہین جو جبلی حالت مین اچھی و کارآمد زندگی کے لئے ضروری ہین - لہذا جو افعال اپنے نوعیت مین عموماً و نسبتاً دیگر افعال سے بدتر ہین اور آنکے نہایت برے واہم ہونے کی وجہ سے اللہ نے انکی نسبت وعید شدید فرمائی ہے اور سزائے دنیاوی انمین سے بعض کی مقرر فرمادی ہے اور بعض کے سب سے بدتر ہونے کو اور ان کے عذاب کو ظاہر کردیا ہے - ان کو تفصیلاً اب ہم معہ آیات کے لکھتے ہین - یہ خیال ہونا چاہئے کہ جن برائیون کی سزائے دنیاوی مقرر کردیگئی ہین انکی اہمیت ایسی ہی تھی کہ بغیر سزا کے ان کا انسداد عموماً نہین ہوسکتا اور نہ عبرت بدون اس کے زمانے کے لوگون کو ہوسکتی ہے اور سزائین اختیار مین مومنین کے ہین کہ جیسی و جسقدر چاہین دیوین لیکن انمین سے بعض سزاؤن کی تعداد مقرر ہے اسی لئے آلہ سزا وغیرہ کی تفصیل نہین تاکہ جیسا وقت ضرورت کے مقتضا کے موافق ہو عمل کیا جاوے اور کم سے کم یہ کہ سزائے مقررہ ضرور دیجاوے یا وعید مقررہ سے ضرور آگاہ کیا جاوے تاکہ انسداد کیا جاوے

تمام گناہون سے بدتر کافرون کا قتل مع القتل و الظلم ہے اور

تمام ثوابون مین سے بہتر ایمان عمل صالح کیساتھ ہے -

تمام ان اعمال مین سے جن کا بہترین ثواب ہے وہ اعمال ہین جن کا بیان ذیل کی آیات مین ہے - سورہ نساء مین ہے والذین امنوا وعملوا الصلحت سندخلہم جنت تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا ابدا وعد علیہ حقا

ومن اصدق من اللہ قیلا اور سورہ توبہ مین اور تفصیل سے ہے الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنت لھم فیھا نعیم مقیم خلدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم ۵ اور جو لوگ اعمال مذکورہ کے مصداق صحیح ہوئے ہین اور جنہون نے اپنے اعمال سے ثابت کردیا ہے اور سچے ثابت ہوئے ہین وہ وہ لوگ ہین جنکا ذکر سورہ توبہ مین اس طرح ہے۔ والسبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم ۵ برخلاف اُن بزرگون کے وہ لوگ ہین جن کا ذکر سورہ نساء کی اس آیت مین ہے۔

ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفر لھم	جن لوگون نے کفر اور ظلم کیا اللہ کیلئے نہین ہے
ولا لیھدیھم طریقا الا طریق جھنم	کہ اُنکی مغفرت کرے اور نہ یہ کہ اُنکی ہدایت کرے کسی طریق
خلدین فیھا ابدا وکان ذالک علی	کی مگر طریق جہنم کی رہینگے وہ اسمین ہمیشہ ہمیش
اللہ یسیرا ۵	اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

یہ وہ کافر یعنی اللہ پر ایمان نہ لانے والے ظالم لوگ ہین جو فتنہ مع القتل کرتے ہین پس وہ از روے اثم بدترین اعمال کے لوگ ہین اور از روے عذاب کے جن کو سخت ترین وابدی عذاب ہوگا اُنکی مغفرت نہ ہوگی اور وہ ابدی جہنمی ہون گے۔ یہی وجہ ہے کہ فتنہ کو اشد و اکبر قتل سے قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ بقر مین ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم	اور لڑو اُن سے اللہ کی راہ مین جو تم سے لڑتے ہین اور
ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین	حد سے نہ گذرو اللہ نہین دوست رکہتا حد سے گذرنیوالون کو
واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم	اور مارو اُنکو جہان پاؤ اُنکو اور نکالو اُنکو جیسا کہ تم کو نکالا ہے
من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد	اور فتنہ زیادہ سخت ہے
من القتل ... ... وقاتلوھم	قتل سے ... ... لڑو اُن سے
حتی لا یکون فتنۃ ویکون الدین للہ	یہان تک کہ نہ رہ جاوے فتنہ اور ہو حکم اللہ کا
فان انتھوا فلا عدوان الا علی	سو اگر وہ باز آوین تو نہین عدوان
الظلمین ۵	مگر ظالمین پر ۔
اور سورہ بقر مین ہے والمسجد الحرام	اور مسجد حرام اور اُس کے رہنے والون
واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ و	کو نکالنا بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک
الفتنۃ اکبر من القتل ۱	اور فتنہ بہت بڑا ہے قتل سے ۔

پس جو فتنہ مع القتل ہو وہ اور بہی اشد و اکبر ہوگا لہذا فتنہ کرنے والون کے عمل اعتدا ظلم اور قتل کرنا اور مکان و دیار سے نکالنا اور ملک مین فساد پہیلانا اور اللہ و رسول سے لڑنا اور مسجد حرام سے اُس کے اہل کو نکالنا اور اس قسم کے بدترین اعمال ہین ۔ سورہ انفال مین ہے ۔

قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم	تو کہدے کافرون کو اگر باز آوینگے بخشیگا تم کو
ما قد سلف وان یعودوا فقد مضت	اللہ جو گذر چکا اور اگر پہر کروگے تو بیشک
سنت الاولین وقاتلوھم حتی لا تکون	گذر چکی ہے روش پہلون کی اور لڑو اُن سے
فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ فان	یہانتک کہ نہ رہ جاوے فتنہ اور ہو جاوے حکومت سب اللہ کی

انتهوا فان اللہ بما یعملون بصیر ۵ سو اگر باز آوین تو اللہ جو وہ کرتے ہین اُن پر بصیر ہے۔

دین کلہ للہ سے مراد یہ ہے کہ حکم مسلمانون کے آمیر کا نافذ ہوجاوے یعنی اُسی کے حکم پر کل فیصلے ہونے لگین نہ کہ دوسری قوم یا دوسرے کسی کے حکم سے۔ للہ کا مفہوم ہمنے حکم امیر مسلمانان لیا ہے کیونکہ اللہ کے حکم سے یہی غرض ہوسکتی ہے کہ کلام اللہ کے مطابق حکم ہونے لگے اور ظاہر ہے کہ بغیر کسی آمیر کے ایسا حکم نافذ نہین ہوسکتا کیونکہ اللہ براہ راست حکم کسی معاملہ کے فیصل کرنے مین نہین دیتا بلکہ وہ چونکہ ولی مومنین کا ہے لہذا اُس کے نام سے کل کام اسلام و مومنین کا انجام پاتا ہے۔ دین کے معنی ایسے حکم کے اس آیت مین ہوئے جو کسی معاملہ قومی یا بین الاقوامی مین دو آدمیون کے درمیان انصاف کے ساتھہ دیا جاوے اور ذیل کی آیات سے اس کے اور اسی قسم کی آیات کے یہی معنی لینے کی تائید ہوتی ہے۔ سورہ فاتحہ مین ہے

مالک یوم الدین ۵ یعنی مالک اُسدن کا جسدن فیصلہ انصاف کیساتھہ ہوگا حکم ہوگا

پس حکم کے معنی یہان بھی ہین لیکن یوم کی وجہ اور یوم الدین کے لفظ کے کہنے سے قیامت کا دن مراد ہوتا ہے۔ سورہ تطفیف مین ہے

ویل یومئذ للمکذبین الذین یکذبون بیوم الدین پس اس سے وہی مراد ہوتی ہے۔ سورہ انفطار مین ہے۔ ثم ما ادرٰک ما یوم الدین یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ للہ پس والامر یومئذ للہ سے صاف

ظاہر ہے کہ دین کے معنی حکم کے ہین۔ سورہ زمر مین ہے قل انی امرت ان اعبد اللہ مخلصین لہ الدین ہ پس اللہ کی عبادت خالص اسکی حکومت مان کر کرنے کا حکم ہے لہذا دین و دنیا دونون مین حکومت اللہ سے مراد اس آیت مین ہے۔ پس دین کلہ سے بلا دخل و غش حکومت اور حکم کرنے کا اختیار ملکیت اسلامیون کی ہوجانے کی مراد ہے لہذا فتنہ کرنے والون کے لئے سزائے دنیاوی یہ ہے کہ ان سے یہانتک لڑا جاوے کہ حکومت اور حق کا ملک مسلمہ مومنین کا ہوجاوے۔ سورہ بروج

مین ہے ان الذین فتنوا	جو فتنہ مین ڈالتے ہین مومنین اور مومنات کو
المومنین والمومنات ثم لم یتوبوا	پہر توبہ نہین کرتے سو ان کو عذاب
فلہم عذاب جہنم ولہم عذاب الحریق	جہنم کا سوزش دینے والا ہے۔

پس مومنین ومومنات کو جو فتنہ مین ڈالتے ہین پہر توبہ نہین کرتے انکی سزایان ہوئی ہے۔ فتنہ کے معنون مین لغت مین لکہا ہے۔

واصلہا فتن الذہب علی النار	اصل اسکا سونے کا آگ مین ڈالا جانا ہے اس غرض کیلئے
لاستخلاصہ من الغش۔	تاکہ غش الگ ہوجاوے یعنی کہوٹ دیل سے صاف ہوجاوے

فتنہ اور فتن کے الفاظ قرآن مجید مین ان اذیتون کے متعلق ہی استعمال ہوئے ہین جو کفار کیطرف سے مومنین کو پہونچی تہین جیساکہ ان الذین فتنوا المومنین والمومنات الآیہ اور آیت اخرجوہم من حیث اخرجوکم الآیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابن عمرؓ کا قول صحیح بخاری مین ہے کان الاسلام قلیلا فکان الرجل یفتن فی دینہ اما قتلوہ واما یعذبوہ حتی کثر الاسلام فلم یکن فتنۃ

اور صحیح بخاری مین ہے اتاہ رجلان فی فتنۃ ابن الزبیر فقالا ان الناس
صنعوا وانت ابن عمر صاحب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فما یمنعک ان
یخرج فقال یمنعنی ان اللہ حرم دم اخی فقال الم یقل اللہ فقاتلوھم حتی لا تکون
فتنۃ فقال قاتلنا حتی لم یکن فتنۃ وکان الدین للہ وانتم یریدون ان تقاتلوا
حتی یکون فتنۃ ویکون الدین لغیر اللہ۔ کفار دین کے مٹانے کیلئے گھر بار
سے نکالتے تھے اور دین کے لئے یا قتل کرتے تھے یا عذاب دیتے تھے
جب اسلام مین کثرت ہوگئی اسلام قوی ہوگیا فتنہ مذکور مٹ گیا
جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ قاتلنا حتی لم یکن فتنۃ وکان الدین للہ
ہم یہان تک لڑے کہ فتنہ نہ رہ گیا اور دین اللہ کا ہوگیا یعنی قوت
مومنین کو ہوگئی اور حکم و انصاف اللہ کا قایم ہوگیا پھر کفار دین کے لئے
بے انصافی نہین کرسکتے تھے نہ گھر بار سے نکال سکتے تھے نہ عذاب
دیسکتے تھے اور نہ قتل کرسکتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کے قول سے یہ
بھی ثابت ہوتا ہے کہ تم اس لئے لڑائی کرتے ہو کہ فتنہ ہوجاوے اور
دین غیر اللہ کے لئے ہوجاوے اور جو لوگ غیر دین اللہ کے پیرو
ہین اُن کو قوت ہوجاوے اور وہ پھر دین کے لئے مومنین کو عذاب
دینے لگین و قتل کرنے لگین اور گھر بار سے نکالنے لگین۔ پس فتنہ
کے مٹانے کے لئے بھی لڑائی ہوتی ہے اور اُس کے قایم کرنیکے
لئے بھی ہوتی ہے مسلمان بھی فتنہ مین ڈال سکتے ہین اور کفار بھی
مسلمانون کو فتنہ مین ڈال سکتے ہین کفار بھی جانچ کرسکتے ہین اور مسلمان بھی

وہ جس کو سونا سمجھتے ہین اُس کو غش سے جدا کرنا چاہتے ہین ۔ اور
مسلمان بھی جسکو سچے سمجھتے ہین اُس کو جدا کرنا چاہتے ہین۔ لہذا فتنہ گھر بار و مال
سے بغیر حق کے نکالنے اور اذیت دینے کو بھی کہتے ہین اور اگر کافر مسلمانکو
دین کے لئے گھر بار سے نکالین و مال سے جدا کرین تو اُس کو بھی کہتے
ہین جو فتنہ کی بدترین صورت ہے اور فتنہ مٹانے کے لئے جنگ کرنا
ضروری ہے لیکن اگر کافر گھر و مال سے نکالین اور قتل بھی کرین تو فتنہ
نہ ہوگا بلکہ کافرون کا ظلم سہ فتنہ و قتل کے ہوگا جو فتنہ محض سے بھی اشد و اکبر ہے ۔
کیونکہ فتنہ کو اشد و اکبر قتل سے قرآن مین کہا گیا ہے لیکن جب اُس کے
ساتھ قتل بھی ہو تو اور اشد و اکبر ہوگا ۔ سورہ مایدہ مین ہے ۔

انما جزآؤا الذین یحاربون اللہ و
رسولہ و یسعون فی الارض فسادا
ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم
وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض
ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ
عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل
ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ
غفور الرحیم ہ

سوائے اس کے نہین کہ سزا اُن لوگونکی جو لڑتے اللہ
اور اُسکے رسول سے اور دوڑتے ہین زمین مین فساد کرنیکو
یہ ہے کہ اُنکو قتل کیا جاوے یا سولی پر چڑہایا جاوے
یا کاٹے جاوین اُنکے ہاتھہ پاؤن مخالف طرف سے یا دور کر دیے
جاوین ملک سے یہ اُن کیلئے رسوائی ہے دنیا مین اور
اُنکو آخرت مین عذاب بڑا ہے مگر وہ جنہون نے توبہ کر لیا
قبل اسکے کہ قدرت پاؤ تم اُن پر تو جان لو کہ اللہ
غفور رحیم ہے ۔

ان آیات مین سزا اُن لوگون کی مذکور ہے جو اللہ اور رسول سے
لڑتے ہون یعنی کافرین یا مشرکین کی جنسے لڑائی مابین مسلمانان ہوتی ہو

اور جو فتنہ کرتے ہون اور اُن لوگون سے جو ملک مین فساد کرتے ہون یعنی
حرث و نسل کو خراب کرتے ہون اور قطاع الطریقی کرتے ہون اور چوری کا
پیشہ رکھتے ہون اور اسی قسم کے افعال مین سعی کیا کرتے ہون جن کو
فساد کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ مومنین کے زمرہ سے نہین
ہو سکتے اور جس مومن نے اتفاقیہ فساد یا قطاع الطریقی کی وہ اس
آیت کے حکم مین شامل نہین ہے بلکہ ایسے پیشہ ور جن کو مومنین کی جماعت
مین شمار نہین کیا جا سکتا کیونکہ قبل اس کے کہ مومنین اُن پر قدرت پاوین
اگر وہ توبہ کر لین تو اُن کی سزا نہین ہے اور مومنین پر مومنین کو ہر وقت
قدرت ہے۔ اور یہ بات قرین قیاس نہین ہو سکتی کہ اگر مومنین قدرت سے
نکلجاوین اور جرایم مذکورہ بالا آیت کرتے رہین اور پھر قبل قدرت توبہ کر لین
تو سزا سے دنیاوی اپنے جرم کی نہ پاوین۔ پس ایسے لوگون کی سزا یہ ہے
کہ اگر قتل مناسب ہو تو قتل کیے جاوین یا سولی دینے کی ضرورت ہو تو
سولی دیئے جاوین یا ہاتھہ پاؤن کاٹنے کی ضرورت ہو تو ہاتھہ پاؤن
کاٹے جاوین یا شہر بدر کر کے قید کر دیئے جاوین اختیار دیا گیا ہے کہ جسطرح
اُن کے شر سے محفوظ رہ سکین اُسیطرح کی سزا اُن کو دیوین۔
چونکہ ہاتھون کا قطع کرنا چوری مین زیادہ مناسب ہے لہذا قطاع الطریقی
کی سزا مین ہاتھہ پاؤن خلاف کا کاٹنا غالباً زیادہ مناسب ہوگا اور یہ
بھی مناسب ہوگا کہ ملک سے وہ باہر کر دیئے جاوین کہ پھر اُن سے نقصان
نہ پہونچے یہ بھی بیان ہے کہ یہ رسوائی اُن کو دنیا مین ہے تاکہ اس

رسوائی سے اور لوگ عبرت پکڑیں اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔ لیکن قبل قدرت پانے کے اگر توبہ کریں تو اللہ غفور رحیم ہے۔ لیکن چونکہ ایسے جرایم سے مال وجان کا نقصان ہوتا ہے لہذا سزائیں بھی جسمانی و قید کی دیجاتی ہیں۔ میری رائے میں اس آیت کی سزا بابت مومنین یعنی امام مومنین کو اختیار رہے کہ جو سزا انمیں سے جس کے لئے مناسب ہو وہ دلوائے سورہ اعراف میں ہے۔

ولا تقعدوا بکل صراط توعدون و	اور کہا شعیب نے اپنی قوم کو مت بیٹھو ہر راہ پر ڈراتے
یصدون عن سبیل اللہ من آمن بہ و	اور روکتے ہوئے اللہ کی راہ سے جو ایمان لاوے اسپر
یبغونہا عوجا ہ	اور ڈہونڈہتے ہوئے اسمیں عیب۔

یہ بھی حضرت شعیبؑ کی امت میں مخصوص عیب تہا جسکی نصیحت انہوں نے فرمائی ہے۔

صفحہ ۵ کتاب ہذا میں ثابت ہوچکا ہے کہ شر البریہ بدترین خلق و جہنمی اہل کتاب میں سے جنہوں نے کفر کیا اور مشرکین ہیں۔ پس وہ تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو مشرک دوسرے جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا تیسرے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اس کے ساتھ تمسخر وغیرہ کیا۔ ان سب کی مغفرت کرنے سے اللہ تعالیٰ انکار فرمایا ہے چنانچہ اول قسم کے اشخاص کی نسبت مغفرت سے انکار اور دوسرے و تیسرے قسم کے اشخاص کی نسبت بطور خبر ہے کہ ان کو اللہ ہرگز مغفرت نہ کریگا۔ لہذا بدترین خلق کی تفصیل کے لئے آیات

نقل ہوتی ہین یہ یاد رہے کہ مغفرت سے انکار ہے یعنی یہ کہ اُن کے گناہونکی مغفرت نہ ہوگی ابدی جہنم کی ان کے بابت وعید نہین ہے لہذا ان سے بھی بدتر یعنی سب سے بدتر وہ لوگ ہین جن کے لئے وعید ابدی جہنم کی ہے

سورہ نساء مین ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہٖ و یغفر ما دون ذالك لمن یشاء ومن یشرك باللہ فقد افترى اثما مبینا۔

اللہ نہ بخشیگا اُس کو کہ شریک کرے اُس کے ساتھ اور بخشتا ہے اُس کو چھوڑ کے جسکو چاہے اور جس نے شرک کیا اللہ کیساتھ تو بیشک افترا کیا اثم مبین کو

اور سورہ مایدہ مین ہے۔ وقال المسیح یٰبنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی و ربکم انہ من یشرك باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النار وما للظلمین من انصار ٥

اور کہا مسیح نے اے بنی اسرائیل عبادت کرو میرے رب اور اپنے رب کی جسنے شرک کیا اللہ کیساتھ تو بیشک حرام کیا اللہ نے اُسپر جنت کو اور اُس کا ٹھکانا آگ ہے اور نہین ظالمین کا کوئی مددگار۔

حضرت مسیح کی زبان سے اگرچہ بنی اسرائیل سے بیان ہوا ہے مگر حکم عام ہے کہ جو شرک کرے گا وہ عذاب مندرجہ آیت کا مستحق ہوگا

اور سورہ توبہ مین ہے ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربٰی من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم وما کان استغفار ابرٰھیم لابیہ

اور نبی اور مومنین کے لئے جایز نہین ہے کہ استغفار کرین مشرکین کیلئے اور اگرچہ اُن کے قرابت والے ہون بعد اس کے کہ ظاہر ہوچکا ہے اُن کے لئے کہ وہ جہنم والے ہین اور نہین تھا استغفار ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے

الا عن موعدة وعدها اياه فلما	مگر وعدہ سے جو وعدہ کیا تھا اس سے پھر جب ظاہر
تبین له انه عدو للّٰہ تبرا منه ہ	ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے بیزار ہوگئے اُس سے
سورہ منافقون میں ہے۔ واذا قیل	اور جب کہا جاتا ہے اُن کو آؤ مغفرت
لهم تعالوا یستغفر لکم رسول اللّٰہ	مانگے تمہارے لئے رسول اللہ کا اپنے
لووا رءوسهم ورایتهم یصدون	سر پھیر لیتے ہین اور دیکھتے ہو تم اُن کو۔
وهم مستکبرون سواء علیهم	روکتے ہین اور وہ کبر کرتے ہین برابر ہے
استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم	خواہ تو اُن کیلئے استغفار کر یا نہ کر ہرگز نہ مغفرت کریگا
لن یغفر اللّٰہ لهم ان اللّٰہ لا یهدی	اللہ اُنکی اللہ نہین راہ دکھاتا فاسقین کی
القوم الفسقین ہ	قوم کو۔

پس جن منافقین کا ان آیات مین ذکر ہے اُن کی عدم مغفرت موعود ہونے کی خبر دیگئی ہے اور جو حقیقتاً کافر تھے۔ سورہ نحل مین ہے۔

الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ	جنہون نے کفر کیا اور روکا اللہ کی راہ سے
زدنهم عذابا فوق العذاب بما	زیادہ کیا ہمنے اُن پر عذاب کے اوپر عذاب
کانوا یفسدون ہ	بسبب اُن کے فساد کرنے کے۔
اور سورہ محمد مین ہے ان الذین	جنہون نے کفر کیا اور روکا اللہ کی راہ سے پھر مرے
کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ ثم	درانحالیکہ کافر ہین تو ہرگز نہ مغفرت کریگا اللہ
ماتوا وهم کفار فلن یغفر اللّٰہ لهم	اُن کی۔

پس جو کفر کرے اور اللہ کی راہ کو روک کر کافر مرے تو اُسکی بھی اللہ ہرگز مغفرت نہ کرے گا۔

سورہ اعراف مین سے ان الذین
کذبوا بایٰتنا واستکبروا عنها لا تفتح
لهم ابواب السماء ولا یدخلون
الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط
وکذلک نجزی المجرمین لهم من جهنم
مهاد ومن فوقهم غواش وکذلک
نجزی الظلمین ٥

جنہون نے جھٹلایا ہماری آیات کو اور کبر کیا
اوس سے نہ کھولے جاوینگے اُن کے لئے
آسمان کے دروازے اور نہ داخل ہونگے جنت
مین یہانتک کہ داخل ہو جاوے اونٹ سوئی کے
سوراخ مین اور اسیطرح ہم بدلا دیتے ہین مجرمین کو
اُن کیلئے جہنم مین بچھونا ہے اور اُسکے اوپر
سائبان اور ہم یون بدلا دیتے ہین ظالمین کو

سورہ توبہ مین سے الذین یلمزون
المطوعین من المؤمنین فی الصدقت
والذین لا یجدون الا جهدهم
فیسخرون منهم سخر الله منهم ولهم
عذاب الیم ۔ استغفر لهم او لا تستغفر لهم
سبعین مرة فلن یغفر الله لهم
ذلک بانهم کفروا بالله ورسوله
والله لا یهدی القوم الفسقین

جو الزام دیتے ہین کھولکر خیرات کرنیوالے
مومنین کو صدقات مین اور جو نہین پاتے
مگر اپنی محنت کا پھر ٹھٹھا کرتے ہین
اُن سے اللہ اُن سے ٹھٹھا کرتا ہے
اور اُن کیلئے عذاب الیم ہے تو اُن کیلئے
استغفار کر یا نہ کر اگر تو اُن کیلئے استغفار ستر مرتبہ بھی
کرے تو ہرگز نہ مغفرت کریگا اللہ اُنکی یہ اسلیے کہ اُنھون نے کفر کیا
اللہ اور اُسکے رسول کیساتھ اور اللہ ہدایت نہین کرتا فاسق قوم کو

قتل نفس وقصاص قتل کے احکام وجبار فی الارض

آپس مین اصلاح نہ کرنا جبار فی الارض ہونا ہے اور مصلح نہ بننا وفتنہ یا فساد کرنا ہے۔

سورہ قصص مین ہے قال یموسیٰ اتریدان تقتلنی کما قتلت نفسا بالامس ان تریدالا ان تکون جبارا فی الارض وما تریدان تکون من المصلحین ٥

کہا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ مجھکو مار ڈالے جیساکہ تونے قتل کیا ہے ایک نفس کو کل تو نہین چاہتا ہے مگر یہ کہ تو جبار فی الارض رہے۔ اور نہین چاہتا تو کہ مصلحین مین سے رہے۔

پس جبار فی الارض بمقابلہ مصلحین کے اس آیت مین ہے جن سے تقابل الفاظ مذکور کا بہی ثابت ہوتا ہے۔

ہر شخص کو جسم وجان عطا ہوئے ہین ان مین سے جو جس کو عطا ہوا ہے وہ اسی کا ہے لہذا وہ مستحق ہے کہ اس کے سلامت بدنی کو کوئی دوسرا نقصان نہ پہونچاوے اور دوسرا اس باب مین آزاد نہین ہے کہ کسیطرح کسی کے سلامت بدنی کو بغیر کسی حق کے نقصان پہونچاوے۔ پس سلامت بدنی کے نقصان پہونچانے اور اسکے ضایع کر دینے مین سب سے بڑا گناہ جو ہے وہ قتل نفس ہے اسلیے کلام مجید مین اس کے لئے وعید شدید ہے۔ سورہ نساء مین ہے

وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطاء ومن قتل مومنا خطاء فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وھو مومن فتحریر رقبۃ

اور مسلمان کا کام نہین ہے کہ مار ڈالے مسلمان کو مگر چوک کر اور جسنے مارا مسلمان کو چوک کر تو اسکو آزاد کرنا چاہیئے ایک مسلمان اور خونبہا پہنچانا اس کے گہر والون کو مگر یہ کہ وہ بخشدیوین پہر اگر وہ تہا اس قوم مین کہ تمہارے دشمن ہین اور وہ مسلمان ہو تو آزاد کرنا

مؤمنة وان کان من قوم بینکم وبینھم	ایک مسلمان کا اور اگر وہ تہا اُس قوم مین کہ تم مین
میثاق فدیة مسلمة الیٰ اھلہٖ وتحریر	اُنمین عہد ہے تو خونبہا پہنچانا اُسکے گھروالون کو
رقبة مؤمنة فمن لم یجد فصیام	اور آزاد کرنا ایک مسلمان کا پھر جو یہ نہ کرسکے تو
شھرین متتابعین توبة من اللہ و	رکھے روزے دو مہینہ لگاتار بخشوانے کو اللہ سے
کان اللہ علیما حکیما ومن یقتل	اور اللہ علیم وحکیم ہے اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو
مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا	بالارادہ تو اُسکی سزا دوزخ ہے رہے اُسمین
فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ	اور اللہ اُس پر غضب ہوا اور اُسکو اُس نے
عذابا الیما ہ	لعنت کی اور اُس کیواسطے طیار کیا دکھ دینے والا عذاب
اور سورہ بقر مین ہے یا ایھا الذین	اے وہ لوگو جو ایمان لائے فرض کیا گیا ہے تم پر
امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ	برابر بدلا لینا قتل مین

سورہ بقر مین اس جگہ اُس کے آگے ہے۔

ولکم فی القصاص حیوٰة یا اولی	اور تمہارے لئے برابر بدلا لینے مین زندگی ہے اے عقلمند و
الالباب لعلکم تتقون ہ	تاکہ تم اللہ سے ڈر کر پرہیزگار رہو۔

پس ناحق قتل نفس کے قصاص مین ترغیب برابر و بمثل بدلا لینے کی ہے۔

قتل اولاد کے بابت علاوہ اس کے اور وعیدین ہین جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل

مین ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیة	اور نہ مارو تم لوگ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف
املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم	سے ہم اُن کو روزی دیتے ہین اور تم کو
کان خطأ کبیرا ہ	اُن کا قتل خطا کبیر ہے۔

پس قتل اولاد کو خطائے کبیر کہا گیا ہے اور قتل مومن کا بالعمد کرنے کی

وعید خلود جہنم اور اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت اور عذاب الیم آخرت مین اور دنیا مین قصاص قرار دیا گیا ہے اور قتل خطا کے بابت دیت وغیرہ قرار دی گئی ہین لہذا تفاوت سزا مین جو خوبی ہے اور جو فرق مراتب دکھلایا گیا ہے وہ قابل حرزجان بنانے کے ہے۔

قتل نفس کے بعد جسم انسانی کو نقصان پہنچانا ہی

قران کے روسے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو یہ حکم تھا جیسا کہ سورہ مایدہ مین ہے وکتبنا علیہم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ٥

اور فرض کیا ہے اُن پر توریت مین کہ نفس نفس کے عوض مین اور آنکھہ آنکھہ کے اور ناک ناک کے اور کان کان کے اور دانت دانت کے اور زخمون کا برابر بدلا ہے پھر جو کوئی معاف کردے تو اُس کیلئے وہ کفارہ ہے۔

اس آیت کے بعد حضرت عیسٰی کے نسبت ہے کہ مصدقا لما بین یدیہ من التوریۃ

حضرت عیسٰی توریت مین جو گذر چکا ہی اسکی تصدیق کرتے تھے

پس توریت و انجیل کا حکم اس باب مین ایک ہے۔ کلام مجید مین جامع حکم اس کے متعلق سورہ شوریٰ مین یہ ہے۔

والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ

اور وہ لوگ جب اُن پر ہووے چڑھائی تو بدلا لیتے ہین اور بُرائی کا بدلا بُرائی ویسی ہی۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور اصلاح کرے تو اُسکا بدلا اللہ پر ہے

انہ لا یحب الظلمین ولمن انتصر بعد
ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل
انما السبیل علی الذین یظلمون
الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق
اولئک لہم عذاب الیم ولمن صبر و
غفر ان ذلک لمن عزم الامور ۰

بیشک اس کو خوش نہین آتے ظالم اور جو کوئی
بدلا لے اپنے ظلم پر سو اُن پر بھی نہین کوئی راہ
راہ تو اُنھی پر ہے جو ظلم کرتے ہین لوگون پر اور
چڑہائی کرتے ہین بغیر حق کے اُن لوگون پر
عذاب الیم ہے جو تیسے صبر کیا اور بخشدیا
بیشک یہ کام ہمت کے ہین ۔

ان آیتون مین بدلا برابر لینے کا حکم ہے لیکن اصلاح اور معافی کے غرض سے اگر معاف کیا جاوے تو اُس کا اجر خود خدا نے دینے کو کہا ہے اور اپنے ذمہ رکہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ہمت کے کام ہین ۔ پس بخلاف قتل نفس کے قصاص کے دیگر قصاص مین ترغیب ہے اس امر کی کہ معاف کیا جاوے اور اصلاح مدنظر ہو یعنی اگر خوف فساد کے بڑہنے کا ہو تب تو بدلا لینا مستحسن ہے ورنہ معاف کر دینا بہت محمود اور ہمت کا کام ہے ۔ اور سورہ نور مین ہے

ولیعفوا ولیصفحوا
الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ
غفور رحیم ۰

اور چاہیئے کہ معاف کرو اور درگذر کرو کیا
تمکو خوش نہین آتا یہ کہ مغفرت کرے تم
لوگونکی اللہ اور اللہ غفور رحیم ہے

اس آیت مین ترغیب دیگئی ہے کہ معاف و درگذر کرین کہ اللہ تعالی اسکے عوض مین مغفرت کرے پس اس سے بھی ثابت ہے کہ معافی اور درگذر کرنا زیادہ مستحسن قرار دیا گیا ہے ۔

سورہ حج مین ہے ومن عاقب بمثل ما عوقب به	اور جسنے بدلا دیا مثل اُسکے جیسا کیا تھا پھر
ثم بغی علیه لینصرنه الله ان الله	اُسپر کوئی زیادتی کرے تو اللہ اُسکی مدد کریگا
لعفو غفور	اللہ بیشک معاف کرنیوالا بخشنے والا ہے۔

پس بدلا لینے کے بعد بھی کوئی کسی پر زیادتی کرے تو اللہ جس نے بدلا دیا ہے اُسکی مدد کرے گا۔ دوسرے بدلا بمثل لینے کا حکم ہے۔

ضروریات زیست کے لئے ہر فرد کو آزادی ہونی چاہیے کہ جہان چاہے قیام کرے اور جہان چاہے جاوے

جسم و قوت جو کسی انسان کو عطا ہوئے ہین اُس شی کیوجہ سے اُس کا حق ہے اور وہ آزاد ہے کہ جہان چاہے نقل و حرکت کرے اور ہاتھ پاؤن پھیلائے لیکن اس آزادی کو روک دینا بغیر کسی حق کے نہایت درجہ خراب ہے جسم و قوت اُس کے ہین جس کو کہ وہ عطا ہوئے ہین بس اوس کو اختیار ہونا چاہیئے کہ اپنی ضروریات زیست و راحت کے حاصل کرنے مین جہان چاہے جاوے اور جیسا چاہے ہاتھ پاؤن مارے اُس کو بغیر کسی حق کے روکنا اُس کے قوے کو بیکار کر دینا ہے اور اُس کی آزادی جسم و قوت کو سلب کر لینا ہے کسیکو قید کرنا اُس سے بھی بدتر ہے کہ اُسکا کوئی عضو بیکار کر دیا جاوے کیونکہ اسطرح تقریباً کل عضو بیکار کر دیئے جاتے ہین خواہ وہ معین وقت ہی کے لئے کیون نہ ہو اسیطرح

اگر قید نہ کیا جاوے بلکہ آمد رفت و مہاجرت ہی روک دیجاوین تو بھی نہایت ظلم ہے۔ سورہ نساء مین ہے

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و	اور تمکو کیا ہوا ہے کہ نہین لڑتے اللہ کی راہ مین
المستضعفین فی الرجال والنساء	واسطے اُنکے جو کمزور ہین مرد اور عورتین اور لڑکے
والولدان الذین یقولون ربنا	جو کہتے ہین اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے
اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم	کہ ظالم ہین اُس کے رہنے والے اور
اہلہا واجعل لنا من لدنک ولیا	پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور
واجعل لنا من لدنک نصیرا	پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار

اگرچہ یہ آیت اُن لوگون کے نسبت ہے جن کو مشرکین نے ظلم کرکے روک رکہا تہا لیکن مصداق اس آیت کا بہت صاف ہے کہ ہر ایسے مومن پر صادق آوے گی جو ظلم کے وجہ سے نکل نہ سکتے ہون اور وہ ملک جہان ظلم ہوتا ہو اُس کو چہوڑ نہ سکتے ہون۔ پس اس آیت سے وعید شدید ثابت ہوتی ہے ایسے لوگون کی مدد نہ کرنے کے بابت کہ جو نقل و حرکت ظلم سے بچنے کے لئے کرنا چاہین اور نہ کرسکین جیسا کہ وما لکم کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے لہذا ہمارے نزدیک نقل و حرکت کو بغیر وجہ معقول کے روکنا سخت جرایم اور ظلم شدید مین سے ہے۔

یتیمی اور اُن کے غیر کے اموال بالباطل لے لینے کی

وعید اور رضامندی کی تجارت کا حکم اور اُنکی حقیقت

سورہ نساء مین ہے ان الذین	جو لوگ کہاتے ہین یتیمون کا مال ظلم
یاکلون اموال الیتمی ظلما انما	کر کے سوا اِس کے نہین کہ نہین کہاتے
یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون	اپنے بطون مین مگر آگ اور جلائینگے
سعیرا۔	دہکتی آگ مین۔

اموال بالباطل تصرف کرنیکا سب سے بڑا طریق مسلمانون کے نزدیک یہ ہے کہ یتیمی کا مال ناجائز طور پر تصرف کیا جاوے لہذا اموال بالباطل کے تصرف کی سزا جو عموماً نار ہے اُس سے زیادہ سعیر یعنی دہکتی آگ کی سزا موعود ہے۔ اور سورہ نساء مین ہے

وآتوا الیتمی اموالھم ولا تتبدلوا	اور دو یتیمون کو اُن کے اموال اور نہ بدلو
الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم	خبیث کو طیب کیساتھ اور نہ کہاؤ اُن کے
الی اموالکم انہ کان حوبا کبیرا	مال اپنے مالون کیساتھ یہ ہے بڑا وبال

پس علاوہ وعید سعیر کے یتیمون کے مال کے تصرف ناجائز کے باب وبال کبیر بھی اُس آیت مین فرمایا گیا ہے۔ اور سورہ نساء مین ہے

ولا تاکلوھا اسرافا وبدارا ان	اور نہ کہاؤ یتیمون کا مال اُڑا کر اور گہبرا کر جبتک
یکبروا ومن کان غنیا فلیستعفف	بڑے نہ ہوجاوین اور جو غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے
ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف	اور جو محتاج ہو تو کہاوے معروف کیساتھ پہر
فاذا دفعتم الیھم اموالھم فاشھدوا	جب حوالہ کرو اُنکے مال تو شاہد کر لو اُن پر

علیهم وکفی باللہ حسیبا ہ — اور اللہ کافی ہے حساب کرنے کو۔

پس یتیموں کے مہتمم مال کو اگر محتاج ہو تو دستور حسن کے موافق اپنے عملوں
کچھ لینا جایز ہے ورنہ جایز نہیں۔ سورہ بقر میں ہے۔

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل — اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق
وتدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقاً — اور نہ پہونچاؤ اُن کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ
من اموال الناس بالاثم وانتم — فریق ہو کر آدمیوں کے مال میں سے گناہ
تعلمون ہ — کے ساتھ اور تم جانتے ہو۔

پس یہ آیت باطل طور پر حکام تک لیجانے کے بابت ہے۔ اور
سورہ نساء میں ہے یا ایها الذین — اے مومنو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا
آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل — آپس میں باطل کیساتھ مگر یہ کہ سودا ہو
الا ان تکون تجارۃ عن تراض — باہم رضامندی کا آپس میں اور نہ مار ڈالو
منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ — آپس میں کیونکہ اللہ کو تم پر رحم ہے اور جو
کان بکم رحیما ومن یفعل ذلک عدواناً — کوئی یہ کام کرے زیادتی اور ظلم سے تو ہم
وظلماً فسوف نصلیه ناراً وکان — ڈالینگے اس کو آگ میں اور اللہ پر یہ
ذلک علی اللہ یسیراً ہ — بات آسان ہے۔

سورہ توبہ میں ہے۔ یا ایها الذین — اے مومنو بہت سے علماء اور
آمنوا ان کثیراً من الاحبار والرهبان — رہبان کھاتے ہیں لوگوں کا مال باطل
لیاکلون اموال الناس بالباطل — کے ساتھ اور روکتے ہیں
ویصدون عن سبیل اللہ والذین — اللہ کی راہ سے حالانکہ جو جمع کرتے ہیں

یکنزون الذھب والفضۃ و لا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ٥

سونا اور چاندی اور نہین خرچ کرتے اُنکو اللہ کی راہ مین تو بشارت دے اُنکو عذاب الیم کی جبدن کہ گرم کیجاۓگی اُن پر آگ جہنم کی پس داغے جاۓنگے اُن کے پیشانیان اور پہلو و پیٹھ یہ وہ ہے جو جمع کیا ہے تم نے اپنے لئے بس چکھو جو جمع کرتے تھے ۔

لہذا آیات مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مال بالباطل کہانے یا تصرف کرنے کی سزا سے آخرت نار ہے اور جسقدر کسی خصوصیت کے بڑہنے سے زیادتی ہوتی جاوے گی اُسیقدر سزا مین شدت ہوتی جاویگی جیسے یتیمون کا مال کہا لینے سے عذاب سعیر کا پایا اور ان لوگون کا اموال بالباطل کہانا جو رہبان اور اُن کے مثل ہین اُنکی سزا پیٹھ و پہلو و پیشانیون کا جہنم کی آگ مین داغا جانا ہے ۔

سزاۓ سرقہ

سورہ مایدہ مین ہے والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللّٰہ واللّٰہ عزیز حکیم فمن تاب من بعد

چوری کرنیوالا مرد اور چوری کرنیوالی عورت تو کاٹ ڈالو اُنکے ہاتھ بدلا اُن کا جو کمایا اُنہون نے تنبیہ اللہ کیطرف سے اور اللہ عزیز حکیم ہے پھر جس نے توبہ کی ابعد اپنے

ظلمه و اصلح فان الله یتوب علیه ‎ ظلم کے اور اصلاح کیا تو اللہ اُسکی توبہ قبول

ان اللہ غفور رحیم ‎ کرے گا۔ اللہ غفور رحیم ہے۔

جب چوری کی عادت پڑجاتی اور اُس کا چسکہ پڑجاتا ہے تو وہ اکثر نہین چھوٹتی اور چور کو اسین مزا آنے لگتا ہے وہ فتنہ و فساد برپا کرنے کا سبب ہوتی اور دوسرے نیک کامون کو بہی نقصان پہونچاتی ہے لہٰذا اُس کے انسداد کے لئے جس آلہ سے چوری کیجاتی ہے اور جو اصل ہے اُس کا کاٹ ڈالنا مناسب تر ہوتا ہے اور انصاف بہی ہے تاکہ پہر ایسا فعل ہی نہ ہوسکے اور دوسرون کو عبرت ہو کہ پہر جرأت نہ کرین اور عملاً یہ سزا کامیاب ہی ثابت ہوئی ہے۔ پس یہ اعتراض کہ مال کے بدلے عضو کا بیکار کردینا مستحسن نہین ہے درست نہین ہے۔ ناپ تول مین کم دینا ایسا امر ہے جو دہوکا دیکر مال بالباطل حاصل کرنا ہے اور چوری بالکل چہپ کر کیجاتی ہے جسکی خبر بہی جسکے یہان چوری ہوتی ہی اسکو عموماً نہین معلوم ہوتی کہ کس نے چوری کیا ہے بخلاف اس کے ناپ تول مین لینے والا ایسا شخص ہے جو اُس وقت دہوکا دیدیتا ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اُسکی بددیانتی ظاہر ہوجاتی ہے یا ایسے بددیانت شخص کی شہرت عام ہوجاتی ہے۔ لہٰذا سرقہ کی سزا اُس کے لئے نہین تجویز ہوئی بلکہ نہایت بلاغت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن پر خرابی ہے۔ کیا وہ نہین سمجہتے یوم عظیم کے لئے

نہ کہے گئے جاوین گے۔ پس اس طریق بیان اور اس کنایہ سے جو ابلغ صریح سے ہے یہ اظہار مقصود ہے کہ ہر فعل کے بابت ایسے شخص کو جو تکلیف ہوگی اُس خرابی کو وہ خیال کرے اور چونکہ عام مال بالباطل کہانے کی سزا نار ہے لہذا یہ تو ظاہر ہے کہ ناری ضرور ہوگا پس تفاوت حکم کی بلاغت خروجان بتانے کے قابل ہے۔

چوری کرنا یہ ہے کہ کسیکا مال اُس سے چھپاکے لیا جاوے جس کے لینے کا حق نہ ہو پس باطل مال کہانے مین یہ شامل ہے اللہ نے اُسکی سزا دنیاوی عبرت دینے یعنی انسداد کرنے کیلئے یہ قرار دی ہے کہ مرد ہو یا عورت اُن کے ہاتھ کاٹ لئے جاوین چوری کرنے کا عیب جسکو پڑجاتا ہے تو وہ کسیطرح نہین چھوٹتا دوسرے چونکہ چھپاکر مال لینا ہوتا ہے لہذا ترغیب بہی چوری کرنیکی قوی ہوتی ہے اور جس کا مال جاتا ہے اُس کو بہی سخت ترین تکلیف اکثر اوقات ہوجاتی ہے۔ پس جو آلہ جسم مین انسان کا ایسا ہو جو ذریعہ چوری کرنے کا ہے اُس کا قطع کردینا قرین مصلحت و عقل ہے تاکہ کمند ڈالنے کی طاقت ہی نہ رہے اور اس طرح انسداد کامل ہوجاوے۔ تجربہ سے بہی یہ ثابت ہوا ہے کہ جہان ہاتھ کاٹنے کی سزا دیجاتی ہے وہان پورے طور پر انسداد ہوا ہے بخلاف اُس کے جہان ایسا نہین ہے وہان وارداتین ہوا کرتی ہین چونکہ ہاتھ

ایسا آلہ ہے جو سبب چوری کا عموماً ہوتا ہے لہذا اُس کو کاٹنا زیادہ موزون
ہے بہ نسبت اور اعضاء کے قطع کرنے یا سخت ترین سزا دینے کے خود
اس آیت مین عبرت کے لئے سزا کا دینا مذکور ہے۔ سزا دینے کے بابت
یہ بھی اخیر آیت مین ہے کہ جس نے توبہ کی اور اصلاح کی تو اللہ توبہ
قبول کرے گا یعنی سزائے دنیاوی کے بعد چونکہ اللہ غفور رحیم ہے
توبہ و اصلاح کرنے سے اُمید ہے کہ سزائے آخرت نہ ہو اللہ کو اختیار
ہے کہ سزا دیوے یا نہ دیوے۔

ناپ و تول پورے نہ کرنے کی وعید

سورہ اعراف مین ہے فاوفوا	کہا شعیبؑ نے اے قوم سو پورا کرو
الکیل والمیزان ولاتبخسوا الناس	ناپ اور تول اور نہ گھٹاؤ لوگون کو اُن کی
اشیاءھم ولاتفسدوا فی الارض	چیزین اور نہ فساد کرو زمین مین بعد اُسکے
بعد اصلاحھا ذٰلکم خیر لکم	اصلاح کے یہ بہتر ہے تمہارے لئے
ان کنتم مومنین۔	اگر تم ایمان والے ہو۔

پس یہ گناہ حضرت شعیبؑ کی قوم مین مخصوصاً تھا جن پر عذاب نازل ہوا
اور جس کے بابت خاصکر حضرت شعیبؑ نے نصیحت فرمائی تھی

اور سورہ تطفیف مین ہے ویل	خرابی ہے گھٹانے والون کے لئے
للمطففین الذین اذا اکتالوا علی	کہ جب ناپ لین آدمیون سے تو پورا
الناس یستوفون واذا کالوھم	بھر لین اور جب ناپ دین یا تول دین

و اذا وزنوہم یخسرون ٥ — تو گھٹا کر دین۔

اس آیت مین اس کے بعد ہے کہ کیا وہ ظن نہین کرتے کہ انکو اٹھنا ہے ایک یوم عظیم کے لئے جس دن کھڑے ہون گے آدمی واسطے رب العلمین کے سورہ رحمٰن مین ہے۔

و اقیموا الوزن بالقسط و لا تخسروا — اور سیدہا رکھو وزن کو قسط کیساتھ

المیزان ٥ — اور نہ کم کرو ترازو کو۔

حقیقت سود و تحریم سود

حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور ربا کی تفسیر ہم سے نہین فرمائی یعنی ہمکو اس کے بابت دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ ربا جس کو خدا نے حرام فرمایا ہے وہ کیا ہے اور کونسا ربا ہے جو حرام ہوا ہے اور جسپر ایسی سخت وعید نازل ہوئی ہے۔ پس جبکہ اتنے بڑے امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ صلعم کو ربا کی تفصیل و حقیقت کے لئے آنحضرتؐ کے تفسیر کی تلاش تھی اور پوری تشفی نہ تھی تو ضرور تھا کہ صحابہ و تابعین اور آئمہ مجتہدین اور علماے امت مین اختلاف ہو اور ہر ایک اپنے اجتہاد کے موافق اُس کے نسبت مسایل قرار دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا اور اس چودہوین صدی نبوی مین بھی بقدر اپنے فہم کے علماے امت نے اس مسئلہ مین کچھہ مختلف راے رکھت ہون

سنہ ۹ ہجری مین زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور تحصیل زکوٰۃ کے لئے عمال قبائل مین مقرر ہوئے اور سنہ ۹ ہجری ہی مین سود کی تحریم بھی ہوئی اور اس کے ایک سال بعد سنہ ۱۰ ہجری مین حجۃ الوداع مین آنحضرتؐ نے اعلان فرمایا اور سنہ ۱۱ ہجری مین آنحضرت کی وفات ہوئی پس تفسیر نہ بیان ہونے کی وجہ مصروفیت اور قلت ایام بھی تھی۔

ربا النسیئۃ وہ ہے جو عرب کے لوگون مین زمانہ جاہلیت مین مشہور اور معروف تھا اور وہ یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ مال دیتا تھا اس اقرار پر کہ مدیون ہر مہینہ ایک مقدار معین اس کو دے اور راس المال بدستور مدیون کے ذمہ باقی رہے جب وعدہ ادائے راس المال کا گذر جاتا تھا تو داین پورا روپیہ اپنا طلب کرتا تھا اور اگر وہ نہ دلیسکتا تھا تو میعاد بڑہا دیتا تھا اور راس المال کو بھی بڑہا دیتا تھا اور اس پر ہر مہینہ ایک مقدار معین لیتا تھا۔ پس جو مقدار کہ ماہواری لیجاتی تھی یا جو اضافہ کہ راس المال مین کیا جاتا تھا اُسی پر عرب جاہلیت مین ربا کا اطلاق کرتے تھے اور اُسکی حرمت اس آیت ربا مین آئی ہے اور لفظ "حرم الربوا" سے یہی خاص ربا حرام ہوا ہے۔ یہ طریقہ ربا کا جو عرب جاہلیت مین جاری تھا بعینہ ہندوستان کے سود خوارون مین جاری ہے کہ وہ ایک شخص کو روپیہ قرض دیتے ہین اور اس پر ماہواری یا ششماہی سود لیتے ہین

اور اگر وہ میعاد پر ادا نہین ہوتا تو اس سود کو بھی اصل مین داخل کر دیتے ہین اور مجموع اصل و سود پر پھر سود لیتے ہین اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میعاد ادا منقضی ہونے پر دوسری میعاد بڑھا دیتے ہین اسطرح پر کہ میعاد بڑھانے کے عوض کبھی کچھ نقد روپیہ لے لیتے ہین اور کبھی مقدار اصل کو زیادہ کر دیتے ہین اور کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ غلہ ایک میعاد معین کے لئے قرض دیتے ہین اور یہ اقرار کرتے ہین کہ جتنا دیا ہے اُس کا ڈیوڑھا یا دوگنا لینگے اور جب میعاد پر ادا نہین ہوتا ہے تو اس اضافہ کو بھی اصل مین شامل کرکے میعاد بڑھا دیتے ہین اور اُس مجموع پر ڈیوڑھا یا دوگنا لینے کا اقرار کرتے ہین یہ سب صورتین اس ربا کی ہین جس کا ذکر اس آیت مین ہے اور بلا شبہہ یہ ربا حرام ہے ربا النسیئہ کے اب یہ معنی ٹھہرے کہ مدیون سے علاوہ زر اصل کے کچھ روپیہ یا مال بطور فایدہ کے لینا مگر ایک بحث اور باقی رہ جاتی ہے کہ عموماً ایسا کرنا حرام اور ممنوع ہے اور اُس کا کرنیوالا ان حالتین اُنھین وعیدون کا مستحق ہے جو آیات سورہ بقر مین ہین یا اور کسی قسم کی بھی قید یا تخصیص قران مجید سے پائی جاتی ہے علماے اسلام کی یہ راے ہے کہ اس مین کسی قسم کی قید یا تخصیص نہین ہے مگر مین قران مجید کے رو سے ایسا نہین سمجھتا بلکہ میری سمجھ یہ ہے کہ قران مجید کے رو سے اس قسم کے ربا کے حرام ہونے مین بھی ایک تخصیص پائی جاتی ہے جو آیندہ بیان ہوتی ہے۔

ربا درحقیقت ایک نہایت بُری چیز ہے اور انسانی اخلاق اور
تمدن کے لئے بعض حالتون مین نہایت مضر ہے۔ ربا جبکہ ایک پیشہ
کر لیا جاتا ہے جیسے کہ سود خوار سیٹھی اور مہاجن بطور پیشہ کے اُس کو
برتتے ہین تو تمدن کے لئے نہایت مضر ہوتا ہے۔ ذمیقدور شخص
اُس روپیہ کو ملک کی ترقی اور تجارت کی افزونی مین صرف نہین کرتا
بلکہ خود اپنے ہی ملک کے لوگون سے اُن کا مال لے لینے مین صرف
کرتا ہے وہ اپنی محنت اور مشقت سے معیشت پیدا کرنے مین بالکل
سست ہوجاتا ہے اور لوگون نے جو محنت اور مشقت سے کمایا ہے
اُس کے لے لینے پر راغب ہوتا ہے۔ اُس کے مال و دولت سے
کوئی صنعت یا کوئی ایسا کارخانہ جس سے لوگون کو معیشت مین مدد
پہونچے اور ملک کی دولت کو ترقی ہو نہین قایم ہوتا بجز اسکے کہ غریبون
سے اُن کی محنت اور مشقت کے حاصلات کے چھین لینے کا اُسکو
قابو ملتا ہے اور کچھ شبہہ نہین کہ ایسا ربا اخلاق و معاشرت و تمدن
کے برخلاف ہے اور شرکت و معاونت سے کام کرنے کو روکنیوالا۔
ایک اور صورت ربا کی ہے جو اس سے بھی زیادہ اخلاق انسانی
اور روحانی نیکی کے برخلاف ہے اور بلاشبہہ حرب من اللہ و رسولہ
کے برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ غریب و محتاج و مفلس ہین
اور نہ کسی عیش و آرام کے لئے بلکہ صرف اپنی زندگی کیلئے قوت لایموت
بہم پہنچانے کو روپیہ یا غلہ قرض لیتے ہین اور ذمیقدور سودی قرضہ

اُن کو دیتے ہین اور سود لیتے ہین - ایسا کرنا انسانی ہمدردی اور غریبون کے ساتھہ سلوک کرنے کے بالکل برخلاف ہے حالانکہ قران مجید مین اُن کے ساتھہ سلوک کرنے کا جابجا حکم ہے ایسے لوگون سے سود لینا شقاوت قلبی اور بدترین اخلاق ہونے کے سوا قران مجید کی مستحکم ہدایتون کے بھی برخلاف ہے اور کوئی شخص شبہہ نہین کرسکتا کہ ایسا ربا نہایت بد اور ناپاک ہے اور مین یقین کرتا ہون کہ ایسے ہی ربا کا اُس آیت مین ذکر ہے جس کو خدا نے منع فرمایا اور حرام کیا ہے اور کوئی انسانی دل جو ذرا بھی روحانی اخلاق کی طرف مایل ہوگا ایسا نہوگا جو اس قسم کے ربا کو حرام و ناپاک نہ سمجھتا ہو -

میری اس سمجھہ پر جو کچھہ شبہہ ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ "حرم اللہ الربا" جو ایک عام حکم تھا اُس کو مین نے خاص کردیا ہے اور اُسی ربا پر منحصر کردیا ہے جو ایسے لوگون سے لیا جاوے جن کے ساتھہ سلوک کرنے اور اُن کے ساتھہ ہمدردی کرنے کی قران مجید مین ہدایت ہوئی ہے مگر میرے دل کو یقین ہے کہ قران مجید کے تمام سیاق و سباق وکلام کے طرز سے بھی ہدایت پائی جاتی ہے - ربا کی آیت سے پہلی آیتون مین خدا تعالے نے خدا کی راہ مین مال خرچ کرنیوالونکی خوبیون کو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اُس کی مثال ایک ایسے دانہ کی ہے جو اُوگے اور اُس مین سات خوشے لگین اور ہر خوشہ مین سو سو دانے ہون - پھر اُن کو نصیحت کی کہ غریب و محتاجون کیسا

جو تم سلوک کرتے ہو اُس کو احسان جتانے سے اور اُن کا دل
دُکھانے سے برباد مت کرو اور اُسکی مثال ایسے شخص کی بتائی جسکا
ہرا بھرا باغ آگ سے جل گیا ہو۔ پھر اُن کو سمجھایا کہ غریبوں اور مسکینوں
کو جو خدا کے لئے دیتے ہو وہ اپنے ہی لئے دیتے ہو اور وہ تمھیں
پہونچے گا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو
غریب اور مسکین لوگوں پر مال خرچ کرتے ہیں اور اُن کے ثواب کا
بیان کیا اور اُسی کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر کیا جو بعوض سلوک و
ہمدردی کرنے کے سود لیتے ہیں۔ پس قرینہ مقام و طرز کلام سے
صاف پایا جاتا ہے کہ اس آیت میں اُنھی لوگوں کا ذکر ہے جو غریب
و مسکین لوگوں سے سود لیتے تھے اور اُسی سود کو جو ایسے لوگوں سے
لیا جاتا تھا جو قابل رحم اور ہمدردی اور سلوک کرنے کے تھے
خدا نے حرام کیا اور فرمایا کہ "حرم الربا" اور پھر فرمایا کہ "یمحق اللہ الربا و یربی
الصدقات" اور پھر فرمایا کہ اے ایمان والو جو کچھ سود کا لینا باقی
رہ گیا ہے اُس کو چھوڑ دو اور اگر نہیں چھوڑتے ہو تو خدا اور رسول
سے لڑنے کو طیار ہو جاؤ کیونکہ خدا اور رسول نے تو اُن کیساتھ
سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور تم اُس کے برعکس
اُن سے سود لیتے ہو خدا کے حکم کے برخلاف کرنا گویا خدا سے
لڑائی کرنی ہے۔ پس تم کو چاہئے کہ اُن سے اپنا اصل مال لے لو
اور اگر کوئی ایسا محتاج ہو کہ اصل دینے کا بھی مقدور نہ رکھتا ہو تو اس کو

مہلت دو تاکہ جب اُس کو فراغت ہو ادا کرے اور اگر اصل بھی
چھوڑ دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس جسقدر آیتین کہ قبل آیت ربا
کے ہین اور جس قدر کہ اُس کے بعد ہین اُن سب کو ملانے اور
سیاق و سیاق کلام پر نظر کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہی
ربا حرام کیا گیا ہے جو ایسے غریب اور محتاج آدمیون سے لیا جاتا تھا
جو کھانے کو محتاج تھے اور غلہ یا کھجورین یا اور کچھ قرض لیکر قوت لایموت
بہم پہونچاتے تھے اور جنکی نسبت قران مجید مین جابجا سلوک و ہمدردی
کرنے کی ہدایت تھی مین نہین سمجھ سکتا کہ کوئی شخص گو کہ وہ کوئی مذہب
رکھتا ہو ایسے ربا کو ناپاک و حرام نہ سمجھتا ہو۔ ان کے سوا وہ لوگ ہین
جو ذی مقدور اور صاحب دولت و جاہ و حشمت ہین اور اپنی عیش
و آرام کے لئے روپیہ قرض لیتے ہین جایدادین مول لیتے ہین مکان
بناتے ہین اور قرض روپیہ لے لیکر چین اُڑاتے ہین گو اُنکو قرض
دینا بعض حالتون مین خلاف اخلاق ہو مگر اُن سے سود لینے کی
حرمت کی کوئی وجہ قران مجید کے رو سے مجھکو نہین معلوم ہوتی۔ اسی
طرح بہت سے معاملات قرضہ کے ہین جو تجارت کے کاروبار مین
پیش آتے ہین اور ایسے بنکون کے قایم ہونے سے جو سود پر
تجارت کے مقاصد کے لئے روپیہ قرض دیتے ہین اور ایک
جگہ سے دوسری جگہ روپیہ پہونچا دیتے ہین اور ہر قسم کی آڑہتون کا
کام کرتے ہین اور جن سے تجارت اور ترقی ملک و افزونی آبادی کو

نہایت امداد پہونچتی ہے اُن معاملات مین جو سود کہ لیا و دیا جاتا ہے
مجھکو قران مجید کے روسے اُس کے ایسے ربا ہونے کی جسکو
اِس آیت مین حرام کیا ہے کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ پس
حکم ربا کا جو قران مجید مین ہے وہ نہایت اخلاق و نیکی پر مبنی ہے
اور کسیطرح ترقی تجارت و ترقی ملک و دولت کا مانع نہین ہے۔
فقہاء نے بلاشبہہ اپنے اجتہاد اور قیاس سے ایسی قیدین
بڑھادی ہین جنسے ربا کا حکم تجارت کی ترقی کا مانع قوی ہوگیا ہے
مگر قران مجید سے ایسا نہین پایا جاتا۔ چنانچہ آیات جنمین ربا کا حکم ہے
دکھلائی جاتی ہین۔ سورہ بقر مین ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالهم فی	مثل اُن لوگون کے جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو
سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت	اللہ کی راہ مین مثل ایک دانہ کے ہے کہ اُگاوے
سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ	سات بالین ہر بال مین سو دانہ اور اللہ
واللہ یضٰعف لمن یشآء واللہ واسع	دونا کردیتا ہے جس کیلئے چاہے اور اللہ کشایش والا
علیم الذین ینفقون اموالهم	جاننے والا ہے جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو
فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا	اللہ کی راہ مین پھر نہین پیچھے پڑتے اُس خرچ
منّا ولا اذًی لهم اجرهم عند	مین منت رکھنے اور ستانیکے اُن کیلئے اُنکا اجر ہے
ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون	اُنکے رب کے پاس اور نہ خوف ہے اُنپر اور نہ وہ غمگین ہونگے
قول معروف ومغفرۃ خیر من	بات معقول اور درگذر کرنا بہتر ہے اُس صدقہ سے
صدقۃ یتبعها اذًی واللہ غنی حلیم	جسکا پیچھا ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ بردبار ہے

يا ايها الذين امنوا لا تبطلوا صدقتكم	اے مومنو مت باطل کرو اپنے صدقون کو
بالمن والاذى كالذي ينفق	منت رکھنے اور ستانے سے مثل اس کے جو خرچ کرتا ہے
ماله رئاء الناس ولا يؤمن بالله	اپنے مال کو آدمیون کے دکھاوے کیلئے اور نہین
واليوم الاخر فمثله كمثل صفوان	ایمان لاتا ہے الله اور یوم آخر پر سو مثل اسکی مثل صاف
عليه تراب فاصابه وابل فتركه	پتھر کے ہے کہ اسپر مٹی ہو پس پہونچے اسکو مینھ
صلدا لا يقدرون على شيء	پس کر دے اسکو صاف نہین قدرت پاتے اپنے کسب مین
مما كسبوا والله لا يهدي القوم	کسی چیز پر اور الله نہین ہدایت کرتا کافرونکی قوم
الكافرين ومثل الذين ينفقون	اور مثل ان لوگون کی جو خرچ کرتے ہین اپنے
اموالهم ابتغاء مرضات الله	مالون کو الله کی رضامندی چاہنے اور اپنے
وتثبيتا من انفسهم كمثل جنة بربوة	نفسون ثابت کرنے کیلیے مثل مثل ایک باغ کی
اصابها وابل فاتت اكلها ضعفين	جو اونچی پر ہو اسکو پانی پہونچے تو اپنے پہلونکو دونا لاوے
فان لم يصبها وابل فطل	سو اگر نہ پہونچے اس کو مینھ تو اوس ہی کافی ہو اور جو تم
والله بما تعملون بصير ايود احدكم	کرتے ہو الله اسکو دیکھنے والا ہے کیا اچھا لگتا ہے
ان تكون له جنة من نخيل واعناب	تم مین کسیکو کہ اس کیلیے ہو ایک باغ کھجور اور انگور کا
تجري من تحتها الانهار له فيها	بہتی ہون جسکے نیچے نہرین اسمین اس کیلیے ہر طرح
من كل الثمرات واصابه الكبر	کے میوے ہون اور پہونچا ہو اسکو بڑھاپا
وله ذرية ضعفاء فاصابها	اور اسکی اولاد کمزور ہون سو پہنچے اس باغ پر
اعصار فيه نار فاحترقت	بگولا جسمین آگ ہو سو جلا دے اسیطرح بیان
كذلك يبين الله لكم الايت لعلكم	کرتا ہے الله تمہارے لیے آیات تاکہ تفکر کرو

تنفکرون یا ایها الذین امنوا انفقوا	اے مومنو خرچ کرو طیبات مین سے جو کمایا
من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا	تم نے اور اسمین سے جو نکالا ہمنے
لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث	زمین مین سے تمہارے لئے اور مت ارادہ کرو
منہ تنفقون ولستم باخذیہ	خبیث مین سے خرچ کا تم اُسکے لینے والی نہین
الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان	مگر یہ کہ چشم پوشی کرو اُس سے اور جانو کہ اللہ
اللہ غنی حمید الشیطن یعدکم	غنی ہے لائق حمد کے شیطان وعدہ دیتا ہے
الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ	تم کو فقر کا حکم کرتا ہے تمکو فحشاء کیساتھ اور اللہ
یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا واللہ	وعدہ کرتا ہے تم کو اپنے مغفرت و فضل کا اور اللہ
واسع علیم یؤتی الحکمۃ من	کشایش والا جاننے والا ہے دیتا ہے حکمت جس کو
یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد	چاہتا ہے اور جسکو دیگئی حکمت تو بیشک دی گئی
اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا	بھلائی بہت اور نہین نصیحت پکڑتے مگر
الالباب وما انفقتم من نفقۃ	صاحبان عقل اور جو خرچ کرو کچھ خرچ کرنا یا
او نذرتم من نذر فان اللہ	نذر مانو تو اللہ جانتا ہے اور نہین
یعلمہ وما للظلمین من انصار	ظالمین کیلئے کوئی مددگار ہوا اگر تم کھلا دو
ان تبدوا الصدقت فنعما ھی	صدقات کو تو اچھا ہے اور اگر چھپاؤ
وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء	تم اُس کو اور دو اُس کو فقیرون کو تو وہ
فھو خیر لکم ویکفر عنکم من	بہتر ہے تمہارے لئے اور دور کریگا تم سے
سیاتکم واللہ بما تعملون خبیر	تمہاری برائیان اور اللہ جو کچھ کرتے ہو اُس سے
لیس علیک ھدھم ولکن اللہ	خبر رکھنے والا ہے نہین تجھپر لازم انکی ہدایت لیکن اللہ

يهدى من يشاء و ما تنفقوا	ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو خرچ کرو گے
من خير فلانفسكم و ما تنفقون	سو اپنے واسطے اور نہ خرچ کرو تم مگر اللہ کی
الا ابتغاء وجه الله و ما تنفقوا	رضامندی چاہنے کیواسطے اور جو خرچ کرو گے تم
من خير يوف اليكم و انتم لا تظلمون	بھلائی سے پوری ملیگی تم کو اور تم نہیں ظلم کیے جاؤ گے
للفقراء الذين احصروا فى سبيل	واسطے اُن فقیروں کے خیرات ہے جو بند کیے گئے ہیں اللہ کی
الله لا يستطيعون ضربا فى الارض	راہ میں زمین میں چل نہیں سکتے جانتا ہے اُن کو
يحسبهم الجاهل اغنياء	جاہل غنی نہ مانگنے سے تو پہچانتا ہے
من التعفف تعرفهم بسيمٰهم	اُن کو اُن کے چہرے سے نہیں مانگتے
لا يسئلون الناس الحافا و ما تنفقوا	لوگوں سے لپٹ کر اور جو خرچ کرو گے خیر میں سے
من خير فان الله به عليم	تو اللہ اُس کا جاننے والا ہے جو خرچ
الذين ينفقون اموالهم بالليل	کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات و دن میں چھپے
و النهار سرا و علانية فلهم	اور کھلے تو اُن کے لیے اُن کا اجر ہے
اجرهم عند ربهم و لا خوف	اُن کے رب کے پاس اور نہ خوف ہے اُن پر
عليهم و لا هم يحزنون الذين	اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو کھاتے ہیں سود
ياكلون الربوا لا يقومون الا	نہیں کھڑے ہوتے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص
كما يقوم الذى يتخبطه الشيطن	جس کے حواس کھو دیئے ہوں شیطان نے
من المس ذلك بانهم قالوا	چھو کر یہ اسواسطے کہ انہوں نے کہا کہ سوائے
انما البيع مثل الربوا و احل الله	اس کے نہیں کہ سوداکرنا مثل سود لینے کے ہے
البيع و حرم الربوا فمن جاءه	اور حلال کیا اللہ نے سوداکرنیکو اور حرام کیا سود کو پھر

موعظة من ربه فانتهى فله
ماسلف وامره الى الله ومن عاد
فاولئك اصحب النار هم فيها
خالدون يمحق الله الربوا ويربي
الصدقت والله لايحب كل كفار
اثيم ان الذين امنوا وعملوا
الصلحت واقاموا الصلوة واتوا
الزكوة لهم اجرهم عند ربهم
ولاخوف عليهم ولاهم يحزنون
يايها الذين امنوا اتقوا الله وذروا
مابقى من الربوا ان كنتم مؤمنين
فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله
ورسوله وان تبتم فلكم رءوس
اموالكم لاتظلمون ولاتظلمون
وان كان ذو عسرة فنظرة الى
ميسرة وان تصدقوا خير لكم
ان كنتم تعلمون واتقوا يوما
ترجعون فيه الى الله ثم توفى
كل نفس ماكسبت وهم لايظلمون

جو کوئی کہ آوے اسکے پاس نصیحت اس کے رب سے اور باز آوے
سو اس کیواسطے وہ ہے جو ہو چکا اور اسکا حکم اللہ
کیطرف ہے اور جو کوئی پھر کرے تو وہی دوزخ والے ہیں
اسمیں ہمیشہ رہینگے مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے
صدقات کو اور اللہ نہیں چاہتا ہر ناشکر گناہگار کو
جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا اور قایم کیا
نماز اور دیا زکواۃ اُن کے لئے اجر اُن کا
ہے اُن کے رب کے پاس اور نہ خوف ہے
اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ای مومنو
تقوے کرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا ہے
سود میں سے اگر تم مومن ہو سو اگر نہ
کرو تم تو اجازت دو لڑنے کی اللہ اور اُسکے
رسول سے اور اگر توبہ کرو تم پس تمہارے لئے روس
تمہار مال کا ہے نہ ظلم کرو تم اور نہ تم پہ ظلم کیا جاوے
اور اگر تنگ ہو تو ڈھیل دینا ہے آسانی تک
اور اگر خیرات کرو تو بہتر ہے تمہارے لئے
اگر تم جانتے ہو اور تقوے کرو اُس دن سے
کہ لوٹا جاؤ گے اُسمیں اللہ کیطرف پھر پورا ملیگا
ہر شخص کو اُس کا کمایا ہوا اور ظلم نہ ہوگا اُن پر

سورہ آل عمران میں ہے یا ایہا
الذین امنوا لا تاکلوا الربوٰ اضعافاً
مضاعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون

اے مومنو نہ کہاؤ سود دونے پر دوگنا
اور تقوے کرو اللہ سے تاکہ بھلا ہو
تمہارا۔

اس آیت سے سود دونے پر دونا یعنی سود در سود لینے کی ممانعت
ثابت ہوتی ہے۔ سورہ بقر کی آیت الذین یاکلون الربوٰا اور سورہ
آل عمران کی آیت لا تاکلوا الربوٰا دونوں پر لام ہے یعنی وہ معرف باللام
ہیں اسلئے وہی موضوع بحث ہیں۔ ان آیات میں الف لام استغراق
کے لئے نہیں کہ کوئی فرد حکم سے خارج نہ ہو کیونکہ ربوا کے معنی
بڑھوتری کے ہیں اور مطلق بڑھوتری حرام نہیں۔ بیع میں بھی بڑھوتری
ہوتی ہے اور بیع کی حلت کا خود آیت سورہ بقر میں ذکر ہے۔ اور
یہ بھی درست نہیں کہ لام جنس کا قرار دیا جاوے کیونکہ لام جنس سے
صرف حقیقت ذہنیہ کسی شے کی مقصود ہوتی ہے اور افراد کا علیحدہ
علیحدہ لحاظ نہیں کیا جاتا اور چونکہ حقایق ذہنیہ خارج میں افراد سے
علیحدہ کوئی اپنا مستقل وجود خارجی نہیں رکھتیں اس لئے
ان کے قتل سے ممانعت کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ لہذا
مفسرین نے الف لام عہد ذہنی کا قرار دیا ہے کیونکہ مشرکین
کہا کرتے تھے کہ ربوا مثل بیع کے ہے جب بیع حلال ہے تو ربوا
کیوں حرام ہے اس لئے معلوم ہوا کہ اس الف لام سے صرف
اس بڑھوتری پر حکم عاید کرنا مقصود ہے جس کو اہل عرب جانتے تھے۔

اور جسکا رواج بھی انھین تھا۔

ائمہ مجتہدین کو اتفاق ہے کہ آیات حرمت ربوا مجمل ہین اور اجمال صرف بیان مین ہے نہ حقیقت مین کیونکہ حقیقت ربوا متعین ہے اشیاء مین حرمت ربوا کی علت کیا ہے یہ قابل غور ہے چونکہ مومنین کے لئے حکم ہے لہذا مومنین کے لئے باہم آیات مذکور نص قطعی ہونگی نہ کہ مابین مومنین وغیر مومنین کے۔ دوسرے چونکہ بوجہ عقلی مومنین کے لئے سود حرام ہے لہذا اگر غیر مومن کے ساتھ معاشرت ہو تو ان کے لئے بھی اور مومنین کے لئے سود کا لینا و دینا ان کے درمیان برا ہوگا۔

سورہ بقر کی آیت مین ہے فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون کہ تمہارے لئے رؤس اموال تمہارے مال کا ہے تم ظلم نہ کرو اور نہ تم پر ظلم ہو اس سے یہ تعبیر بھی ہو سکتی ہے کہ رؤس اموال سے مراد وہ اموال نہین ہین جو سود نہ ادا ہونے پر وہی سود راس المال مین بڑھا دیا جاتا تھا اور اس پر بھی سود لیا جاتا تھا بلکہ اصل اسکا سود زادہ ہے پس اگر یہ تعبیر کی جاوے تو صرف سود در سود حرام ہوگا جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت مین حرام ہوا ہے۔ دوسرے سود کا لینا ظلم ثابت ہوتا ہے لہذا اموال بالباطل کمانے جیسی وجہ بھی اور شدید ہے۔ پس کچھ عجب نہین کہ یہ مقصود ہو کہ جب سود لیا دلایا جاتا ہے اور سود در سود کی ممانعت کیجاتی ہے تو اس صورت مین

نہ دینے والے پر ظلم ہوا اور نہ لینے والے پر کیونکہ ایک مین اُس نے دیا اور ایک مین اُس کو نہ دینا پڑا اور پانے والے نے ایک مین پایا اور ایک مین نہ پایا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے جواب مین کہ سود مثل بیع کے ہے یہ فرمایا ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑہاتا ہے لہذا اس سے بھی یہ نکل سکتا ہے کہ جن کو صدقہ دینا چاہیئے اُن سے سود لینا منع ہے اور یہ تخصیص اس آیت مین ہے۔ اور یہ کہنا کہ سود ایک رقم زاید ہے اور اُس کے نہ لینے کی مخالفت کے ساتھہ صدقات سے کے نسبت ہی کہا گیا ہے کہ جس طرح سود لینا بُرا ہے اُسی طرح صدقات کا دینا اچھا ہے صرف اسی قدر مقصود ہے ذوق سلیم تسلیم نہین کرتا کہ صرف اسی لئیے یہ کہا گیا ہو۔

ربا کے تمام جزئیات مسلوب المنفعت نہین ہین تشریع مین ممکن ہے کہ شارع نے جہت غالبہ کا خیال کیا ہو اور اُسی پر حکم لگایا ہو لیکن وعید جس پر ہے وہ مخصوص ہے۔ سود خواری کے پیشہ کر لینے سے انسان کم محنت ہوجاتا ہے اور تھوڑے منافع پر قناعت کر لیتا ہے اُس سے بظاہر شروع مین بخوبی روپیہ و مال ملتا ہے مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اُس شخصی منافع کے مقابل قوم کی اجتماعی حالتین روز بروز ضعف آتا جاتا ہے اس لئیے یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ سود سے قومی فایدہ ہوتا ہے کیونکہ شخصی منافع کی مقدار ہمیشہ قومی اعتبار و قومی اقبال کا قطعی معیار نہین۔ سود خوار قومون مین فرداً فرداً

ایسی مثالین موجود ہین جو ثروت و مالداری کا نمونہ ہین مگر عام حالت کے رو سے لوگون کو اطمینان نہین۔ ممالک مغربی اس خیال کی صحت کا صحیح نمونہ ہین سرمایہ کے عوض مین اہل زر کو معاوضہ ملتا ہے پس روپیہ اُن کے پاس جمع ہو جاتا ہے اور خود محنت کرنیوالے نقصان مین رہتے ہین اور دوسرون کے روپیہ کے عوض مین محنت کرتے اور سود بھرتے ہین اور اپنی محنت کے فواید سے مستفید نہین ہوتے اس لئے سود در سود کو بغیر تخصیص کے حرام کرنا وہ اصلاح ہے جو اسلام نے کیا اور سود محض کے لئے تخصیص کر دی

سورہ نساء مین ہے واخذھم الربٰوا وقد نھوا عنہ وا کلھم اموال الناس بالباطل | اور بسبب لینے سود کے حالانکہ منع کئے گئے تھے اُس سے اور بسبب اُنکے کھا لینے کے آدمیون کے مالون کو باطل کے ساتھ

اس آیت کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اس آیت مین سود لینے اور مال بالباطل کے کھانے کو جدا جدا بیان کیا ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سود لینا باطل کے ساتھ مال کھانا نہین ہے بلکہ ناحق سے مال لے لینا ہے جو مال بالباطل تصرف کرنے سے بھی بدتر اور زبردستی و ناحق و بوجہ ظلم سے مال لے لینا سود لینا ہے اور بجائے اس کے کہ جس سے لیا ہے اُس کے ساتھ احسان کرین اُس کے مال کو لے لینا ہے اور باطل طور سے مال کا

[illegible]

تصرف کرنا یہ ہے کہ فریب یا رشوت یا بغیر رضامندی کے مال لیا جاوے دوسرے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو بھی سود لینے کی ممانعت تھی۔

سورۂ روم میں ہے فآت	سو دے قرابت والوں کو اُن کا حق
ذا القربی حقہ والمسکین	اور مسکین اور مسافر کو یہ
وابن السبیل ذالک خیر	بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جو چاہتے
للذین یریدون وجہ اللّٰہ	ہیں اللّٰہ کی رضامندی اور وہی
واولٰئک ہم المفلحون	فلاح پانے والے ہیں اور جو تم دوگے
وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی	سود تاکہ بڑھے آدمیوں کے مال میں
اموال الناس فلا یربوا	سو نہ بڑھے گا اللّٰہ کے نزدیک
عند اللّٰہ وما اٰتیتم من زکوٰۃ	اور جو تم دوگے زکوٰۃ میں سے
تریدون وجہ اللّٰہ فاولٰئک	اللّٰہ کی رضامندی چاہتے ہوئے تو وہی
ہم المضعفون ۵	دونے ہوں گے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ذوالقربیٰ کا حق یعنی توریث میں سے دینا اور مسکین اور مسافر کا حق زکوٰۃ میں سے دینا بہتر ہے انکو جو اللّٰہ کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہ فلاح پانے والے ہیں اور اللّٰہ کے نزدیک سود سے آدمیوں کا مال نہیں بڑھتا بلکہ زکوٰۃ دینے سے جو وجہ اللّٰہ دیجاوے دونا ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ سود مقابلہ میں زکوٰۃ کے ہے پس اسکی تائید ہوتی ہے کہ غربا سے سود لینا سود ممنوعہ ہے

علماے امت اور فقہاے اسلام نے ربا کی دو قسمین کی ہین
ایک ربا الفضل اور دوسری ربا النسیہ ربا الفضل سے ایسی
بڑہوتری مراد ہے کہ ہمجنس چیز کے دست بدست مبادلہ کرنے مین
لی دی جاوے - اس قسم کے ربا کی حرمت زیادہ تر حدیثون پر
مبنی ہے اور اس باب مین کہ کونسی ہمجنس چیزون کے مبادلہ مین
بڑہوتری لینا ربا ہے ائمہ مجتہدین مین اختلاف ہے -

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اُس ہمجنس مال کے مبادلہ مین بڑہوتری
ربا ہے جو پیمانہ سے بکتا یا وزن سے تُلتا ہو -

امام شافعیؒ کے نزدیک وہ مال یا خود قیمتی ہو جیسے چاندی - سونا
یا جو شے خوردنی ہو -

امام مالکؒ کے نزدیک وہ مال یا خود چاندی و سونا ہو یا ایسا ہو
جس سے انسان کا قوت ہوتا ہو یا جو اُسکی اصلاح کرتا ہو جیسے نمک -

ان اختلافات کا نتیجہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک چاندی اور
سونے کے سوا باقی ایسی چیزون کے مبادلہ کی بڑہوتری پر جو کہانے مین
نہین آتین جیسے لوہا اور چونا وغیرہ ربا کا حکم نہین ہے اور امام ابو حنیفہ
کے نزدیک ربا کا حکم ہے - اور جبکہ قلیل مقدار کا غلہ جو ایک صاع
سے کم ہو مبادلہ کیا جاوے تو اُسکی بڑہوتری پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک
ربا کا حکم نہین ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ربا کا حکم ہے - اور
جو پھل وغیرہ اشیاے خوردنی پیمانے یا وزن سے نہین بکتی ہین

ان کی بڑہوتری پربھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ربا کا حکم نہین ہے
اور امام شافعیؒ کے نزدیک ربا کا حکم ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک
جیسا کہ اُن کی کتاب موطا مین مذکور ہے چاندی اور سونے کے سوا
اور چیزون پر جو وزن سے بکتی ہین جیسے تانبا۔ سیسہ۔ چونا۔ لوہا
کسم وغیرہ یا ایسا میوہ جو تازہ کھانے مین آتا ہے اور سکھلا کر ذخیرہ
نہین کیا جاتا اس کے مبادلہ کے بڑہوتری پر ربا کا حکم نہین ہے
ہمجنس ہونے مین اچھے اور بُرے یا کھرے اور کھوٹے مین
کچھہ فرق نہین ہے کھرا سونا کھوٹے سونے سے اور کھری چاندی
کھوٹی چاندی سے اور اچھی کھجورین بُری کھجورون سے یا سفید گیہون
لال گیہون سے اگر بدلے جاوین تو ضرور ہے کہ برابر کے برابر بدلے
جاوین اگر ان کے مبادلہ مین بڑہوتری لیجاوے تو وہ بھی ربا مین داخل
مجھہ کو جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کے مبادلہ کو
جو اس ربا مین داخل کیا ہے جس کا ذکر اس آیت مین ہے یہ
علانیہ غلطی ہے اس قسم کے مبادلون کی بڑہوتری سے آیت ربا کو
کچھہ تعلق نہین ہے بلاشبہ حدیثون مین اس قسم کے مبادلون کی
بڑہوتری پربھی ربا کا اطلاق کیا گیا ہے مگر اُس ربا سے یہ ربا جس کا
ذکر اس آیت مین ہے مراد نہین ہے۔ ربا کا اطلاق اُس فایدہ پر
بھی ہوتا ہے جو بیع فاسد کے ذریعہ سے کوئی شخص حاصل کرے
جیسے کہ حدیث مین آیا ہے "من اجبی فقد اربی" اجبی کے معنے

کسی درخت کے پھل کو پھلون کے آنے سے پیشتر بیچڈالنے کے ہین جیسے کہ ہندوستان مین آم کے درختون کا پھل صرف مور آنے پر قبل اس کے کہ آم پیدا ہون بیچڈالا جاتا ہے ایسی خرید و فروخت مین یا تو بایع ایسا فایدہ اٹھاتا ہے جس کے مقابلہ مین درحقیقت اُس نے کوئی جنس نہین دی یا مشتری ایسا فایدہ اٹھاتا ہے جس کے مقابلہ مین درحقیقت اُس نے مال نہین دیا اور اسی لیئے اُس معاملہ پر ربا کا اطلاق کیا گیا ہے مگر درحقیقت یہہ معاملہ بیع فاسد کا ہے اور اُس ربا کی تفسیر مین داخل نہین جسکا ذکر آیت ربا مین ہے۔

بخاری و مسلم نے اسامہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "الربوا فی النسیۃ" یعنی ربا اُدہار مین ہے اور ایک روایت مین ہے "لا ربوا فیما کان یداً بید" یعنی جو چیز کہ دست بدست لی دی جاوے اُسمین ربا نہین ہے یعنی وہ ربا جو اس آیت ربا کے رو سے حرام ہوا ہے۔ اس حدیث مین اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ دست بدست معاملہ مین جو ربا ہے وہ ربا بیع فاسد کا ہے نہ وہ ربا جو اس آیت مین حرام ہوا ہے۔ امام مالکؒ نے اپنی کتاب مؤطا مین اس قسم کے معاملہ کو ربا سے تعبیر ہی نہین کیا بلکہ ہر جگہ بیع سے تعبیر کیا ہے اور درحقیقت یہ معاملہ بیع کا ہے اور چونکہ اس قسم کے معاملہ مین اکثر یا بایع مغبون ہوتا ہے یا مشتری اور اسیلئے بیع فاسد ہین

شمار ہوسکتا ہے۔ رسول خدا صلعم نے اس بات سے منع فرمایا
کہ زیادہ مقدار کی ناقص کھجورون کے بدلے کم مقدار کی اچھی
کھجورون کا مبادلہ مت کرو کیونکہ وہ ربا ہے یعنی بیع فاسد کا
فایدہ ہے اس لیے کہ دونون قسم کی کھجورون کی واقعی قیمت
درحقیقت تنقیح نہین ہوتی پس یا مشتری کا نقصان ہے یا بایع کا اور
اس لیے یہ فرمایا کہ اگر ایسا کرنا منظور ہے تو بری کھجورون کی قیمت مقرر
کرکے علیحدہ بیچ ڈالو اور اچھی کھجورون کی قیمت مقرر کرکے علیحدہ خرید لو۔
یہی حال اچھی یا بری کھری یا کھوٹی چاندی اور سونے کے مبادلہ
مین ہے کہ اسطرح کے مبادلہ کرنے مین دونون قسم مین کسی قسم کی
صحیح قیمت منقح نہین ہوتی لیکن اگر یہ قاعدہ قرار دیا جاوے کہ دو جنس
چیزون کا مبادلہ برابر برابر سے کیا جاوے تو اسمین کسی قسم کے نقصان کا
اندیشہ نہین رہتا کیونکہ اگر وہ دونون درحقیقت ایک سی ہین تو اسوقت
مبادلہ مین کسیکا نقصان نہین اور اگر وہ اچھی اور بری ہین تو کوئی
شخص برابر برابر پر مبادلہ کرنا پسند نہین کرنے کا اور ناقص چیز والے کو
ضرور ہوگا کہ وہ اپنی چیز واجبی قیمت پر فروخت کردے اور اچھی چیز کو
واجبی قیمت پر خرید لے۔ ابن عباسؓ اس قسم کے معاملہ کو اس ربا مین
جس کا ذکر آیت ربا مین ہے اور جو اس آیت کے رو سے حرام
ہوا ہے داخل نہین سمجھتے تھے بلکہ ان کا قول تھا لا ربوا الا فی النسیئہ
وکان یجوزنہا بالنقد یعنی وہ کہتے تھے کہ ربا ادہار کے سوا اور کسی مین نہین

اور دست بدست مبادلہ مین جو ربا ہوتا تہا اُس کو وہ جایز سمجھتے تھے
تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ اُن کی دلیل یہ تھی کہ اللہ نے بیع کو حلال
کیا ہے اُسمین ایک درہم کو دو درہمون کے بدلے دست بدست
بیچنا بھی داخل ہے اور اللہ تعالے نے ربا کو حرام کیا ہے اُسمین
اُس طرح کا بیچنا داخل نہین ہے کیونکہ ربا کے معنی بڑہوتری کے
ہین اور ہر ایک بڑہوتری حرام نہین ہے بلکہ وہی خاص بڑہوتری
حرام ہے جو آپسمین عرب کے لوگون مین ربا کے نام سے موسوم
تھی اور وہ بڑہوتری اُدہار کے معاملہ مین ہوتی تہی۔ پس خدا نے
جو یہ فرمایا و "حرم الربوٰا" اُس سے وہی اُدہار والی بڑہوتری حرام ہوئی
اور بیع کے حلال کرنے سے وہ بڑہوتری جو نقد اور دست بدست
ہو حرام نہین ہوئی اور نہ ربا کے حرام ہونے مین داخل ہوئی اور
یہ نہین کہا جا سکتا کہ اُس کی حرمت حدیث کے رو سے ہوئی ہے
کیونکہ ایسا کہنے مین ظاہر قران کی تخصیص خبر واحد سے ہو جاوے گی
اور یہ جایز نہین۔

تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابن عباس رض نے
اپنے اس قول سے رجوع کی ہے مگر مین کہتا ہون کہ عکرمہ رح جو
اُن کے خاص شاگرد رشید تھے اور اُنہین کے پاس رہتے
تھے اور اُنہین سے تربیت پائی تہی اُن کو ابن عباس رض رجوع کی
خبر نہ تھی اور اس سبب سے وہ روایت جسمین ابن عباس کا رجوع کرنا

بیان کیا گیا ہے نہایت مشتبہ ہوجاتی ہے بہر حال اگر ابن عباس کا رجوع کرنا ہی تسلیم کیا جاوے تو اس کا صرف یہ نتیجہ ہوگا کہ بیع فاسد سے جو ربا ہو اُس کو ابن عباس پہلے جایز سمجھتے ہون گے پھر اُنہون نے اُس کو ناجایز سمجھا نہ یہ کہ اُنہون نے اس معاملہ کو اس ربا مین داخل کیا جس کا ذکر آیت ربا مین ہے۔

اب مین اپنی راے سے قطع نظر کرتا ہون اور کتب فقہ اور مسایل مسلمہ فقہ کو تسلیم کر کے مندرجہ ذیل معاملات پر جو اس زمانہ مین اکثر پیش آتے ہین نظر ڈالتا ہون کہ اگر فقہ ہی کی روایتون پر عمل کیا جاوے تو فقہ کے رو سے بھی معاملات مندرجہ ذیل کے سود پر ربا ے ناجایز کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہین۔

اول گورنمنٹ پرامیسری نوٹ۔ اگرچہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ کے سود کے مباح ہونیکا فتوی دیا ہے مگر وہ دوسرے اصول کے رو سے دیا ہے۔ فقہ مسلمہ کے رو سے بھی پرامیسری نوٹ کے سود کے جایز ہونے کی اور وجہ ہو سکتی ہے۔

فقہ کے اس مسئلہ کو کہ کل قرض جر منفعۃً فھو ربوا تسلیم کر لو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس قرضہ سے بڑھوتری ملے وہ ربا ہے۔ قرضہ کے متحقق ہونے کو تین رکن ضروری ہین اگر ایک رکن بھی اسمین موجود نہ ہو تو اس پر قرضہ کا اطلاق نہ ہوگا اور اسکی بڑھوتری ربا ے ناجایز نہ ہوگی۔ اور وہ رکن یہ ہین۔ اول داین یا دایناں کا متحقق و مشخص ہونا

دویم مدیون کا محقق و مشخص ہونا۔ سویم داین کو حق طلب باقی ہونا۔ گورنمنٹ
پرامیسری نوٹ میں جسمیں زمانہ ادا موعود نہین ہے اُن ارکان ثلاثہ مین سے
دو رکن مفقود ہین ایک مدیون کیونکہ اُس مین کوئی شخص معین و مشخص
مدیون معین نہین ہے بلکہ صرف ایک مفہوم جس کو گورنمنٹ کے لفظ سے
تعبیر کرتے ہین مدیون ہے جو فقہ کے رو سے صلاحیت مدیون قرار
پانیکی نہین رکھتی۔ دوسرے حق طلب اس لئے کہ داین کو
اُس قرضہ کے طلب کا حق نہین ہے اور جن پرامیسری نوٹون مین
میعاد ادا موعود ہے اُنمین حق طلب ساقط نہین ہے الا مدیون بدستور
غیر متعین و غیر مشخص ہے۔ پس جو بڑھوتری کہ اُن پرامیسری نوٹون کے
ذریعہ سے حاصل ہو وہ فقہ کے رو سے ربا نہین قرار پا سکتی دویم
معاملات ترقی ملک۔ مثلاً گورنمنٹ یا کوئی جماعت محدود اس غرض سے
روپیہ قرض لے کر اُس روپیہ سے ایک نہر آبپاشی کے لئے یا اچھی
سڑک آمد و رفت کے لئے جاری کرے اور داین کو اُس قرضہ کے
بابت سود دینا قبول کرے تو وہ بھی ربا ممنوع مین جس کا ذکر اس
آیت مین ہے داخل نہین ہے کیونکہ وہ اس قسم کا قرضہ نہین ہے
جس پر ربا ممنوع ہے۔ سویم معاملات رفاہ عام۔ فرض کرو کہ کسی شخص
یا جماعت نے ایک سرمایہ اس غرض سے جمع کیا ہے کہ اُس کے
محاصل سے رفاہ عام کے کام کئے جاوینگے وہ سرمایہ فقہ کے رو سے
وقف ہے اور وہ شخص یا جماعت صرف امین یا متولی وقف ہے اُس

سرمایہ کی ملکیت نہین رکھتی نہیں اگر وہ سرمایہ بالقرض کسیکو سودی
قرض دیا جاوے تو وہ بھی ربا سے ممنوع مین داخل نہین ہوسکتا۔
سبب اس کا یہ ہے کہ جو اصول و قواعد جماعت محدود کے لیے اس
زمانہ مین مروج ہین اُنکی رو سے وہ جماعت محدودہ اپنی ذات سے
اُس قرضہ کی مدیون نہین ہوتی اور نہ اُنکی ذات دائن ہوتی ہے اور
یہی حال اُس شخص یا جماعت کا ہے جو کسی سرمایہ وقف کا متولی یا
امین ہے پس ان دونون صورتون مین یا دائن شخص معین نہین
یا مدیون شخص معین نہین ہے اور اس لئے اُس پر ایسے قرضہ کا
ہونا جس پر سود لینا ممنوع ہے صادق نہین آتا اور اس لیے اُس پر
ربا یا ربا سے ممنوع نہین ہے۔ دوم و سوم صورتون مین غرض رفاہ ہے
اور جن کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے اُن سے ربا لینا نہین ہے ایسی
صورت مین نہ فقہ کے رو سے اور نہ کسیطرح ہماری رائے مین سود
ممنوع ہے۔

شراب وجوا کی ممانعت اور اُسکے برے نتائج

جوا کھیلنا بُری عادت ہے اُس کا اندرونی مطلب دوسرون کے
مال چھین لینے اور بغیر محنت کے مال اڑانے کا ربط کرتا ہے اور اسکے
سلسلہ مین طمع اپنا کام کئے جاتی ہے کبھی جوے باز نے اپنی زندگی
خوشی مین نہین گذارا ہوگا ایسے شخصون کی زندگی تکلیف مین گذرتی ہے

ان کا اعتماد نہیں کیا جاتا۔ ان کے بزرگوں کی اور انکی سالہا سال کی
کمائی ہوئی دولت لمحہ بھر میں نابود ہو جاتی ہے۔ اچھے اچھے لکھ پتی جوے
کی بدولت دیکھتے دیکھتے مفلس بن گئے ظلم و فریب فساد و عناد و عداوت
طمع و ذلت و قطع معاشرت سب اس سے پیدا ہوتے ہیں۔
گھوڑ دوڑ لاٹری سٹہ وغیرہ میں بھی روپیہ صرف کرنا فضول خرچی اور
جوا ہے۔ اگرچہ ایسی چیزوں میں لوگ فایدہ کی امید سے روپیہ خرچ
کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ انکی غلطی ہے کیونکہ ہزار میں ایک کی بازی
میں جیت ہوتی ہے اور نوسو ننانوے (999) کی ہار ایسی چیزوں میں روپیہ
برباد کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ ان باتوں میں تمہاری نظر ایک آدمی پر
جو جیتتا ہے نہیں رہنی چاہیئے بلکہ نوسو ننانوے (999) پر نظر کرنا چاہیئے جو
ہارتے ہیں۔ سورہ بقر میں ہے۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر	تجھسے پوچھتے ہیں خمر اور جوا کے بابت تو کہد
قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس	ان دونوں میں نقصان بڑا ہے اور منافع آدمیوں
واثمھما اکبر من نفعھما	کیلئے حالانکہ انکا نقصان زیادہ بڑا ان کے نفع سے

شراب کا مضر صحت ہونا اور اس کا نقصان نفع سے زیادہ ہونا
علم طب سے بھی ثابت ہے جوا کا نقصان نفع سے زیادہ ہونا بھی تجربہ سے
ثابت ہے۔ سورہ مایدہ میں ہے۔

یاایھاالذین امنوا انما الخمر	اے مومنو سوا اس کے نہیں کہ شراب
والمیسر والانصاب والازلام	و جوا اور بت اور پانسے گندے ہیں

رجس من عمل الشیطٰن	عمل شیطان میں سے ہے تو بچو
فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما	اُن سے تاکہ فلاح پاؤ سوا اسکے نہیں
یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم	کہ چاہتا ہے شیطان کہ ڈالے تمہارے درمیان
العداوۃ والبغضاء فی الخمر	دشمنی اور بغض شراب اور جوا سے اور
والمیسر ویصدکم عن ذکر	روکے تم کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے
اللہ وعن الصلوٰۃ فھل	تو پھر کیا تم باز
انتم منتھون ۵	نہ آؤ گے۔

ان آیات میں شراب و جوا جس وجہ سے گندہ اور عمل شیطانی میں سے ہیں اُس کو بھی بیان کردیا ہے کہ اس سے عداوت و بغض اور اللہ کے ذکر و نماز سے رکاوٹ ہوتی ہے کیونکہ ہارنے اور بدہوش ہونے سے یہ امور واقع ہوتے ہیں۔ سورہ نساء میں ہے۔

لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰرٰی	نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت تم نشہ میں
حتیٰ تعلموا ما تقولون ۵	یہاں تک کہ جاننے لگو کہ کیا کہتے ہو۔

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نشہ میں جو کہتے ہیں اُس کو نہیں سمجھ سکتے اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ نشہ کی اجازت ہو بلکہ یہ حکم اس کے متعلق ہے کہ اگر اتفاقاً نشہ کا استعمال ہو گیا ہو تو جب تک جو کہیں اسکو نہ سمجھنے لگیں اُس وقت تک نماز میں نہ جاویں۔ چونکہ شراب پینے اور اسکے نشہ کے سبب سے یہ سمجھ نہیں سکتے کہ کیا کہتے ہیں اور عداوت اور بغض اُس کے خاص نتائج ہوتے ہیں اور اُس کے فایدہ سے زیادہ نقصان ہوتے ہیں

اس لئے اُس کے استعمال اور پینے کی ممانعت ہوئی اور جو وجہ حرمت کے اُس کو بھی اللہ تعالے لے نے بیان فرما دیا۔

الکحل کا بغیر ضرورت صحیح کے عادت کے طور پر استعمال کرنا خواہ کسی رنگ میں ہو حیوانی خواہشات کو اُبھارتا اور حرکت شدید پیدا کرنے کا سبب ہوتا اور روحانی قوتوں کو کمزور کرتا اور بعض حالتوں میں بالکل تباہ و برباد کر دیتا اور اخلاقی احساسات کو گندہ کر دیتا ہے اور انسان کی اُس طاقت کو جو اپنی مرضی سے کام میں لانے کی اُسمیں ہے ضعیف بناتا اور جلد موت کے لانے کا سبب ہوتا ہے۔ اُس کی وجہ سے جو حرکت پیدا ہوتی ہے بظاہر بعض وقت ممد صحت و بصورت طاقت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں اُس کا نتیجہ زیادہ تھکاوٹ ہوتا ہے اور نفع نہایت قلت سے ایسا ہوتا ہے کہ مضرت اُس سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

شراب خانہ خراب میں الکحل موجود ہے اور اُس کا جزو ہوتا ہے علاوہ اس کے نشہ و سکر بھی اُسکی خاصیت ہے پس نشہ و سکر میں عقل کو مبتلا کرنا جس میں مبتلا ہوتا ہے اور افعال قبیحہ کے ارتکاب کا سبب ہے عقل کا زائل کرنا شرعاً حرام ہے۔ سکر یہ ہے کہ نہ سمجھ سکے کہ کیا کہتا ہے پس عقل کے عارضی زوال سے بھی غیر مشروع افعال سرزد ہوتے ہیں اور اگر اس حالت میں لذت قلبی اور ایسی کیفیت حاصل بھی ہو جس سے خشیت خدا سے زیادہ ہو تو وہ بھی حرام ہے کیونکہ اس کے ساتھ زوال عقل شامل ہے اور بغیر عقل کے وہ کیفیت

قایم و مضبوط نہیں ہو سکتی دوسرے زوال عقل ممکن ہے کہ اُس کے ساتھ اور امور حرام کے پیدا کرنے کا سبب ہو۔

اگر بلا ارادہ عقل جاتی رہے تو ایسا شخص معذور و مرفوع القلم ہے لیکن ارادتاً امر غیر شرعی سے یا امر شرعی سے عقل کو زائل و کمزور کرنا بے عقلی ہے اور جائز نہیں۔ امر شرعی سے اگر سکر کی حالت پیدا ہوتی ہو تو اُس کو رفع کرنے کی تدبیر کرنی چاہئیے اور مقدار میں متناسب ہونے سے وہ رفع ہو سکتی ہے اور اگر غیر ارادہ سے حالت مذکور ہو جاتی ہو تو اُس سے بچنا چاہئیے اور ایسی تدبیر کرنی چاہئیے کہ اُس کے قریب نہ پھٹکیں۔ سچے مومن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم (سوا اسکے نہیں کہ مومن وہ ہیں کہ جب ذکر کیا جاوے اللّٰہ کا ڈر جاویں انکے قلوب)

تقشعر منہ جلود الذین یخشون	کھڑے ہو جاتے ہیں اُس سے رونگٹے اُنکے جو ڈرتے ہیں
ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم	اپنے رب سے پھر نرم ہو جاتے ہیں اُنکے چمڑے اور دل اللّٰہ کی
الی ذکر اللّٰہ و اذا تتلی علیھم	یاد کیطرف اور جب پڑھی جاتی ہیں اُنپر اللّٰہ کی
ایت اللّٰہ خروا سجدا و بکیا	آیات گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے

پس یہ وہ حالات ہیں جو سچے مومنین کے قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اس سے زیادہ کسی کیفیت کا پیدا ہونا افراط اور غیر محمود ہے اور سکر خود افراط و ذریعہ افراط ہے لہذا سکر کو ذریعہ تقویت ایمان و خشیت اللّٰہ کا نہ بنانا چاہیئے اور اُسیقدر خشیت اللّٰہ و تقویت ایمان ہونا چاہیئے جو شرع نے کہی ہو ورنہ اُن سے وہی اچھے ہوں گے جن کے دل پتھر ہیں۔ نتیجہ یہ ہے

کہ شراب و نشہ کے ذریعہ سے و حرکت قلب تیز کرنے کے ذریعہ سے
کیفیت قلبی کو درست بنانا چاہیئے۔

حدود اللہ کے توڑنیکی وعید

سورہ نساء میں ہے تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا وذلک الفوز العظیم ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا ولہ عذاب مہین ۔

یہ احکام (وراثت) اللہ کے حدود ہیں اور جسنے اطاعت کی اللہ اور اس کے رسول کی داخل کریگا اس کو جنتوں میں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیگا اور یہ بہت بڑی مراد ملی ہے اور جسنے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی اور تجاوز کیا اسکے حدود کو داخل کریگا اسکو آگ میں ہمیشہ رہیگا اس میں اس کیلئے عذاب الیم ہے

اور سورہ بقرہ میں طلاق کے حکم کے ضمن میں ہے۔

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ — سو اگر تم ڈرو کہ بیوی خاوند قایم نہ رکھ سکینگے اللہ کی حدود

پس طلاق بھی حدود اللہ میں ہوا۔ اور سورہ طلاق میں ہے۔

وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ — اور یہ اللہ کے حدود ہیں جسنے تجاوز کیا اللہ کے حدود کو تو بیشک ظلم کیا اپنی جان پر

غرضکہ وراثت وطلاق وغیرہ کے حکم کو جنکو حدود اللہ کہا ہے نہ بجا لانا دائمی
جہنم اور عذاب مہین کا سبب ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی عصی

بھی شامل ہو تو اور وعید بھی ہے۔

زنا کی سزا اور اس کی حرمت مومنین پر

سورہ نور میں ہے الزانیۃ	زنا کرنیوالی عورت اور زنا کرنیوالے مرد
والزانی فاجلدوا کل واحد منھما	تو مارو اُنکے ہر ایک کو سَو چوٹ بھی اور نہ
مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما	آوے تم کو اُن پر شفقت اللہ کے
رافۃ فی دین اللہ ان کنتم	دین میں اگر تم ایمان رکھتے ہو
تؤمنون باللہ والیوم الآخر و	اللہ اور یوم آخر پر اور چاہیئے کہ دیکھیں
لیشھد عذابھما طائفۃ من	اُنکا مارنا ایک جماعت مسلمانوں میں سے
المؤمنین الزانی لا ینکح الا زانیۃ	بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر بدکار عورت سے
او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا	یا مشرکہ سے اور بدکارہ کو بیاہ نہیں لیتا مگر
الا زان او مشرک وحرم	بدکار مرد یا مشرک اور یہ حرام ہوا ہے
ذلک علی المؤمنین	مومنین پر

چونکہ زنا مضر صحت و مضر تربیت و مضر تمدن و مضر میراث و مضر نسب اور خلاف شرف انسانیت ہے لہذا اُس کے انسداد کیلئے وعید و طریق مذکور ہیں اور چونکہ زنا سے بالخصوص نسب کو نقصان پہونچتا ہے لہذا اس لئے کہ زنا کے واقعہ کا اعلان ہو جاوے اور زانیہ و زانی کیساتھ پھر کوئی نکاح نہ کرے علانیہ زانی و زانیہ کو سزا دینے کا حکم ہوا اور اس سے بہتر طریقہ انسداد کسیطرح اس فعل بد کا نہیں ہو سکتا لہذا علاوہ اسکے حرم ذالک علی المؤمنین

کہا گیا اور سزا ابھی مقرر کیگئی۔

عورت سے عورت کے فاحشہ اور مرد سے مرد کے فاحشہ کرنے کی وعید

سورہ نساء مین ہے والّتی یاتین	اور جو تمہاری عورتون مین باہم کرین فاحشہ
الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا	تو اُن پر چار گواہ اپنے لاؤ سو اگر وہ لوگ
علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا	گواہی دین تو روک رکھو اُن کو گھر دن مین
فامسکوھن فی البیوت حتی	یہان تک کہ وہ مرجاوین موت مین یا
یتوفھن الموت او یجعل اللہ	کردے اللہ اُن کے لئے راہ۔ اور
لھن سبیلا والذان یاتینھا منکم	جو مرد باہمی فاحشہ کرین تو اُنکو ستاؤ پہر
فاذوھما فان تابا واصلحا فاعرضوا	اگر وہ دونون توبہ کرین اور اصلاح پکڑین تو
عنھما ان اللہ کان توابا رحیما	اعراض کرو اُنسے اللہ توبہ قبول کرنیوالا رحیم ہے

چونکہ مرد کیساتھ مرد کے بدفعلی سے نسب کا نقصان نہین ہوتا لہذا اُس کے انسداد و سزا کے لئے صرف اذیت یا توبہ کا حکم ہوا اور عورت کیلئے دوسری قسم کا پس حکمت اختلاف سزا کی سمجھ ہے چونکہ زنا کی سزا سورۂ نور مین مذکور ہے لہذا عورتون کے فاحشہ یا دو مردون کے فاحشہ سے مراد زنا نہین ہے پس اگر دو عورتین باہمی فاحشہ کرین تو اُنکی سزا ان آیات مین یہ ہے کہ اُن کو گھرون مین روک رکھو اُس وقت تک کہ مرجاوین یا طلاق پا جاوین یا نکاح مین آجاوین اور یہ سزا نہایت مناسب ہو یا حکم انسداد کیلئے ہے

کیونکہ یہ عادت اگر عورتوں میں ہو تو اس کا پتہ بوجہ ان کے گھر کے اندر
رہنے کے بہت مشکل ہے اور متعدی ہو جاتی ہے اور یہ عادت ایک سے
دوسروں میں پھیلتی ہے خصوصاً جبکہ وہ گھر سے باہر جانے لگیں پس ایسی
عورتوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ گھر سے باہر نہ نکلنے پاویں اس وقت
تک کہ مر نہ جاویں اسطرح کافی حفاظت اس بلا سے بچنے کی ہو جاتی ہے
اور ایک قسم کا انسداد بھی ہے لیکن اگر عورت نکاح کر لیوے تو اس کے
روکنے کا حق اور گھر کے باہر جانے سے باز رکھنے کا حق شوہر کو ہوتا ہے
لہذا مجبوری ہے اور عورت کی آزادی ایسی حالت میں بذریعہ سزاے عام
روکی نہیں جا سکتی بلکہ شوہر خود روک سکتا ہے اور لوگ آپ ہی اپنے گھر
میں بوجہ علم اس حکم کے نہ جانے دینگے اور اگر نے نکاحی ہے تو اسکے
ورثا اس کو روکیں یا نکاح کر دیویں پس یجعل اللہ لہن سبیلا کے صحیح
مفہوم یہی ہیں کہ یا طلاق دیا جاوے یا نکاح ہو جاوے اور چونکہ مرد
اور عورتوں کی حالت میں بوجہ گھر میں بیٹھنے اور باہر کام کرنے کے اختلاف ہے
لہذا مردوں کے بابت یہ حکم دیا گیا کہ ان کو ستاتے رہیں یعنی نصیحت و فضیحت
کرتے رہیں کیونکہ کسی سزا کا حکم نہیں ہے پھر اگر وہ توبہ کریں اور اصلاح کریں
یعنی یہ معلوم ہو جاوے کہ توبہ کر کے انہوں نے اپنی عادت کو چھوڑ دیا ہے
تو ان سے اعراض کرنا چاہیئے اللہ تواب رحیم ہے۔ لہذا مردوں کے
بابت بھی یہ حکم ان سے اس عادت کے چھوڑانے کے بابت مفید
اور انسدادی ہے اور اس سے مناسب اور بہتر کیا حکم ہو سکتا ہے۔ خود

اسراف اور اعضاء و قوے کا نقصان اُن کے لئے سزاے فطری ہے اور غیر محل مین عمل کرنا اور قوت شہوت مین روائیت بھی ہے پس اُس سے نقصان زیادہ ہوتا ہے اور قدرت نے جس فایدہ کیلئے اُس قوت کو دیا ہے اُس سے وہ فایدہ نہ حاصل کرنا اُسکو ضایع کرنا ہے۔

وعید حب تشیع فاحشہ

سورہ نور مین ہے ان الذین	جو دوست رکھتے ہین کہ پھیلے فاحشہ
یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی	ایمان والون مین اُن کے لئے
الذین امنوا لھم عذاب الیم	عذاب الیم ہے دنیا اور
فی الدنیا والاخرۃ واللہ یعلم	آخرت مین اور اللہ جانتا ہے
وانتم لا تعلمون	اور تم نہین جانتے۔

فاحشہ مین زنا و لواطت وغیرہ شامل ہین پس اُن کے پھیلنے کو دوست رکھنا یا اُن کو پھیلانا سبب وعید مذکورہ اس آیت کا ہے اور اللہ تعالی نے اسی مصلحت کے نسبت اس آیت مین یہ فرمایا ہے کہ اللہ جانتا ہے تم نہین جانتے یعنی تم نہین جانتے کہ اس سے کیا نقصان ہوتا ہے اور کس قدر وہ متعدی ہوجاتے ہین۔ لہذا اس سے بہتر طریق ممانعت نہین ہوسکتا۔

افترا کذب کی وعید

سورہ نحل مین ہے انما یفتری	سواے اسکے نہین کہ جھوٹ بناتے ہین
الکذب الذین لا یومنون بایٰت	وہ لوگ جو ایمان نہین رکھتے اللہ کی
اللہ ؁ و اولٰئک ھم الکذبون	آیات پر اور وہی جھوٹے ہین۔

افترا کذب قلب و اعضاء و جوارح سب سے ہوسکتا ہے خلاف واقع امر کو بنا لینا کذب ہے اور اللہ کی آیات پر ایمان نہ لانا ہے یعنے آیات قدرت بھی اس کو برا ثابت کرتی ہین اور آیات احکام خدا کے بھی خلاف ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

ویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم	واے ہے انپر جو لکہتے ہین کتاب کو اپنے
ثم یقولون ھذا من عند اللہ	ہاتھ سے پہر کہتے ہین یہ ہے اللہ کے پاس سے
لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم	تا کہ مول لین اس کے عوض تھوڑی قیمت
مما کسب ایدیھم و ویل لھم مما	افسوس ہے انکے لیے اسپر کہ کسب کیا انکے ہاتہون نے
یکسبون ؁	اور افسوس ہے انپر جو اس سے کسب کرتے ہین

سزا و وعید بہتان اور عورتون پر عیب لگانے کی اور انکی بابت شہادتین

سورہ نور مین ہے والذین	اور جو عیب لگاتے ہین محصنات کو
یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ	پہر نہین لاتے چار

شهداء فاجلدوهم ثمانين
جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدًا
واولئك هم الفسقون الا الذين
تابوا من بعد ذلك واصلحوا فان
الله غفور رحيم والذين يرمون
ازواجهم ولم يكن لهم شهداء
الا انفسهم فشهادة احدهم
اربع شهادات بالله انه لمن
الصدقين والخامسة ان
لعنت الله عليه ان كان من
الكذبين ويدرؤا عنها العذاب
ان تشهد اربع شهادات بالله
انه لمن الكذبين والخامسة
ان غضب الله عليها ان كان
من الصدقين ولولا فضل الله
عليكم ورحمته وان الله تواب
حكيم ۔

گواہ تو مارو ان کو اسّی قمچی اور نہ مانو
ان کی گواہی کبھی وہی فاسق ہیں
مگر جو توبہ کریں اس کے بعد
اور اصلاح کریں تو اللہ غفور
رحیم ہے۔ اور جو عیب لگاویں
اپنی بیویوں کو اور نہ ہو ان کیلئے گواہ
مگر خود وہ تو ایسے شخص کی گواہی یہ ہے
کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے
کہ بیشک وہ سچا ہے اور پانچویں بار
یہ کہ لعنت اللہ کی اس پر ہو اگر وہ
جھوٹا ہے۔ اور بچ جائیگا عورت سے عذاب
اگر چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے
کہ بیشک مرد ہی جھوٹا ہے اور پانچویں بار
یہ کہ اللہ کا غضب اس عورت پر ہو اگر
مرد سچا ہو۔ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا
تم پر اور اسکی رحمت حالانکہ اللہ تواب
حکیم ہے۔

پس جن عورتوں کی شادی ہوگئی ہے اگر ان پر کوئی عیب لگاوے اور چار گواہ اس پر نہ لاوے تو اسّی کوڑے اسے مارے جاوینگے

اور اُس کی شہادت کبھی قبول نہ ہوگی اور وہ فاسق سمجھا جاویگا لیکن
اگر اس کے بعد وہ توبہ کرے اور اصلاح کرے تو فسق کا عذاب نہ پاوے گا
کیونکہ اللہ نے اسی آیت مین کہا ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے یہ معنے
نہین ہین کہ اُس کو اسّی قمچی نہ ماری جاوینگی لیکن اگر کوئی اپنی بیوی پر
عیب لگاوے تو چار شہادت نہ لانے پر اُس کو سزا نہ دیجاویگی بلکہ اُس سے
قسم مذکورہ بالا آیت کے مثل لیجاوے گی اور اُس کے قسم کے بعد اگر عورت
بھی مذکورہ بالا آیت کے مطابق قسم کھاوے تو عورت کو سزا نہ دیجاویگی۔
اور یہ حکم عقل کے موافق بھی ہے کہ اپنی عورت پر بغیر وجہ کافی کے کوئی
عیب نہین لگاتا پس اُس کو سچا سمجھنے کے لئے چار شہادت پر مجبور کرنا
جبکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے اور اُس کے حالات خفیہ کو
جان سکتا ہے مستحسن نہین ہوسکتا بخلاف دوسرون کی بیویون کے عیب
لگانے کے کہ وہ فتنہ وفساد کا سبب ہوتا ہے اور معمولی دشمنی کیوجہ سے
بھی لوگ مبالغہ کردیتے ہین لہذا انسداد کے لئے بہترین طریقہ یہی ہوسکتا ہے

سورہ نور مین ہے۔ ان الذین	جو عیب لگاتے ہین بیاہی عورتین
یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت	بیخبر مومنات کو لعنت کئے گئے
المؤمنٰت لعنوا فی الدنیا والاخرۃ	ہین دنیا اور آخرت مین اور اُن
ولھم عذاب عظیم۔	کیلئے عذاب بہت بڑا ہے۔

پس بے گناہ بیاہی عورت پر عیب لگانا مستحق وعید ہذا کا ہونا ہے

سورہ احزاب مین ہے والذین	اور جو ستاتے ہین مومن مرد

یوذون المومنین والمومنت	اور مومن عورتون کو بغیر
بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا	اُن کے کسب کے تو بیشک اٹھاتے
بهتانا و اثما مبینا	ہین بہتان اور گناہ صریح کو

پس ایسے شخص کا علانیہ بہتان کرنے والا اور اثم صریح کا مرتکب ہونیوالا خیال کیا گیا ہے۔

حلاف ہماز ہمزہ لمزہ وغیرہ کے بابت وعید

سورہ قلم مین ہے ولا تطع کل	اور نہ کہا مان ہر زیادہ قسم
حلاف مهین هماز مشاء	کھانیوالے بے قدر کا عیب کرتا
بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل	چغلی کرتا پھرتا بھلے کام سے روکتا
بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال	حد سے بڑھتا گنہگار سب کے پیچھے بدنام
و بنین اذا تتلی علیه ایتنا قال	اس سبب سے کہ رکھتا ہے مال اور جب سناتی جاوے
اساطیر الاولین سنسمه علی	اسے ہماری آیات کہے کہ یہ نقلین ہین پہلون
الخرطوم	کی اب داغ دینگے ہم اسکو ناک پر یعنی رسوا کرینگے اسکو

چونکہ عام طور پر یہ صفات رذیلہ ہوتی ہین لہذا اس آیت مین اسطرح بیان کیا گیا ہے۔ سورہ ہمزہ مین ہے۔

ویل لکل همزة لمزة ن الذی	خرابی ہے ہر عیب کرنیوالے طعنہ دینے والے کی جسنے
جمع مالا و عدده یحسب	مال سمیٹا اور گن گن کر رکھا ام اسکو
ان ماله اخلده کلا لینبذن فی	خیال رہتا ہے کہ اسکا مال ہمیش رکھیگا

الحطمة وما ادرىك ما الحطمة نار الله الموقدة التي تطلع على الافئدة انها عليهم موصدة في عمد ممددة

رہیگا ایسا نہین ہم اسکو پھینکتا ہے اُس روندنیوالی مین اور توکیا جانے کیا ہے روندنیوالی اللہ کی جگائی آگ جو جھانک لیتی ہے دل کی وہ بند ہی ہے ستونون مین۔

واے ہے روزانہ برتنیکی چیزون وغیرہ سے منع کرنیوالون پر

سورۂ ماعون مین ہے فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون الذين هم يراءون ويمنعون الماعون ه

سو واے ہے اُن نماز پڑھنے والون پر جو اپنی نماز مین سہو کرتے ہین جو دکھاوا کرتے ہین اور منع کرتے ہین برتنے کی چیزون کو۔

برتنے کی چیزین مثلاً دیگ۔ پیالہ۔ ڈبو وغیرہ ہین جو روزانہ انسان کے برتنے مین آتی ہین اور ایک دوسرے سے لے لینا کچھہ عیب نہین سمجھا جاتا اور نہ اُن کا دینا گران ہوتا ہے کیونکہ اس سے ایک دوسرے کا کام نہین رکتا اور فایدہ بھی ہوتا ہے۔ پس ریاکارون کی بھی برائی اس آیت سے نکلتی ہے۔ چونکہ یہ معمولی فروگذاشتین اکثر ہوا کرتی ہین جنکے نتایج بیشتر تکلیف دہ اور خراب ہین لہذا ان فروگذاشتون کی وعید جس طرح ہے اُن کے لیے کافی ہے۔ پس یہ بہترین طریق اُسکی سمجھانے کے لیے ہے۔

میدان جنگ سے فرار کی وعید اور صبر و

کافرون سے بھاگنے پر وعید و ثبات پر وعدہ

سورہ انفال مین ہے یا ایہا الذین
آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا
فلا تولوہم الادبار ومن یولہم یومئذ
دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی
فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماواہ
جہنم وبئس المصیر ○

اے ایمان والو جب روبرو ہو تم کافرون سے
میدان جنگ مین تو مت پھیرو اُن سے
پیٹھ اور جو اُن سے پیٹھ پھیرے اُسوقت
مگر یہ کہ پھرتا ہو لڑائی کیلئے یا جا ملتا ہو فوج
مین تو بیشک وہ پھرا اللہ کے غضب
اور ٹھکانا اُس کا جہنم ہے اور بری جگہ ہے پھر جانے کی

پس مقابلہ کے وقت میدان جنگ مین پیٹھ پھیرنا یعنی بھاگ جانا وعید مذکورہ آیت کا مستحق بنتا ہے لہذا ثبات کرنا یعنے رکا رہنا و صبر کرنا سبب ثواب کا ہے۔

سورہ انفال مین ہے یا ایہا الذین
آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا
اللہ کثیرا لعلکم تفلحون

اے ایمان والو جب روبرو ہو کسی فوج سے
تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو
تاکہ فلاح پاؤ۔

لہذا ثبات سبب فلاح ہے۔

معاہدہ کے بابت وعدہ و وعید

سورہ بقر مین ہے والموفون
بعہدہم اذا عاہدوا

اور پورا کرنے والے اپنے عہد کو
جب عہد کریں۔

یہ آیت بر کی تفصیل مین ہے یعنی عہد کے پورا کرنا نیکی بڑی سے ایک ہے
اور منجملہ اُن کے اعمال کے ہے جنکی نسبت سورہ آیت ہین ہے

اولئک الذین صدقوا واولئک — وہی وہ ہین جو سچے ہوئے اور وہی
ھم المتقون — متقی ہین۔
لہذا متقی اور صادق ہونے کیلئے عہد کا پورا کرنا ضروری ہے اور وہ متقیون کی
علامت مین سے ہے۔ سورہ مومنون مین ہے۔
والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون — اور جو اپنی امانات اور عہد کی رعایت کرنیوالے ہین
یہ آیت قد افلح المومنون کے تحت مین ہے یعنی جو مومن اپنی امانتون اور عہد
کی رعایت کرتے ہین وہ منجملہ اُن کے ایک ہین جنکی فلاح یقینی ہے اور سورہ رعد
مین ہے۔ الذین یوفون بعھد — جو پورا کرتے ہین اللہ کے ساتھ کے عہد کو
اللہ ولا ینقضون المیثاق — اور نہین توڑتے میثاق کو۔
پس وہ منجملہ اُنکے ایک ہین جنکے نسبت اولئک لھم عقبی الدار جنت
عدن یدخلونھا الآیۃ اور آخر مین ہے بما صبرتم فنعم عقبی الدار لہذا
معاہدہ پورا کرنے کے یہ فضایل و ثواب ہین یعنی منجملہ اُن فضایل کے جنکے
یہ ثواب ہین معاہدہ کا پورا کرنا بھی ہے اور اگر قسم کے ساتھ معاہدہ کیا جاوے
تو اُس کا پورا کرنا اور بھی ضروری ہے اور نہ پورا کرنے مین کفارہ قسم بھی
لازم آوے گا اور معاہدہ نہ پورا کرنے کا عذاب بھی باقی رہ جاویگا۔ کیونکہ
اللہ کو اُس پر کفیل کردیتے ہین جیساکہ سورہ نحل مین ہے۔
واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم — اور پورا کرو اللہ کے ساتھ کا عہد جبکہ تمنے
ولا تنقضوا الایمان بعد — عہد کیا ہے اور نہ توڑو قسم کو اُس کے مضبوط کرنیکے
توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم — بعد اور بیشک ٹھہرایا ہے تمنے اللہ کو اسپر

کفیلا ان الله یعلم ما تفعلون — کفیل اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو
پس عہد خواہ کسی کافر کے ساتھہ ہو یا مومن کے اُس کے نسبت پوچھا
جاوے گا اور حساب ہوگا کہ کیون نہین پورا کیا اور اگر عہد پورا نہ کرنے کی
کوئی وجہ اصلی نہ ہوئی تو مواخذہ یقینی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے۔

واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا — اور پورا کرو عہد کو عہد کے بابت پوچھا جاوے گا۔

عہد دو آدمیون کے درمیان باہمی وعدہ ہو جانے کو کہتے ہین پس
وعدہ مین یہ ضرور نہین ہے کہ دو آدمیون کے باہم ہو لہذا عہد کا نہ پورا کرنا
ظلم خفی کرنا ہے۔

احکام قسم وکفارہ قسم

سورہ مایدہ مین ہے لا یؤاخذکم
الله باللغو فی ایمانکم ولکن
یؤاخذکم بما عقدتم
الایمان فکفارته اطعام
عشرة مساکین من اوسط
ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم
او تحریر رقبة فمن لم یجد
فصیام ثلثة ایام ذالک کفارة

نہین پکڑتا اللہ تم کو تمہاری
بے فایدہ قسمون مین لیکن پکڑتا ہے
اُس پر جس پر گرہ باندہی تم نے اپنی
قسمون پر سو کفارہ اُسکا کہلانا
دس مسکینون کا ہے اوسط اُس کا
جو کہلاتے ہو اپنے گہر والون کو
یا اُنکو کپڑا دینا یا ایک گردن آزاد کرنا سو جو
نہ پاوے تو تین دن کا روزہ ہے یہ ہے کفارہ

ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تشکرون ۵

تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور حفاظت کرتے رہو اپنے قسموں کی اسیطرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کو تاکہ تم شکر کرو

کفارہ قسم کے بیان کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اسیطرح اللہ علانیہ ظاہر کردیتا ہے اپنی آیات کو تاکہ تم شکر کرو یہ اس لئے بیان کیا کہ قسم کا نہ توڑنا اگر ضروری قرار دیا جاتا تو ناممکن تھا کہ انسان اسپر عمل کرسکتے لہذا اسلئے کہ افراط وبے احتیاطی نہ ہو اور اصلاح کی قسم نہ توڑی جاسکے اللہ تعالیٰ نے کفارہ مقرر کردیا ساتھ ہی اُس کے حفاظت قسم کی تاکید بھی فرمائی۔ پس اس آیت سے شکر ہوسکتا ہے اور قابل عمل ہوجاتا ہے لہذا یہ نکتہ قابل یاد رکھنیکے ہے

کتمان بینات وہدایات کتاب اللہ کی وعید

سورہ بقر میں ہے ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتب اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللعنون۔

جو چھپاتے ہیں اُسکو جو نازل کیا ہے روشن آیات اور ہدایا کو بعد اس کے کہ ہم نے بیان کردیا ہم نے اسکو آدمیوں کیلئے کتاب میں اُنہیں پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں لعنت کرنیوالے۔

اور سورہ بقر میں ہے ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب ویشترون بہ ثمنا قلیلا اولئک ما یاکلون فی بطونہم الا النار ولا یکلمہم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم

جو چھپاتے ہیں اُسکو جو نازل کیا اللہ نے کتاب میں سے اور مول لیتے ہیں اس کے بدلے تھوڑی قیمت وہ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ اور نہ کلام کریگا انسے قیامت کے دن اور نہ پاک کریگا انکو

پس ثابت ہوتا ہے کہ جو کتاب میں ہیں اُنکا چھپانا دینی ودنیاوی مالی وجانی ہر قسم کے نقصان کا باعث ہے

ہر شعبہ زندگی میں کردار ورفتار وگفتار کے بابت ہدایات

قرآن مجید میں انسان کے افعال ارادی کے بابت جو بہت سے ضرر اور بسبب سخت عذاب ونقصان کے ہیں اور جو بہت مفید اور بسبب بڑے ثواب وفواید کے ہیں بیان سے سوا ہر شعبہ زندگی کے بابت ہدایات ہیں تاکہ رفتار گفتار وکردار میں آسانی کے ساتھ تعاول وتصاحب وتعاشر ہو سکے اور ابتدائی وفطری تہذیب وحالت کے بعد بھی انتہائی تہذیب تک رسائی ہو جس بہتر طور پر انکی ہدایت ہوئی ہے وہ مجموعہ میں لہذا بیان کئے جاتے ہیں۔

فرائض وحقوق باہمی والدین واولاد اور ان کے اصول

ازابتدائے حمل تا آخر عمر

سورہ بنی اسرائیل میں ہے وقضی	اور فیصلہ کیا تیرے رب نے کہ نہ عبادت
ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين	کرو تم مگر اسی کی اور والدین کے ساتھ
احسانا اما يبلغن عندك	احسان کرو اگر پہنچے انکو تیرے نزدیک بڑھاپا
الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل	ایک نے انکے یا دونوں کو تو نہ کہہ ان کے لئے
لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما	اُف اور نہ جھڑک ان دونوں کو اور کہہ
قولا كريما واخفض لهما جناح	ان کیلئے بات عزت کی اور جھکا ان کیلئے بازو
الذل من الرحمة وقل رب	ذلت کا رحمت سے اور کہہ اے رب میرے
ارحمهما كما ربياني صغيرا	رحم کر ان پر جیسا کہ پرورش کی انہوں نے میری جب میں چھوٹا تھا

پس ان آیات مین باہمی حقوق اولاد و والدین کے اور اُن کے وجوہ حقوق سے بیان ہوئے ہین اور جو اصول مقرر ہوئے ہین وہ حسب ذیل بتانے کے قابل ہین اولاد کو ہدایت ہوئی ہے کہ وہ کہے کہ یا اللہ ہمارے مان باپ پر رحم کر جیسا کہ اُنھون نے پرورش کیا ہماری چھٹپن مین۔ لہذا اس سے باپ مان کا اپنی اولاد پر رحم کرنا اور اُنکی صغر کی حالت مین پرورش کرنا ثابت ہوتا ہے اور چونکہ باپ مان کا یہ احسان ہے اس لئے اولاد کو بھی اُن کے احسان کے معاوضہ کا حکم ہوا اور اسطرح حکم ہوا کہ اللہ نے حکم کر دیا ہے کہ اپنے والدین کیساتھ احسان کرو اور اگر اُن مین سے ایک کو یا دونون کو بڑھاپا پہنچے تیرے سامنے تو اُن کو نہ اُف کہو اور نہ جھڑکو اور عزت کی بات اُن سے کہو اور جھکاؤ اپنے بازون کو رحمت سے عاجزی کر کر۔ پس یہ اصول حقوق اسطرح قایم ہوتے ہین کہ جیسا باپ مان نے رحم کیا اور چھٹپن مین پرورش کیا ویسا ہی اولاد کو جب باپ مان کو بڑھاپا پہنچے تو اُن کیساتھ احسان اور اُنکی عزت کرنا چاہیئے اور اُن کو اُف نہ کہنا چاہیئے نہ جھڑکنا چاہیئے نہ کردار مین نہ گفتار مین نہ رفتار مین۔

سورہ لقمان مین ہے

ووصینا الانسان بوالدیہ — اور تاکید کیا ہم نے انسان کو کی اُن کے باپ
حملتہ امہ وھنا علی وھن — و مان بابت اُٹھایا اُن کو اُنکی مان نے تھک تھک کے
وفصلہ فی عامین ان اشکر لی — اور جدا ہونا اُنکا دو سال مین اور یہ کہ شکر کر میرا
ولوالدیک الی المصیر — اور اپنے باپ مان کا میری طرف پھر جانا ہے اور اگر

جاهداك على ان تشرك بي — کوشش کریں وہ دونوں اس پر کہ تو شریک کرے میرے ساتھ
ما ليس لك به علم فلا تطعهما — جس کا تجھکو علم نہیں تو نہ اطاعت کر ان دونوں کی
وصاحبهما في الدنيا معروفا — اور ساتھ دے انکا دنیا میں پسندیدہ طور سے
واتبع سبيل من اناب الي ثم — اور چل راہ اسکی جو رجوع ہوا میری طرف پھر
الي مرجعكم فانبئكم بما كنتم — میری طرف تمہارا لوٹنا ہے پس آگاہ کئے جاؤ گے
تعملون ۵ — تم اپنے کئے سے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے انسان کو اپنے ماں باپ کے باب اور وجہ بھی اسی آیت میں ہے کہ پیٹ میں رکھا اُن کو اسکی ماں نے تھک تھک کر اور اُن کا جدا ہونا یعنی دودھ چھڑانا دو سال میں ہے اور یہ کہ انسان کو شکر کریں اپنا اور اپنے ماں باپ کا۔ ماں باپ کا شکر اس لئے بھی ہوا کہ انہوں نے بچپن میں محنت کیا اور پرورش کی۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ اگر ماں باپ کوشش کریں کہ اللہ کے ساتھ شرک کریں تو اولاد کو اُنکی اطاعت نہ چاہیے اور معروف طور سے اُن کا ساتھ دینا چاہیے۔ اور اتباع اسکی کرنا چاہیے جو اللہ کیطرف رجوع ہو لہذا ان آیات سے ایام حمل کے نسبت بھی ہدایت ہے کہ ماں تھک تھک کا اُس کو برداشت کرے جو تحسن ہے۔ سورۂ احقاف میں ہے ووصينا الانسان بوالديه احسانا حملته امه كرها ووضعته كرها وحمله وفصاله ثلثون شهرا حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة قال رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان

اعمل صالحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین
اولٰئک الذین نتقبل عنھم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیاتھم
فی اصحٰب الجنۃ وعد الصدق الذی کانوا یوعدون والذی قال
لوالدیہ اُف لکما اتعدانی ان اخرج وقد خلت القرون من قبلی
وھما یستغیثٰن اللہ ویلک اٰمن ان وعد اللہ حق فیقول ما ھذا
الا اساطیر الاولین اولٰئک الذین حق علیھم القول فی امم قد خلت
من قبلھم من الجن والانس انھم کانوا خٰسرین ۰ ان آیات سے ذیل امور ثابت ہوتے ہین

۱- یہ کہ اللہ نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے مان باپ کے ساتھ
نیکی کرین اور وجہ بھی بیان فرمائی کہ اُس کی مان نے اُس کو پیٹ مین رکھا
تکلیف سے اور اُس کو جنا تکلیف سے یہان تک کہ اُس کا پیٹ مین رہنا
اور جدا ہونا یعنی دودھ چھوڑنا تیس مہینے مین یہان تک کہ وہ جب اپنی قوت
کو پہنچا اور پہنچا چالیس سال کو تو اُس نے کہا اے رب میرے میری قسمت
مین کر کہ شکر کرون تیری نعمت کا جو تو نے مجھپر کی اور میرے والدین پر کی اور
یہ کہ عمل صالح کرون ایسے جس سے تو راضی ہو۔ پس بطور شکر نعمت کے
والدین پر احسان کرنا ثابت ہوتا ہے اور وہ ضروری و فرض کردیا گیا ہے۔
۲- یہ کہ یہ بھی کہا کہ صالح دے مجھہ کو میری اولاد۔ پس اس طرف اشارہ ہے
کہ اگر اولاد صالح نہ ہو تو شکر نعمت کا سلسلہ منقطع ہو جاوے اور جیسا غیر صالح اولاد اپنے
مان باپ کے ساتھ کرے ویسا آگے اُسکی اولاد اُس کیساتھ بھی کرے۔
۳- یہ کہ جو اپنے والدین کو اُف کہین اور اللہ پر ایمان نہ لاوین اور وہ امور

کہین جو آیت مین مذکور ہین اُن کے لئے وعید سخت ہے لہذا ایمان لانیکے بابت والدین اگر کہین تو عمل کرنا چاہیئے اور اگر شرک کے لئے کہین تو اُنکی اطاعت نہ کرنا چاہیئے اور اولاد کو وہ کہنا چاہیئے جسپر آیت مین وعید ہے۔

۴۔ سورہ تحریم مین ہے یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ — اے ایمان والو بچاؤ اپنے کو اور اپنے اہل کو نار سے جس کا اینڈھن آدمی اور پتھر ہین۔

پس چونکہ اولاد بھی اہل مین ہے لہذا اُنکی پرورش اور تربیت ایسی کرنی چاہیئے کہ جسطرح خود اُن گناہون سے بچتے ہین اُسیطرح وہ بھی بچین پس اصول یہ ہے کہ والدین کو اپنے بچون کی پرورش کرنی چاہیئے اور اُن پر رحم کرنا چاہیئے اور ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ نار سے بچین یعنی جن اعمال پر وعید نار کی ہے اُن سے وہ بچین اور ویسا سامان کرنا چاہیئے کہ بچپن ہی سے انتظام اُن کے لئے ہو جاوے اور جیسا کہ والدین پر فرض ہے اسی کا بدلا اولاد کو بھی دینا چاہیئے یعنی والدین کے ساتھ احسان کا بدلا احسان کرنا چاہیئے یعنی ادب وعزت اور بمعروف کے ساتھ اُن کا ساتھ دینا اور نیک باتون مین اُنکی اطاعت۔ لہذا یہ اصول جس خوبی سے بیان ہوئے ہین وہ معجز ہین۔

رضاعت کا بدلہ مان باپ کو بھی دینا چاہیئے اور ایام رضاعت

سورہ بقر مین ہے۔ والوالدات — اور مائین دودھ پلا دین اپنی اولاد کو

يرضعن اولادهن حولين
كاملين لمن اراد ان يتم
الرضاعة وعلى المولود له
رزقهن وكسوتهن بالمعروف
لا تكلف نفس الا وسعها لا تضار
والدة بولدها ولا مولود له بولده
وعلى الوارث مثل ذلك فان
ارادا فصالا عن تراض منهما
وتشاور فلا جناح عليهما وان
اردتم ان تسترضعوا اولادكم
فلا جناح عليكم اذا سلمتم ما
اتيتم بالمعروف واتقوا الله و
اعلموا ان الله بما تعملون
بصير ۵

دو برس کامل جو کوئی چاہے
کہ پوری کرے دودھ پلانے کی مدت
اور باپ پر اُن عورتوں کا کھانا
کپڑا معروف کے ساتھ ہے تکلیف نہیں
کسی شخص کو مگر اسکی گنجایش کے موافق نہ
ضرر دیا جاوے ماں اپنی اولاد کا نہ باپ اپنی اولاد کا
اور وارث پر بھی یہی ذمہ ہے تو اگر دونو
چاہیں دودھ چھڑانا اپنی رضا اور مشورہ سے
تو اُن پر گناہ نہیں اور اگر چاہیے
کہ دودھ پلاویں اپنی اولاد کو تو گناہ نہیں
اُن پر جب دیدیا جو کچھ ٹھیرایا تھا
معروف کیساتھ اور تقویٰ کرو اللہ سے
اور جان لو کہ اللہ جو تم کرتے ہو
اُسکو دیکھتا ہے

چونکہ طلاق کے حکم کے بعد یہ آیت ہے لہذا جو مائیں کہ دودھ پلائیں
اُن کو کھانا کپڑا دینے کا بھی حکم ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے
کہ جن عورتوں کو طلاق نہ ہو اُن کو کھانا کپڑا بالمعروف مرد کا دینا فرایض
والدین میں سے ہے اور عورت کو کھانا یا کپڑا یا خرچ مرد سے پانا لازمی ہے
احکام مذکورہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اخیر میں یہ بیان فرمایا ہے کہ تقویٰ کرو

اللہ سے اور جان لو کہ اللہ جو تم کرتے ہو اُس پر بصیر ہے۔ پس اگر یہہ جان لیا جاوے اور خیال جمایا جاوے کہ اللہ عمل پر بصیر ہے تو تقوی اور مطابق حکم کے عمل ہو لہذا وعدہ وعید دونوں ان آیات کے لئے استعمال ہوئے۔

رضاعت کا مسئلہ تحت تقوے اللہ کر دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے خبر رکھتا ہے۔ پس رضاعت اور اُس کے معاوضہ کے بابت جس طریق اور جس اصول سے حکم ہو وہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔

زینت اور اُسکی تفصیل اور اُس کا حلال ہونا اور اُسکا استعمال محمود ہونا اور طیبات کا رزق میں سے حلال ہونا

سورہ آل عمران میں ہے زین	زینت دی گئی ہے آدمیوں کو شہوت
للناس حب الشهوات من	کی محبت کی عورتوں اور بیٹوں سے
النساء والبنين والقناطير	اور سونے اور چاندی کے ڈھیر
المقنطرة من الذهب والفضة	کی اور پلے ہوئے گھوڑے کی
والخيل المسومة والانعام	اور مویشی کی اور کھیتی کی یہ برتنے کی
والحرث ذالك متاع الحيوٰة	چیزیں ہیں دنیا کی جینے کی اور اللہ
الدنيا والله عنده حسن المآب	اُس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ تو کہہ
قل اؤنبئكم بخير من ذالكم	کیا بتلاؤں میں تم کو بہتر ان سے

للذین اتقوا عند ربهم جنت تجری من تحتها الانہر خلدین فیها وازواج مطہرة ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد

متقیون کے لئے اُنکے رب کے پاس جنتین ہین بہتی ہین جنکے نیچے نہرین رہینگے اُسمین اور ازواج مطہرہ ہین اور رضامندی اللہ کی اور اللہ بصیر ہے بندون پر۔

ان آیات مین حیات دنیا کے برتنے کی جو چیزین ہین یعنی دنیا مین جن چیزون کے ساتھ عمل ہوتا ہے اور جو سبب زینت ہین اور اسیوجہ سے اُن کے چاہنے کی محبت ہوتی ہے وہ گنائی گئی ہین اور اُن کی خواہش کی محبت کو آدمیون کے لئے زینت دیگئی بیان ہوا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اُن متاع حیات دنیا سے بہتر متقیون کے لئے اُنکے رب کے پاس کیا کیا چیزین ہین یعنی وہ چیزین جو زینت کی محبوب ہین اُنسے زیادہ محبوب و بہتر آخرت مین کیا چیزین ہونگی جو متقیون کو ملینگی

پس ان آیات مین ایک تو متقیون کا ثواب بیان ہوا ہے دوسرے حیات دنیا مین جو چیزین زینت کے لئے برتی جاتی ہین اُنکی تفصیل ہے تیسرے مذکورہ بالا چیزون کی خواہشون کی محبت انسانون کے لئے زینت یعنی انسانون کے لئے رونق بیان ہوئی ہین۔ چوتھے آخرت مین اُن سے بہتر جو چیزین ہین متقیون کیلئے ہین اُن کو بیان کیا گیا ہے اور چونکہ تقوے اُنہین چیزون کی برائیون سے بچنے مین جو اُن کے برتنے سے پیدا ہوتی ہے جنکو متاع حیات دنیا کہا گیا ہے اور قبل اسکے کہ تفصیلاً اُنکا نام لیا گیا ہے ہوتا ہے اس لئے نتیجہ ان آیات سے یہ ہوتا ہے کہ اُن

چیزوں کی خواہش کرنا اور اسکی خواہش کی محبت کرنا اور ان کو ایسا برتنا جو حلال ہے اور ان سے ایسا بچنا جو حرام ہے محمود کہا گیا ہے اور اس کا ثواب بہتر اس سے جو غیر محمود طور پر استعمال کرنے سے فایدہ ہوتا ہے دکہایا گیا اور بتلایا گیا ہے۔ اور ان آیات کی تشریح و توضیح سورہ اعراف کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

سورہ اعراف میں ہے یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ہی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ کذلک نفصل الآیات لقوم یعلمون قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون

اے بنی آدم لیا کرو اپنی زینت ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ صرف نہ کیا کرو حد سے زیادہ صرف کرنیوالوں کو بیشک اللہ نہیں چاہتا ہے تو کہہ کسنے حرام کیا ہے اللہ کی اس زینت کو جو نکالی ہے اس نے اپنے بندوں کیلیے اور رزق کی طیبات کو۔ تو کہہ وہی ان لوگوں کیلیے ہیں جو ایمان لائے حیات دنیا میں قیامت کے دن خالص مومنین کیلیے۔ اسیطرح تفصیل کرتے ہیں ہم آیات کی اس قوم کیلیے جنکو علم ہے تو کہہ سوا اسکے نہیں کہ حرام کیا میرے رب نے فواحش کو جو کھلا اس سے ہو اور جو چھپا ہے اور اثم و بغی بغیر حق کو اور یہ کہ شریک کرو تم اللہ کے ساتھ جس کیساتھ نہیں اتری دلیل کچھ اور یہ کہ کہو تم اللہ پر اس کو جس کو تم نہیں جانتے۔

ان آیات میں بنی آدم کو اجازت نہیں بلکہ ہدایت ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنی

زینت کو سے لیا کریں یعنی سنورجایا کریں اور چونکہ زینت کی چیزون کی تفصیل سورہ آل عمران کی مذکورہ آیت مین ہے لہذا سمجھہ لینا چاہیئے کہ اُن زینتون کے کرنے کی ہر نماز کے وقت ہدایت ہے اور جو چیزین اُن زینتون مین کہانیکی ہین اُن کے نسبت بھی یہ حکم ہے کہ کہاؤ پیو اور حد سے زیادہ صرف نہ کرو۔ مزید تنبیہ وتاکید ان آیات مین یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم ہوا ہے کہ آپ کہدیجیے کہ جو زینت اللہ نے اپنے بندون کے لیئے نکالی ہے اور رزق طیبات مین سے ہے اُن کو کس نے حرام کردیا ہے یعنی تمام زینتین اور رزق مین طیبات حلال ہین۔ پھر فرمایا ہے کہ آپ کہدیجیے کہ وہ حیات دنیا مین ایمانوالون کے لیئے ہین یعنے ایمان والون کے لیئے وہ تمام چیزین حلال ہین آیت مذکورہ آل عمران مین زینت اور حیات دنیا کا جو لفظ ہے اور ان آیات مین جو ہے اُس پر ضرور ان آیات کو پڑہتے ہوئے خیال ہونا چاہیئے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن مومنین کے لیئے خالص طور پر یعنی خاص اُنہی کے لیئے وہ چیزین ہونگی غیرمومن کے لیئے نہ ہونگی یعنے دنیا مین بھی مومنین کے لیئے وہ حلال ہین اور قیامت کے دن اُنہی کے لیئے مخصوص ہونگی پھر جو چیزین حرام ہین اُن زینت کی چیزون کی اُنکی اصولی تفصیل فرمائی کہ ہر قسم کے ظاہر وباطن فواحش اور اثم اور بغی بغیر حق کی جو باہم انسانون مین ہوتی ہین اور اُنہی سے اُنکا تعلق ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھہ شرک اور اللہ پر وہ کہنا جو نہین جانتے یعنی یہہ کہنا کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے اور اُس کو نہ جانتے ہون یہی سب چیزین حرام ہین۔

اور اُن کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ پس انہی حرام چیزوں سے بچنا اللہ سے ڈر کر ایمان لانا اور تقوےٰ ہے اور اُن سب کا تو ایک آیت سورہ آل عمران میں مذکور ہے اور زینت کی تشریح و تفصیل بھی اس آیت میں ہے پس کردار رفتار گفتار سب کی بابت ہدایت زینت اور اس کے متعلقات کی نسبت

سورہ حدید میں ہے اعلموا — جان لو تم کہ سوائے اس کے نہیں
انما الحیوٰۃ الدنیا لعب و — کہ دنیا کا جینا لعب و لہو ہے اور زینت
لھو و زینۃ و تفاخر بینکم — اور تفاخر آپس میں اور تکاثر اموال اور
و تکاثر فی الاموال والاولاد..... — اولاد میں .. .. اور نہیں ہے
..... وما الحیوٰۃ الدنیا الا — دنیا کا جینا مگر جنس
متاع الغرور — دہوکہ کی۔

اس آیت میں حیات دنیا میں جو امور پیش آتے ہیں اور جن سے کام لیا جاتا ہے جائز ہوں یا ناجائز اُن کا استعمال محمود ہو یا غیر محمود سب کی تفصیل ہے اور چونکہ وہ نمایشی ہوتے ہیں لہذا اُسی پہلو کے اعتبار سے حیات دنیا کو متاع الغرور کہا گیا ہے اگر اُن سے دہوکہ کہا وے اور اُن کا استعمال صحیح موافق حکم اللہ تعالےٰ کے کرے تو وہ متاع غرور نہیں ہو سکتے جیسا کہ دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ سورہ کہف میں ہے۔

انا جعلنا ما علی الارض زینۃ — ہم نے بنایا ہے جو زمین پر ہے اُس کے لئے زینت
لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا — تاکہ آزماویں ہم کہ کون اچھا ہے عمل میں۔

پس اس آیت سے آیت سورہ آل عمران مذکور اور آیت سورہ اعراف مذکور بالا

مزید تشریح و تفسیر ہوتی ہے کہ زینت جو کچھ زمین کے لئے ہے یعنے جو چیزین ملک مین ہین یعنے تمام روے زمین پر ہین وہ تمام روے زمین کے لئے زینت ہین وہ اس ملئے ہین کہ اللہ تعالی آزماوے کہ کون ہے کون انسان احسن عمل کرتا ہے پس احسن عمل کرنا یہی ہوا کہ اُن چیزون کا استعمال بہترین طور پر کرین اور اُنہین سے جن سے بچنا بہتر ہے اُنسے بچین اور تقوے کرین لہذا تمام چیزین زمین مین اور زمین کے لئے زینت اسی سے بنائی گئی ہین

سورہ قصص مین ہے وما اوتیتم	جو تم کو کوئی شے دیگئی ہے سو
من شئ فمتاع الحیوٰۃ الدنیا	برتنا ہے حیات دنیا کا اور اُسکی
وزینتہا وما عند اللہ	زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے
خیر وابقی	وہ بہتر و ابقی ہے۔

پس اس آیت مین ہدایت ہے کہ جو کوئی شے دیگئی ہے تو دنیا کی حیات مین اُس کو برتنا چاہیئے اور اُس کی زینت سے متمتع ہونا چاہیئے اور اسطرح تمتع حاصل کرنا چاہیئے کہ جو اللہ کے پاس خیر وابقی ہے وہ آخرت مین خالصتا ل جاوے۔ اور برتنے سے جو بُرائیان پیدا ہوتی ہین اُن سے اللہ سے ڈر کر بچنا چاہیئے۔ سورہ قصص مین ہے۔

قال الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا	کہا اُن لوگون نے جو چاہتے تھے دنیا کی زندگی
یلیت لنا مثل ما اوتی قارون	کہ کاش ہوتا ہمارے لئے جو دیا گیا قارون کو وہ بہت
انہ لذو حظ عظیم وقال الذین	بڑا حظ والا ہے اور کہا اُن لوگون نے جن کو
اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ	دیا گیا تھا علم افسوس ہے تم پر اللہ کا ثواب

خیر لمن اٰمن وعمل صالحاً — بہتر ہے اس کیلئے جو ایمان لایا اور عمل صالح کیا

لا یلقٰھا الا الصابرون — اور نہین ملتا وہ مگر صبر کرنے والون کو

ان آیات مین جو لوگ دنیا کی زندگی چاہتے تھے اُن کا مقابلہ اُن لوگون سے کیا گیا ہے جن کو علم دیا گیا تھا اور علم والون نے اللہ کے ثواب کو اور ایمان لانے والون اور عمل صالح کرنے والون کو خیر کہا اُس سے جو قارون کو دیا گیا تھا اور اُس ثواب کا ملنا اُنہی لوگون کے لئے کہا جو صبر کرین لہذا علم کا نتیجہ ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حق بات کہی جاوے اور بے صبری نہ کی جاوے اسیطرح حیات دنیا کے چاہنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تکاثر مال و دولت کو سبب حظ کا سمجھا جاوے اور اُسکی لالچ ایسی کیجاوے جو عمل صالح کا سبب نہ ہو اور اللہ کا ثواب جو اُس سے بہتر ہے اُس کے ذریعہ سے نہ حاصل کیا جاوے یعنی حیات دنیا کے چاہنے کے لئے وہ غیر مرجح کر دیا جاوے

لباس کا مقصد ستر عورت اور زینت ہے

سورہ اعراف مین ہے یٰبنی — اے بنی آدم بیشک آتارا ہے

اٰدم قد انزلنا علیکم لباساً — تمہارے لئے لباس چھپاتا ہے

یواری سواٰتکم وریشاً — تمہاری شرمگاہون کو اور رونق ہے

ولباس التقوٰی ذٰلک — اور لباس تقوے کا وہ بہتر ہے یہ

خیر ذٰلک من اٰیٰت اللہ — اللہ کی آیات ہین تاکہ نصیحت

لعلھم یذکرون — پکڑو

پس اس آیت مین بنی آدم کے لئے لباس کا ہونا شرمگاہ چھپانے اور رونق ہونے کے لئے کہا گیا ہے یعنی لباس کا یہ دو مقصد

اور لباس تقوی اس سے اور بہتر ہے

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے - اور چونکہ تقوے سے بھی ان دونوں
امور کا فایدہ ہوتا ہے لہذا اللہ تعالی نے اس آیت مین لباس
تقوے کو لباس جسم سے بہتر کہا ہے اور اس کہنے کو اللہ کی
آیات مین سے شمار کیا ہے تاکہ لوگ ان آیات سے فایدہ اٹھاکر
تقوے اختیار کرین اور جس طرح لباس نہ ہونے سے شرماتے
ہین اور اُس پر حرص کرتے ہین اُسی طرح تقوے کے نہ ہونے سے
شرماتین اور تقوے پر حرص کرین -

غیر کے مکان مین داخل ہونے کے بابت ہدایات

سورہ نور مین ہے یا ایھا	اے مومنو نہ داخل ہو دوسرون کے
الذین امنوا لا تدخلوا	گہر مین اپنے گہر کے سوا
بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا	یہانتک کہ بول چال نہ کرلو اور اُسکے
و تسلموا علی اھلھا ذلکم	رہنے والون پر سلام نہ کرلو یہ بہتر ہے
خیر لکم لعلکم تذکرون	تمہارے لئے تاکہ نصیحت پکڑو - سو اگر
فان لم تجدوا فیھا احدا	نہ پاؤ اُسمین کسیکو تو اُسمین نہ داخل ہو
فلا تدخلوھا حتی یوذن	یہان تک کہ اجازت نہ ہو تم کو اور اگر
لکم و ان قیل لکم ارجعوا	کہا جائے تم کو پہر جاؤ تو پہر جاؤ وہ بہتر ہے
فارجعوا ھو ازکی لکم	تمہارے لئے اور اللہ جو کچھ تم
واللہ بما تعملون علیم	کرتے ہو جانتا ہے - تم پر گناہ نہین کہ داخل
لیس علیکم جناح ان تدخلوا	ہو غیر مسکونہ مکانون مین جسمین تمہارا
بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم	اسباب ہو اور اللہ جانتا ہے

واللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون — جو ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو
پس ان آیات مین چار حکم ہین - پہلے حکم کے نسبت یہ فرمایا کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ نصیحت پر عمل کرو اور اُسمین اُسمین سلام کرنا اور بول چال کرنا بھی شامل ہے اور دوسرے و تیسرے حکم مین یہ ہے کہ ستے اُن کے نہ جاؤ اور اگر لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ اللہ تمہارے عملون کو جانتا ہے یہ تمہارے لئے زیادہ ازکی ہے - لہذا حکم مین جو فواید ہین اُنکا بھی ذکر ہے اور چوتھے مین مکان غیر مسکونہ کا ذکر ہے جسمین خود اپنا اسباب رکھا ہو اگرچہ دوسرے کا مکان ہو کیونکہ اُسمین خود ہی اجازت ہوتی ہے اور اسکے بعد اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہے کہ جو کچھہ تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو اللہ جانتا ہے یعنی اگر برائیون کے نیت سے چھپا کر جاؤگے یا کوئی فعل برائی کا کروگے تو اللہ اُس کو جانتا ہے لہذا یہ سمجھہ کر بچو -

حکم پانچوان

سورہ احزاب مین ہے واذا — اور جب مانگنے جاؤ نبی کی بیویون
سالتموھن متاعا فسئلوھن — سے کچھہ چیز تو مانگ لو پردہ کے
من وراء حجاب ذالکم — باہر سے یہ اطہر ہے تمہارے
اطہر لقلوبکم وقلوبھن — قلوب کیلئے اور اُن کے قلوب کے لیے
جو غرض اور فواید اس حکم کے ہین کہ قلوب کے لئے اطہر ہین وہ خود آیت مذکورہ مین ہین اور قابل یاد رکھنے کے ہین - سورہ احزاب مین ہے
لا جناح علیھن فی اباءھن — کوئی پردہ نہین ہے عورتون پر اُنکے باپ سے
ولا ابناءھن ولا اخوانھن — آگے نہ بیٹون سے نہ بھائیون سے

ولا ابناء اخواتهن ولا ابناء	اور نہ اپنے بھائی بیٹون سے اور نہ اپنی
اخواتهن ولا نسائهن ولا ما	بہن کے بیٹون سے اور نہ اپنی مجلس عورتون سے
ملكت ايمانهن	اور نہ اپنے جنکے مالک اپنے ہاتھ ہو چکے ہین

سلام باہم مومنوںمین ہونا چاہیے اور وہ نشان ظاہری اسلام کا ہے

سورہ نساء مین ہے یا ایھا الذین	اے مومنو جب تم سفر کرو زمین مین
امنوا اذا ضربتم فی سبیل الله	اللہ کی راہ مین تو تحقیق کرلو اور نہ
فتبینوا ولا تقولوا لمن القی	کہو جس نے تم کو سلام کیا ہے
الیکم السلم لست مومنا تبتغون	تم مومن نہیں ہے تلاش کرنے کو
عرض الحیوۃ الدنیا۔	دنیا کی زندگی کو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنین کے درمیان سلام بطور ایک نشان اسلام کے قرار دیا گیا تھا اور بظاہر سلام کرنے والے کو مسلمان سمجھنا چاہیئے یعنی سلام ظاہری نشان اسلام کا ہے اور جب تک تحقیق نہ کرلیں کسی سلام کرنے والے کو غیر مومن نہ سمجھنا چاہیئے۔

آنیوالے جانیوالوں سے کسطرح پردہ و احتیاط کرنا چاہیئے

سورہ نور مین ہے یا ایھا الذین	اے مومنو چاہیئے کہ اجازت لے لین وہ
امنوا لیستاذنکم الذین ملکت	لوگ جنکے مالک ہو چکے ہین تمہارے ہاتھ اور
ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم	وہ جو نہین پہنچے تم مین بلوغ کو تین مرتبہ
منکم ثلث مرات من قبل صلوۃ	قبل صلوۃ فجر کے اور جب
الفجر وحین تضعون ثیابکم	وقت اتار رکھتے ہو اپنے کپڑے

من الظهيرة ومن بعد صلوة
العشاء ثلث عورات لكم ليس
عليكم ولا عليهم جناح بعدهن
طوافون عليكم بعضكم على بعض
كذلك يبين الله لكم الآيت والله
عليم حكيم ، واذا بلغ الاطفال
منكم الحلم فليستاذنوا كما
استاذن الذين من قبلهم
كذلك يبين الله لكم ايته والله
عليم حكيم والقواعد من
النساء التي لا يرجون نكاحا
فليس عليهن جناح ان يضعن
ثيابهن غير متبرجت بزينة
وان يستعففن خير لهن والله
سميع عليم ه

دوپہر کو اور بعد صلوٰۃ عشاء کے تین
تمہارے کھلے رہنے کے وقت ہین تم پر گناہ نہین
نہ ان پر بعد ان کے پھرا ہی کرتے ہو
ایک دوسرے کے پاس یون کھولتا ہے
اللہ تمہارے لیئے اپنی آیات اور اللہ
علیم حکیم ہے۔ اور جب بچے بالغ ہو جاوین
تو چاہیئے کہ اجازت لیوین جیسا کہ اجازت
لیتے تھے وہ لوگ جو ان کے پہلے تھے اسطرح بیان
کرتا ہے اللہ تمہارے لیئے آیتون کو
اور اللہ علیم حکیم ہے۔ اور بیٹھ رہی
تھکی ہین وہ عورتین جو نہین امید کرتین
نکاح کی تو ان پر گناہ نہین کہ اتار رکھیں اپنے
کپڑے نہ ظاہر کرنیوالی ہون اپنی زینت کو
اور اگر اس سے بچین تو بہتر ہے ان کیلئے
اور اللہ سمیع علیم ہے۔

پس تین وقت جو کھلے رہنے کا وقت ہے یعنی عموماً کپڑے اتار رکھنے کا وقت ہے ان کے لیئے یہ احکام ہین اور جو آیا جایا کرتے ہین ان کے بابت ہے اور جو عورتین نکاح کے قابل نہین رہ گئی ہین ان کو اجازت ہے کہ اگر اپنے کپڑون کو اتار رکھین جس سے زینت نہ ظاہر ہو تو حرج نہین ہے

یہ مطلب نہیں ہے کہ تنگی ہوں اسپر بھی یہ کہا گیا ہے کہ اگر اس سے بھی بچیں تو ان کے لئے بہتر ہے۔ جو فوائد ہیں وہ خود آیت میں مذکور ہیں اور حکمت و اسرار مذکور ہیں جو مخفی ہے وہ قابل حرز جان بنانے کے ہے۔

آنکھیں نیچی رکھنے اور حفاظت و زینت کے نظاہر کرنیکے احکام وغیرہ

سورہ نور میں ہے۔ قل للمؤمنین	تو کہدے مومن مردوں کو کہ نیچی رکھیں اپنی
یغضوا من ابصارهم ویحفظوا	آنکھیں اور حفاظت کریں اپنے فروج کی
فروجهم ذلك ازكى لهم ان	یہ پاکیزہ تر ہے انکیلئے اللہ خبردار ہے اُس سے
الله خبير بما يصنعون و قل	جو وہ کرتے ہیں اور تو کہہ مومن عورتوں کو
للمؤمنات يغضضن من ابصارهن	نیچی رکھیں اپنی آنکھیں اور محافظت کریں
ويحفظن فروجهن ولا يبدين	اپنے فروج کی اور ظاہر نہ کریں اپنی زینت
زينتهن الا ما ظهر منها و	مگر جو ظاہر رہتی ہے اسمیں سے اور چاہیے
ليضربن بخمرهن على جيوبهن	کہ ڈال لیں اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر
ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن	اور نہ دکھاویں اپنی زینت کو مگر اپنے شوہروں کیلئے
او آبائهن او آباء بعولتهن او	یا اپنے باپ کو یا اپنے خاوند کے باپ کو
ابنائهن او ابناء بعولتهن	یا اپنے بیٹوں کو یا اپنے خاوند کے بیٹوں کو
او اخوانهن او بنى اخوانهن	یا اپنے بھائیوں کو یا اپنے بھتیجوں کو یا اپنے
او بنى اخواتهن او نسائهن	بھانجوں کو یا اپنے ساتھ کی عورتوں کو یا
او ما ملكت ايمانهن او التابعين	جنکے مالک ہو گئے ہیں انکے ہاتھ یا ساتھ رہنے والوں کو
غير اولى الاربة من الرجال	جو شہوت والے نہ ہوں مردوں میں سے

او الطفل الذین لم یظهروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن ہ

یا ان لڑکوں کو جنہوں نے نہیں پہچانا عورتوں کی شرمگاہ کو اور نہ ماریں اپنے پاؤں کہ جانا جاوے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگار

پس ان آیات سے مومن مردوں کو آنکھیں نیچی رکھنے اور اپنے فروج کی حفاظت کا حکم ہے اور مومن عورتوں کو علاوہ اس کے یہی حکم ہے کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو چیزیں کہ ظاہر رہتی ہیں جنکے اُن کو سماتہ نہیں کیا جاتا اور وہ غالبا منہ اور ٹخنے کے نیچے پاؤں اور کلائی کے بعد ہاتھ ہیں اور اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینتوں کو ظاہر نہ کریں مگر اُن لوگوں پر جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔ اور نہ دھمکیں اپنے پاؤں کو جسمیں وہ زینت ظاہر ہو جاوے جس کو چھپایا ہے یعنی اگر زیورات ایسے پہنے ہوں تو اُس کی آواز نہ ظاہر کریں۔ دوسرے ان آیات میں جن پر زینت ظاہر کرنے کا حکم ہے اُسمیں نسائهن بھی ہے پس اس سے احتراز ہے بیرونی عورتوں اور جو لوگ صاحب شہوت نہ ہوں یعنی فطری نامرد ہوں اُن سے بھی زینت چھپانے کا حکم نہیں ہے اور ایسے بچوں سے جو عورت کی شرمگاہ سے واقف نہ ہوئے ہوں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ غرض زینت کے چھپانے سے یہی ہے کہ ایسے دواعیات سے بچیں جو منجر بہ زنا نہ ہو جاوے۔ آنکھیں نیچی رکھنے سے احساس نہیں ہوتا اور حفاظت دل کے ذریعہ سے ہوتی ہے لہذا اس خوبی سے ذکر کیا گیا ہے۔ جلابیب کے معنی عورتوں کی بیرونی چادر

ہیں جس نے اس کا ترجمہ بیرونی لباس کیا ہے یا اوڑھنیاں
وا اوپر کی چادریں پس گھونگھٹ بھی اس کا مفہوم ہوسکتا ہے خمر کے معنی
عورت کے سر کے لباس کے ہیں وہ ایک کپڑا ہوتا ہے جس سے عورتیں
اپنا سر ڈھانک اور چھپا لیتی ہیں لہذا گھونگھٹ اس سے ہو جاتا ہے۔ آنکھوں
کے نیچی کرنے اور فروج کی حفاظت کے بابت یہ بیان کیا گیا ہے اُن کی
لہم ولن، اس طریق سے ممانعت اور اس کی وجہ کو علیحدہ بیان کرنا
اس سے زیادہ اور کوئی بہتر طریق ممانعت کا نہیں ہوسکتا تھا اور جس کے
سامنے ہونے کا حکم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس غرض سے
سامنے نہیں ہوتے جب اس کی حفاظت ہوگئی تو پھر سامنے ہونے میں
کوئی مضایقہ نہیں۔ لہذا جس حکمت سے اجازت و ممانعت ہوئی ہے
وہ بھی ظاہر ہے

تجسس و سوءِ ظن

سورہ حجرات میں ہے یا ایھا — اے مومنو بچو بہت ظن
الذین امنوا اجتنبوا کثیرا — کرنے سے بعض ظن
من الظن ان بعض الظن — اثم ہے اور مت ٹٹولو
اثم ولا تجسسوا — بھید

پس اس آیت میں تجسس یعنی کسی کے بھید کے بلا ضرورت ٹٹولنے
اور بہت گمان کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور بہت گمان نہ کرنے کی
یہ وجہ بیان ہوئی ہے کہ بعض گمان اثم ہوتے ہیں لہذا تجربہ سے گمان

قایم کرنے مین احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور با احتیاط اس کو قایم کرنا چاہیئے اور کثرت سے گمانون کو قایم نہ کرنا چاہیئے اور اس کے بعد ہی تجسس نہ کرنے کا حکم ہوا تاکہ گمان کے ذریعہ سے اول بغیر احتیاط کے کسی کے نسبت راے نہ قایم کرین اور کسی کے نسبت بغیر ضرورت گمان قایم کرنے کے لئے تجسس نہ کرین پس ان دونون طریق سے بچنے سے بہت سے لوگون پر سوء ظن اور بہت سے لوگون کے درمیان فساد نہین ہوتا لہذا اتفاق کے لئے یہ بہتر طریق ہے۔ اور سورہ حجرات مین ہے۔

یاایھا الذین امنوا ان جاءکم	اے مومنو اگر آوے تمہارے پاس کوئی
فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا	فاسق کوئی خبر لیکر تو تحقیق کر لو کہین جا پڑو
قوما بجھالة فتصبحوا علی ما	کسی قوم پر نادانی سے پھر اپنے فعل سے
فعلتم نادمین ٥	نادم ہو

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق یعنے جھوٹ بولنے والے کی خبر پہلے تحقیق کر لینا چاہیئے ورنہ جہالت کا نتیجہ بھگتنا ہوگا لہذا ایسون مین گمان نہ کرنا چاہیئے بلکہ تحقیق کر لینا چاہیئے اور ایسی رفتار نہ رکھنا چاہیئے کہ کسی کی تجسس کرین اور کسی پر سوء ظن بلا وجہ ضرورت کر لیا کرتے ہین۔

گفتار کی ہدایات

سورہ بنی اسرائیل مین ہے وقل	اور کہدے میرے بندون کو
لعبادی یقولوا التی ھی احسن	کہ کہو وہ بات کہ جو اچھی ہو
ان الشیطان ینزغ بینھم ان	شیطان جھگڑا ڈلواتا ہے

الشیطٰن کان للانسان عدواً مبینا — شیطان انسان کے واسطے دشمن صریح ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بات اچھی کہنی چاہیئے تاکہ شیطانی فعل سے یعنے آپسمین جھگڑا نہ واقع ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کو ہدایت کرنے کا حکم فرمایا کہ بات احسن کہین یعنی غیر احسن باتون کے کہنے سے پرہیز کرین اور لفظ یا عبادی سے جو خوبی پیدا ہوگئی ہے وہ قابل خیال ہے اور یہ بھی کہ خود یا عبادی کہنا فعل احسن ہے جس سے بہتر طور سے نہین بیان ہوسکتا تھا۔ سورہ نساء مین ہے۔

لایحب اللہ الجھر بالسوء	اللہ کو اچھا نہین لگتا بری باتون کا علانیہ
من القول الا من ظلم وکان	پکارنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ سمیع علیم
اللہ سمیعاً علیما ان تبدوا خیراً	ہے اگر تم کھلے کرو بھلائی یا اسکو چھپاؤ
او تخفوہ او تعفوا عن سوء	یا معاف کرو برائی کو تو اللہ معاف کرنیوالا ہے
فان اللہ کان عفواً قدیرا	قدرت والا۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ برائی کا اعلان قول مین اللہ کو پسند نہین ہے مگر جس پر ظلم ہو وہ کہہ سکتا ہے۔ سورہ ابراہیم مین ہے۔

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول	ثابت رکھتا ہے اللہ ایمان والونکو قول ثابت
الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا	(مضبوط) کیساتھ حیات دنیا مین اور آخرت
وفی الاٰخرۃ ویضل اللہ الظٰلمین	مین اور گمراہ کرتا ہے ظالمین کو اور کرتا ہے
ویفعل اللہ ما یشاء	اللہ جو چاہتا ہے۔

اس آیت کے قبل کلمہ طیبہ کے نسبت ہے کہ وہ مثل درخت طیب کے ہے جسکی جڑ ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان مین ہے اور اُس کا پھل ہر وقت ملتا رہتا ہے اور مثال کلمہ خبیثہ کی مثل درخت خبیثہ کے دیگئی ہے کہ زمین مین جڑ نکڑے لیکن اسکو قرار نہین ہے پس قول ثابت یعنی مضبوط و پاکیزہ کے نسبت اس آیت مین ہے کہ اللہ ایمانوالونکو اُسپر مضبوط رکھتا ہے اور اسکے مقابلہ مین ظالمین کو گمراہ کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو پاکیزہ و مضبوط قول کلمہ نہ کہے وہ ظالم ہے اور اللہ اُس کو گمراہ کرتا ہے۔ سورہ نحل مین ہے

ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة — بلا اپنے رب کے راہ کیطرف حکمت اور نیک نصیحت کیساتھ

وجادلهم بالتی هی احسن — اور جھگڑا کر ان کیساتھہ اسطرح کہ بہت بہتر ہو

پس دعوت مین حکمت و احسن طریق کے اختیار کی ہدایت ہے۔ سورہ لقمٰن مین ہے۔

واغضض من صوتك ان انكر الاصوات لصوت الحمیر — اور نرم کر اپنی آواز بیشک بری آواز گدہے کی آواز ہے

سورہ حجرات مین ہے۔ ولا یغتب — اور اے مومنو تم ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو

بعضكم بعضا ایحب احدكم — کیا کوئی تم مین دوست رکھتا ہے اسکو کہ کہاوے

ان یاكل لحم اخیه میتا فكرهتموه — گوشت اپنے بہائی مردہ کا سو تمکو گھن آویگی

واتقوا الله ان الله تواب رحیم — اُس سے اور ڈر کرو اللہ سے اللہ تواب رحیم ہے

پس اس آیت مین پیٹھ پیچھے برا کہنے سے مردے بہائی کے گوشت کہانیکی مثال دیگئی ہے اور اُسکی ممانعت کیگئی اور اُس سے بچنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس سے بہتر مثال غیبت کے نقص کے ظاہر کرنے کی اور کوئی نہین ہو سکتی تھی۔ سورہ احزاب مین ہے۔

یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا — اے مومنو کہو بات سیدھی

یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم — صالح کر دیگا وہ تمہارے اعمال
اور مغفرت کر دیگا وہ تمہارے گناہوں کی
ذنوبکم
پس سیدھی بات کے کہنے کے حکم کے ساتھ مومنوں کو اس ثواب کا
بھی وعدہ ہے کہ ان کے اعمال صالح کر دیئے جاینگے اور گناہ بخشدیئے
جاینگے سیدھی بات کے کہنے کا پورا اثر خود اپنی اور دوسروں کی طبیعت پر پڑتا ہے
جو اعمال حسنہ کے صالح ہونے کا سبب ہوتا ہے لہذا قول سدید ضرور کہنا
چاہیئے پھر قول سدید کی پابندی ہی اسکی کرنی چاہیئے۔ سورہ زمر میں ہے

فبشر عباد الذین یستمعون — تو بشارت دو میرے ان بندوں کو جو سنتے ہیں
القول فیتبعون احسنہ اولٰئک — بات پھر پیروی کرتے ہیں اسکے احسن کی یہ
الذین ھدٰھم اللہ واولٰئک ھم — وہی ہیں کہ اللہ نے انکو ہدایت کی اور وہی
اولوا الالباب — صاحبان عقل ہیں۔

پس قول سنکر جو اس کے احسن پر عمل کرتے ہیں ان کو عقلمند قرار دیا گیا
لہذا قول سدید جو اس لیے کہتے ہیں کہ اسمیں سے احسن پر عمل کیا جاوے
وہ بھی سعادت عقلمندوں کی کرتے ہیں۔ سورہ نساء میں ہے

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن — جب تم کو تحیہ دیا جاوے تم بھی اس سے
منھا او ردوھا ان اللہ کان — بہتر تحیہ دو یا اسکو لوٹا دو اللہ ہر چیز کا
علٰی کل شیء حسیبا — حساب کرے گا۔

جب کسیکو بہتری کی دعا دی جاوے یا بہتری کی بات کسی کے لیے کوئی
کہے جسکو تحیہ کہتے ہیں تو اللہ تعالی نے اس سے بہتر کہنے والے کے حق میں

کہنے کا حکم دیا ہے یا اسکو لوٹانے کا اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ ہر چیز کا حساب ہوگا
پس دونوں کو ثواب ملیگا اور یہ امر آپس کی محبت والفت وہمدردی کے بڑہانے
مین بہت مفید ہے اس لئے اس کی پیروی کرنے کا حکم ہوا پس ہم خرما
وہم ثواب ہے اور دوسرے مومنین کی عزت کرنا درجہ بڑہاتا ہے اس سے بہتر طریقہ
ترغیب کا جو اس آیت مین ہے دوسرا نہین ہوسکتا۔ سورہ احزاب مین ہے۔

ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند	پکارو ان کو اُنکے باپون کے نام سے یہ زیادہ
اللہ فان لم تعلموا اٰبائھم فاخوانکم	انصاف کی بات ہے اللہ کے نزدیک سو اگر نہ جانو
فی الدین وموالیکم	اُنکے باپونکو تو وہ تمہارے بھائی ہین دین کے اور تمہارے رفیق

پس جہان تک ممکن ہو باپ دادون کے نام سے نام لینا چاہیئے اور اگر نام نہ جانتے ہین
تو رفیق اور اخوان فی الدین ہین اُسکی بنا پر پکارنا چاہیئے اس آیت سے انما المومنون
اخوۃ' کی تفسیر بھی ہوتی ہے۔ خطاب کرنے اور کسی کے پکارنے کا طریق
تہذیب کا خاص جزو ہے مختلف طریقہ سے لوگ مختلف آدمیون کو پکارتے اور
مخاطب کرتے ہین اُسمین سے ایک مخصوص حصہ کے بابت قرآن مین
بیان ہوا ہے کہ کسطرح پکارے جاوین چونکہ اُس حصہ کو خاص الفت یا اُس کی
مخالفت مین خاص دخل تھا لہذا اگر اُس کا بیان نہ کیا جاتا تو قرآن کے معجز ہونے کی
ایک دلیل رہ جاتی اس لئے اخوان فی الدین یا باپ کے نام سے پکارنیکا حکم ہوا
جس سے برے نامون سے پکارنے سے احتراز ہوتا ہے اور دینی بھائی
کہہ کر پکارنے کے طرف بجائے اس کے کہ جن کی اولاد مین نہ ہون اُن کی
اولاد کہکر پکارے جاوین اشارہ ہے یا رفیق دینی کہکر

سورہ جاثیہ مین ہے ویل لکل	وائے ہے ہر جھوٹے اثم کرنیوالے پر
افاک اثیم یسمع ایت اللہ تتلی	سنتا ہے اللہ کی آیات کو جو پڑھی جاتی ہین
علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم	اُسپر تو اصرار کرتا ہے کبر کرتا ہوا گویا کہ نہین سُنا اُسکو
یسمعہا فبشرہ بعذاب الیم	سو بشارت دے اُسکو عذاب دُکھ دینے والے کی

لہذا جو وعید اور جس طریق سے بیان مذکورہ آیت جیسے جھوٹون کے نسبت ہے وہ قابل خیال ہے۔ پس گفتار مین جو امور بیان پر بیان ہوئے اُن پر خیال کرنے سے کماحقہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طریق سے قرآن مجید مین بیان ہے وہ معجز ہے اور اُس سے بہتر طریق گفتار کا تعال و تصاحب کے لئے ہو نہین سکتے اور نہ اصول ایسے خوبی سے دوسرے طور پر بیان ہو سکتے ہین اُسکے ساتھ حسب ذیل مقامات کا بھی خیال کرنا چاہیئے جن کے نسبت قرآن مجید مین دوسری جگہ بیان ہے تو اور بھی حیرت ہوتی ہے اور اعجاز ثابت ہوتا ہے والدین کے نسبت قول کریم کہنا۔ نصیحت مین قول بلیغ کہنا تاکہ نصیحت پکڑین اور ڈرین قول لین کہنا۔ زور قول سے بچنا جو نہ کیا ہو اُس کے کہنے سے پرہیز کرنا نماز نہ زور سے پڑھنا نہ آہستہ سے بیچ کی راہ اختیار کرنا۔ ترتیل سے پڑھنا صدق قول و صدق وعدہ کا بہت مستحسن ہونا معاہدہ کی پابندی کرنا قول ثابت مومنین کو اللہ کا دنیا کی زندگی مین ثابت رکھنا وغیرہ۔

آداب مجلس

سورہ مجادلہ مین ہے یایہا الذین	اے مومنو جب کہا جاوے تمکو
امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس	کہ کشادہ بیٹھو مجلسون مین

فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل — تو کشادہ ہوجاؤ کشادگی دیگا تمکو اللہ اور جب
انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین — کہا جاوے کہ اٹھہ کھڑے ہو تو اٹھہ کھڑے ہو بلند کریگا
اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم — اللہ تم مین سے ایمان والون کے اور اُن لوگون کے جنکو علم دیا گیا
درجٰت واللہ بما تعملون خبیر — درجے اور اللہ جو تم کرتے ہو اُسپر خبر رکہتا ہے

پس آداب مجلس کا حکم اس آیت مین ہے۔ سورہ حجرات مین ہے۔

یا ایہا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من — اے مومنو ٹھٹھا نہ کرے کوئی قوم کسی قوم سے
قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم — شاید کہ وہ بہتر ہون اُنسے اور نہ کوئی عورت
ولا نساء من نساء عسیٰ ان — کسی عورت سے شاید کہ وہ عورت بہتر ہو
یکن خیرا منہن ولا تلمزوا انفسکم — اُس سے اور عیب نہ لگاؤ آپس مین ایکدوسرے
ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم — کو اور آپس مین ایکدوسرے کو بُرے لقبون سے مت پکارو
الفسوق بعد الایمان ومن — بُرا نام ہے فاسقی بعد ایمان کے اور جس نے
لم یتب فاولٰئک ہم الظٰلمون — توبہ نہ کیا تو وہی ظالم ہے

پس اس آیت سے ایک تو ٹھٹھا کرنے کی ممانعت ہے دوسرے بُرے لقبون سے پکارنے کی اور اُس کو فسق قرار دیا گیا ہے جو شایان ایماندارون کے نہین اور اُس سے جو توبہ نہ کرے تو اُس کو ظالم کہا گیا ہے۔ سورہ حجرات مین ہے۔ یا ایہا الذین اٰمنوا لا — اے مومنو مت آگے بڑہو خدا اور اُسکے
تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ — رسول سے اور تقوے کرو اللہ سے
واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم — اللہ سمیع علیم ہے۔ اے مومنو
یا ایہا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم — اونچی نہ کرو اپنی آوازون کو

فوق صوت النبی ولا تجهروا له	اوپر آواز نبی کے اور زور سے نہ بولو جیسے
بالقول کجهر بعضکم لبعض ان	کہ زور سے بولتے ہین بعض تمہارے بعض کیساتھ
تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون	ایسا نہو کہ اکارت جاوین تمہارے اعمال اور تمکو خبر نہو
ان الذین یغضون اصواتهم عند	جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہین رسول اللہ کے
رسول الله اولئک الذین امتحن	پاس اُنہین کے قلوب کو اللہ نے آزمایا ہے
الله قلوبهم للتقوی لهم مغفرة	تقوے کیلیے اُن کے لئے مغفرت اور اجر
واجر عظیم ان الذین ینادونک	عظیم ہے جو پکارتے ہین تجھکو حجرون کے پیچھے کے
من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون	اکثر اُن کے عقل نہین رکھتے اور اگر وہ صبر
ولو انهم صبروا حتی تخرج الیهم	کرتے یہان تک کہ تو نکلتا اُن کیطرف تو اُن
لکان خیرا لهم والله غفور رحیم	کیلیے بہتر ہوتا اور اللہ غفور رحیم ہے۔

پس ان آیات مین جو بات کہ اللہ اور اُس کا رسول کہے اُس سے آگے بڑہجانے
یعنی اور زیادہ اُس کے کرنے یا ترک کرنے کو کہنے اور آنحضرتؐ کی آواز پر
آوازون کے بلند کرنے اور آپ کے پاس زور کے لہجہ مین بھی بولنے کی ممانعت ہے
نیز حجرون کے پیچھے سے پکارنیکی بھی اور وعدہ وعید مذکور بھی آیات مین ہین۔
لہذا بڑے بڑے درجہ والون کا ادب واکرام بھی اسی قیاس سے ہونا چاہیئے۔

سورہ نور مین ہے انما المؤمنون	سوا اسکے نہین کہ مومنین وہ ہین جو
الذین آمنوا بالله ورسوله واذا	ایمان لاے اللہ اور اسکے رسولؐ پر اور جب
کانوا معه علی امر جامع لم یذهبوا	اُسکے ساتھ اُس امر پر ہوتے جو جمع کرنیوالا ہو
حتی یستاذنوه الآیہ	نہ چلے جاتین یہانتک کہ اُنکو اجازت نہو۔ الآیہ

پس ایسے جلسون مین جسکا ذکر اس آیت مین ہے بغیر اجازت چلا نہ جانا چاہیئے اور اسی قیاس پر ایسے جلسون مین جو باہمی کام و مشورہ کے لیئے ہون بغیر مہتمم کی اجازت و اطلاع کیئے ہوئے چلا نہ جانا چاہیئے۔ سورہ نور مین ہے۔

انما کان قول المومنین اذا دعوا	سوائے اسکے نہین کہ قول مومنین کا جب بلائے جاوین
الی اللہ و رسولہ لیحکم بینہم	اللہ اور رسول کیطرف تاکہ حکم کیا جاوے انکے درمیان
ان تقولوا سمعنا و اطعنا و اولٰئک	یہ ہیکہ وہ لوگ کہین کہ سنا ہمنے اور اطاعت کی
ھم المفلحون	ہمنے وہی فلاح پانیوالے ہین۔

رفتار و کردار

سورہ مومنون مین ہے قد افلح	بے شک فلاح پایا اُن مومنون نے
المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم	جو اپنی نماز مین خشوع کرتے ہین
خٰشعون والذین ھم عن اللغو	اور وہ جو نکمی بات سے
معرضون	اعراض کرتے ہین۔
اور سورہ فرقان مین ہے واذا مروا باللغو	اور بندے رحمٰن کے وہ ہین اور جب گذرین
مروا کراما	نکمی بات پر گذرین بزرگانہ

پس ان آیات سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ لغو سے روگردانی کرنا چاہیئے اور جب اُس پر جا نکلین تو بزرگانہ نکل جانا چاہیئے۔ سورہ فرقان مین ہے

والذین لا یشھدون الزور	اور بندے رحمٰن کے وہ ہین جو شامل نہین ہوتے جھوٹے کام مین

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سچے بندے وہ ہین جنکا کردار یہ ہے کہ جھوٹے کام مین شامل نہین ہوتے۔

سورہ فرقان مین سے وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما

اور بندے رحمن کے وہ ہین جو چلتے ہین زمین پر آہستہ اور جب بات کرنے لگین اُنسے بے سمجھ لوگ کہتے ہین کہ سلام ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو آہستہ زمین پر چلتے ہین ستنے کبر کی چال نہین چلتے اور جب جاہل اُن سے بات چیت کرتے ہین تو اُنسے کہتے ہین سلام یعنی اُن کی دل آزاری بھی نہین کرتے وہ عباد الرحمن مین سے ہین۔

کبر و تواضع

سورہ بنی اسرائیل مین سے ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا

اور نہ پیچھے پڑ اُسکے جسکا علم نہین تجھکو کان اور آنکھہ اور دل ہر ایک سے پوچھا جاوے گا اور نہ چل زمین پر اکڑتا ہوا تو ہرگز نہ پھاڑ ڈالیگا زمین کو اور نہ پہنچیگا پہاڑون تک لمبا ہوکر

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کا علم نہ ہو بیجانے اُسکے پیچھے نہ پڑنا چاہیئے اور سمجھہ لینا چاہیئے کہ اگر کان سے اُس کے متعلق سنینگے اور آنکھہ سے اُس کے متعلق دیکھینگے اور دل کو اُس کے متعلق لگا دینگے تو اُنہین سے ہر ایک کو جواب دینا ہوگا کہ کیون ایسا بیہودہ و عبث کام کیا اور زمین پر اکڑتے ہوئے چلنے کی بھی ممانعت ہی اور نہایت خوبی سے بیان ہے کہ تو ہرگز زمین کو نہ پھاڑ ڈالیگا

اور پہاڑ کی لمبائی تک ہرگز نہ پہنچے گا لھذا اس مجبوری پر اکڑنا کیا۔ پس کرد اکڑ
امور مذکورہ کے بابت بھی درست رکھنا اور مشی یعنے چلنے کے بابت بھی
جو ہدایت ہے اس کو اختیار کرنا چاہیئے۔ سورہ لقمٰن مین ہے

ولا تصعر خدک للناس ولا تمش	اور اپنے گال نہ پھلا لوگون کیلئے اور نہ
فی الارض مرحاً ان اللہ لا یحب	چل زمین پر اکڑتا بیشک اللہ کو نہین بھاتا
کل مختال فخور واقصد فی	کوئی اترانے والا فخر کرنیوالا اور چلنے
مشیک۔	مین میانہ روی کا چال چل۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ چلنے مین نہ بہت آہستہ چلنا چاہیئے نہ
بہت زور سے بلکہ میانہ روی اختیار کرنا چاہیئے تاکہ لوگون کو تکلیف نہ ہو اور
کبر و فخر نہ سمجھا جاوے اور گال بھی اسی غرض سے لوگون پر نہ پھلانا چاہیئے
اللہ کو اترانے والا بڑائیان کرنے والا نہین بھاتا۔

تو انگہ شوی پیش مردم عزیز	کہ مر خویشتن را نہ گیری بہ چیز
تواضع کند مرد را سرفراز	تواضع بود سروران را طراز
تواضع کند ہر کہ ہست آدمی	نہ زیبد ز مردم بجز مردمی
کسے راکہ عادت تواضع بود	ز جاہ و جلالش تمتع بود
تواضع عزیزت کند در جہان	گرامی شوی پیش دلہا چو جان
مرا پیر دانائے فرخ شہاب	دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش	دوم آنکہ بر غیر بد بین مباش
تکبر مکن زینہار اے پسر	کہ روزے ز دستش در آئی بسر

ہر کہ بیہودہ گردن افرازد | خویشتن را بہ گردن اندازد
لاف سرپنجگی و دعوے مردی بگذار | عاجز نفس فرومایہ چہ مردی چہ زنی
دشمن چو بینی ناتوان لاف از بروت خود مزن | مغزیست در ہر استخوان مردیست در ہر پیرہن

سورہ شعرا میں ہے واخفض | جھکا تو اپنے بازو کو اُن لوگون کے لئے
جناحك لمن تبعك من المومنین | جو پیروی کرین تیری مومنین مین سے سو
فان عصوك فقل انی بری بما | اگر نافرمانی کرین تیری تو تو کہہ مین بری
تعملون | ہون تمہارے عمل سے۔

بازو جھکانے سے رفتار و کردار و گفتار مین فروتنی کرنا یعنی تواضع مراد ہے اور اس آیت مین جو مومنین آنحضرتؐ سے عصیان کرین اُن کے افعال کے نسبت آنحضرتؐ کو یہ ہدایت ہے کہ آپ برأت ظاہر کرین۔ پس اس آیت سے تواضع مومنین و متبعین کیساتھ کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ سورہ حجر مین ہے۔

واخفض جناحك للمومنین | اور جھکا تو اپنے بازو مومنین کے لئے
وقل انی انا النذیر مبین | اور کہہ مین تو نذیر مبین ہون

اعتقادات اور عبادات سے غرض یہ ہے کہ خدا تعالی کی عظمت و وقار قایم کیا جاوے اور ایک دوسرے کی تائید کرین اور اُس پر آمادہ کرین۔
اللہ تعالی نے فرمایا ہے ان الذین | جو کبر کرین گے میری
یستکبرون عن عبادتی سیدخلهم | عبادت سے مین داخل کرون گا
جهنم داخرین | اُن کو جہنم مین ذلیل کرکے۔

پس عبادت سے تکبر کے یہ معنے ہین کہ جس غرض سے اللہ نے پیدا کیا ہے

اس سے روگردانی کیجاوے اور معرفت نفس اور معرفت خدا کو بھول جاوین
اسی لئے وعید مذکور ہے اور یہ بھی اس آیت و نیز دیگر آیات سے ثابت
ہوتا ہے کہ عظمت و وقار قایم کرنے کے لئے عبادت کیجاتی ہے لہذا
خالص طور پر خدا ہی کے لئے اسکو کرنے کا اور رغبت اور ڈر سے نہ کہ نفرت
اور بددلی و ریا سے اور تضرع اور خوف سے کرنے کا نہ کہ نشہ اغری سے حکم
قرآن مجید مین ہے - اور عبادت کا نتیجہ تقوے و حسن معاملت و صالح بننا ہے
یعنے دوسرے معنون مین تہذیب و تمدن کو ترقی دینا و نیک بننا و نیک بنانا
لہذا اصل غایت و غرض و مقصود آخر الذکر ہے جو بذریعہ عبادت حاصل کرائی
جاتی ہے - سورہ لقمان مین ہے -

انما یومن بایتنا الذین ذکروا بہا
خروا سجدا وسبحوا بحمد ربہم
وہم لایستکبرون تتجافی جنوبہم
عن المضاجع یدعون ربہم
خوفا وطمعا ومما رزقنہم
ینفقون

سوائے اسکے نہین کہ ایمان لاتے ہین ہماری آیات پر
وہ کہ جب انکو سمجھاؤ گرتے ہین سجدہ کرکر اور
تسبیح کرتے ہین اپنے رب کے حمد کی اور وہ تکبر
نہین کرتے الگ رہتی ہین انکی کروٹین اپنے
سونے کی جگہ سے پکارتے ہین اپنے رب کو
خوف و طمع سے اور ہمارا دیا خرچ کرتے ہین

تکبر کو دل برداشت نہین کرتا تو زبان کیطرف پھینک دیتا ہے اور احمق اسکو
کہدیتا ہے - یہہ حال متکبر کا ہوتا ہے کہ جب تک پہاڑ کے نیچے نہین جاتا
نہین سمجھتا کہ ہر فرعونے را موسائے - اپنے سے بڑے اور اپنے سے زیادہ
متکبر کے سامنے اسکی کچھہ نہین چلتی وہ نہین سمجھتا کہ مین کیا کہہ رہا ہون اور کس سے

کہہ رہا ہون اور کیا کہہ رہا ہون جیسا کہ ایک امیرزادہ ایک فقیرزادہ سے بحث کر رہا تھا کہ میرے باپ کی قبر تیرے باپ کی قبر سے زیادہ عمدہ بنی ہے فقیرزادہ نے کہا کہ جب تک تیرا باپ بھاری پتھرون کے نیچے کسمسر قبرین کریگا اس سے پہلے میرا باپ بہشت مین پہنچ جاوے گا۔ علم و عمل نسب و جمال و قوت و مال و کثرت یاران و مددگاران یہ سات چیزین سبب کبر کا ہوتی ہین اگر انسان غور کرے تو انمین سے کوئی بھی انسان کی پیدا کی ہوئی نہین ہے انمین سے یا کسیمین زعم باطل مین متکبر اپنے کو بہتر سمجھتا ہے اور اُس پر فخر و سرور پیدا کرتا ہے جیسے مخنث اپنے ہمسر پر حالانکہ اُسکی حرکات بیہودہ ہوتی ہین پس زعم باطل سبب کبر کا ہوتا ہے اگر انسان اپنی پیدایش و حالت و حاجت اور ایک دن ہلاک ہوجانے پر غور کرے تو کبر نہ کرے کہ پہلے انسان ناپاک بوند سے بنا اور پھر ناپاک جگہ سے پیدا ہوتا ہے اور مرد اتنا پاک مرنے پر اُس کا جسم ہوجاتا ہے اور غلاظت کو وہ اپنے معدہ مین لئے پھرتا ہے یہی حقیقت اُسکی ہے۔ کبر کی علامت و آثار حسب ذیل ہین۔ سانس بہت گہری چلنے لگتی سینہ وغیرہ پھولجاتا اور عضلات اُبھرے معلوم ہوتے ہین چلتے ہوئے سارا جسم اکڑا ہوا معلوم ہوتا سر اور چہرہ اوپر کیطرف اُٹھا رہتا ہے موچھون کے بال کسیقدر کھڑے ہوجاتے ہین اور پیشانی پر ہلکی شکن پڑی رہتی ہے۔ انانیت یا بعض کا دعوے ہے کہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے اسمین افراط ہو تو اس کا نام کبر و غرور ہے اس کے مماثل جذبات خودبینی خودپسندی و افراط خود اعتمادی و خودستائی و خودنمائی اور مختاری ہین کبر ایک مستقل و

مستقر کیفیت نفس انسانی کی ہے بخلاف جذبات خوف وغضب کے جو ہنگامی و آنی ہوتے ہین انانیت یعنی یہ ہے کہ دوسرون کے مقابلہ مین اپنے کو حقیر و فروتر سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوا گر باعتدال ہو تو اسکا نام انکسار و تواضع ہے۔ افلاطون نے اس سوال پر کہ ظالم تر آدمیون کا کون ہے یہ جواب دیا کہ جو اپنی قدر نہ جانے اور ایسے آدمی سے فروتنی کرے جو اُس کا اکرام نہ کرتا ہو۔ ارسطو نے کہا ہے کہ اپنی قدر سے کم قیمت لینا نامردی و بزدلی ہے۔ انا کا علم ہر آدمی رکھتا ہے لیکن اپنی ذات کے برتر یا حقیر یا قدر ہا سنے کی کیفیت بھی ابتدائے عمر ہی مین غیر محسوس طور پر انسان کے نفس مین لا ننا پیدا ہوتی ہے جو خود بینی اور خودی یا بیخودی کی مظہر ہے۔

از ان کو حق نمی داند سپہر پیر — که روح از صحبت او در عذاب است
کسے کو میکند نعمت فراموش — از او کردن فراموشی ثواب است

با وقار رہ بغیر تکبر و خندہ و قہر کے۔ تواضع کر بغیر ذلت کے۔ میانہ روی اختیار کر بغیر نفرت دلانے کے۔ تکبر وہ خصلت ہے کہ متکبر اپنے کرتے کیلئے اسکو پسند کرتا ہے مگر اُس کے ہمسایہ اور دیگر اشخاص اگر اُس کیلئے کرین تو اُس کو نہین دیکھ سکتا۔ متکبر اپنی حالت دیکھنے اور سمجھنے سے اندھا ہوجاتا ہے حالانکہ لوگ کوے کو ہنس کی چال چلتے دیکھکر تعجب کرتے ہین اور بیجا فخر سننا گوارا نہین کرتے لیکن متکبر نہین سمجھتا کہ لوگ اُس سے کیسا تنفر کرتے ہین۔ گھوڑے کی قیمت اصطبل مین بہ نسبت نخاس کے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ جسطرح خود بینی یعنے اپنی ذات کو دوسرون سے اچھا سمجھکر بغیر وجہ کافی کبر کرنا و خود ستائی کرنا مذموم ہے اسیطرح خود فروشی و خود فراموشی بھی ذلیل و رسوا کرنے والی ہے۔ خودی دو معنون مین استعمال

ہونے لگی ہے ایک یہ کہ خودبینی کیجاوے دوسرے یہ کہ خودفروشی و خودفراموشی
نہ کیجاوے اور اپنی قدر و عزت و تمکین و وقار کا خیال رکھا جاوے اسیطرح
خودفراموشی کے یہ معنے بھی بعض اشخاص لیتے ہیں کہ اپنی ذات کو
لاطائل کاموں سے بھلا دینا اور انکسار و تواضع کرنا اور رضا اور حکم خدا کے
مقابلہ میں اپنے کو بھول جانا۔ خودداری یہ ہے کہ اپنے کو بیجا خوشی اور بیجا
رنج اور بیجا ولولوں و ذلت سے محفوظ رکھنا اور نفس کو اسطرح کے افعال یا ترک
افعال سے روک رکھنا کہ دوسروں پر ظلم نہ ہو اور وہ نفرت نہ کریں اور اپنی
حفاظت بروں سے ہو۔ غرض یہ ہونی چاہیئے کہ عزت و وقار کے خلاف
عدم خودداری کے وجہ سے ناشناس عمل نہ کریں اور اسطرح ذلت
و رسوائی سے حفاظت ہو اور جس قدر کے کہ لایق ہوں وہ قدر کیجاوے
جو سبب آرام و فایدہ و کامیابی کا ہو اور نتایج عمل سے فایدہ ہو برخلاف
اس کے افراط انکسار و نرمی سے لوگ گستاخ ہوتے ہیں اور نا اہلوں
ظالموں اور سفیہوں کو تمسخر و ایذا دہی و نقصان پہنچانے کا موقع ملتا ہے یہ
ضرور نہیں ہے کہ دل میں بھی کیفیت اپنے بلند قدر ہونے کی ہو بلکہ مقصد یہ
ہونا چاہیئے کہ ایسا با فراط انکسار نہ کیا جاوے کہ حفاظت و کامیابی نہ ہو متکبر و
مغرور سے انکسار کرنا اس کو اور بھی زیادہ متکبر بناتا ہے اس سے ملنا اور اسکا
نہ ملنا بعض اوقات اور بھی مضر ہے۔ عاجزی و مسکنت و تذلل وغیرہ مماثل جذبات
تفریطی ہیں بعض نے کہا ہے کہ کبر و فخاری جذبات مسرت و غضب کی درمیانی
کیفیت ہے جو خودنما چاہتا ہے کہ اسکی تعریف کریں مغرور خود اپنی حالت پر فخر کرتا ہے

معرفت نفس اور خود اعتمادی اور اپنا وقار رکھنا اور اپنی قدر کرنا اگر افراط تفریط نہ ہو محمود ہیں۔

زمین کے کل طیبات کا حلال ہونا و مستثنی جن کا کھانا حرام ہے انکی تفصیل

سورہ بقر میں ہے یاایہا الناس	اے آدمیو کھاؤ جو کچھ زمین میں ہے حلال پاکیزہ
کلوا مما فی الارض حلالا طیبا	اور پیروی نہ کرو شیطان کے قدموں کی
ولا تتبعوا خطوات الشیطن	وہ تمہارا دشمن صریح ہے
انہ لکم عدو مبین انما یامرکم	سوائے اس کے نہیں کہ حکم کرتا ہے
بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی	تم کو برائی اور فحشاء کا اور اس کا کہ کہو
اللہ مالا تعلمون ہ	اللہ پر جو تم کو معلوم نہیں۔

اس آیت میں حلال طیب کے کھانے کی تمام آدمیوں کو ہدایت ہے اور حلال طیب نہ کھانا شیطان کے قدموں پر چلنا بیان ہوا ہے اور نتیجہ حلال طیب نہ کھانے کا سوء و فحشاء میں مبتلا ہونا اور اللہ پر وہ بات کہنا جو نہ جانتے ہوں بیان ہوا ہے۔ پس ایسی چیز جسکا نتیجہ ان تینوں عیوب میں یا انمیں سے ایک ہو وہ حلال طیب نہیں ہے۔ سورہ بقر میں ہے۔

یاایہا الذین امنوا کلوا من طیبت	اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تمہارے
ما رزقنکم واشکروا للہ ان کنتم	لئے رزق دیا ہے اور شکر کرو اللہ کا اگر تم
ایاہ تعبدون انما حرم علیکم المیتة	اسکی عبادت کرتے ہو سوائے اسکے نہیں کہ حرام کیا گیا ہے

والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم ٥

مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور جسپر پکارا گیا ہو نام غیر اللہ کا سو جو کوئی بیقرار ہو نہ بغاوت کرتا ہو اور نہ زیادتی تو اسپر گناہ نہیں اللہ غفور رحیم ہے۔

اس آیت میں مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ طیبات میں سے کھاویں اور حرمات کو کھانا اثم قرار دیا گیا ہے اور جو مضطر ہو کر کھالیوے جسمیں زیادتی اور بغاوت نہ ہو کہا گیا ہے کہ اس پر اثم نہیں ہے اللہ غفور رحیم ہے۔ سابقہ مذکورہ آیت میں چونکہ خطاب عام آدمیوں کے ساتھ تھا جسمیں مومن وغیر مومن شریک تھے لہذا اُن کے لیے اثم نہیں کہا گیا اور اس آیت میں شکر رزق یہ قرار دیا گیا ہے کہ طیبات کو کھاویں اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اُس کا شکر کرو۔ جو چیزیں کھانے کیلئے حرام کیگئی ہیں اُن کا انحصار اتنا سے ہے اُنکی تفصیل یہ ہے مردہ۔ لہو اور سور کا گوشت پس یہ چیزیں مضر اور فساد کی پیدا کرنے والی بھی ہیں۔ چوتھی چیز جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اُس کو حرام کیا ہے اُسکی حرمت نفس شئے میں غیر طیب یا مضر ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ محافظت شرک کے لئے ہے کیونکہ مشرک غیر اللہ کے نام سے جانور کو ذبح کرتے یا چھوڑ دیتے تھے اور ذبح کرنے میں ایسے طریق کو استعمال کرتے تھے جو مضر ہو پس نتیجہ اُن کا سود ہوتا تھا یا یہ کہ ان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون میں شامل ہوتا تھا پس جسطرح ظاہر اثم کے چھوڑنے کا حکم ہوا باطن اثم کے چھوڑنے کا بھی حکم ہوا تا کہ ظاہری دباطنی

پاکی دونون کا سبب ہو۔ سورہ مایدہ مین ہے۔ حرمت علیکم المیتۃ و الدم ولحم الخنزیر و ما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ و الموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ و ما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب و ان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ واتقوا اللہ ان اللہ سریع الحساب الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم وطعامکم حل لھم ان آیات مین اور مزید تفصیل ہے اور سمیۃ الا النجس لحم گوشت گرکر اور چوٹ سے اور گرکر اور سینگ سے مارنے سے اور پھاڑنیوالے جانور کا کھایا ہوا جس کو ذبح نہ کیا ہو حرام بتایا گیا ہے ظاہر ہے کہ ان سب مین یا مردہ ہوتا ہے یا لہو پس یہ سب تفصیل اسکی ہے اور تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈالکر بانٹا ہوا بھی حرام کیا گیا ہے اور اس کو فسق کہا ہے پس وہ ما اہل لغیر اللہ مین شامل ہے اور کہا گیا ہے کہ جو لاچار ہو گیا ہو بھوکہ مین گناہ پر نہ ڈھلتا ہو تو اللہ غفور رحیم ہے اور حلال کی تفصیل یہ بتائی گئی ہے کہ طیبات تم کو حلال ہے اور جو سدہاؤ شکاری جانور دوڑانے سے جنکو سکہاتے ہو تو تمہارے لئے رکھ چھوڑین اس کو کہاؤ اور اللہ کا نام لو اسمین اور کہانا ان لوگون کا جنکو کتاب دیگئی ہے

مومنون کو حلال ہے اور مومنون کا کھانا اُن کو حلال ہے۔ پس جو چیزین
حرام ہین اُسکے علاوہ طعام اہل کتاب کا بھی حلال قرار دیا گیا ہے۔ سورہ انعام مین ہے

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما — تو کہہ مین نہین پاتا ہون اُسمین جو وحی کیگئی ہے
علی طاعم یطعمہ الا ان یکون — میری طرف حرام ہونا کسی کھانیوالے پر جو کھاوے اسکو
میتۃ او دما مسفوحا او لحم — مگر یہ کہ مردہ ہو یا لہو بہایا ہوا یا گوشت سور کا کہ وہ
خنزیر فانہ رجس او فسقا — ناپاک ہے یا فسق کہ جسپر پکارا گیا اللہ کے
اہل لغیر اللہ بہ فمن اضطر — سوا نام پھر کوئی عاجز ہو نہ بغاوت کرنیوالا
غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور — نہ زیادتی کرنے والا تو تیرا رب غفور
رحیم — رحیم ہے

اس آیت مین بہت صاف یہ کہا ہے کہ سوا مذکورہ آیت کے اور وحی کے
رو سے کوئی چیز حرام نہین ہے اور مذکورہ چیزون کو رجس کہا ہے صرف اہل بہ
لغیر اللہ کو فسق۔ یہین وجہ حرمت بھی بیان کر دی ہے اور دم کی تفصیل بھی
کر دی ہے کہ دم مسفوح حرام ہے۔ سورہ نحل مین ہے۔

فکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا — سو کھاؤ اُسمین سے جو دیا اللہ نے تمکو حلال طیب
واشکروا نعمت اللہ ان کنتم — اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر تم اُسکی عبادت
ایاہ تعبدون انما حرم علیکم — کرتے ہو سوائے اسکے نہین کہ حرام کیا ہے تم پر
المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما — مردہ اور لہو اور سور کا گوشت اور جسپر نام
اہل لغیر اللہ بہ فمن اضطر — پکارا جاوے غیر اللہ کا پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے
غیر باغ ولا عاد فان اللہ غفور رحیم — بغاوت نہ کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ غفور رحیم ہے

ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون متاع قليل ولهم عذاب اليم

اور مت کہو اپنی زبان کے جھوٹ جتانے سے یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہین وہ فلاح نہین پاتے تھوڑا برت لین اور اُن کیلئے عذاب الیم ہے۔

ان آیات مین بعض تفاصیل مزید ہین یعنے شکر نعمت اللہ کا لکھا ہے اور لکھا ہے کہ نہ کہو اپنی زبان کے جھوٹ جتانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو فسق سے مراد یہ ہے کہ جسقدر تفصیل بروے وحی و قران ہے اُس سے زیادہ کسیکو حرام یا حلال کہنا اور اُس کو اللہ کا حکم قرار دینا اور قیاسی و اجتہادی شی کو قطعی حرام قرار دینا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ سوء و فحشاء جن چیزون سے پیدا ہوتا ہو اور ان تقولوا مالا تعلمون کا وقوع ہوتا ہو وہ چیزین بھی کہانیکے قابل نہو اگرچہ انکی تفصیل قران مین نہ ہو لیکن قطعی حرام کہنا اور انکی حرمت اللہ کے طرف کسی کا منسوب کرنا صحیح نہین ہے۔ سورہ انعام مین ہے۔

ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وانه لفسق وان الشيطين ليوحون الى اوليئهم ليجادلوكم وان اطعتموهم انكم لمشركون۔

اور نہ کھاؤ اُسمین سے جس پر نام نہ لیا گیا ہو اللہ کا وہ فسق ہے اور شیطان دلمین ڈالتے ہین اپنے رفیقون کے کہ تمسے جھگڑا کرین اور اگر تم ان کی اطاعت کرو تو تم مشرک ہوئے۔

پس اس سے جس پر اللہ کا نام ذبح کرتے ہوئے نہ لیا گیا ہو اُس کا فسق ہونا اور جو لوگ اُس مین مجادلہ کرتے ہین اُن کی اطاعت کرنا شرک قرار دیا گیا ہے

جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حفاظت شرک کے لئے وہ حرام ہوا۔ سورۂ انعام

مین ہے۔ وذروا ظاہر الاثم وباطنہ — اور چھوڑ دو ظاہر گناہ اور اُس کے باطن کو

سورہ مومنون مین ہے یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم — اے رسولو کہاؤ طیبات مین سے اور عمل کرو صالح اور جو کچھ تم کرتے ہو اُس کا مین علیم ہون۔

پس اس آیت مین رسولون کو بھی طیبات سے کہانے کا حکم ہوا اور اُس کے ساتھہ ہی صالح عمل کرنے کا بھی حکم ہے تاکہ معلوم ہو کہ طیبات کے کہانیسے صالحیت عملی پیدا ہوتی ہے یعنی سوء و فحشاء پیدا کرنے والی چیزون سے بچنا صالحیت عملی کو پیدا کرتا ہے۔ لہذا ثابت ہوتا ہے کہ طیبات کی حلت اور غیر طیبات کی حرمت صالحیت کے پیدا کرنے اور ترقی دینے کی غرض سے ہے اور خود انسان کو اُس سے فایدہ ہے اسی لئے حرام چیزین اثم قرار دیگئی ہین۔ سورہ مایدہ مین ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود احلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم ان اللہ یحکم ما یرید یا ایہا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام ولا الہدی ولا القلائد ولا امین — اے ایمان والو پورا کرو قرار حلال ہوئے تم کو چوپائے مویشی کے سوا اُس کے جو تم کو سناوینگے غیر حلال شکار جب تم احرام مین ہو اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے۔ اے ایمان والو حلال نہ سمجھو اللہ کے نام کی چیزین اور نہ ادب والے مہینہ اور نہ ہدی اور نہ قلاید اور نہ آنیوالون کو

البیت الحرام یبتغون فضلاً من
اور بیت الحرام کا قصد کرتے ہیں فضل پروردگار اور

ربہم و رضواناً واذا حللتم فاصطادوا
رضامندی کی اور جب احرام سے باہر آؤ تو شکار کر سکتے ہو

آیات مذکورہ بالا سے جس وجہ سے جو چیزیں کھانے کے لیے حرام کی گئی ہیں وہ ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حلال طیب کھانے کی تاکید ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ پر افترا نہ باندھو کہ فلاں چیز اللہ کی طرف سے حلال ہے اور فلاں چیز حرام جو اللہ پر کذب و افترا کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے لیکن جسقدر حرام کی تصریح قرآن مجید میں ہے اُس کے علاوہ اللہ کے حکم سے حرام کہنا اللہ پر افترا ہے کذب کرنا ہے۔ پس جس حکمت کے ساتھ احکام مذکور بیان ہوئے ہیں وہ معجز ہیں۔ سورہ مایدہ میں ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا لیبلونکم اللہ بشیٔ
اے مومنو اللہ تم کو آزماویگا البتہ ایک شے میں

من الصید تنالہ ایدیکم و رماحکم
شکار کے کہ پہنچتے ہیں اُسکو تمہارے ہاتھ اور تمہارے

لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب فمن
نیزے کہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے بالغیب ڈرتا ہے

اعتدی بعد ذالک فلہ عذاب الیم
سو جسنے زیادتی کی بعد اسکے تو اسکو عذاب الیم ہے

یا ایہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید
اے مومنو نہ مار ڈالو شکار کو اور تم احرام میں ہو

و انتم حرم و من قتلہ منکم متعمداً
اور جس نے مار ڈالا اُن کو بالقصد تو

فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ
بدلا اُس مارے کے برابر چوپایوں سے ٹھہراویں

ذوا عدل منکم ہدیاً بالغ الکعبۃ
دو معتبر تم میں کہ نیاز پہنچاوے کعبہ کو

او کفارۃ طعام مسٰکین او عدل
یا کفارہ کھانا مسکینوں کا یا اُس کے برابر

ذالک صیاماً لیذوق وبال امرہ
روزے کہ چکھے سزا اپنے کردار کی

عفا اللہ عما سلف ومن عاد | معاف کیا اللہ نے جو ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا
فینتقم اللہ منہ واللہ عزیز ذو انتقام | اُس سے اللہ بدلا لیوےگا اور اللہ غالب صاحب انتقام ہے
اُحل لکم صید البحر وطعامہ | حلال کیا گیا ہے تمہارے لئے شکار بحر کا اور اُس کا کھانا
متاعاً لکم وللسیارۃ وحرم علیکم | منفعت تمہارے لئے اور مسافروں کیلئے اور حرام کیا گیا ہے
صید البر ما دمتم حرماً واتقوا | شکار بر کا جب تک تم احرام میں ہو اور تقویٰ کرو
اللہ الذی الیہ تحشرون ۰ | اُس اللہ سے جس کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے

ان آیات میں کفارہ شکار بر کا اور اُس کی حرمت مذکور ہے ... کفارہ ادا کیا جاوے اور بحر کا شکار حلال کیا گیا ہے اور ... اس بات کی قرار دی ہے کہ کون اللہ سے بالغیب ڈرتا ہے یعنی صرف اسلئے کہ مکہ معظمہ امن کی جگہ ہے شکار بری بھی وہاں کے حالت احرام میں حرام کیے گئے اور اس حجت کا جواب کہ احرام سے اور شکار سے کیا خاص تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے گویا یہ دیا کہ تاکہ اللہ سمجھے کہ کون اُس کو بالغیب ڈرتا ہے یعنی احکام کو بلا حجت اور صرف ایمان بالغیب پر مانکر اُس پر عمل کرتا ہے اور دلایل نہیں طلب کرتا۔

پس اس حکم پر بغیر فلسفیانہ وعقلی دلیل کے حکم کے بجہ سے عمل ہونا چاہیئے اور اس کے عدم تعمیل کا نتیجہ عذاب الیم ہے اور عذاب الیم اللہ تعالیٰ کے حکم نہ تعمیل کرنے کا نتیجہ ہے نہ کہ شکار کرنے کا۔ اور مصلحت واقعی بھی بظاہر بہت ظاہر اور وقوف وادراک عامہ سے باہر نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے تا کہ بغیر اختلاف ومزید تفقہ کے عمل ہو یہ حکم دیا اور مصلحت یہ ہے کہ چونکہ بغیر اسلحہ کے شکار خشکی کا نہیں ہوتا ہے لہذا بیت الحرام میں ایسے شکار کی اجازت نہیں دیگئی

کہ بوجہ اسلحہ یا آواز اسلحہ یا سامان اسلحہ فساد و خون خرابہ نہ واقع ہو اور اتفاقیہ انسان کی جان کا نقصان نہ ہو اور بیت الحرام کی حرمت مین فرق نہ آوے برخلاف اس کے بحر کے شکار مین اسلحہ کی ضرورت واقعی نہین اور نہ حدود بیت الحرام مین کوئی ایسا بڑا سمندر ہے جسمین ایسا شکار کیا جاوے جو فایدہ یعنی کھانے کے کام مین آسکے لہذا حکم مذکور مصلحت و اسرار اصلی و واقعی و حکمی پر مشتمل ہے۔

سورہ مایدہ مین ہے۔ لیس علی الذین — نہین ہے ان لوگون پر جو ایمان لائے اور عمل صالح
امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما — کیا گناہ اسمین جو کھا چکے جب تقوے کرین
طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا — اور ایمان لاوین اور عمل صالح کرین پھر
الصلحت ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا — تقوی کرین اور نیکی کرین اور اللہ دوست
واحسنوا واللہ یحب المحسنین ٥ — رکہتا ہے نیکی کرنیوالون کو۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنیوالون پر جو ان چیزون کو کھا چکے ہین جن کا کھانا حرام ہوا ہے تو کچہ گناہ نہین ہے جب وہ آیندہ اللہ سے ڈر کر بچین اور ایمان لاوین پھر ان متواتر افعال کے بعد اللہ سے ڈر کر بچین اور نیکوکاری کرین پس ایسی صورت مین گناہ نہین ہے۔
شراب کی حرمت کے حکم کے بعد یہ آیت ہے جو حرام چیز کھانے اور پینے دونون سے متعلق ہے چونکہ انسانی طبیعت عموماً ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب مضر یا نجس چیز اپنے خیال مین کوئی انسان کھاتے یا پی لے تو گھن اور خلش باقی رہتی ہے اور طبیعت مین جسطرح گھن اور خلش باقی رہتی ہے اسیطرح یہ بھی خیال رہتا ہے کہ اللہ نے حکماً حرام کر دیا تھا معلوم نہین کہ جسقدر رگون مین

سرایت کرگیا ہے وہ نکل گیا یا نہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے کیلئے بھی بار بار خیال اتقاء اور احسان کا دلایا ہے تاکہ کیفیات و خیالات مذکور بھی پیدا ہو جاویں اور اُن کے مقابل کے اسی قسم کے خیال تقوے و احسان کے پیدا ہو جاویں اور جو کھا پی چکے ہوں اُن کی توبہ کے لئے خاص کر حکم مذکور ہوا نیز یہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر کی تھی کہ جو لوگ قبل حرمت کھا پی چکے ہیں اُن کے نسبت یہ حکم ہے بہر حال دونوں تفسیروں میں تناقض نہیں ہے کہ باہم اجتماع نہ ہو سکے

خون کے کھانیکی حرمت کیوجہ و جانور کے ذبح کا سبب

خون کا کھانا بروئے قرآن مجید حرام ہوا ہے لہذا دیکھنا یہ ہے کہ اُس کے کھانے سے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ بطور خوراک اس مرکب کو استعمال کرے جسمیں مندرجہ ذیل اشیاء موجود ہوں (۱) پروٹین (یہ گوشت کا جزو اعظم ہے)۔ (۲) کاربو ہائیڈریز یعنی شکر وغیرہ (یہ نباتات کا جزو اعظم ہے) (۳) روغن۔ معدنیات و پانی۔ اگر یومیہ خوراک کا بصورت فہرست اندازہ کیا جاوے تو مندرجہ ذیل ہوگی۔ پروٹین .... ۲۰ اگریز

کاربوہائیڈریٹز .... ۵ گریز روغن .... ۶۰ گریز معدنیات .... ۳۰ گریز

فرض کرو کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک پونڈ گوشت کھاتا ہے۔ اب اگر اسمیں سے خون بالکل خارج نہ ہوا تو قریباً نصف اونس تو اسمیں خون ہوگا اور خون کی ترکیب مندرجہ ذیل ہوگی۔

کاربوہائیڈریٹیز { پانی .... ۹۲ فیصدی ـ پروٹین .... ۶ فیصدی
{ شکر .... ۱۵ر ″ ـ روغن .... نہایت خفیف

سمیات:۔ (پوریا ۲۰ر فیصدی)۔ یسیتھین۔ کولسٹرول۔ لیکٹک ایسڈ وغیرہ وغیرہ

معدنیات .... نہایت خفیف

گیسز:۔ رنگ و خوشبودار اشیاء۔ آکسیجن۔ کاربونک ایسڈ و نائیٹروجن۔

گیسوں میں سے آکسیجن کی غذائی طاقت صفر ہے۔ کاربونک ایسڈ ایک زہر ہے اور نائیٹروجن محض بے تاثیر۔ بلکہ اگر حد سے زیادہ استعمال کیجائے تو زہر ہے۔ پس اس ترکیب سے واضح ہوتا ہے کہ خون کی غذائی طاقت نہایت خفیف ہے علاوہ ازیں خوراک تو کھانے پر ہضم ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے مگر برخلاف اس کے سمیات جب بدن میں داخل ہوتی ہیں تو فوراً ہی خارج نہیں ہوجاتیں بلکہ جیسا کہ بارہا وقوع میں آچکا ہے جمع ہوتی رہتی ہیں اور جب ایک خاص مقدار میں اکٹھا ہوجاتی ہیں تو اچانک جسم کی ہلاکت کا باعث ہوجاتی ہیں۔ خون جو بعد از موت ایک جانور میں پایا جاتا ہے وہ گندہ ہوتا ہے اور اس میں سمیات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریانی خون اجزائے دل سے نکلکر رگ و ریشہ تک پہنچنے میں اس کی آکسیجن کا مضر مادوں سے تبادلہ ہوجاتا ہے پھر موت وارد ہونے پر دل کی حرکت فوراً بند نہیں ہوجاتی۔ انسانوں میں روح کی مفارقت کے بعد دو تین دفعہ اور مینڈک میں ۴۸ گھنٹے تک دل حرکت کرتا رہتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ شریانیں بعد از موت خالی پائی جاتی ہیں اور اُن کے مقابل پر وریدیں خون سے بھرپور ہوتی ہیں۔

اور کثیر حصہ سمیات کا اس مین (یعنی خون مین) موجود ہوتا ہے۔

ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم اسلامی طرز ذبح مین شاہ رگ کے قطع کرنے پر نظر ڈالتے ہین تو بیساختہ اس پر حکمت فعل پر تحسین کئے بغیر نہین رہ سکتے اور گرم ملکون مین جہان خون بہت ہی جلد سڑ جاتا ہے خصوصاً اسکی شان اور بھی دو بالا نظر آتی ہے۔ علاوہ ازین کہ خون مین سمیات موجود ہین۔ ہمین ابھی اس بات پر بھی غور کرنا ہے کہ ان سمیات کا خارج مین کیا اثر ہے اور جسم کے اس رجحان کو بھی دیکھنا ہے جو کہ وہ ایسے منزادون کے قبول کرنے مین دکھلاتا مثلاً یہ بات ثابت ہے کہ خون آکسیجن کو چھوڑ کر کاربانک ایسڈ گیس کو جذب کر لیتا ہے اسیطرح کئی اور زہرون این خون کا کوئلے کی گیس سے علاقہ بخوبی واضح ہوتا ہے۔ بچہ زمین دوز کوئلے کی کانون مین کام کرنے والون مین انکے خون کے مشاہدے سے ثابت ہے کہ اس گیس کی خفیف سے خفیف مقدار فوراً خون مین جذب ہوجاتی ہے اور موخر الذکر اس کے بدلے مین آکسیجن چھوڑ دیتا ہے لہٰذا وہ لوگ جو خون کے اس رجحان سے جو اُس کو کوئلے کی گیس سے ہے واقف ہوتے ہین خودکشی کرنے مین اس سے فایدہ اُٹھاتے ہین اور آہستہ سے گیس کے پیچ کو پھیر کر خاموشی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہین۔

پس اس بات کا بآسانی اندازہ ہوسکتا ہے کہ خون بسبب ان سمیات کے جو اس مین موجود ہین انسانی خوراک کے لئے کس قدر خطرناک ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خون کی غذائی طاقت کے لحاظ سے اس مین جو پروٹین

چربی وکاربوہائیڈریٹ ہین وہ اس قدر خفیف ہین کہ بطور خوراک درحقیقت کسی کام کے ہی نہین آکسیجن بیشک جسم کا ایک جزو لاینفک ہے مگر جب خون کے ہمراہ جسم مین داخل نہین تو جسم اس کو استعمال نہین کرتا کیونکہ وہ تمام آکسیجن جو کہ زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے پھیپھڑون کے ذریعہ بیرونی ہوا سے حاصل کیجاتی ہے بلکہ اگر ضرورت سے زاید خوراک کے ہمراہ لی جائے تو مضر ثابت ہونیکا احتمال ہے

کوئی صاحب یہ نہ سمجھہ لین کہ میرے نزدیک خون کی کچھہ قدر وقیمت ہی نہین ہے دنیا مین ہر چیز کسی نہ کسی رنگ مین مفید ہے لیکن ہم اسی حالت مین ایک چیز کو بیسود قرار دیتے ہین جبکہ اس کا نقصان اس کے نفع پر سبقت لے جائے خون بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے بہت سی زندگیان ایک شخص سے دوسرے شخص مین خون پہونچانے سے بچا لی گئی ہین مگر اس حالت مین اس کا فعل بالکل مختلف ہے جسم زہر کی ایک خاص مقدار کو برداشت کرسکتا ہے اور وہ مقدار عموماً ایک تندرست انسان کے خون مین موجود ہوتی ہے لہذا ایک انسان سے دوسرے انسان مین خون پہونچانے مین اس امر کا خصوصیت سے خیال رکھا جاتا ہے کہ اس مین خون کی مقدار قدرتی اندازہ سے زاید نہ ہو جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل سے کسی قسم کا زہر نہین چڑھتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ خون کو حیات زہر سے ملے اس کو جذب کرتا ہے اور آکسیجن کو چھوڑ دیتا ہے اسکی غذائی طاقت قریباً صفر ہے اور بحیثیت خوراک سوائے اس کے کہ معدے مین بوجھہ زاید کردے کوئی فایدہ نہین دیتا علاوہ ازین گوشت کو بکانے کی بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ جراثیم جن سے خون مملو ہوتا ہے ہلاک ہو جائین۔ لہذا جب

ہم خدا کی کتاب مین یہ پڑہتے ہین کہ خون انسان کے لئے ممنوع ہے تو ہمین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہمین ان خطرات سے بھی محفوظ رکہتا ہے جن کا ہمکو وہم وگمان بھی نہین ہوتا۔

مرد وعورت کے حقوق وفرائض وعورتونکی صفات حسنہ

سورہ نساء مین ہے: الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا من اموالہم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ والتی تخافون نشوزہن فعظوہن واہجروہن فی المضاجع واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما ان اللہ کان علیما خبیرا

مرد حکومت کرتے ہین عورتون پر بسبب اس کے کہ فضل دیا اللہ نے اُن کے بعض پر بعض کو اور بسبب اس کے کہ خرچ کیا انہون نے اپنے اموال مین سے سو صالحات حکم بردار خبرداری کرنیوالی ہین پیٹھ پیچھے آبرو ومال کے غیبت مین اللہ کی خبرداری سے اور جن عورتونکی بدخوئی کا ڈر ہو تمکو تو اُن عورتونکو سمجہاؤ اور جدا رکھو خوابگاہ مین اور مارو اُن کو سو اگر تمہارا کہا مانین تو مت تلاش کرو اُن پر راہ اللہ ہے سب سے اوپر بڑا اور اگر تم ڈرو آپسمین ضد رکھنے مین تو کھڑا کرو ایک حکم مرد والون مین سے اور ایک حکم عورت والون مین سے اگر یہ دونون چاہینگے اصلاح ملاپ دیگا اللہ اُن مین اللہ علیم خبیر ہے۔

ان آیات مین وجہ حکومت مردون کی عورتون پر بھی بیان ہین اور عورت صالح کون ہے اس کا بھی بیان ہے اور حسب ذیل امور بیان ہوئے ہین۔

(۱) مرد اس لئے عورتوں پر حاکم ہیں کہ بعض کو بعض پر اللہ نے فضل دیا ہے یعنی عورت پر مرد کو اللہ نے باعتبار قویٰ کے فضل دیا ہے اور بسبب اس کے کہ مردوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے یعنی عورتوں کی خبرگیری اپنے مال سے مرد کرتے ہیں جبکہ عورت نہیں کما سکتی پس بوجہ فضل قوی اور بوجہ خرچ اموال مرد عورت پر حاکم ہیں۔ (۲) بوجہ مذکور جو عورتیں صالحات ہیں وہ حکمبردار ہیں اور اپنی حفاظت کرنے والی غیبت میں ہیں یعنے صالحیت عورتوں کی یہ ہے کہ وہ حکمبرداری کریں اور حافظات للغیب ہوں۔ (۳) اگر عورتوں کی بدخوئی کا خوف ہو تو مردوں کو اُن کو نصیحت کرنا چاہیئے اور خوابگاہ سے جدا کرنا چاہیئے اور مارنا چاہیئے اگر اطاعت کرنے لگیں تو اُن کے لئے دوسری سبیل یعنے طلاق کی سبیل نہ کرنی چاہیئے۔ ترتیب جس طرح ہے کہ جہاں تک ہو پہلے نصیحت پھر خوابگاہ سے عارضی طور پر جدا رکھنا پھر بہت تھوڑا مارنا چاہیئے نہ اسقدر کہ قصاص دینا پڑے پس اگر بدخوئی نہ چھوڑیں تو سمجھ لیا جاوے کہ یا طلاق دیویں یا صبر کریں اس سے زیادہ نہ کرنا چاہیئے کہ اُن کو چوٹ آوے یا کوئی اور بُری باتیں واقع ہوں۔ (۴) اور اگر بدخوئی سے بھی زیادہ ضد مرد یا عورتوں میں ہو تو خود یا لوگوں کو ایک حکم عورت کے اہل میں سے اور ایک حکم مرد کے اہل میں سے قرار دینا چاہیئے جو اصلاح چاہتے ہوں چونکہ فابعثوا حکماً ہے اس لئے ہمنے یہ قرار دیا ہے کہ خود مرد و عورت کو یا مومنین کو حکم کرا دینا چاہیئے پس مومنین کا فرض ہے کہ ایسی صورت میں حکم مقرر کرا دیویں۔ ضد میں یہ باتیں آجاتی ہیں کہ ایسے افعال طرفین میں سے کوئی کرے

جو دوسرے کو بالالطاق تکلیف تک منجر ہو مثلاً جدا رہے یا کھانا کپڑا مرد نہ دیوے یہان تک کہ فاقہ کشی کی نوبت تک آجاوے پس ایسی صورت مین حکم یہ ہے کہ حکم مقرر کردین۔ حکم مقرر کرنے کی صورت مین یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکم یہ راے دیوین کہ طلاق دیا جاوے لہذا اگر حکم اس اختیار کے ساتھ مقرر ہون تو اُن کے حکم کا جاری ہونا اور ناطق ہونا بھی ضروری ہوگا۔ ایسی صورت مین زوج کا زوجہ کو ملنا وحشیانہ نہین بلکہ سزاے فطرتی و مناسب ہے اور دوسرے طریقون سے زیادہ مفید و موثر ہے۔ سورہ تحریم مین ہے۔

عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ	جلد ہے کہ پروردگار اسکا اگر وہ تمکو طلاق دے تو بدلہ کے
ازواجاً خیراً منکن مسلمت مؤمنت	اُسکو بیویان بہتر تمسے مسلمان عورتین ایمان رکھنیوالی فرمانبردار
قنتت تائبت عبدت سائحت	کرنیوالی توبہ کرنیوالی عبادت کرنیوالی روزہ
ثیبت و ابکاراہ	رکھنے والی عورتین غیر کنواریان اور کنواریان

پس ان آیات مین جو بیویان اچھی ہوتی ہین اُن کی صفات بیان ہوئی ہین اور کم سے کم یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے لئے بہترین ازواج مطہرات ان صفات مذکورہ سے متصف ملتین اگر اللہ آپ کی بیویون کو دوسری بیویون سے بدلدیتا لہذا یہ صفات قابل قدر و تلاش ہین اور منجملہ اُس کے فرمانبرداری گویا اُن صفات مین سے ہے جس کو دنیاوی صفات کہہ سکتے ہین۔ سورہ بقر مین ہے

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف	اور عورتون کو مثل اُسکے ہے کہ جو عورتون پر ہے
وللرجال علیهن درجة	معروف کیساتھ اور مردونکو ہے عورتون پر درجہ

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کاروبار و معاملات مین عورتون کا مثل اُنکے

حق مردون پر ہے جو معروف کے ساتھ مردون کا حق عورتون پر ہے صرف
فرق اسقدر ہے کہ مرد کا عورت پر درجہ ہے یعنے فرمانروا عورت پر مرد ہے
ورنہ معروف کے ساتھ جو عمل ہوتے ہین انجین باہم مرد و عورت کے حق برابر
ہین اور مثل ایک کے دوسرے کا حق ہے۔ اسلام نے عورت کے حقوق
اُسکی لڑکی بیوی مان اور فرد خاندان یا جماعت ہونے کی حیثیت سے قایم
کردیے ہین جیسا کہ توریث و نکاح و رضاعت و طلاق وغیرہ کے احکام دیکھنے
سے بھی معلوم ہوسکتا ہے عام کاروبار مین اسلام نے مرد و عورت کو یکسان
رکھا ہے احکام عام عبادات و معاملات و عذاب و ثواب وغیرہ مین بھی عام طور پر
عورت و مرد کا درجہ مساوی رکھا ہے۔ اور جہان غیر مساوی رکھا ہے وہان اُسکی تفصیل کردی ہے
شوہر کی رضامندی کا بہت بڑا گر اُسکی اطاعت اور عزت کرنا۔ راستی
راستبازی۔ پارسائی۔ پاکیزگی۔ حسن ظن رکھنا اُس کے سلوکون کے معاوضہ
مین شکرگذاری۔ کفایت شعاری۔ انکسار۔ قناعت۔ متانت۔ خوش سلیقگی۔
آرام رسانی۔ وفاداری ہے اور وہ ایک عمر بھر کے رفیق کے لیے مناسب
اور شایان ہے اور جن مذکورہ امور سے شوہر راضی رہتے ہین قریب قریب
وہی باتین زوجہ کے بھی رضامند رکھنے کی ہین صرف عورتون کی کمزوری و
کمی تعلیم پر خیال کرکے نرمی و حکمت اور عقل کیساتھ عمل کرنا چاہیے۔
عورت کو قدرت نے جس غرض سے خلق کیا ہے وہ غرض نوع انسانکی
تکثیر اور حفاظت و تربیت ہے۔ نوع انسان کی تکثیر و حفاظت کے لئے
قدرت نے مسلسل چار دور قرار دیے ہین۔ حمل۔ دضع حمل۔ رضاعت۔

تربیت جنین خاص خاص احتیاطون اور علمون کی ضرورت پڑتی ہے اگر اُمین غلطی ہو تو سخت خطرون اور شدید بیماریون مین مبتلا ہونا پڑتا ہے اور زمانۂ حمل مین مان کی جنین ہر حالت سے اس قدر متاثر ہوتی ہے کہ اُسکے ضعف و قوت یا زندگی و موت کا دارمدار احتیاط و حفاظت پر ہوتا ہے تیسرا دور رضاعت کا اگرچہ مان کے لئے اس قدر سخت نہین ہے لیکن بچہ کیلئے زیادہ خطرناک اور غیرمعمولی توجہ کا محتاج ہے عورت کے طبیعی وظیفہ کی ہدایت تو یہ ہے کہ وہ یوم ولادت سے لیکر آخر ایام طفولیت تک بچہ کی ہر حرکت اور ہر فعل کی نگہداشت کرے اچھی عادتون کا عادی بنائے اور بُری عادتون کو چھڑائے لیکن اُس بدقسمت بچہ کا کیا حال ہوگا جب اُس کی بیرسٹر مان عدالت مین جرح کررہی ہوگی پارلیمنٹ کے ممبران سے ایک فریق کی حمایت مین رات دن مستغرق اور مختلف جد و جہد مین منہمک ہوگی اور ناکامی کے انفعال اور اُس کے افسوس نے دودھ مین فساد پیدا کردیا ہوگا۔ ایسے ہی ایام حمل مین جنین پر کیا اثر پڑے گا۔ عورت اپنے طبیعی وظیفہ سے غافل رہے تو علم و فضل اُس کے یا سوسائٹی کے لئے کیا مفید ہوگا۔ عورتون اور مردون مین صرف اختلاف صورت ہی نہین بلکہ اپنی طبیعت و اثر و خواص کے لحاظ سے بالکل دو مختلف گروہ ہین اسی لئے ان دونون کے میدان عمل کو الگ کرنے کے لئے حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔ اس حد فاصل کے اُٹھانے کی جب کوشش کیجاتی ہے تو تمدن و معاشرت کی بنیادون مین حرکت پیدا ہوکر خبردار کردیتی ہے کہ یہ عمارت جلد گرنیوالی ہے اس امر کے

ثبوت کے لئے یورپ کی موجودہ حالت شاہد ہے۔ آزادی سے ہماری غرض یہ ہے کہ سچے مذہب و تمدن نے جو حدود قایم کئے ہیں اُن سے واقف ہونے کے بعد انسان اپنے خیالات و اعمال دارادے مین مستقل بالذات ہوجاوے۔ اُنیسوین صدی کی انسائکلوپیڈیا کا مصنف لفظ عورت پر بحث کرتے ہوئے لکہتا ہے کہ مرد اور عورت مین تناسل کے اعضاء کی ترکیب وصورت کا اختلاف اگرچہ ایک بڑا اختلاف نظر آتا ہے لیکن صرف یہی ایک اختلاف نہین ہے عورت کے تمام اعضاء سر سے پیر تک مرد کے اعضاء سے مختلف ہین یہان تک کہ وہ اعضاء بھی جو بظاہر آخر الذکر سے بعید مشابہ ہین کسیطرح سے نہین ملتے علمی تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ عورت کی عمر کا اوسط مرد کی عمر کے اوسط سے بارہ سینٹیمیٹر کم ہے اور فرق کسی خاص ملک یا قوم سے تعلق نہین رکہتا بلکہ جسطرح وحشی اقوام مین پایا جاتا ہے اُسی طرح متمدن ممالک مین بھی پایا جاتا ہے۔ جسم کے وزن اور ثقل مین بھی اختلاف ہے۔ مرد کے جسم کا متوسط ثقل ۴۷ کیلو میٹر ہے مگر عورت کے جسم کا ثقل صرف ۴۲ کیلو میٹر یعنے عورت کے جسم کا ثقل مرد کے جسم کے ثقل سے ۵ کیلو میٹر کم ہے۔ عضلات کے حجم وقوت کے لحاظ سے بھی عورت مرد کا مقابلہ نہین کرسکتی۔ ڈاکٹر ڈوماری نے انسائکلوپیڈیا مین لکہا ہے کہ مجموعی حیثیت سے اگر دیکہا جاوے تو عورت کے جسم کے عضلات مرد کے عضلات سے اس درجہ مختلف ہین اور حجم اور قوت کے لحاظ سے اول الذکر کے عضلات اس قدر ضعیف ہین کہ اگر اُن کی طبعی قوت کے تین حصے

کئے جاوین تو دو حصہ قوت مرد کے حصہ مین آئیگی اور صرف ایک حصہ قوت
عورت کے عضلات کی حرکت کی سرعت اور ضبط کا بھی یہی حال ہے مرد کے
جسمی عضلات عورت کے بہ نسبت حرکت مین زیادہ تیز اور اپنے فعل مین زیادہ
قوی ہین۔ قلب جو انسانی زندگی کا اصل مرکز ہے اُس کے نسبت ثابت
ہو چکا ہے کہ عورت کا قلب مرد کے قلب سے ۶۰ ڈرام چھوٹا اور خفیف ہوتا ہے
مرد ایک گھنٹہ مین تقریباً ۱۱ ڈرام کاربونک ایسڈ صرف کرتا ہے اور عورت ایک
گھنٹہ مین ۶ ڈرام سے بھی کچھہ کم۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی
طبیعی حرارت مرد سے بدرجہا کم ہے۔ قوت تنفس کا بھی یہی حال ہے مشہور
اشتراکی فلاسفر پرڈو نے اپنی کتاب انکار النظام مین لکھا ہے کہ عورت کا
وجدان بمقابلہ مرد کے وجدان کے اس قدر ضعیف ہے جسقدر اُسکی عقل
کی قوت مرد کے قوت عقلیہ کے مقابلہ مین ضعیف نظر آتی ہے۔ اس کی
اخلاقی قوت بھی مرد کے اخلاق سے مختلف ہے اور ایک دوسرے قسم کی
طبیعت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کے حُسن و قبح کے متعلق وہ رائے
قایم کرتی ہے وہ مرد کی رائے کے بہ نسبت عموماً ناقص ہوتی ہے پس
عورت و مرد مین عدم مساوات کوئی عارضی امر نہین ہے بلکہ عورت کی طبیعی
خاصیت پر مبنی ہے۔ انسائکلوپیڈیا مین ہے کہ حواس خمسہ بھی عورت کے
بہ نسبت مرد کے ضعیف ہین قوت شامہ کا حال عطر و ہر ایسی بُو سے ظاہر
ہوتا ہے۔ ذوق و سمع و لامسہ کی بھی یہی حالت ہے اسی ضعف کا نتیجہ ہے
کہ طعام کی عمدگی و بدمزگی کے پہچاننے والے آواز کے پرکھنے والے پیانو کی

راگون کے تقاوگل کے کل مردون پایک عورت نے بھی اپنے کو ان باتون مین باکمال ثابت نہین کیا۔ عورت کے بھیجے (دماغ) اور مرد کے بھیجے مین ابتدا اور شدّا سخت اختلاف ہے۔ مرد کے بھیجے کا اوسط عورت کے بھیجے سے کچھ زیادہ ہے اور مرد کے بھیجے کی مقدار اُس کے جسمی حالت سے وہ نسبت رکھتی ہے جو چالیس کے عدد کو ایک سے ہوتی ہے مگر عورت کا بھیجا اُسکے جسمانی قوت سے ۴۴ اور ایک سے نسبت رکھتا ہے۔ جو قومین زمانہ حال تک وحشت کی حالت مین بسر کر رہی ہین اُنمین مرد اور عورت دونون مین فرق متمدن ممالک کیطرح ہے۔ بعض مصنفین کا خیال ہے کہ تمدن عورت اور مرد کے اختلاف کو اور زیادہ کر رہا ہے۔ مردون کے دل کا وزن دس سے بارہ اوقیہ تک ہوتا ہے اور عورتون کا زیادہ سے زیادہ دس اوقیہ ورنہ عام اوسط آٹھ اوقیہ مرد کے گردون کا وزن ۶ اوقیہ سے ساڑھے چھ اوقیہ تک مگر عورت کے گردون کا وزن زیادہ سے زیادہ نصف اوقیہ تک۔

مذکورہ بالا اقوال انسائکلوپیڈیا کے مصنفون کے اقوال ہین اسکے خلاف جو تمام رائین ہین اُنکو انسے کیا نسبت البتہ عورت مین ہیجان اور انفعال کی قوت مرد سے بہت زیادہ ہے اور انھین کی زیادتی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ عقل مین کمی ہو۔ پروفیسر مارٹین کہتے ہین کہ مرد مین ذکا و فہم و ادراک کا مادہ زیادہ ہے اور عورت مین انفعال و ہیجان کا۔

فضائل مین سب سے اول و اعلی درجہ کی خوبی و کلیۃ الکمالات

ضبط نفس یعنی ترکیب اور اُسکے رو سے ذاتی آزادی بہت جلی و صالحیت
بجاے اس کے کہ ہم نفسیات پر مختصر و مکمل بحث کرین اور بقیہ کیفیات
محسوسہ و جذبات بد اور اُنکی اصلاح و اعتدال و علاج کا بیان کرین مناسب سمجھ کر
فضایل تحت عدل کا بیان کرتے ہین چونکہ افعال ارادی ہی سبب فضایل
ہین اور جو فعل ارادی نہ ہو وہ فضایل انسانی مین سے نہین اور چونکہ نفس
انسانی ہی سے ارادی افعال مذکور صادر ہوتے ہیں اور وہ اُن کیلیے فاعل مختار
ہے اور اگر بغیر تحدید حدود و قیود و معتدل آزادی کے غلط طور پر اس سے
فعل صادر ہون تو اُن کا نتیجہ بدی اور اگر ضبط و صحیح طور پر صادر ہون اور بہواے
طور پر نہ صادر ہون تو نتیجہ نیک ہوتا ہے لہذا تمام فضایل و رذایل کے لئے
کلیۃ الکلیات و جنس الاجناس افعال ارادی نفس ہین اور نیکی کے لئے
ضبط نفس۔ پس اصل امر جسکی تدبیر و ضرورت سب سے زیادہ مقدم و اہم ہے
اور اگر ضرورت ہو تو اس کا علاج سب سے مرجح ہے وہ ضبط النفس نیکی کیلیے ہے
اس لیے وہ سب سے اعلیٰ اور سب سے برتر خوبی ہے جو انسان اپنے آزادی
افعال سے اپنی ذات مین پیدا کر سکتا ہے جو سب خوبیو نکی جنس الاجناس و ذریعہ ہے
اور اگر ملکہ راسخہ بھی کسی فضل و خوبی کا فضایل انسانی مین سے کسی مین نہ ہو
لیکن ضبط نفس کرنے مین اُس کو آسانی ہو تب بھی وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔
لہذا عمل صالح کرنے کے لئے سب سے اول درجہ کی اور سب سے بہتر
و برتر نیکی ضبط نفس کو ہم شمار کرتے ہیں یہان تک کہ تمام خوبیون کے
مفہوم ظاہر کرنے کے لئے اسی ایک و واحد خوبی کا ذکر کافی ہو سکتا ہے۔

فی زمانا آزادی کا بہت چرچا ہے بیشک سچی آزادی نہایت قابل قدر ہے اور انسان کا حق ہے کہ اس سے مستفید ہو لیکن اسکی حقیقت و حدود کو سمجھ لینا چاہیے۔ آزادی کے صحیح معنے یہ ہین کہ کل قدرتی قوتون سے بخیرات کام لینے مین انسان ہر نا جائز و غیر واجب قید سے بری رہے۔ ایسی آزادی دراصل اعلی خوشی ہے اور ترقی اور آگے بڑھنے کا پہلا قدم ہے یعنی زندگی کا پہلا قدم وہین سے شروع ہوتا ہے۔ زندگی کے کل اعمال کاروبار مختلف حدود و قیود یا بندیون سے محدود ہین ہر قسم کے قاعدے وہ حدود ہین اور انھی کی پابندی دراصل شایستہ معاشرت ہے چونکہ ان حدود و قیود و پابندیون کو عمل کرنیوالا نہین مقرر کرتا بلکہ عام بنی نوع انسان کی بہبودی و بہتری و ترقی کیلئے بتجربہ ہدایت سے قایم کئے گئے ہین لہذا ہر شخص کو جو نیک و کارآمد شریک ہونا چاہتا ہو لازم ہے کہ اول متابعت و فرمانبرداری کرنا سیکھے اور مطلق العنانی چھوڑ دے اور ضبط نفس کا ملکہ حاصل کرے۔ قانون فوج۔ مذہب۔ ملازمت کل پیشون مین اس عمدہ صفت کی ضرورت رہتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اگر انسان کے واسطے کسی صورت مین آزادی نہ رکھی جاوے اور متابعت و اطاعت ہی لازم کردیجا دین تو وہ انسانیت سے محروم ہو کر رہ جاوے مگر جب کہ وہ مجلس کا شریک رہنا چاہیے تو ان قیود و لنسے بری نہین رہ سکتا جو سب شرکا کو پابند ہے اور رکھے گئے ہوئے ہین منفرد بدن کی تکلیف و آرام کا اثر ہوتا ہے تو قدمون پر بھی ہوتا ہے لہذا حکم دینا اور متابعت و اطاعت کرنا دونون کو یکسان طور پر جاننا چاہیئے گو وہ ایک دوسرے کے ضد ہین مگر آخر الذکر اول الذکر کے

عملی ہونے کے لئے لازمی ہے کیونکہ وہ جو صرف حکم کرنے کے عادی ہیں اُن قیود کو نہیں جانتے جو بغرض نفع وفایدہ کے احتیاطاً ضرور رکھنے ہیں۔ ایک شریک مجلس کی بہتر تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ اپنا مفوضہ کام ہمیشہ مستعدی و معتدل آزادی و واجب فرمانبرداری سے کرتا ہے اور ہمیشہ ٹھیک وقت پر موجود رہتا ہے جب اُس کی اُمید کیجاتی ہے کسی بات سے ایک نوجوان کی بزرگ و مالک کی نگاہوں میں اس قدر زیادہ عزت نہیں ہوتا جس قدر کہ انجام کاروبار مفوضہ میں پابندی اوقات و درستی رکھنے سے ہوتا ہے۔ بندے کو اللہ و رسول کی اطاعت ہر وقت۔ سپاہی کو اپنے افسر کی اطاعت اپنے فرض کے ادا کرتے وقت۔ شاگرد کو اپنے اُستاد کی اطاعت اُن امور میں جن کے لئے شاگردی کرتا ہو اولاد کو والدین کی اطاعت معروف کیساتھ۔ بیوی کو شوہر کی اطاعت عدل وقسط کے ساتھ۔ محکوم کو اولوالامر کی اطاعت غیر متنازعہ امر میں اور تنازع کے وقت اللہ و رسول کے حکم کے موافق خادم کو مخدوم کی اطاعت جس امر کے لئے وہ خادم ہو اور لوگوں کو قانون صحیح کی اطاعت لازم ہے۔ بڑے اُس کام کی ہدایت کرتے ہیں جس کو وہ تجربہ سے مفید جانتے ہیں وہ دور اندیش ہوتے ہیں لہذا نوجوانوں کو چاہیئے کہ فرمانبرداری کو اعلیٰ خوبی سمجھ کر اُس کا کرنا اپنا فرض سمجھیں خصوصاً کمسنی میں اُسکی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس سے کام بدرستی و باقاعدہ ہوتا ہے اور جلد فایدہ پہنچاتا ہے اور اصلاح ہوتی ہے۔ بچپن کی ابتدا ہی متابعت سے ہونی چاہیئے اور نہ صرف بچپن ہی بلکہ عمر کا کوئی درجہ ایسا نہیں جسمیں متابعت کی ضرورت نہ ہو۔ ہم کو

لازم ہے کہ مرتے دم تک متابعت سے گریز نہ کریں۔ فرض اپنے اصلی اور خالص حالت مین اس قدر زبردست ہے کہ انسان کو اسکی تعمیل مین خودی کا خیال ہی فراموش ہو جاتا ہے اور یہی فرض ہے کہ اس کے ایفا مین لازم ہے کہ بس اُسیکا خیال رہے۔ لارڈ مکالے لکھتے ہین مین نے غور کیا (اور میرے ہی طرح مسٹر لارنس سفیر امریکہ نے بھی) تو معلوم ہوا کہ قریب سپاہیون کی ثنا و صفت کرتے وقت ڈیوک آف ولنگٹن نے انکی دلاوری کا بالکل تذکرہ نہ کیا بلکہ تمام دوران تقریر مین انکی تربیت اور متابعت کی تعریف ہی کرتے رہے کئی مرتبہ مکرر سہ کرر انھون نے اس کا ذکر کیا۔ میرے خیال مین جو دلیری ان سپاہیون سے ظاہر ہوئی تھی اُس کو اُنہون نے ایک معمولی امر سمجھا "۔ سورہ النزعت مین ہے۔

اذھب الی فرعون انہ طغی فقل	ای موسیٰ جا فرعون پاس وہ حد سے گذر اہو تو کہہ کیا
ھل لک الی ان تزکی و اھدیک	تیرا جی چاہتا ہے کہ تو تزکیہ کر اور ہدایت کرونمین
الی ربک فتخشی۔	تجھکو تیرے رب کیطرف سو تو ڈرے۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب فرعون نے طغیان کیا تو حضرت موسیٰ کو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ اُس سے کہین کہ کیا تیرا جی چاہتا ہے کہ تزکیہ کر لہذا معلوم ہوا کہ طغیان سے جی کو روکنا بھی تزکیہ ہے یعنی ضبط نفس کرنا۔

سورہ النزعت مین ہے فامامن	سو جو حد سے گذرا اور مقدم رکھا دنیا کی زندگی کو
طغی و اثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم	تو جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے اور جو
ھی الماوی و امامن خاف مقام ربہ	ڈرا اپنے رب کے پاس کھڑا ہونے سے

ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی ۔ — اور روکا اپنے نفس کو ہوا سے تو جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہے

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس کو ہوا سے روکنا اور اپنے رب کے آگے جوابدہی کرنے کے لیے کھڑے ہونے سے ڈرنا جس کا نتیجہ بھی نفس کو گناہوں اور بدیوں کے کرنے سے روکنا ہے جنت مین ٹھکانا ہونیکا سبب ہے برخلاف اس کے حد سے گذرنا اور حیات دنیا کو مقدم رکھنا جس کا نتیجہ بھی نفس کو نہ روکنا ہے جہنم مین ٹھکانا ہونے کا باعث ہے۔ لہذا نفس مین ایسی صلاحیت پیدا کرنا و قوت حاصل کرنا (کہ) عمل کرتا جو طغا بچاوے اور ہوا سے روکے ضروری ہے پس اسیکو ضبط نفس اور اسیکو تزکیہ کہتے ہین۔ سورۃ الشمس میں ہے۔

قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا ۝ — بیشک بھلا ہوا اسکا جسنے تزکیہ کیا اور بیشک نقصان ہوا اسکا جسنے اُس کو گاڑ دیا۔

پس تزکیہ نفس ضبط نفس بھی ہوا یعنے نفس کو نہ گاڑ دے اور حد سے اُس کو نہ گذرنے دے اور ہوی مین نہ لگنے دے اور نفس کو ہوی سے منع کرے۔

سورہ اعلیٰ مین ہے۔ قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی ۝ — بیشک بھلا ہوا اُس کا جسنے تزکیہ کیا اور یاد کیا نام اپنے رب کا سو نماز پڑھی۔

پس تزکیہ اور اللہ کے نام کی یاد اور پھر نماز کا پڑھنا خلاصہ ہے اُن اعمال کا جن سے فلاح کا ہونا یقینی ہے اور سورہ مومنون کی شروع کی آیات جو قد افلح المومنون الذین سے شروع ہوئی ہین اُن سب کا خلاصہ ان

دو آیتوں مین ہے۔ اور علو کرنا بغاوت کرنا۔ طغیان کرنا عصیان پر تنا۔ اعتدا۔ استغنار۔ قطع یہ سب برائیان بھی ضبط نفس اور اُسکے تزکیہ سے دور ہو جاتی ہین سورہ علق مین ہے۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ ○ — ایسا نہین انسان حد سے گذرتا ہے جب دیکھتا ہے اپنے کو غنی (بے پروا)

پس استغنار سے انسان عموماً طاغی ہو جاتا ہے یعنی حد سے گذر کر بے پروا و متکبر و خود فراموش و غافل ہو جاتا ہے۔ ایسا استغنار کرنے والا جس کا ذکر اس آیت مین ہے نیکی کیطرف رجوع نہین ہوتا اُس طرف نہین آتا اور اُس کیطرف صحیح رغبت نہین کرتا اور خشیۂ خوف خدا اور آخرت سے نہین کرتا۔

پارسائی و نیکی ذاتی ہے

بہت سے لوگ اس سے ناواقف و غفلت مین ہین کہ جملہ اوصاف مثل نیکی و علم و فلاح انہیں کے عمل سے پیدا ہو سکتے ہین نہ کہ توضیح و تشریح آئین سے کیونکہ قانون اُنکو پرہیزگار۔ فہیم اور نیک افعال و عامل نہین بنا سکتا فضول ہیچ آدمی آئین قانون پر مضحکہ کرتا ہے اور شر انگیز اسکی تذلیل کرتا ہے اور مآل اندیشی اور نفس کشی کی صفات کو نفرت انگیز نگاہ سے دیکھکر اپنی بدبختی کا الزام دوسرونپر عاید کرتا ہے صالحیت و پارسائی مین باہم لزوم ہے۔ اگر انسان کی خلقت سے یہی مقصود ہو کہ ان کے ذریعہ سے مختلف قسم کی حرفت و صنعت یا تجارت اور لین دین عمل مین آئے یا دولت کے صرف و جمع کرنے مین زندگی بسر کرین

توہم اپنی قومی بہبودی و فلاح پر اسپے کو مبارکباد دیتے لیکن انسانی خلقت کی خاص
غرض یہ نہین ہے اُس کو علاوہ جسمانی اعضا و جوارح و فہم و فراست محبت و
ہمدردی کا مادہ بھی عطا کیا گیا ہے اُس کے دل و دماغ کو بھی وہی حقوق حاصل
ہین جو پشت و دہن کو پیٹ معدہ کے علاوہ اس کو روح کا بھی ایک حصہ ودیعت
کیا گیا ہے پس فلاح و بہبودی کے ساتھ طبیعی و دماغی ترقی بھی اُسیطرح
کرنی چاہیئے جس طرح رگ اور پٹھون کو قوت دیجاتی ہے ۔ محض دولت کا کمانا ہی
کی علامت نہین ہے آدمی کی طبیعت کا بھی اعتدال و ضبط مین رہنا لازمی بات ہے
کیونکہ جو آدمی جب آدمی اپنے اخراجات کو بڑہاتا ہے یا اپنی جمع مین صد ہا روپے
سالانہ کا اضافہ کرتا ہے تو اسکی طبیعت زیادہ ترکمینہ و فرومایہ ہوجاتی ہے افزونی دولت
اور جسمانی ترقی کے ساتھ تاوقتیکہ اخلاقی ترقی بھی ہمقدم نہ ہو تو زیادتی دولت
صرف خواہشات حیوانی کو پورا کرتی اور طبع یاقی اور لہو و لعب کے سامان مہیا
کرتی ہے ۔ یہ مطلب ہے کہ دولت بجاے ضایع کرنیکے باقاعدہ صحیح طور پر صرف کیجائے
ایمانداری سے حاصل کیجائے اور کفایت شعاری سے کام مین لائی جاوے اور
آزادی کی حفاظت اس کے ذریعہ سے کیجاوے اور راحت عام کو اُسکے ذریعہ سے ترقی دیجاوے
مندرجہ بالا خیالات سے ذرا بھی ہماری یہ غرض نہین ہے کہ خست کی عادت
ڈالی جاوے کیونکہ ہم خسیس و دنی الطبع آدمیون سے نفرت کرتے ہین ۔ ہم
تمامتر صرف اس واسطے بحث کرتے ہین کہ آیندہ کے لیے کچھہ مہیا کرلینا چاہیئے
اچھے وقت مین بُرے دنون کے واسطے جمع کرلینا تاکہ ضرورت پر کام آوے ہم
متعدد مصول ہین جو اُس سے بہت زیادہ تکلیف دہ ہین ایک کاہلی دوسرا بھی

تیسرا حمق ان محصولات سے ہم کو کوئی مخلصی نہین دیسکتا ہے۔ سوسائٹی مین انسان کی عزت بلحاظ آمدنی نہین کیجاتی بلکہ زیادہ تر اُسکی وقعت تہذیب اور ادراک پر منحصر ہے ابتدا ہی سے اُن کو آل اندیشی اور طبیعت پر اختیار حاصل کرنے کی عادت سکھلانی چاہیئے۔ جسقدر جو آدمی ہوشیار ہے اُسی اندازہ سے وہ شرارت اور بدمعاشی مین بھی ہوشیار ہوسکتا ہے پس تعلیم و ضبط نفس کی بنیاد پاکبازی کے ساتھہ مذہبی اصول پر ہونی چاہیئے کیونکہ تعلیم بذاتہ مذموم اور قبیح خواہشات کو نہین دفع کرسکتی۔ فہم و فراست کی تربیت کا اثر اخلاقی کردار پر بہت کم ہوتا ہے۔ بہتیرے تعلیمیافتہ اور پڑھے لکھے آدمی بدکردار مسرف زیانکار ناعاقبت اندیش میخوار اور شریر و ناپرہیزگار و مطلق العنان ہوتے ہین لہذا یہہ ضروری اور لازمی امر ہے کہ تعلیم کی بنیاد پارسائی اور مذہبی اصول پر اُٹھائی جاوے۔ ہم کو صرف اپنی پسندیدگیون اور ناپسندیدگیون ہی پر غالب آنا ضروری نہین بلکہ اس سے بڑھ کر یہہ کہ ہم اختلاف مزاے پر غلبہ حاصل کرین جس دم کوئی شخص راہ نیک اختیار کرے اور اُس کے دل مین یہ سوال پیدا ہو "زمانہ کیا کہیگا" تو بس سمجھہ لو کہ وہ شخص دنیا مین کچھہ نہ کرے گا لیکن اگر اُس کے دل مین یہ سوال پیدا ہو "کیا یہ میرا فرض ہے اور کیا اطاعت و خوشنودی خدا اسمین ہے" تو سمجھہ لو کہ وہ شخص اپنے اخلاقی لباس مین رہ سکتا اور لوگون کے بیجا الزامون کی پروا نہ کرکے اور نیز ان کے تمسخرات کا سامنا کرنے کو طیار ہوسکتا ہے جب کوئی انسان جو نیکی پر مائل ہے اپنا مدعا دلمین ٹھانتا ہے تو اُسکی نظر مین دنیاوی انعامون اور تعریفون و بہتانون و الزامون کی کچھہ وقعت نہین ہوتی

خود اسکی ضمیر منیرہ کی خوشنودی اور وہ تحسین جسکے پانے کا وہ مستحق ہوتا ہے اسکا
اچھا انجام ہے۔ امید خوشنودی خدا و آخرت اعلیٰ ترین نعمت و تسلی و تسکین ہے
رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ - ہر باپ سا و نیک مذہبی آدمی ہو کر جینا چاہیئے -

بیکن کا قول ہے ہمارا ارادہ کرنا ارادہ ہی کرنا ہے حقیقت یہ ہے کہ صرف فنون
اور لفظوں اور فقروں کو جیسا کہ بعض کا خیال ہے سیکھ لینا ضروری نہیں ہیں
علم کو نیکی اور خوشی سے وہ واسطہ نہیں البتہ کبھی اس سے ہو سکتا ہے کہ انکساری
کو زائل کر دے اور تکبر اسکی جگہ پیدا کر دے بڑے بڑے عقلا سے انسان
بہت ہی کم علم پر [illegible] اکثر عالموں سے وہ خیال کی بلندی و عمل
کی ہے جسکا اثر بڑا [illegible] میں انسان پر ہوتا ہے لیکن انکو اخلاقی عمل کی بزرگی
شاذ و نادر ہی حاصل ہوئی ہے۔ پس نیک عمل بھی ہماری ہر ترقی کمال کی
اچھا سے پناہ ہے نیک ارادہ ہی کافی نہیں کیونکہ صرف اُس سے نیک اعمال
پیدا نہیں ہوتے بلکہ ضبط نفس پر استقلال اور اُس کے ذریعہ سے اعمال
کرنے سے بہت کچھ ہوتا ہے۔ ہماری ترقی کی امید کا زیادہ انحصار ہمارے
نوجوانوں پر ہی ہے اور اسیواسطے نہایت ضروری ہے کہ اگر ہم اپنی ترقی کے
خواہاں ہیں تو اپنے نوجوانوں میں وہ اسباب پیدا کریں جو ہماری امید کو
وجود میں لانے کا باعث ہوں۔ سب سے ضروری اور مفید عمل کے لئے
تعلیم ہے کہ ہماری آئندہ بہتری اور بہبودی خود ہمارے اپنے اوپر ہی منحصر ہے
ہماری خود اپنی تربیت - ہماری خود اپنی تعلیم و تحصیل - ہماری خود اپنی محنت
کا نتیجہ خود اپنے آپ پر قابو اور اعتبار حاصل کرنے پر ہے اور اسپر اسکا

انحصار ہے اور اس سے بھی بڑھ کر سب سے زیادہ ہماری بہتری اور رفاہ کا ہمارے جیتے امکان میں آنا اُس وقت یقینی ہے جبکہ ہم میں ہر ایک نفس و فرداً اپنے جمیع فرائض کو ادا کرنے کی کوشش ویسی کرے جو ہم اصلی اور شریفانہ عادات و صفات کی سب سے بڑھ کر مسرت ہے۔

مرد آزاد و شریف ایماندار و شریفانہ عادات و صفات کے سے بڑی مسرت اُس غرض کے ادا کرنے میں ہوتی ہے جو بہ صدق و اخلاص و دیانت ٹھیک انجام پاوے۔ ہر شخص اپنے فعل کا فرزند ہے نیک بندے دنیا میں شہرت یا اپنے ہی عیش و عشرت کے لئے زندگانی نہیں کرتے ہیں ان کی غرض یہ ہوتی کہ جسطرح ہو ہر ایک نیک امر میں اُسکو منفعت بخش عمل کریں۔ انسان جو اپنے واسطے شروع کرتا ہے خدا اُسے دوسروں کے واسطے بھی پورا مفید کر دیتا ہے کسی نیک کام کا ہو جانا یا کسی نیک کام کا ہونا یا کسی نیک کام کے عمل میں آنے کے قابل ہونا ایسے امور ہیں جو ہمیشہ کی خبر لاتے ہیں یعنی ان کا فایدہ دوامی ہوتا ہے وہ خیر دائم و باقیات الصالحات کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں برخلاف اس کے شعر

ہر بدی کہ میکنی تو مپندار کان بدی — گردون فرو گذارد و دوران رہا کند
وقفیست فعلہای بدت پیش روزگار — دہر کہ لازم دہر کہ باشد ادا کند

انسان دنیا میں صرف اپنے واسطے زندہ نہیں رہتا اُسکی زندگی سے اپنا اور دوسروں کا فایدہ مقصود ہے۔ ہر ایک شخص کے دنیا میں فرائض ہیں خواہ وہ امیر ہے امیر ہو یا غریب ہر ایک کے واسطے زندگی عیش و عشرت ہے

اور بعض کے واسطے مصیبت۔ دراصل وہ شخص مربی بنی نوع نہین ہے جو اپنا
زر دوسرون کو وقف کر دیتا ہے بلکہ وہ شخص جو خود اپنے آپ کو بنی نوع انسان
کے واسطے وقف کر دیتا ہے۔ جو شخص زر دیتا ہے اُس کا نام بذریعہ اشتہارون کے
مشہور ہوتا ہے مگر جو شخص اپنا وقت اپنی طاقت اپنی قوت اور اپنی ہمت دوسرون کیواسطے
صرف کرتا ہے اُس سے محبت کیجاتی ہے۔ قرین امکان ہے کہ اول الذکر کی یادگار
تازہ رہے اور آخر الذکر فراموش ہو جاوے مگر جس نیک اثر کی وہ تخم ریزی
کر چکتا ہے وہ کبھی تا قیامت زایل نہین ہوتا۔ تندرست متمول و بے آزار و سودمند
بنجانا و بنانا سب سے بہتر خیرات و اعمال حسنہ ہین۔ گناہ سے ہمیشہ احتراز ہونا چاہیے
اور احتراز کیطرف فوراً اور ہمیشہ مشغول و معروف ہوجانا چاہیے جب تو اُس سے
بچ سکتے ہین دوسرے نیکیون کے جمع کرنے کا اصول ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے
تاکہ گناہون کے تعداد مین کمی اور نیکیون کے مقدار مین زیادتی ہو تیسرے ہمکو
ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے کہ ایسے طریقہ پر عمل کیا جاوے جو سب سے زیادہ
نیکی کیطرف مایل کرتا اور نیکی کرانے کا سبب ہو چوتھے نیکون کی مثال اختیار
کرنا چاہیے اور جب موقع ہو تو اُن سے صحبت رکھنا چاہیے تاکہ ترک گناہ و
اختیار نیکی ہو۔ خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتے ہین۔ یہ ایک نہایت
عمدہ اور آزمودہ مقولہ ہے اس چھوٹے سے فقرہ مین انسانون اور قومون و نسلون کا
تجربہ جمع ہے ایک شخص مین اپنی آپ مدد کرنے کا جوش اُسکی سچی ترقی کی بنیاد ہے
اور جبکہ یہ جوش بہت سے شخصون مین پایا جاوے تو وہ قومی ترقی اور قومی طاقت
اور قومی مضبوطی کی جڑ ہے جبکہ کسی شخص یا کسی گروہ کے لئے کوئی دوسرا کچھہ کرتا ہے

تو اُس شخص یا اُس گروہ مین سے وہ جوش اپنی آپ مدد کرنے کا کم ہوجاتا ہے
اور ضرورت اپنی آپ مدد کرنے کی اُس کے دل سے مٹتی جاتی ہے اور
اُسی کے ساتھ غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت انسان مین ہے اور اُسکے
ساتھ عزت جو اصلی چمک دمک انسان کی ہے از خود جاتی رہتی ہے اور
جبکہ ایک قوم کی قوم کا یہ حال ہو تو وہ ساری قوم دوسری قومون کی آنکھو مین
ذلیل اور بے عزت و بے غیرت و بے حرمت ہو جاتی ہے آدمی جسقدر
دوسرے پر بھروسہ کرتے جاتے ہین خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ
گورنمنٹ ہی پر کیون نہ کرین (یہ امر بدیہی و لابدی ہے) کہ وہ اُسیقدر بے عزت
اور بے عزت ہوتے جاتے ہین۔ اے میرے ہموطن بھائیو کیا تمہارا یہ حال
نہین ہے۔ یہ بات روشن ہے کہ گورنمنٹ کا فرض بہ نسبت مثبت و
معمل ہونے کے زیادہ ترمنفی اور مانع ہے اور وہ فرض جان و مال
اور آزادی کی حفاظت ہے جبکہ قانون کا عملدرآمد دانشمندی سے ہوتا ہے
تو آدمی اپنی جسمی اور ذہنی محنت کے ثمرون کا بخطرہ حظ اُٹھا سکتا ہے جسقدر
گورنمنٹ کی حکومت عمدہ ہوتی ہے اُتنا ہی ذاتی نقصان کم ہوتا ہے مگر
کوئی قانون گو کیسا ہی اُبھارنیوالا کیون نہ ہو سست و کاہل آدمی کو محنتی اور
فضولخرچ کو کفایت شعار۔ شراب خوار کو پرہیزگار جھوٹے کو راستباز سزا سے
نہین بنا سکتا بلکہ یہ باتین شخصی محنت۔ کفایت شعاری اور تزکیۂ نفس سے حاصل
ہوسکتی ہین۔ قومی ترقی۔ قومی عزت۔ قومی اصلاح۔ عمدہ عادتون عمدہ چال چلن
عمدہ برتاؤ کرنے سے ہوتی ہین۔ نہایت ٹھیک بات ہے کہ گورنمنٹ عموماً

اُن لوگون کا جن پر وہ حکومت کرتی ہے برعکس ہوتی ہے جو رنگ محکوم کا
ہوتا ہے اُسیکا عکس گورنمنٹ مین پایا جاتا ہے - جو گورنمنٹ اپنی رعایا سے
کمتر اور تہذیب و شایستگی مین پیچھے ہوتی ہے وہ ترقی کے دور مین رعایا کیساتھ
آگے کھنچ جاتی ہے اور جو گورنمنٹ آگے بڑھی ہوتی ہے تو رعایا اُس کو
پیچھے کھینچ لاتی ہے - یہ ایک نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا
ہوتا ہے یقینی اُس کے موافق قانون اور اُس کے مناسب حال گورنمنٹ
ہوتی ہے - تمام تجربون سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی و عمدگی
اور قدر و منزلت بہ نسبت وہان کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر
اُس ملک کے رعایا کی چال چلن - اخلاق و عادت و تہذیب و شایستگی پر
منحصر ہے کیونکہ قوم شخصی حالتون کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب درحقیقت
اُن مرد و عورت و بچون کی شخصی ترقی ہے جن سے وہ قوم بنی ہے - قومی ترقی
مجموعہ ہے شخصی محنت شخصی عزت شخصی ایمانداری اور شخصی ہمدردی کا اسیطرح
قومی تنزل مجموعہ ہے شخصی سستی شخصی بے عزتی - شخصی بے ایمانی شخصی
خود غرضی و شخصی برائیون کا - بدتہذیبی اور بدچلنی جو اخلاقی و تمدنی یا باہمی
معاشرت کے بدیون مین شمار ہوتی ہے درحقیقت وہ خود اُس
شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے اگر ہم چاہین کہ بیرونی کوشش سے
ان برائیون کو جڑ سے اکھاڑ ڈالین اور نیست و نابود کر دین تو یہ برائیان کسی
اور نئی صورت مین اُس سے بھی اور زیادہ زور شور سے پیدا ہو جاوینگی جبتک کہ قوم
کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالتونکو اصلاح کر کے ترقی نہ دیجاوے اور قوت نہ حاصل کیجاوے

جبکہ ہر شخص اور کل قوم اپنی اندرونی حالتوں سے خود آپ اپنی اصلاح کر سکتی ہے تو
اس بات کی اُمید پر بیٹھے رہنا کہ بیرونی طاقت انسان یا قوم کی اصلاح و ترقی کرے
کسقدر افسوس بلکہ نادانی کی بات ہے وہ شخص درحقیقت غلام نہیں جسکو
ایک خدا ناترس نے جو اُس کا ظالم آقا کہا جاتا ہے خرید لیا ہے یا ایک ظالم
و خود مختار بادشاہ یا گورمنٹ کی رعیت ہے بلکہ درحقیقت وہ شخص اصلی غلام ہے جو
بد اخلاقی۔ خود غرضی۔ جہالت و شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کے غلامی میں
مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پروا ہے وہ قومیں جو اس طرح غلام ہیں
وہ بیرونی زوروں سے یا عمدہ گورمنٹ یا عمدہ قومی نظام سے آزاد نہیں ہو سکتیں
جب تک کہ غلامی کی یہ ذلیل حالت دور نہ ہو۔

جان اسٹوارٹ مل کا قول ہے کہ ظالم و خود مختار حکومت بھی زیادہ خراب نتیجہ
پیدا نہیں کر سکتی اگر اُس کی رعایا میں شخصی اصلاح و شخصی ترقی موجود ہے اور جو چیز
کہ شخصی اصلاح اور شخصی ترقی کو دبا دیتی ہے درحقیقت وہی شے اُس کیلئے
ظالم و خود مختار گورمنٹ ہے پھر اُس شے کو جس نام سے چاہو پکارو۔ اپنی مدد آپ
اور اوروں پر بھروسہ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں
پہلا انسان کی بدیوں کو برباد کرتا ہے اور پچھلا خود انسان کو قومی انتظام یا شخصی
قوانین کے اجرا کی خواہش کو۔ ہماری محنت۔ ہماری آزادی ہمارا سہارا اور بھروسہ ہے
میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ہم محنت کئے جاویں اور اپنی قوتوں کو ٹھیک طور پر استعمال
کریں تو اُس سے زیادہ ہم کو کوئی موقع یا آیندہ قومی توقع اپنی بہتری کے لیے
نہیں ہے۔ انسان کی اگلی پشتوں کے حالات پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ انسان کی موجودہ حالت انسانون کے نسل در نسل کے کامون سے حاصل ہوئی ہے۔ محنتی اور مستقل مزاج محنت کرنے والون زمین کے جوتنے والون کانون کے کہودنے والون۔ نئی نئی باتون کے ایجاد کرنیوالون۔ مخفی باتون کے ڈہونڈہ نکالنے والون۔ آلات جر ثقیل سے کام لینے والون اور ہر قسم کے پیشہ کرنے والون۔ ہنرمندون۔ شاعرون۔ فیلسوفون۔ ملکی منتظمون نے انسان کو موجودہ ترقی کے حالت پر پہونچانے مین بڑی مدد دی ہے ایک نسل نے دوسری نسل کی محنت پر عمارت بنائی ہے اُن عمدہ کاریگرون نے جو تہذیب و شایستگی کی عمارت کے معمار ہین لگاتار ایک دوسرے کے بعد ہونے سے محنت وعلم و ہنر مین جو ایک بے ترتیبی کی حالت مین تھی ترتیب پیدا کیا ہے کسی لڑائی و میدان کارزار کی فہرستون اور تاریخون مین صرف بڑے بڑے سپہ سالارون کے نام لکھے گئے ہون لیکن وہ فتوحات اُن کو زیادہ تر انہین محنتی لوگون کی شجاعت اور بہادری و صبر و ثبات و عمل کے سبب سے ہوئی ہین عام لوگ ہی تمام زمانون مین سب سے زیادہ کام کرنے والے ہین بہت سے ایسے شخص ہین جنکی زندگی کا حال کسی نے نہین لکھا لیکن تہذیب و شایستگی اور ترقی پر اُن کا بھی ایسا ہی قوی اثر ہوا ہے جیسا کہ اُن خوش نصیب مشہور نامور آدمیون کا ہوا ہے جنکی زندگی کے حالات لکھی ہوئے ہین۔ ایک نہایت عاجز و مسکین غریب آدمی جو اپنے ساتھیون کو محنت و پرہیزگاری اور بے لگاو ایمانداری کی نظیر دکہاتا ہے اُس شخص کا اُس کے زمانہ مین اور نیز آیندہ زمانہ مین اُس کے ملک اُس کے قوم کی بھلائی پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے کیونکہ اُسکی زندگی کا طریقہ

اور چال چلن کو معلوم نہین ہوتا مگر اور شخصون کی زندگی مین خفیہ خفیہ پھیلجاتا ہے اور
آیندہ کی نسل کے لئے ایک عمدہ نظیر بنجاتا ہے۔ ہر روز کے تجربہ سے یہ بات
معلوم ہوتی ہے کہ شخصی ہی چال چلن مین یہ قوت ہے کہ دوسرے کی زندگی
اور برتاو اور چال چلن پر نہایت قوی اثر پیدا کرتا ہے اور حقیقت مین یہی
ایک نہایت عمدہ عملی تعلیم ہے اور جب ہم اس عملی تعلیم کا علمی تعلیم سے
مقابلہ کرین تو مکتب و مدرسے اور مدرستہ العلوم کی تعلیم اسی عملی تعلیم کی ابتدائی
تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ زندگی کے علم کا یعنے زندگی کے برتاو کے علم کا
جس کو انگریزی مین لایف ایجوکیشن کہتے ہین انسان و قوم پر زیادہ اثر ہوتا ہے
مکتب و مدرسہ و مدرستہ العلوم کا علم طاق یا صندوق یا الماری یا کسی بڑے
کتب خانہ مین رکھا ہوتا ہے مگر زندگی کے برتاو کا علم ہر وقت دوست سے ملنے
مین گھر کے رہنے سہنے مین شہر کی گلیون مین پھرنے مین۔ صرافہ کی دوکان
کرنے مین۔ ہل جوتنے مین۔ کپڑا بننے کے کارخانہ مین۔ کلون سے کام کرنیکے
کارخانہ مین ہر جگہ اپنے ساتھہ ہوتا ہے اور پھر بے سکھائے اور بے شاگرد
کئے لوگون مین صرف ہم آپس کے برتاو سے پھیلتا جاتا ہے۔ یہ پچھلا علم وہ
علم ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے اسی پچھلے علم سے عمل چال چلن تعلیم
نفس کُشی شخصی خوبی قومی مضبوطی اور قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہی
پچھلا علم وہ علم ہے کہ جو انسان کو اپنے فرایض ادا کرنے اور دوستون کے
حقوق محفوظ رکھنے اور زندگی کے کاروبار کرنے اور اپنی عافیت وقعت سنوارنے
کے لایق بنا دیتا ہے اس تعلیم کو آدمی صرف کتابون سے نہین سیکھہ سکتا اور

نہ یہ تسلیم کسی درجہ کی علمی تحصیل سے حاصل ہوتی ہے۔ لارڈ بیکن کا نہایت عمدہ قول ہے کہ علم سے عمل نہیں آجاتا علم کو عمل مین لانا علم سے باہر اور علم سے برتر ہے اور مشاہدہ اور اپنے اوپر گذرنا و مصایب کا دور آدمی کی زندگی کو درست اور اُس کے علم کو باعمل یعنے اُس کے برتاو مین کردیتا ہے علم کے بہ نسبت عمل اور سوانحمری کے بہ نسبت عمدہ صحبت و مثال آدمی زیادہ تر فائز کرتا ہے۔

امانت: دیانت اور پرہیزگاری ایسی صفات نہین ہین جو انسان کو بے محنت حاصل ہوجاوین یہ نیک صفات انسان مین دلی کوشش اور ذاتی توجہ سے نشو و نما پاتی ہین جس ذات مین یہ صفات ارادہ اور مرضی کی پختگی کے ساتھ جمع ہوجاوین وہ ایک ایسی قوت کا مالک ہوجاتا ہے جو ناقابل دباو ہے اور اُس کا زور و اثر تسلیم کیا جائیگا۔ دنیا مین ہر فرد بشر کو عمدہ و اعلیٰ کیرکٹر حاصل کرنے مین سعی بلیغ کرنی چاہیئے وہ زندگی کے اعلیٰ ترین مقاصد مین سے ہے اسکی ہر زمانہ مین مانگ ہے اس لئے امانت و صداقت انسان کی جان اور دیانت داری اُس کا جوہر ہے۔ دنیا مین بہترین مواقع اور فضیلتین نیک چلنی سے ملتی ہین۔ نیک چلنی کا اثر انسان پر ہو کر رہتا ہے خواہ اُس کا عمل کرنے والا مشہور و معروف نہ ہو اور گمنام ہو۔ عمدہ اخلاق کا پرتو سوسائٹی پر ویسا ہی پڑتا ہے جیسا شمع کا بزم پر۔ کیرکٹر کسی علم و فضل کا نتیجہ نہین بلکہ وہ ایک طرح کا ضبط و انضباط ہے جو چال چلن مین قربانیون سے پیدا کیا جاتا ہے اور جسم اور جس کے دبانے اور روحانی صفات کی

ترقی منحصر ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہین کہ اخلاق ایک ایسی صفت ہے جو محض منکسرانہ برتاو سے حاصل ہوسکتی ہے مگر ہم اکثر دیکھتے ہین کہ جو لوگ بالطبع منکسر المزاج ہین اور اُن کا برتاو بھی مودبانہ ہے انکا چال چلن لازمی طور پر پاکیزہ نہین ہوتا اور انواع و اقسام کے امراض اخلاقی مین وہ مبتلا پائے جاتے ہین۔ پس ایسے اشخاص کو کسی حالت مین چال چلن کا اچھا نہین کہہ سکتے۔ کیرکٹر کے ساتھہ بہت سے فرائض وابستہ ہین اور جبتک اُنکی پابندی نہ کیجاوے محض عجز و انکسار سے کیرکٹر نہین بنتا بلکہ اخلاق کی درستی کے لئے نفس کو بُری نیتون۔ خراب ارادون۔ رذیل عادتون اور آلایشون سے پاک رکھنا چاہیئے۔ ایک فلاسفر نے لکھا ہے کہ تم ذی علم کی عزت و منزلت کرنے پر اصرار کرتے ہو یہ اچھی عادت ہے لیکن اس کیساتھہ یہ لحاظ ضروری ہے کہ کشادہ دلی۔ غور و فکر۔ دنیا کا تجربہ۔ عمدہ عادات و اطوار کام کا شوق۔ دیانت اور صداقت کی محبت ان اوصاف کی اکثر زبردست سے زبردست عالم و فاضل مین بھی کمی رہتی ہے۔ انسان اپنی زندگی کو جیسا چاہے بنا سکتا ہے یہ امر ہمارے امکان مین ہے کہ کارآمد بنین یا نکمے۔ اخلاق یا خصایل جسطرح قومون کی کامیابی کا ذریعہ ہین اُسیطرح افراد کی کامیابی کا بھی وسیلہ ہوسکتے ہین۔ یہ سچ ہے کہ بعض لوگ اُن کے بغیر بھی دنیا مین کامیاب ہوجاتے ہین لیکن حقیقت مین انکی کامیابی اصولی ترقی کے ذیل مین نہین آسکتی۔ دنیا مین حقیقی کامیابی ایک ایسی زندگی سے پیدا ہوتی ہے جسمین فرض کے ادا اور چال چلن کی اصلاح مین سختیان

برداشت کیجائین - خطرات کا مقابلہ کیا جاوے استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھہ کام برابر کیا جاتا رہا ہو ایک ہی مقصد کو حاصل کرنا اور دوسرے کو وہ آنے دینا ہو جس نے فرض کو دنیا کی کامیابی کے خیال پر مقدم رکھا ہو جس نے سرگرمی سے کے ساتھہ برائیوں اور گناہوں کے خلاف عمل کیا ہو جو اپنے کوتاہیوں اور خامیوں کا درست کرنا اپنا فرض سمجھتا ہو اور جو اعلی اصول کا پابند رہا ہو اسکی زندگی کسیطرح ناکام نہین رہ سکتی -

نہایت پسندیدہ ہے کہ زندگی کے پروگرام مین اعلی مقاصد ابتدا ہی سے داخل کر لئے جاوین اور جس کام کے متعلق معلوم ہو کہ وہ فرض ہے اسکو کرنا چاہیئے اور اپنے عمل کے بعد توکل اللہ ہی پر رکھنا چاہیئے اور کارساز اسیکو سمجھنا چاہیئے اور نتیجہ اُسی کے سپرد کرنا چاہیئے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اللہ متوکلین کو چاہتا ہے - کیرکٹر در اصل اخلاقی صفات کا دوسرا نام ہے انہین نیک صفات کے باعث انسان کی عزت قایم ہوتی ہے - لہذا انسانکو اپنی زندگی کی تمام چھوٹی و بڑی باتون مین حسن اخلاق کے نشوونما کا خیال رکھنا چاہیئے - خوش اطواری خوش کرداری خوش رفتاری اور حسن خلق کا ہونا ایسے امور ہین کہ انسان کی ساکھ اور ہوا اُس سے بنی رہتی ہے اور لوگ اعتبار اور اعتماد کرتے ہین اور جب معاملات اور واقعات مین اُس کا استقلال اور ثابت قدمی و عالی ہمتی صفات مذکورہ کے بابت دیکھہ لیتے اور تجربہ کر لیتے ہین تو اور زیادہ اُس کو اچھا سمجھنے لگتے ہین - امانت صداقت ہر ایک شعبہ زندگی کا یہی حال ہے یعنی جس شاخ اور جس شعبہ مین کوئی شخص احسن عمل و احسن برتاو کرے

اور اُس پر ثابت قدمی اور استقلال دکھلاوے اُسی مین وہ ممتاز ہوتا اور اچھے چلن کا کہلاتا ہے اور مجموعی حیثیت سے بھی نیک چلن اچھا چلن والا اور اسی قسم کے الفاظ سے پکارا جاتا اور تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ اُنسے نامزد ہوتا ہے لہذا نیک چلن کی تعریف مین بہت سے صفات محمودہ کی تعریف کیجاتی ہے اور جس کے نزدیک جو علامت بہتر ہے وہ علامت اسکی شناخت کی بتاتا ہے اور اہم امور کی تعریف کردیجاتی ہے لیکن یہ سمجھہ رکھنا چاہیے کہ ہر شاخ نیک کام کی جدا جدا ہے اور ہر ایک کی علامت شناخت جدا جدا ہین اسی لئے قران مجید مین متقین ومومنین وغیرہ کی جدا جدا شناخت واعمال بیان ہوئے ہین جنسے بہتر طور پر بیان نہین ہوسکتا۔

انسان کو نہ مال نہ جاہ نہ اختیار نہ ہوشیاری نہ آزادی اور نہ تندرستی ایسی ضروری ہین جتنی نیک چلنی کیونکہ معاشرت مین انسان کے مقاصد اور اُس کے ارادون کی رہنمائی نیک چلنی سے اس طرح ہوتی ہے جسطرح کہ چاہیے۔ انسان جب تک نیک چلن نہ ہو نا چیز اور حقیر ہے تجارت نہین ہوسکتی اگر بدگمانی ہو اور نیک چلنی وامانت نہ ہو۔ غرض ہر چیز مین نیک چلنی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ادنیٰ ملازم بھی رکھنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے صفت نیک چلنی کی اُسمین تلاش کرتا ہے۔ بدچلن کی ممکن ہو کہ تعریف ہوسکے لیکن اسپر اعتماد نہین ہوسکتا ہے۔ نیک چلنی انسان کے باطن کی اصلی اور خالص اور اشرف صورت ہے۔ نیک چلن اگر کم دولت اور کم لیاقت بھی ہو تاہم بازار۔ دفتر۔ مجلس۔ قانون ہر جگہہ اُس کا سچا ادب کیا جاتا ہے

تو تھر ایسا مفلس تھا کہ گھڑی سازی اور باغبانی کر کے بسر اوقات کرتا تھا اس حالت مین بھی وہ اپنی قوم کا پیشوا اور اُن کے اطوار کی تربیت کرتا تھا اور ایسا معزز خیال کیا جاتا تھا کہ جرمنی کے کسی شاہزادہ کے بھی اس قدر عزت نہین ہوئی جس قدر اُسکی۔ ایک بزرگ نے کیا خوب کہا تھا کہ مین اختیار و عزت حاصل کرنے کے لئے نیک چلنی ہی کو ذریعہ بناؤن گا اور سوائے اس کے دوسری راہ نہ آزماؤن گا اگرچہ آغاز مین یہ راہ بظاہر دشوار گذار معلوم ہوتی ہے مگر نہایت محفوظ اور سیدھی ہے۔ کچھ وہی لوگ نیک چلن کی عزت نہین کرتے جن کو اُس سے فایدہ پہنچتا ہے بلکہ غیر بھی اُس کی عزت کرتے ہین۔ امیر نیک چلن نہین ہے تو محتاج ہے اور نیک چلن اگرچہ محتاج بھی ہو تب بھی امیر ہے اُس کا دل خود اُسکو غنی اور خوشدل اور مطمئن بنائے رکھتا ہے جس کے پاس یہ نعمت نہین وہ دولت بھی رکھتا ہو۔ کتابین بھی بہت پڑھ گیا ہو اور دکھاوے کے لئے صایم الدہر و قایم اللیل بھی ہو تب بھی محتاج ہے۔ پس نیک چلنی اعلیٰ ترین خوبی بہترین جایداد اور عمدہ ترین منصب و خطاب ہے جس سے ہر درجہ اور ہر رتبہ کا آدمی فایدہ اُٹھا سکتا ہے۔ نیک چلن روزانہ کاروبار مین مستقل اور پاک و انصاف پسند اور راستباز کمزورون پر رحم دل کاہلی سے متنفر اور خطرہ کے وقت اپنے اوپر اعتماد رکھنے والا ضرورت کے وقت سب سے اول نظر آنے والا ہوتا ہے۔ کسی ملک کا عروج اس پر منحصر نہین ہے کہ عمارات خوشنما محصل بیش بہا حدود مستحکم ہون بلکہ باشندون کی نیک چلنی پر منحصر ہے

ڈاکٹر اباٹ نے اپنے مرحوم دوست اسکوائل کے نسبت لکھا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے محبت اور لڑکون پر مہربانی کرتا دوستون سے مستحکم رشتہ و شمنون سے معتدل برتاو رکہتا اور اپنے قول و فعل مین سچا تہا۔ فی الحقیقت کسی کی چال چلن کا اندازہ بلحاظ عام شہرت مصنف۔ شاعر و مدبر ہونے کے نہین ہو سکتا بلکہ اُس کے روزانہ کاروبار کے تعلق اور فرایض منصب انسانی کے ادا کرنے اور اُن باتون سے ہو سکتا ہے جو متعلقین و کمزورون اور دوسرے لوگون کے ساتہہ کرتا ہے۔ اکثر دولت کو خرابی سے عیش و عشرت کو بدکاری سے ایسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسے ناخن کو گوشت سے اور مفلسی کو ملکات اور بدنیتی سے اکثر ایسا علاقہ ہوتا ہے جیسے بصارت کو حدقہ چشم سے جن لوگون کو اپنی طبیعت پر اختیار نہین ہے اُن کے ہاتہون مین دولت و اختیارات ایسی چیزین ہوتی ہین جنسے خود اُن کو اور دوسرون کو نقصان پہنچتا اور حق تلفی ہوتی ہے۔

کسے کوشد بنام نیک مشہور — پس از مرگش بزرگان زندہ دانند

و لے از آنکہ بد فعل است و بدنام — اگرچہ زندہ باشد مردہ دانند

سعدیا مرد نکونام نہ میرد ہرگز — مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نہ برند

جس قوم یا ملک کے اکثر افراد مین شخصی محنت شخصی عزت و شخصی نیک چلنی ہوگی اُس کو قومی و ملکی عزت قومی و ملکی فلاح قومی و ملکی ترقی جلد حاصل ہوگی۔ ہر قوم مین متوسط الحال اشخاص کا نیک چلن اور مفرح حال ہونا اُس قوم کے نیک ہونے اور اچھی حالتمین ہونے کا معیار ہے اُن کی مثال ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے کہ اگر وہ سیدھی نہین ہوتی تو قد بھی سیدھا نہین ہوتا۔ لوئی چہاردہم نے اپنے وزیر سے

پوچھا کہ باوجودیکہ فرانس کی اس قدر وسعت اور آبادی ہے تاہم کیا وجہ ہے کہ ہالینڈ ایسے چھوٹے ملک پر فتحیاب نہین ہو سکا۔ وزیر نے جواب دیا کہ ملکی بزرگی وسعت و مردم شماری کی زیادتی پر منحصر نہین ہے بلکہ باشندگان کی قابلیت پر ہے جو لایق وجفاکش و محنتی ہین۔

اس خوبی یعنے نیک چلنی کا نوجوانون کو بہت کم خیال ہوتا ہے مگر اسکی کمی کے باعث اُن کو طرح طرح کی آزمایشون مین پڑنا اور مصیبتین جھیلنی پڑتی ہین اگر نوجوان براہ دور اندیشی خطرہ مین پڑنے کے قبل اسکی فکر نہ کرلین تو بعدہٗ اسکی قدر و اصلیت معلوم ہوتی ہے بے اعتدالی سے پرہیز کرنے کی نصیحت جلد باز گرم مزاجون کو بدمزہ و بے لذت معلوم ہوتی ہے لیکن اُن کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ سپاہی جو برہنہ شمشیرون کے درمیان کودنا چاہتا ہو بغیر ہوشیاری و دور اندیشی و مشق کے کامیاب نہین ہو سکتا جو انسان زندگی کے سفر مین تباہی سے محروم رہنا چاہتا ہے اُس کو لازم ہے کہ مثل جوانمردون کے کمر باندھے اور نیکی کا خیال دل مین رکھکر عمل کرے و نیک کردار بنے اور بے اعتدالی سے پرہیز کرے۔

فرانسس ہورنر کے بابت سڈنی اسمتھ لکھتا ہے کہ وہ ایسا راستباز تھا کہ خدا کے احکام اُس کے دل و چہرہ پر منقش معلوم ہوتے تھے۔ لارڈ کاکبرن لکھتے ہین کہ وہ بے بہا و خاص ڈھنگ جس سے اُس کی سوانحعمری پڑھنے والے کے دل مین نہایت اثر ہوتا ہے یہ ہے کہ صرف اڑتیس ۳۸ برس کی عمر مین اُس کا انتقال ہو گیا مگر اُس وقت کوئی شخص ایسا اور نہ تھا جسکی عام مین اس قدر زیادہ ادب و عزت ہوئی ہو بجز چند کمینہ خصلت و بد لوگون کے کوئی ایسا نہ تھا جو اُسکی تعریف نہ کرتا ہو

اُس پرسب کو محبت واعتبار تھا مجلس پارلیمنٹ مین کسی شریک کے انتقال پراس قدر زیادہ عزت وتعریف نہین کیگئی۔ ہر نوجوان کو اپنے دل سے سوال کرنا چاہیئے کہ اُس کو کس طور پر یہ اعزاز حاصل ہوئے۔ کیا مرتبہ سے؟ نہین وہ ایک غریب ایڈنبرا کے سوداگر کا بیٹا تھا۔ کیا دولت سے۔ نہین اُس کے پاس کبھی ضرورت سے زیادہ ایک پیسہ بھی نہین ہوا۔ کیا عہدہ سے۔ نہین وہ چند سال ایک عہدہ پر مامور رہا جسمین کچھہ بہت اختیار نہ تھا اور تنخواہ بھی قلیل تھی۔ کیا لیاقت سے۔ نہین وہ کوئی بڑا عالم مشہور نہ تھا اور نہ بہت ذہین تھا اُس کا صرف یہی حوصلہ تھا کہ مین راستی پر قایم رہون۔ کیا فصاحت سے نہین وہ سنجیدگی وسرگرمی کے ساتھہ بولتا تھا اُس کی زبان مین کوئی ایسی فصاحت وبلاغت نہ تھی جو سننے والے کے دل پر جوش پیدا کرے یا کسی امر کی ترغیب دے۔ کیا دلفریب طور وطریق سے۔ نہین وہ صرف نیک چلن اور دلپسند ہونا چاہتا تھا۔ اب غور کرو کہ اُس کو کس طور سے یہ عزت عظیم حاصل ہوئی صرف عقل وتمیز ومحنت وعمدہ اصول اور نیک دل ہونے کے باعث۔ اور یہ اوصاف ایسے ہین کہ جن کو ہر شخص حاصل کرسکتا ہے بشرطیکہ اُس کا دل راستی پر ہو وہ صرف اپنی نیک چلنی کے بدولت اس مرتبہ کو پہونچا جو خود بخود اُسمین پیدا نہین ہوگئے تھے بلکہ محنت وثابت قدمی واستقلال سے اُس نے اپنی ذات مین قایم کیا تھا پارلیمنٹ مین اُس سے فصاحت ولیاقت مین بہت بڑھ کر لوگ تھے مگر اُس کے مثل کوئی دوسرا ایسا نہ تھا جسمین لیاقت کے ساتھہ اس قدر زیادہ راستبازی واخلاق ہو۔ ہارنر نے اپنی نیک چلنی سے یہ ثابت کردیا کہ اوسط درجہ کی لیاقت والا نیک وعمدہ تربیت کے ساتھہ بلاحسد وبغض لوگون کے درمیان بھی بڑے

کام کرسکتا ہے۔ ایک بزرگ جب کمینون کے ہاتھہ پڑگیا اور اُس سے ٹھٹھے مین پوچھا گیا کہ بتلاؤ تمہاری گڑھی کہان ہے تو اُس نے اپنے سینہ کو ٹھونک کر کہا کہ یہان ہے مصیبت کے وقت راستکارون کی خوبیان اور ظاہر ہوتی ہین۔ فرنکلن بھی اپنی کامیابی کا اصل سبب سچائی اور نیک نختی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ مین خوش تقریر نہ تھا بولنے مین اٹکتا تھا اگرچہ اکثر غلطیان ہوجاتی تھین تاہم میری ہی راے غالب آتی تھی۔ سر رابرٹ پیل کی وفات کے بعد ڈیوک آف ویلنگٹن نے اُسکی نسبت جو بیان کیا تھا اُس کا ملخص یہ ہے کہ کاروبار سرکاری مین مجھے ایک زمانہ سے اُس کیساتھہ تعلق تھا مین سچ کہتا ہون کہ میری کسی ایسے شخص سے ملاقات نہین جو اُسکے بہ نسبت سچا انصاف پسند ہو تمام زندگی مین کوئی ایسا واقعہ پیش نہین آیا جسمین نے مجھے ذرہ بھی شبہہ ہوا ہو کہ وہ کوئی ایسی بات بیان کرتا ہے جس کو وہ سچی نہین سمجھتا اس اعلیٰ مدبر کی یہی راستبازی اُس کے اختیار و طاقت پیدا کرنے والی تھی۔

ایک امریکن شریف نے جب ولشاٹ صاحب کو یہ لکھا کہ بلحاظ آپ کی بزرگی واعلےٰ خوبیون کے مین نے اپنے لڑکے کو آپ کے نام پر موسوم کیا ہے تو اُنہون نے یہ جواب مین لکھا کہ مین نمیشت آپ سے درخواست کرتا ہون کہ اس خاندان کے معزز مقولہ کو بھی اُس کو سکھائیگا جس کے نام پر لڑکے کا نام رکھا گیا ہے ہمیشہ کردو ویسا ہی جیسا تم اپنے کو ظاہر کیا چاہتے ہو۔

عالی ہمتی۔ ثبات۔ استقامت۔ عزم۔ جہد۔ سعی۔ محنت ہمت اور دلیری وغیرہ کے فضایل

چونکہ عمل کرنے کے بھی اور عمل کے نتایج کے ملنے مین بھی موانع ہوتے ہین لہذا دونون کے لئے جہد کرنا و ثابت رہنا لازم ہے جب تک ثبات کا کوئی قلیل یا کثیر جزو شامل نہ ہو عمل ہو ہی نہین سکتا عمل پر ثابت رہنا سعی و جہد کرنا ہے اور چونکہ ضبط نفس نفس کو خاص طور پر روکنے اور طیار کرنے کا نام ہے اس لئے وہ بھی بغیر ثبات و جہد کے اور بدون صبر کے حاصل نہین ہو سکتا اگرچہ بالآخر تکلیف و سختی پر صبر ضبط کا نتیجہ ہو جاتا ہے لہذا ثبات و صبر و جہد و سعی وغیرہ اُن فضایل مین ہین جنکا درجہ بوجہ تقدم کے ضبط نفس کے بیان کرنیکے بعد کا ہے اس لئے ثبات کیساتھ سیکے بعد دیگرے ان کا بیان بھی کیا جاتا ہے۔ اسیطرح عالی حوصلگی کے ساتھ ثبات کرنا درجات ثبات مین سے ہے اور اُس کے درجہ و فضایل کو بلند کرتا ہے اور بخلاف اس کے پست ہمتی تذبذب وغیرہ نقایص ہین لہذا ثبات کے ساتھ انکا بیان بھی کیا جاتا ہے عالی ہمتی کو قران مجید مین عزم الامور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان اللہ یحب معالی الامور و عزم الامور۔ قل اللہ ثم استقم۔ لا للکبراء ھم الموت بل لھم ھم الفوت۔

سنے عزم درست و سعی کامل | کس را نہ شود مراد حاصل
من طریق سعی می آرم بجا | لیس للانسان الا ما سعےٰ
دامن مقصود اگر آرم بکف | از غم و اندوہ مانم برطرف
ورنشد از جہد من کارم بہ کام | من دران معذور باشم والسلام
گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید | ہیچ راہے نیست کو را نیست پایان غم مخور
ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق | باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

عنان عزم پھر جائے گر کہ تابی   مکن بدست تردد عنان خود از دست
گر کس بمنزل مقصود رہ نمی یابد   مگر بسعی تمام و دگر بعزم درست
ہر کسیکہ پاے طلب در طریق عزم نہاد   بہ تختگاہ بزرگی رسد بگام نخست
در طلب بکوشم ار ایام زہے بخت بلند   در بنایم عذر من آفتد بزرگان ناپسند
بناے کار بنہ بر ثبات و ایمن باش   کہ ہر بنا کہ بر اصل است پایدار بود
در تردد رہ نجات مدان   ہیچ خصلت بہ از ثبات مدان
اے بیخبر بکوش کہ صاحب خبر شوی   تا راہ بین نباشی کے راہ بر شوی
گر نشاید بدوست راہ بردن   شرط عقل است در طلب مردن
نصیحت ہے یہ یاد رکھنے کے قابل   کہ جز استقامت نہ کچھ ہوگے حاصل
جو پتھر پہ پانی پڑے متصل   تو بیشبہہ گھس جائے پتھر کا سل
رہو گے اگر یونہی تم مستقل   تو اک دن نتیجہ بھی جانو گے حاصل
نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو   جہاں تک بنے کام پورا کرو
مصیبت اٹھاؤ مشقت کرو   طلب میں جیو جستجو میں مرو
مشقت میں باقی نہ رکھنا ادھار   جو ہمت کرو گے تو بیڑا ہے پار
اسرار حقیقت نہ شود حل بسوال   نے نیز بدر باختن نعمت و مال
تا جان نکنی خون نخوری پنجہ سال   از قال ترا رہ نہ نمایند بحال

اس اعلیٰ خوبی کے ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتے جس سے انسان کی چال چلن کی درستگی و آراستگی ہوتی ہے اور جو اخلاق بزرگی کی جزو اعظم و ہر قسم کی کامیابی کی کفیل ہے اور بغیر اس کے صفات محمودہ کا حاصل ہونا خواب و خیال ہے

اور وہ عالی ہمتی کے ساتھہ ثابت قدمی ہے۔ دنیا مین کوئی انسان کامیاب
نہین پایا گیا جو کام کو بغیر پورا کیے چھوڑ دیتا ہو کسی اچھے کام کو شروع مین مشکل پا کر مت
گھبراؤ شروع مین ضرور کچھہ نہ کچھہ مشکل پیش آتی ہے اور جو کام جسقدر زیادہ مفید
ہوتا ہے اُسی قدر ابتدا مین وہ زیادہ مشکل واہم نظر آتا ہے اور مشکل ہی کام مین
ثابت قدمی کرنی پڑتی ہے جہان ارادہ پختہ رہتا ہے اور حالت بالکل ناموافق
نہین ہوتی وہان فتح موجود رہتی ہے بلکہ ایسی صورتون مین بھی جہان کوئی بات
مناسب حال نہ ہو مصمم قصد رکھنے اور ثابت قدمی کے ساتھہ عمل کرتے جانیسے
توقع کے خلاف کامیابی ہو جاتی ہے۔ اُس کو کامیابی نہین ہوتی جو پہلے بار اچھا
داؤن نہ پڑنے کے باعث پانسہ پھینک دیتا ہے پست ہمتی و تنگدلی سستی استقامت و محنت وغیرہ
سب ثبات کے اقسام یا اُس کے اضداد ہین۔ اول یہ دل پر نقش کر لینا چاہیے
کہ ثبات و جانفشانی ایسی شئے ہین جو انسان کو بزرگ مرتبہ پر پہنچا دیتی ہین۔ کتابین وغیرہ
تم کو بیدار کر سکتی ہین اور گمراہ ہونے سے محفوظ رکھہ سکتی ہین مگر تم صرف اپنے پاؤن ہی سے
سفر طے کروگے وہ تمہارے چلنے ہی سے ختم ہوگا۔ بلاشک راستہ کے نشان راہ
طے کرنے کے لیئے کارآمد ہوتے ہین مگر جس قدر جلد تم بغیر اُن کے بڑھ سکو اُسقدر
بہتر ہے اور اگر نشان ہی کو ہمیشہ تلاش کرتے رہوگے تو دور کا سفر اور بہت سا
سفر نہ کر سکوگے اور اپنے مثل بھٹکے ہوئے مسافر کا ہاتھہ پکڑ کر آگے چلوگے پس
تمہین لازم ہے کہ اپنی عقل و تمیز پر بھروسہ کر کے عمل کرو اور اس حقیقت کو ثابت
کرو کہ چلنا چلنے سے اور کودنا کودنے سے آتا ہے اگر اول ہی بار ہٹ جاؤگے تو
دوسری اور تیسری بار مین تمہاری ہمت اور پست ہو جاوگی اور آخر مین مایوس

ہو بدتر ہو جاؤ گے پتھر اک اونچی لہرون کے سامنے چھاتی ہی کے کرنے سے اپنے فن مین مضبوط و پکا ہوتا ہے۔ یہ جان لینے سے کہ گناہ کس کو کہتے ہین اور نجات کسطرح ملتی ہے تم مقدس نہین ہو سکتے اور نہ تمھین نجات ہو سکتی ہے تا وقتیکہ تم عمل و ثبات کے ذریعہ سے نجات نہ حاصل کرو۔ جس طرح سفر کرتے وقت ایک میل کا نشان دوسرے میل کے نشان سے پیچھے پڑ جاتا ہے اسی طور پر زندگی کے سفر مین ایک بدی کے بعد دوسری بدی کو ترک کرتے جانا چاہیئے اور نیک عمل کرتے جانا اور اس پر مستقیم ہوتے جانا چاہیئے۔ مستقل مزاج آدمیون اور ثبات کیساتھ عمل کرنے والون کو شروع شروع مین کتنے ہی موانعات اور مشکلات کیون نہ پیش آتی ہون عموماً آخر مین اُنکو کامیابی ہوتی ہے۔ اکثر لوگون مین کسی کام کے کرنے کی قابلیت اور اس کے ساتھ دلچسپی بھی ہوتی ہے لیکن انھین اُس کام مین کامیابی نہین ہوتی اُسکی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ انھین ثبات سے مسلسل محنت کرنے کی عادت نہین ہوتی۔ خشک مضمون سے دلچسپی نہ ہو تب بھی برابر کوشش و ثبات کرنیسے دلچسپی ہو جاتی ہے اور اُس وقت وہ خشک مضمون اُس قدر خشک اور مشکل نہین معلوم ہوتا جیسے پہلے معلوم ہوتا تھا لہذا بتدریج دلچسپی پیدا کرنی چاہیئے۔ دل مین جو بات ٹھان لے اُس پر ثابت قدم رہے نیک ارادون مین بلا خوف تردید و مخالفت و ملامت پہاڑ کی طرح پاؤن جمانا چاہیئے یہان تک کہ کوئی طاقت ارادون مین تزلزل نہ پیدا کرسکے اور جس کام کو کرین اُس کو تا بہ امکان اعلیٰ پیمانہ پر شروع و پورا کرنا چاہیئے۔ غور و فکر کے بعد جو عزم ہو جاوے اور ٹھان لیا جاوے اُس پر سختی سے ثابت قدم ہو کر کام کرنا چاہیئے جو مذبذب رہتا ہے پھر اُس کے اعمال سے

نتیجہ سود مند نہین حاصل ہوتا ارادہ کی مضبوطی ہی کفیل کامیابی ہے جو شخص چاہتا ہے کہ اپنے اعمال سے نتایج مطلوبہ حاصل کرے اُس کو عمل کرنے مین ثبات لازم ہے۔ جب تک کسی معقول وجہ سے اپنی غلطی کا یقین واحساس نہ ہوجاوے پھرنا نہین چاہیئے۔ باربار اپنی حالت کو بدلتے رہنا اور ہر شخص کے ساتھہ مختلف رنگ اختیار کرنا دورنگی ہے اس سے اعتبار ووقار جاتا رہتا ہے اور جب دوست یا اہل معاملہ جان لیتے ہین کہ کسی رنگ پر وہ قایم نہین ہے اور کوئی وضعداری اُسمین نہین ہے تو اُس سے پرہیز کرتے ہین۔ پس وضع کو نباہنا چاہیئے اور کم سے کم جلد جلد نہ بدلنا چاہیئے۔

کمینہ کام کرنے سے جو ڈر جائے بہادر ہے   بنی آدم کی خاطر جان دے وہ بہادر ہے

دلیری ایک ایسی صفت ہے جس سے ممتاز ہونے مین ہر ایک شخص خوش ہوتا ہے یہ وہ عمل ہے جو انسان کو زندگی کے تمام مصایب پر حاکم بنا دیتی ہے یہ وہ مکمل ارادہ ہے جس کو کوئی خوف جنبش نہین دلیسکتا یہ وہ چیز ہے جو انسان کو اگر ضرورت پڑے تو فرض کے پورا کرنے کی خاطر مرنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔ وہ کون شخص ہے جو بزدل کی تعریف مین ایک لفظ بھی نکالتا ہے؟ کیا تمام دنیا اُس کو نظر حقارت سے نہین دیکھتی؟ بزدل کمینہ اور نامرد ہے اُسمین دلیری کا نام بھی نہین یہ غلام تک بننے کو طیار ہے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے کام دلیری سے تکمیل کو پہنچے ہین ہر ایک نعمت جس کا ہم حظ اُٹھارہے ہین سب کچھہ اسی کے ذریعہ سے ہوا ہے بطور ایک قوم کے دنیا مین رہنے کا حق زمانہ دراز کی جنگون اور معرکون کی بدولت تکمیل کو پہنچا ہے۔ کہا گیا ہے کہ وحشیانہ زندگی مین تحمل وثبات زیادہ کامل ہوتے ہین

لیکن جیون جیون تمدن و تہذیب کی ترقی ہوتی جاتی ہے اسمین کمی آتی جاتی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مصنوعی و فریبی و ملمع کاری کے تمدن و تہذیب مین ایسی حالت ہوتی ہے۔ سوسائٹی کی ترقی کے ساتھہ تخیلات مین فرق ہوتا رہتا ہے اور سوسائٹی کے مختلف مدارج مین مختلف عمل بہتر یا برے ہوجاتے ہین لہذا تمدن و تہذیب سے اور زیادہ مستدل ثبات پیدا ہونا چاہیئے نہ کہ اسمین کمی ہو سورہ حشر مین ہے۔

و قذف فی قلوبھم الرعب یخربون	اور ڈال دیا اللہ نے اُنکے دل مین دہاک خراب
بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین	کرتے تھے اپنے گہرون کو اپنے ہاتھون سے اور مسلمانون کے
فاعتبروا یا اولی الابصار ۵	ہاتھون سے سو عبرت پکڑو اے آنکھہ والو۔

لہذا دہاک بندھ جانا بہت مفید اور دشمنون کے مال و جان کی خرابی کا سبب ہوتا ہے یہان تک کہ وہ خود اپنے ہاتھون سے برباد ہوتے ہین۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب	اب ڈالینگے ہم کافرون مین رعب بسبب اسکے کہ شرک کیا انہون نے
بما اشرکوا باللہ مالم ینزل بہ سلطاناً	اللہ کیساتہہ جسکی اُسنے سند نہین اُتاری۔

پس اس آیت مین سبب ایسے رعب کا شرک بیان کیا گیا ہے جسکی سند اللہ نے نہین اُتاری اور چونکہ ایمان کی سند برخلاف اُس کے ہے لہذا ظاہر ہوتا ہے کہ مومنین پہ رعب نہین ہوتا اور شان مومنین کی یہ ہونی چاہیئے کہ دہاک مین نہ آوین۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے۔

و لولا ان ثبتناک لقد	اور اگر ہم نہ ثابت رکھتے تجھکو توبیشک قریب
کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلا ۵	تہا تو جھک جاوے تھوڑا۔

پس ثبات کو بطور رحمت اللہ تعالی نے آنحضرت کیلیئے بیان فرمایا ہے لہذا اُسکی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اُس کے ترک کا نتیجہ جھک جانا ثابت ہوتا ہے۔

سورہ صف مین ہے۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیل اللہ صفاً کانھم بنیان مرصوص ۵ | اللہ محبوب رکہتا ہے انکو جو لڑتے ہین اللہ کی راہ مین صف باندہ کر گویا کہ دیوار سیسہ کی پلائی ہوئی ہین

پس ایسے صبر وثبات رکہنے والون کو جنکا ذکر اس آیت مین ہے اور جو رعب مین نہین آتے اللہ دوست ومحبوب رکہتا ہے۔ سورہ محمد مین ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم و الذین کفروا فتعسا لھم واضل اعمالھم ذالک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم | اے مومنو اگر مدد دوگے اللہ کو اللہ مدد کریگا تمہاری اور ثابت کرے گا تمہارے قدمون کو اور جنہون نے کفر کیا انکو ٹہوکر لگی ہے اور گمراہ ہوئے انکے اعمال بسبب اسکے کہ مکروہ رکہا انہون نے اسکو جو نازل کیا ہے اللہ نے سو اکارت گئے انکے عمل

پس اللہ کی مدد کرتے یعنی جو حکم اللہ کا بجا لاتے ہون جس سے اللہ کی دین اور مسلمانون کی مدد ہوئی اللہ بھی انکی مدد کرتا ہے اور منجملہ اس کے مدد کے یہ بھی ہے کہ قدمون کو ثابت کر دیتا ہے اور برخلاف اس کے کافرون کو ٹہوکر لگتی ہے اور وہ گمراہ ہو جاتے ہین یعنے ان کے قدم بہی ثابت نہین رہتے اور انکے اعمال اکارت جاتے ہین۔ پس ثابت رہنے کی فضیلت ان آیات سے ثابت ہوتی ہے۔ سورہ محمد مین ہے۔

فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم ۵ | سو سست نہ ہو اور ہمت ہار کر انکو صلح کیطرف اور تم غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتہ ہے اور ضایع نہ کرے گا تمہارے اعمال کو۔

سورہ انفال مین ہے۔ یا ایہا	اے ایمان والو جب ملو فوج سے
الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا	تو ثابت رہو
سورہ بقر مین ہے۔ قال لہم نبیہم ان	اور کہا ان کو انکے نبی نے اللہ نے کھڑا کر دیا تمہارے لیے
اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا قالوا	طالوت کو بادشاہ بولے کیونکر ہوگی اسکو سلطنت
انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق	ہمارے اوپر اور ہمارا حق اس سے زیادہ ہے سلطنت
بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من	مین اور اسکو ملی نہین فراخی مال مین جواب دیا
المال قال ان اللہ اصطفٰہ	کہ اللہ نے انتخاب کیا تم پر اس کو
علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم	اور زیادہ کیا ہے اس کو علم اور جسم مین اور اللہ
واللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم	دیتا ہے سلطنت جسکو چاہے اور اللہ واسع علیم ہے
قال الذین یظنون انہم ملٰقوا	اور بولے جنکو ظن تھا کہ ان کو ملنا ہے اللہ سے بہت بار
اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن	ہوتا ہے کہ چھوٹا گروہ غالب ہوتا ہے بڑے گروہ پر
اللہ واللہ مع الصابرین ولما برزوا	اللہ کے حکم سے اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے اور جب سامنے ہوئے
لجالوت وجنودہ قالوا ربنا افرغ	جالوت اور اسکی فوجون کے بولے اے رب ہمارے
علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا	ڈال دے ہم مین صبر اور ثابت رکھ ہمارے قدمون کو اور مدد کر ہماری
علی القوم الکافرین فہزموہم باذن	کافرون کی قوم پر سو بھگا دیا ان کو اللہ کے حکم سے
اللہ وقتل داؤد جالوت واتٰہ اللہ	اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور دیا اسکو اللہ نے
الملک والحکمۃ وعلمہ مما یشاء	ملک اور حکمت سکھاتا ہے اسکو جسکو چاہتا ہے۔

ان آیات مین یہ بیان ہے کہ علم اور جسم مین فراخی دیا جس سے حکومت ہوتی ہے دوسرے ان لوگون نے یہ کہا کہ اے رب ہمارے ڈال دے ہم مین صبر

اور ثابت کر ہمارے قدمون کو پس شکست دی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صبر و ثابت قدمی سے قلیل گروہ کثیر گروہ پر غالب ہوجاتا ہے اور ملک اور حکمت دونون حضرت داؤد کو ملنا بیان ہوا ہے اور نیز یہ کہ سکھایا اُس کو جو چاہا یعنے سائنس جیساکہ آیندہ کی آیتون سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

ولقد اتینا داؤد منا فضلا یا جبال اوبی معہ والطیر والنا لہ الحدید ان اعمل سبغت وقدر فی السرد واعملوا صالحا انی بما تعملون بصیر ۝

اور بیشک ہمنے دیا داؤد کو اپنی طرف سے فضل کہ اے جبال رجوع ہو اُس کیساتھ اور اُڑتے جانور اور نرم کر دیا ہمنے اُس کیلیے لوہا کہ بناؤ کشادہ زرہون کو اور اندازہ سے جوڑ کر کڑیون کو اور کرو تم لوگ عمل صالح جو تم کرتے ہو مین دیکھتا ہون۔

اور سورہ ص مین ہے۔ واذکر عبدنا داؤد ذو الاید انہ اواب انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورۃ کل لہ اواب وشددنا ملکہ واتینہ الحکمۃ وفصل الخطاب ۝

اور یاد کر ہمارے بندے داؤد صاحب ہاتھ والے کو وہ رجوع رہنے والا تھا ہمنے مسخر کیا جبال کو اُس کیساتھ تسبیح کرتا تھا شام و صبح اور اُڑتے جانور جمع ہوتے تھے سب اُس کے آگے رجوع اور مضبوط کیا ہمنے اُسکی سلطنت کو اور دیا ہمنے اُسکو حکمت اور فصل الخطاب۔

پس ان آیات سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہین۔ ایک یہ کہ حضرت داؤد کا ملک مضبوط تھا اور حکمت اُن کو دیگئی تھی۔ دوسرے یہ کہ لوہے کا نرم کرنا اور پگھلانا وہ جانتے تھے اور لوہے سے زرہین اور اُسکی کڑیان بناتے تھے یعنی علم سائنس کار کہتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جہان زرہ اور کڑی بنانے کا اُن کو حکم ہوا اسکے ساتھ ہی

عمل صالح کرنے کا بھی حکم ہوا تاکہ عمل غیر صالح کے لئے اپنی صنعت وحکمت مذکور کو نہ لگاویں اور بسبب صالحیت فتح پاویں۔ لہذا جسم اور علم یعنی سائنس و قوت وثبات کی وجہ سے گروہ قلیل کثیر پہ غالب ہوجاتا اور حکومت کرتا ہے۔

سستی وکم محنتی ورعب مین آنیوالے وکاہلی کے نقائص

فراغت سے دنیا مین دم بھر بیٹھو اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ

محنت کا پھل تہذیب ہے۔ محنت فرد اور آدمیوں وقوموں کے ٹہرانیکا جاندار وزندہ اصول ہے۔ محنتی بہ نسبت کاہل کے کم مرتے ہین۔ حرکت مین برکت ہے۔ عرفرنری نہین توشیری بھین۔ کاہل کا دل تاریک ودماغ بے ایاغ۔ کاہل وقت کا خون وخودکشی کرتا ہے اور باقاعدہ محنت کرنیوالا اسمین جان ڈالتا ہے۔ کاہلی سب سے بڑی فضولخرچی ہے۔ دولت اور علم کو قوت کہا گیا ہے بعض حالتون وہ صحیح بھی ہے لیکن درحقیقت اعلیٰ قوت محنت کرنے ودل کو قابو مین رکھنے اور کاروبار مین مشغول رہنے مین ہے۔ اگر اعلیٰ درجے کی محنت اور مصروفیت کے ساتھ علم ودولت تھوڑے بھی ہون تو اُن کو انسان بہت کچھ اُن کے ذریعہ سے حاصل کرسکتا ہے اور بغیر اُن کے بھی آرام سے بسر کرسکتا ہے غرض نام ونمود حاصل کرنا چاہتے ہو توتم کو چاہیئے کہ تم بہ نسبت معمولی لوگون کے زیادہ محنتی ہو۔ محنت کیے جاؤ دل کو قابو مین رکھو ہمیشہ کام مین مشغول رہو۔ دنیا مین ہر شخص کو محنت کرنی چاہیئے خواہ وہ محنت جسمانی ہو یا دماغی۔ اور دونون بغیر محنت کے زندگی بالکل بے مصرف ہین اور کاہلی کے ساتھ دنیا مین زندہ رہنا خواب غفلت ہے

محنت صرف ایک ضرورت نہین بلکہ مسرت بھی ہے۔ قانون نیچر اور افعال انسانی متوازی الاہوتے ہین۔ نیچر نے زمین کو پیدا کیا اور انسانی محنت سے تخم ریزی و قلبرانی کے بعد غلہ پیدا ہوا۔ یہ بات کبھی فراموش نہین کرنی چاہیئے کہ امیر سے لیکر غریب تک کیلئے جو چیزین خورش و پوشش مین استعمال کیجاتی ہین یا رہنے کے واسطے جو جگہ بنائی جاتی ہین عالیشان محل سے لیکر جھوپڑے تک یہ سب محنت کے نتایج ہین۔ انسان ایک دوسرے کیلئے اسباب دنیوی کا بندوبست کرتے ہین۔

اگرچہ ابتدا مین محنت دشوار و گران معلوم ہوتی ہے لیکن عزت۔ خوشی اور افتخار اسی سے حاصل ہوتا ہے انسان مین جو بزرگی ہے وہ محنت کے باعث ہے جملہ ہنر و فن محنت کی بدولت ہین اور خاصکر علم جس کے ذریعہ سے ہم کو خداشناسی کا وسیلہ حاصل ہوتا ہے محنت کا نتیجہ ہے۔ گو محنت ایکقسم کا بار ہے لیکن دراصل عزت و جلالت کا وسیلہ ہے جو لوگ اعلی مقاصد اور پاکیزہ امور کے واسطے محنت کرتے ہین وہی ان کے لئے عبادت اور حیات ابدی ہے۔ جتنے مفید و بیش بہا خیالات ہین وہ سب محنت و جانفشانی اور تجربات کے نتیجے ہین۔ کوئی بڑا کام ابتدا ًپہلے ہی بار نہین پورا ہوا بلکہ علی الاتصال کوششون اور متعدد ناکامیون کے بعد وہ مقصد حاصل ہوا ہے۔ محنت سے ہماری یہ مراد نہین ہے کہ صرف جسمانی ورزش کیجاوے کیونکہ بہایم کا جسم بھی حرکت سے مضبوط ہوتا ہے بلکہ وہ شخص محنتی کہا جا سکتا ہے جو دماغی قوت بھی صرف کرتا ہے اور جسکی جسمانی طاقت دماغی قوت کی مطیع ہوتی ہے۔ مصنف و شاعر اور واضع قوانین کا شمار محنت کرنے والون کے طبقہ اعلی مین ہے۔ گو جسمانی پرورش کے واسطے یہ محنت بمقابلہ زراعت پیشون کے

چندان ضروری نہین ہے لیکن سوسایٹی کو تعلیمیافتہ اور شایستہ بنانے کے لئے بہت زیادہ ضروری ہے۔ کاہل اپنی صورت سے پہچانا جاسکتا ہے اُسکی پژمردہ صورت اُسکی مُردنی چہائی ہوئی حالت خود گواہ ہوتی ہے۔ جب کسی کو دیکھو کہ اپنی صورت آراستہ کئے ہوئے اور زینت کئے ہوئے ہے اور تصنع اور تکلف سے اپنی شکل کو اچھی دکہلانے کی کوشش کئے ہوئے ہے اور اپنا وقت اس طرح اُس نے ضایع کیا ہے تو سمجھ لو کہ وہ بھی کاہلون مین سے ہے اگر اُس کو کام کرنے کا شوق ہوتا اور وقت اُس کو عزیز ہوتا اور اُس کے پاس کام ہوتا اور وہ عملی آدمی ہوتا تو ایسا کام نہ کرتا۔ زینت کرنا عیب نہین ہے لیکن افراط اور شوق مفرط سے کرنا اور وقت ضایع کرنا دائرۂ انسانیت و اشغال عملی سے اپنے کو خارج کرنا ہے۔ کیا ارسطو کا قول نہین کہ خوشی اس قدر ہمارے مدعا مین نہین جس قدر کہ ہماری قوت مین؟ مشکلات سے کشتی لڑنا ان پر غالب آنے کا یقینی راستہ ہے کسی مدعا کے پورے کرنے کا ارادہ اخلاقی معیار ہے کہ ہم اُسے پورا کرسکتے ہین اور کرینگے۔ جس قدر ہم کو ضروریات لاحق ہوتی ہین اُسی قدر ہماری ذکاوت تیز ہوتی جاتی ہے اور پہر انسان اکیلے دم سے خم ٹھونک کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ اُن مشکلات کا سامنا کرے اور اُن پر غالب آوے جو اُسکی راہ مین حایل ہون۔ اُن لوگون کے حالات جنہون نے اپنے مفید مطلب موقع ہاتھ سے کہو دیئے ہین دنیا کی تعلیم کے واسطے ایک رنجدہ مگر قابل یادگار کتاب ہین۔ کسی چیز کے حاصل کرنے کی آرزو رکہنا مگر اُس کے حاصل کرنے کے بار تکلیف کو نہ اُٹھانا کمزوری اور سستی کی نشانی ہے۔ جو چیز کہ حاصل کرنے یا تصرف مین لانے کے قابل ہے،

وہ صرف کام کرنے کی خوشی سے حاصل ہوسکتی ہے اور یہ عملی قوت کا سب سے بڑھ کر اسرار ہے" انسان بجزبی محنت کو سستی پر ترجیح دیسکتا ہے اور سستی کر کے اپنے قوے کو تمام صحت بخش ورزش کے بجائے کاہلی کے مرض مین گھلا دیسکتا ہے ہم کو اپنی زندگی ہی مین معلوم ہوجاتا ہے کہ جسمانی قوتے کی ورزش ہی خود ایک خوشی کا منبع بنجاتی ہے جو اُس سے بڑھ کر ہے جس کے حصول کیواسطے ورزش کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ہم کو اس بھروسہ پر کام کرنا چاہیئے کہ جو اچھا بیج ہم زمین پر ڈالینگے وہ جڑ پکڑے گا اور اُس سے نیک کام پیدا ہون گے۔ جو کچھہ انسان اپنے واسطے شروع کرتا ہے خدا اُسے دوسرون کے واسطے ختم کرتا ہے کیونکہ درحقیقت ہم جس کو پورا نہین کرسکتے اُس کو دوسرے شخص کو جو ہمارے بعد آتے ہین ہم میراث مین دیتے ہین۔ کسی نیک کام کا ہوجانا کسی نیک کام کا ہونا اور کسی نیک کام کا عمل مین آنے کے قابل ہونا ایسے امور ہین جو ابدالآباد تک کی خبر لاتے ہین۔ پڑھنا بھی بعض اوقات ایک دماغی عیاشی ہے۔ یہ صرف تربیت کردہ کاہلی ہے اور اسیواسطے ہم کو اس قدر شاکی بے پروا نوجوان ملتے ہین جنکے دل ایک طور کی ذہانت اور تیز نظری وہوشیاری سے روشن اور مصفا ہین وہ دوسرون کے کامون پر طنز کی زبان دراز کرتے ہین مگر خود کچھہ نہین کرتے وہ چال چلن کی عمدگی اور صادق الامکانی کو نظر تمسخر سے دیکھتے ہین اور وہ دماغی آوارہ گرد ایک قابل افسوس لاپرواہی کے بس مین ہین۔ علم اور عقل کا ایک ہی چیز ہونا تو درکنار۔ اکثر اُنمین مطلق کچھہ تعلق ہی نہین ہوتا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا فضیلت سے عقل زیادہ ہوتی ہے یا نہین۔

فِلپس کا قول ہے۔" عمدہ کتابون کو پسند کرنے سے خود ایک عمدہ کتاب بنجاتا

اچھا ہے"۔ انواع واقسام کی کتابیں پڑھنے سے انسان کو خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ لہذا ہم کو چاہیئے کہ اپنے دل مضبوط کریں اور کمر ہمت باندھیں اور یہ دوڑ زندگی کی دوڑ ہے۔ میری اس نصیحت کے قبول کرنے سے تمہیں سچی خوشی حاصل ہوگی یہ ایسی نصیحت ہے کہ اس نے تمہاری زندگی سے بے مثل زندگی کہلاوےگی اور تمہارے پاس رہنے والوں کو فایدہ پہونچےگا اور تمہاری اور تمہارے والدین کی عزت ہوگی۔ دوسروں کی مہربانی طرفداری اور عنایت کو کامیابی کا ذریعہ مت سمجھو اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین رکھو کہ تم کو بالکل اپنی ہی قوت اور قابلیت و محنت پر بھروسہ رکھنا ہے اور اُن حالتوں میں سے کسی ایک کا خیال اپنے دل میں نہ لاؤ جنمیں اچھے اچھے ملبوس اور نمائیشی شان وشوکت کی بھرمار رہتی ہے۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسی حالت خوشی کی بڑھانے والی نہیں ہوتی۔ تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محض دوسروں کی مہربانی اور عنایت سے جو کچھ انسان کو ملتا بھی ہے تو اُس کے چلے جانے کا بھی ہمیشہ احتمال رہتا ہے جو شخص کہ محنت نہیں کرتا اور بغیر محنت کے دوسروں پر بھروسہ کرتا ہے سمجھ لو کہ وہ دشمنوں میں گھرا ہوا ہے وہ ہمیشہ دوسروں کا غلام بنا رہتا اور اُسے دوسروں کی ہاں میں ہاں ملانی پڑتی ہے اُسکی بسر اوقات دوسروں کی مرضی پر منحصر ہوتی اور اُسکی حالت بے اطمینانی اور تکلیف کی ہوتی ہے اور ایسے شخص کی زندگی کتّے سے بھی بدتر ہے کیونکہ اُسمیں غلامی کے ساتھ کاہلی بھی ہوتی ہے۔ ایسے غلام عقل میں مالک سے ہزار گنا بڑھے ہوں مگر اُن کو ہاں میں ہاں مالک کی ملانی پڑتی اور اُنکا ناز اُٹھانا پڑتا ہے پس جو اس کو پڑھیگا وہ اس دنی و ذلیل حالت میں رہنا

پسند نہ کرے گا یہ حالت لنگڑوں - اندھوں اور بدبختوں کے لئے ہے جنکو قدرت نے
ذلت کے غار مین گرنے کے لئے مجبور کیا ہے۔ عمل کرنے کے لئے ترک کاہلی کا
سبق حاصل کرنا لازم ہے بالخصوص کم سنون کے واسطے بہت بڑی کار آمد
نصیحت یہ ہے کہ کبھی کاہلی مت کرو یہ اُن نصیحتون مین سے ہے جس سے
دل کو تقویت پہونچتی ہے اور طبیعت نیک و محنتی ہوجاتی ہے۔ انسانکو
لازم ہے کہ اپنی محنت کو سخت قاعدون سے نہ گھیرے تاکہ تنگدل
نہ ہوجاوے اور مداومت کر سکے۔ یہ ضرور ہے کہ شروع ہی سے
وقت کے نہایت ہوشیاری کے ساتھہ استعمال کرنے کی عادت
ڈال لی جاوے اور یہ اُسی حالت مین ہوسکتا ہے جب سب کام ترتیب
اور پابندی کے ساتھہ کئے جاوین اگر معینہ وقت پر معینہ کام کئے جاوین تو
نقصان نہین ہوتا البتہ موقع و مرضی پر منحصر ہے کہ کس قدر وقت ایک کام
مین لگایا جاوے مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی وقت معینہ کام سے خالی نہ رہے
اگر تھوڑی تھوڑی محنت پابندی کے ساتھہ کیجاوے تو چند دنون مین اتنا
کام انجام پا جاتا ہے کہ انسان کو تعجب ہوتا ہے۔ غیر معمولی محنت مین چستی و
تیزی ظاہر کرنا اور بلا ترتیب و بلا قاعدہ ایک کام چھوڑ کر دوسرے کو کرنا
کاہلی ہے اور اُس کے نتایج سے بھی بدتر ہین۔ وہ کاہلی کے بد اثر سے
محفوظ ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے لغو کامون کے لئے فرصت نہین ہے مین
فضول وقت ضایع نہین کرونگا مجھے ایسی ترغیب کی حاجت نہین جو
بیہودہ خوشیون مین میرا وقت کھودے مجھے تو ضروری کامون مین مصروف

ہونے سے خوشی ہوتی ہے اور جب میرا معینہ کام پورا ہو جاتا ہے تب آرام کرتا ہون تاکہ دوسرے کام کے واسطے تر و تازہ ہو جاؤن۔

سستی سے محفوظ رہنے کا بڑا علاج یہ ہے کہ سمجھے کہ زندگی بڑے و بہت کامون کے لئے ہے ضایع کرنے کے واسطے نہین مخصوصاً ایسے مقام پر جہان سب کام مین مشغول ہین انسان کو سستی تباہ کرتی ہے۔ زندگی چند روزہ ہے نیکی و ہنر ہمیشہ رہین گے۔ موقع ہر وقت نہین ملتا۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین۔ دیر سے سو کر اُٹھنے والا شخص باوجود دن بھر کام و محنت کرنے کے بھی اپنے کام کو پورا نہین کر پاتا۔ جلد بیدار ہونے کے لئے جلد سونا ضروری ہے۔ نصف شب سے پہلے ایک گھنٹہ کی نیند نصف شب کے بعد کے دو گھنٹہ کی نیند کے برابر اور اُس سے بہتر ہے۔ جس قدر تندرستی کے لئے سونا ضروری ہو اُس مین کمی کرنا سخت بیوقوفی ہے۔ علی الصباح اُٹھ کر حوائج ضروری سے فارغ ہوتے ہی کام مین مشغول ہو جانا چاہیے اور ایک منٹ بھی ضایع نہ کرنا چاہیے۔ جو لوگ قبل زندگی شروع کرنے خصوصاً عملی زندگی کے اور دنیا کے کاروبار مین پہلے در آنے کے محنتی ہوتے ہین اور اُن کی عادت ہر قسم کی تکلیف و محنت برداشت کرنے اور تحمل اور صبر کرنے کی ہوتی ہے اور کبھی کبھی بھوک پیاس اور تکلیف ناداری مال کی سہنے اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے اور خود اپنے ضروری کامون مین تکلیف اُٹھانے اور دیگر ہر قسم کی مصائب اُٹھانے کا مزہ چکھ چکے ہین اور اُن سے تجربہ اُٹھا چکے ہین وہ اُن کو عملی زندگی مین

جبکہ اتفاقیہ تکالیف ضرور تا پیش آئین چندان تکلیف و زحمت کا سبب نہین ہوتین بلکہ برخلاف اُس کے تجربہ و عادت تکالیف سے بچاتے اور تکالیف کو کم محسوس ہونے دیتے ہین اور جو فایدے و آرام اُن سے حاصل ہو سکتے ہین اور ہوتے ہین وہ الفاظ مین بیان نہین ہو سکتے روزانہ کے مشاہدے خود شاہد ہین۔ لہذا ہر شخص کو قبل عملی زندگی شروع کرنے کے محنت و تلخی و تنگی کا تجربہ اور تکلیف برداشت کرنیکی کچھہ کچھہ عادت ضرور ڈالنی چاہیئے بلکہ ان کو ضرور تعلیم و تربیت کا جزو ضروری ہونا چاہیئے۔ مشکلات انسان کے لئے مثل اُس ساتھی زور کرانے والے کے ہوتی ہین جس سے اُس کے اعضاء و قوے مضبوط ہوتے ہین اور اُن مین کس آتا ہے جو آیندہ کے لئے طیار کرتی ہین اور فایدہ و آرام کا سبب ہوتی ہین پس مشکلات کے اکھاڑے مین اپنی قوت و تجربہ کو عملاً شروع ہی مین درست کرلینا دنیا کے اکھاڑے کے لئے نہایت کار آمد ثابت ہوا ہے افسوس ہے اُن پر جو اُس سے غفلت کرتے ہین مصائب کے دیگر فواید وغیرہ کے متعلق صفحہ ۵۴ لغایت ۱۵۶ مین بھی بیان ہو چکا ہے۔

سورہ عنکبوت مین ہے۔ والذین | اور جن لوگون نے محنت کی ہماری راہ مین
جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا | ہم ہدایت کرین گے ہم انکو اپنے راہون کی
وان اللہ لمع المحسنین ۵ | اور اللہ احسان کرنیوالون کیساتھہ ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جاھدوا کے معنی محنت کرنیکے ہین۔ کیونکہ اگر اُس کے معنے اللہ کی راہ مین لڑنے کے لیے جاتے تو اُس کے ثواب بیان ہوتے جیسا کہ دوسری آیتون مین ہے نہ کہ یہ: اپنی راہ کی ہم

ہدایت کرین گے کیونکہ راہ کی ہدایت محنت وعمل سے ہوتی ہے اور لڑنے مین کبھی انسان جان سے مارا جاتا ہے تو اس کی ہدایت کیا ہوگی۔ دوسرا اس آیت مین ہے کہ اللہ احسان کرنیوالون کے ساتھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محنت تعاون اس آیت مین مراد ہے۔ پس جو صوفیہ اس آیت کے اور معنے لیتے ہین وہ سراسر غلط ہین۔ سورہ لقمٰن مین ہے۔

وان جاھداک علیٰ ان تشرک — اور اگر محنت کرین والدین اسپر کہ تو شریک کرے میرے

بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما — ساتھ جسکا تجھکو علم نہین تو نہ اطاعت کر انکی۔

پس اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جاہد اور اس سے جو مادہ آیا ہے اس سے مراد اللہ کی راہ مین لڑنا نہین ہے کیونکہ باپ مان شرک کے لئے جہاد نہین کرسکتے اور اس سے نہ یہ معنے مراد ہو سکتے ہین۔

سورہ نجم مین ہے۔ لیس للانسان — نہین ہے انسان کیلئے مگر جو اس نے دوڑ کی

الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ — اور اس کی دوڑ جلد دیکھی جاتی ہے۔

پس جو کچھ عمل وسعی انسان کرتا ہے اسی کا پورا بدلا ملتا ہے لہذا ضروری کامون کو چھوڑ کر غیر ضروری کامون کی سعی کرنا زیبا نہین۔ سورہ قصص مین ہے۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا — اور نہ سست ہو تم اور نہ رنجیدہ ہو۔

پس سست ہونے کی ممانعت ثابت ہے۔ برخلاف کاہلی کے چستی اور مستعدی وجانفشانی سے باقاعدہ محنت وکام کرنا اور کرتے رہنا تندرستی وفلاح کو بڑھاتا اور کامیابی کا سبب ہوتا ہے اور ناکامیابی وتنگدستی سے بچاتا ہے۔

سورہ عنکبوت مین ہے۔ ومن جاھد — اور جو کوئی محنت کرتا ہے تو سوائے اسکے نہین

فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین ٥ کہ محنت کرتا ہے اپنے ہی واسطے اللہ بے پروا ہے جہان والون سے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ محنت ایسی شے ہے کہ اس سے نفع محنت کرنے والے کو پہنچتا ہے اور جو محنت نہین کرتا اُس کو نفع نہین پہونچتا لہذا نفع کے لئے محنت لازم ہے۔

صبر کے فضایل

عزم عقل و عاقبت اندیشی کے ساتھ مخلوط ہو کر سکون کی شکل اختیار کرلیتا ہے لہذا ارادی افعال سے یہی عزم کم ہوتا ہے۔ فضیلتون کا بہترین مظہر غالباً تحمل شداید اور صداقت کا قایم رہنا و اصرار کرنا اور بداعمالیون سے سخت نفرت کرنا اور اُن سے مستقل طور پر بچنا ہے۔ صبر اس کا نام نہین ہے کہ مصیبت کی حالت مین انسان طریق تسلیم و رضا ہی کو اختیار کرے بلکہ صبر کا اصل مفہوم یہ ہے کہ انسان مصیبت کا مقابلہ کرکے اُس کو برداشت کرے۔ صبر سختی اور تکلیف و لڑائی مین ہوتا ہے۔ شجاع وہی ہے جو مصایب و آلام مین ہوش و حواس قایم رکھے و گھبرا نہ جاوے۔ سورہ عصر مین ہے۔

و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر اور باہم تاکید کرو حق کرنیکی اور باہم تاکید کرو صبر کرنیکی

حق اُس کو کہتے ہین جو ٹھیک اور مطابق واقع ہو اور وہ باطل کا ضد ہے۔ پس صبر و حق کے بابت تاکید کرنے کی ہدایت سے اس آیت مین یہہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ کل کمالات و افعال انسانی انھی دونون فضیلتون کے حصول

وعمل پر منحصر ہین کیونکہ عمل کو جیسا کہ ہونا چاہیئے ٹھیک مطابق واقع کرنا اور جو
جو مصیبت پڑے اُس پر مطمئن و دلکو ثابت رکھنا اور اُس کو برداشت کرنا انہی دوامرون
مین کل کمالات انسانی آجاتے ہین اور تمام کمالات انسانی کے اصول کی وہ
بنیاد ہین - حق باعتبار نوعیت افعال کے ہوتا ہے اور صبر باعتبار انسان کی
حالت کے - سورہ بلد مین ہے -

وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمه — اور باہم تاکید کرو صبر کرنیکی اور باہم تاکید کرو مرحمت کرنیکی

تمام قران مجید مین باہمی تاکید کرنے کا حکم سواے مذکورہ بالا دونون آیات کے
نہین ہے یعنی اللہ کا ان دونون جگہ کے سوا سبذدن کے لئے یہ حکم کہ اس کیلئے
باہم تاکید کرو نہین ہے - آیات مذکورہ بالا مین باہم صبر کرنے اور باہم رحم
کرنے اور باہم حق کی تاکید کرنے کی ہدایت ہے نہ یہ کہ بے صبری کیجاوے اور
اُسمین شدت کیجاوے اور مختلف وجوہ سے جو حق نہ ہو اُسی کو حق سمجھا جاوے
بلکہ اُنکی نسبت تاکید کرنے کی ہدایت نہین فرمائی - لہذا یہ حدود جو مقرر ہوئے ہین
وہ قابل یاد ہین - سورہ ص مین ہے -

انا وجدنٰه صابرًا — ہم نے پایا ایوبؑ کو صبر کرنے والا -

پس ایسے پیغمبر کے صبر کی تصدیق و تعریف ہے جس سے فضیلت صبر کی
ثابت ہوتی ہے - سورہ انفال مین ہے -

فان یکن منکم مائة صابرة یغلبوا — سو اگر ہون تم مین سو صبر کرنیوالے غالب ہونگے دو سو پر
مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا — اور اگر ہون تم مین ہزار غالب ہونگے دو ہزار پر اللہ کے حکم
الفین باذن الله والله مع الصٰبرین — سے اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے -

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ صبر غالب ہونے کا سبب ہوتا ہے اور اللہ صابرین کا ساتھ دیتا ہے۔ سورہ اعراف مین ہے۔

و اورثنا القوم الذین کانوا	اور وارث کئے ہمنے جو لوگ کمزور ہو رہے
یستضعفون مشارق الارض	تھے اُس زمین کے مشارق و مغارب مین
و مغاربها التی بارکنا فیها وتمت	جسمین برکت رکھی تھی ہمنے اور پورا ہوا
کلمت ربك الحسنی علی بنی	نیکی کا وعدہ تیرے ربکا بنی اسرائیل پر
اسرائیل بما صبروا ودمرنا ما	اس پر کہ صبر کیا اور خراب کیا جو بنایا تہا
کان یصنع فرعون وقومه وما کانوا	فرعون اور اس کی
یعرشون ٥	قوم نے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو صبر ہی کیوجہ سے فواید مذکورہ آیت پہونچے اور اُن کے دشمنون کو بنی اسرائیل کے صبر ہی کیوجہ سے نقصان پہونچا لہذا صبر سبب قوت و طاقت قومی ہے اور صبر اخلاقی طاقت ہے

سورہ بقر مین ہے۔ والصٰبرین	اور صبر کرنیوالے سختی اور تکلیف مین اور
فی الباساء والضراء وحین البأس	لڑائی کے وقت وہی صادق ہوئے اور
اولٓئك الذین صدقوا واولٓئك	وہی فلاح پانیوالے
هم المفلحون ٥	ہین۔

پس منجملہ برکرنے والون کے صبر کرنیوالے بھی ہین جو فلاح پانے والے ہین

سورہ احقاف مین ہے۔ فاصبر	سو صبر کر جیسا کہ صبر کیا
کما صبر اولو العزم من الرسل	ہمت والون نے رسولون مین سے

ولا تستعجل ٥ | اور جلدی نہ کر

پس فضیلت ہمت اور جلدی نہ کرنے کی اس آیت سے ثابت ہوتی ہے خصوصاً یہ کہ آنحضرت کے لیئے انکی ہدایت ہے۔ سورہ لقمان مین ہے۔

یٰبنی اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف	اے میرے بیٹے قایم رکھہ نماز اور امر بالمعروف
وانہ عن المنکر واصبر علی ما	نہی عن المنکر کرتا رہ اور صبر کر اوسپر جو پہنچے تجھکو
اصابک ان ذالک من عزم الامور	یہ ہمت کے کام ہین۔
سورہ آل عمران مین ہے۔ لتبلون	اور البتہ تم آزمائے جاؤ گے
فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن	اپنے مالون مین اور جانون مین اور البتہ
من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم	سنوگے تم اگلی کتاب والون سے اور مشرکون
ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا و	سے بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور
ان تصبروا وتتقوا فان ذالک	تقوے کرو تو یہ ہمت کے
من عزم الامور ٥	کام ہین۔

پس جان و مال مین آزمائے جانے اور ایذا کثیر کے سہنے مین اگر صبر و تقوے کیا جاوے تو ہمت کا کام ہے اور فضیلت ہے۔ سورہ شوریٰ مین ہے۔

ولمن صبر وغفر ان ذالک من	اور جس نے صبر کیا اور بخشدیا یہ
عزم الامور ٥	ہمت کے کام ہین۔
سورہ آل عمران مین ہے۔ وکاین	اور بہت نبی ہین جن کے ساتھ
من نبی قٰتل معہ ربیون کثیرا	ہو کر لڑے ہین بہت سے طالبان خدا
فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ	پھر نہ ہارے ہین کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ مین

و ما ضعفوا و ما استکانوا و اللہ یحب	اور نہ سست ہوئے اور نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہے
الصٰبرین ہ و ما کان قولھم الا ان	صابرین کو۔ اور نہیں تھا اُن کا قول مگر یہ کہ کہا
قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا	اُنہوں نے اے رب ہمارے بخشدے ہمارے گناہ اور ہمارے بھرتے کو
فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا	جو ہمارے کام میں ہوئے اور ثابت رکھہ ہمارے قدم اور مدد دے ہمکو
علی القوم الکٰفرین فاٰتٰھم اللہ ثواب	کافرین کی قوم پر پہر دیا اُن کو اللہ نے ثواب دنیا کا
الدنیا و حسن ثواب الاٰخرۃ و اللہ	اور آخرت کا بہتر ثواب اور اللہ چاہتا ہے
یحب المحسنین ہ	نیکی کرنے والون کو۔

پس ان آیات مین صبر ثبات قدم قایم رہنے اور نہ سست ہونے اور نہ دب جانے کا ثواب دنیا و آخرت کا بیان ہوا ہے اور یہ کہ اللہ ایسے محسنین کو چاہتا ہے یعنی مقصود یہ ہے کہ سبب فتح دنیاوی بہی اعمال مذکورہ بالا ہین۔ سورہ بقر مین ہے۔

و لنبلونھم بشئ من الخوف والجوع	اور البتہ ہم آزمادینگے تم کو کچھہ خوف اور بہوکھ اور
و نقص من الاموال و الانفس و الثمرات	نقصان سے مالون اور جانون اور میوون کے اور
و بشر الصٰبرین الذین اذا اصابتھم	خوشی سنا اُن صبر کرنیوالونکو کہ جب انکو پہنچتی ہے مصیبت
مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون	تو کہتے ہین ہم اللہ ہی کیلئے ہین اور ہم اُسی کیطرف
اولٰئک علیھم صلوات من ربھم	لوٹینگے اُنہی پر ہے صلوات اور رحمت اُن کے رب
و رحمۃ و اولٰئک ھم المھتدون	کیطرف سے اور وہی ہین ہدایت پانیوالے۔

اول تو ان آیات مین اُن اسباب کا تفصیلاً بیان ہے جنکی وجہ سے ایسے واقعات انسان پر گذرتے ہین جنپر صبر کیا جاتا ہے۔ دوسرے جب صابرین پر مصیبت پہنچے اور وہ اس نظر سے صبر کرین کہ اپنی زندگی کو اللہ ہی کے لئے سمجھین اور سمجھین کہ اُسی

کیطرف رجوع ہون گے اُن کا ثواب یہ بیان ہوا ہے کہ اُن کے رب کیطرف سے اُن پر صلواۃ اور رحمت ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہین۔ پس ایسا صبر جو مذکور ہوا وہ سبب ہدایت اور سبب ثوابات مذکورہ بالا کا ہے۔ لہذا جس غرض سے صبر کرنا چاہیئے جو سبب فلاح و اصلاح کا ہے اُس کو ان آیات مین بیان کر دیا ہے تا کہ بطور اصل اصول کے سمجھا جاوے۔ سورہ فرقان مین ہے۔

اولئک یجزون الغرفۃ بما صبروا	اُن کو بدلا ملینگے جھروکے بسبب اُن کے صبر کے
ویلقون فیہا تحیۃ وسلماً خالدین	اور ملینگے اسمین اُنکو دعا و سلام اور رہینگے وہ اسمین
فیہا حسنت مستقرا و مقاما	اچھی جگہ ہے ٹھہرنے اور رہنے کی۔

امانت کے فضایل و خیانت کے نقایص

حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ جب تک تم سے ملاقات نہین ہوتی اُس وقت تک تم مین سے زیادہ اچھا وہ معلوم ہوتا ہے جس کا نام اچھا ہے اور جب ملاقات ہو جاتی ہے تو جسکی عادت اچھی معلوم ہوتی ہے اور معاملہ کے بعد جو سچا اور امین ہو اور فرمایا کہ امانت یہ ہے کہ ظاہر باطن کے مخالف نہ ہو۔ امین کے معنی لغت مین یہ ہین۔ قوی۔ وہ جس پر اعتماد کیا جاوے اور اُس سے نڈر ہون نڈر رکھنیوالا۔ امین خدا یتعالی کے نامون مین سے نہین ہے نہ اللہ تعالی نے قرآنمجید مین اپنے کو امین کہا ہے البتہ نزل بہ روح الامین ہے لیکن اللہ تعالی نے اصدق اپنے کو کہا ہے۔ اس بنا پر ہی ہم کہہ سکتے ہین کہ صدق کوئی خصلت ملکہ نہین ہے بلکہ عمل ہے کیونکہ اللہ تعالی مین ایسی خصلت کا ہونا جیسا کہ

انسان مین سے ثابت نہین۔ اور امین انسانون کی صفت ہی قران مجید مین بیان ہوئی ہے۔ پس جو خصایل انسانون کے ہین اُنمین امانت کی خصلت کو اگر سب فضیلتون مین فضیلت دی جاوے تو بیجا نہین ہے۔ امانت حسب ذیل امور مین ہوتی ہے۔ جس کا مال سپرد ہو اُس کو اُس کے اہل کے پاس جس کا حق ہو صداقت و قسط و عدالت و دیانت کیساتھہ بغیر کمی و بیشی کے پہنچا دینا۔ جو راز کسی کا ہو اور اُس نے امین کر کے بتلایا ہو قسط و عدالت و دیانت و صداقت کے ساتھہ افشا نہ کرنا۔ جس بات کے پہنچانے کے لئے مقرر ہون اور اُس کے لئے امین ہون اُس کو بغیر کمی بیشی کے جس کے پاس پہنچانا چاہیے پہنچا دینا۔ فرایض کو ادا کرنا اور حقوق کو تلف نہ کرنا۔ باہمی کاروبار انسانون مین معاشرت کا ایک دوسرے کے اعتبار پر امین سمجھہ کر ہوتا ہے اور چونکہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرتا ہے لہذا اُس کو امین سمجھتا ہے کہ خلاف قسط و حق و صداقت کے نہ کرے گا اور خیانت نہ کریگا لہذا ناجایز طور پر ایک کا دوسرے کے بھروسہ کو نہ توڑنا۔

آنحضرتؐ دنیا مین سب سے بڑے امین ہوئے ہین قبل نبوت بھی آپ کو اہل عرب امین عرب کہتے تھے اور چونکہ اہل عرب اپنے کو تمام دنیا سے افضل جانتے تھے اور دوسرے لوگون کو عجم کہتے تھے اس لئے اہل عرب کا امین تمام دنیا کے امینون سے بربناے ان کے خیال مذکورہ کے افضل ہونا چاہیئے۔ پس وہ جبکہ امین عرب آنحضرتؐ کو کہتے تھے تو اُن کا منشا لازمی یہ تھا کہ تمام دنیا کے امینون سے آپ افضل ہین۔ صحیح روایتون سے ثابت ہے

کہ بعد نبوت کے دعوے کے باوجودیکہ مشرکین اہل مکہ آپ کو سب سے زیادہ دشمن رکھتے تھے تب بھی آپ کے امانت کے بابت کبھی انہوں نے جرح نہیں کی بلکہ ہر زمانہ میں آپ کی امانت کی تصدیق کرتے رہے یہاں تک کہ مکہ کے مشرکین بھی بعد نبوت آپ کے پاس اپنی امانت رکھتے رہے اسی سے لئے جب آنحضرتؐ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تو حضرت علیؓ کو اس غرض سے مکہ معظمہ میں چھوڑ گئے کہ جنکی جنکی امانت آپ کے پاس تھی اس کے اہل کے پاس اس کو بحفاظت پہنچا دیں۔ جسمیں مشرکین مکہ کی بھی امانت تھی۔ سب کے پہلے عام تبلیغ جو آنحضرتؐ نے کی اور لوگوں کو پہاڑ پر جمع کیا تو یہ فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے نیچے فوج ہے تو تم یقین کرو گے یا نہیں اس کا بھی جواب متفقہ یہی ملا کہ تو امین صادق رہا ہے کیوں نہ اعتبار کرینگے سورہ شعرا میں ہے کہ حضرت نوحؑ و حضرت ہودؑ و حضرت صالحؑ و حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ نے جو رسول تھے ہر ایک نے امین سے یہی کہا انی لکم رسول امین (میں تمہارے لئے رسول باامانت ہوں) پس امانت کے افضل ہونے کیلئے ایسے رفیع المراتب رسولوں کا ایسا کہنا کافی ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک صفت رسولوں میں نہ ہو کیسے ان کو پیغامبر و بشیر و نذیر صادق تسلیم کیا جا سکیگا کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کو پورے طور سے پہنچاتے ہیں اور جو کچھ باہم قوم اور دوسروں میں واقعات ہوں ان کو کسطرح بطور امانت رکھ سکتے اور ضبط کر سکتے و خیانت نہیں کر سکتے اور کیسے معاہدہ کو پورا کر سکتے اور فتنہ و فساد سے امت و قوم و وطن کو جن سے معاہدہ ہو بچا سکتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں المجالس بالامانت یعنی جو قول و فعل مجلس میں ہو سکا بیان نہ ہو اور افشا نہ ہو لہذا امین کو بہت زیادہ اپنے نفس پر قابو و اعتبار رکھنا چاہیے

سورہ احزاب مین ہے۔ انا عرضنا	ہم نے پیش کیا امانت کو آسمانون اور زمین اور
الامانۃ علی السموات والارض والجبال	پہاڑ پر پادر ہے کہ اٹھاوین اسکو اور کم کردیا
فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا	اُس مین سے اور اٹھالیا اُس کو انسان نے
الانسان انہ کان ظلوما جہولا لیعذب	وہ تھا بیباک نادان تاکہ عذاب کرے اللہ منافقین
اللہ المنافقین والمنافقات والمشرکین	اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات کو اور
والمشرکات ویتوب اللہ علی المومنین	توبہ قبول کرے اللہ مومنین اور مومنات کی
والمومنات وکان اللہ غفورا رحیما ؕ	اور تھا اللہ غفور رحیم

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ترجمہ قران کے حاشیہ پر امانت سے مراد یہ لکھا ہے یعنی استعداد تکلیف باوامر ونواہی واللہ اعلم۔ لیکن ظاہر ہے کہ استعداد تکلیف مذکور جس وجہ سے انسان کو عطا ہوئی اور جو چیز اُس استعداد کا سبب ہو وہی چیز امانت ہوگی اور وہ یا تو علم اور تفقہ یعنی ذہنی وعقلی قوتین ہون اور فرائض وحقوق کے پورا کرنے کی قوتین اور خصلتین۔ پس امانت جس کو انسان نے اُٹھالیا وہ یہی ہے کہ اُس کو اللہ تعالی نے ایسی قوتون وخصلتون پر مجبول کیا اور اُسکی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ اسی آیت مین ہے کہ انسان نے امانت کو اُٹھالیا اس لئے تاکہ اللہ بدلا دیوے اشخاص مذکورہ آیت کو اور توبہ قبول کرے اشخاص مذکورہ آیت کی۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے غرض مذکور کے لئے انسان سے امانت مذکور اُٹھوایا تاکہ وہ بدلا اپنے افعال کا پاوین۔ اور یہ بھی فرمایا کہ انسان ظلوم جہول تھا لہذا ثابت ہوتا ہے کہ امانت کا نتیجہ وفایدہ یہ ہونا چاہیئے کہ بے ترسی ونادانی جاتی رہے پس جس خصلت کے عمل سے کہ بے ترسی ونادانی جاتی ہے

وہی امانت ہے اور جو چیز کہ بے ترسی و نادانی کے خلاف انسان مین ہے وہی امانت ہے۔
آسمانون اور زمین اور پہاڑ کی بناوٹ ایسی ہے کہ اسمین علم و عقل و تعاشر و تعامل و
ادائے حقوق و فرایض کے پیدا ہونے کی قابلیت نہین اور صرف انسان مین
انکی قابلیت ہے۔ لہذا امانت وہی ہے جس کے اٹھانے کی قابلیت بروے
بناوٹ آسمانون اور زمین اور پہاڑ مین نہین ہے اور انسان مین ہے۔ سورہ شعرا مین
امین عرب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس بلاغت و خوبی سے بیان ہے وہ قابل
حرز جان بنانے کے ہے۔

و انه لتنزیل رب العلمین نزل به	اور وہ اُتارا ہوا ہے رب العالمین کا اُترا ہے اسکے ساتھ
الروح الامین علی قلبک لتکون من	روح الامین تیرے قلب پر کہ تو ہو سنذرین مین سے
المنذرین بلسان عربی مبین ٥	زبان عربی روشن مین۔

اس آیت مین روح الامین سے جبرئیل کا مراد لینا ہٹ دھرمی ہے علی قلبک اس
آیت مین ہے اسکی تردید اس سے ہوتی ہے اور چونکہ سابق مین اور رسولون کا
ذکر ہے جو بالکل متصل اس آیت کے ہے۔ لہذا آنحضرت پر وحی متلو باللفظ جو
نازل ہوئی اس کے امتیاز و فضل کے لیئے اسطرح طرز عبارت بدلکر اللہ تعالی نے
فرمایا۔ پس روح الامین کا امین عرب کے قلب پر نازل ہونا اس کو از سر تا پا
صفت امانت مین رنگ دیتا ہے اور خود اس کے روح کا امین ہو جانا ہے یعنی
نفس مین امانت کی خصلت کا مرتکز ہو جانا اور آپ کو خلق عظیم پر فایز کر دینا۔ جیسے
عدل کرنا و قسط کرنا سپرد کرتے ہین جب تک یہ یاد نہین کرتے کہ وہ قسط کے ساتھ
فیصلہ و حکم نہ کرے گا اس کو امیر نہین بناتے لہذا حکم بالعدل یا حکم بالقسط کرنے کے

یہ معنے ہوے کہ جن لوگون نے امین بنایا ہے اُنکی امانت مین خیانت نہ کرین اور
جس امانت کیوجہ سے امین بنایا ہے اُس کو دیانت سے پورا کرین اور مابین فریقین
خلاف امانت حکم نہ کرین۔ اور اس بات کی تائید کہ عدل امانت مین سے ہے علاوہ
استقرار کے سورہ نسا۔ کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات
الی اہلہا واذا حکمتم بین الناس
ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم
بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا ہ

اللہ تم کو حکم کرتا ہے اس کا کہ ادا کرو امانتون کو اُسکے
اہل کو اور جب آدمیون کے درمیان حکم کرو تو حکم کرو
تم لوگ عدل کا ساتھ اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے
[illegible] نے والی [illegible]

پس اس آیت مین امانت کے ادا کرنے [illegible] بات بلالحاظ کر حکم ہے
کہ جب آدمیون کے درمیان حکم کرو تو عدل سے کے [illegible] ایسے و امانت کی
ایک قسم حکم بالعدل بھی ہے لہذا بعد ہی امانت کے [illegible] سے بیان کر دیا تاکہ اس
سمجھنے کیطرف دلالت کرے کہ وہ امانت کی قسم مین سے ہے اور دونون کے اخیر مین
اللہ کو سمیع بصیر کہا تاکہ امانت کے ادا پر تاکید ہو۔ آیت مذکورہ بالا سے یہ بھی ثابت
ہوتا ہے کہ جسکی امانت ہو اُس کو ادا کرنے کا اللہ کا حکم ہے لیکن اگر وہ اہلیت امانت
لینے کی نہ رکھتا ہو یعنی دیوانہ ہو گیا یا مر گیا ہو اور اُس کے وارث نابالغ یا دیوانے
یا سعید نہ ہون تو کس کو دیا جاوے اسی لئے اللہ تعالے نے یہ فرمایا ہے کہ اُسکے
اہل کو یعنی جو مستحق ہو اور اہلیت امانت لینے کی رکھتا ہو اُس کو ادا کرنا چاہیے اسی
آیت کی اخیر مین ہے کہ اللہ تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے یعنی یہ کہ امانت کو اُس کے
اہل کے ادا کرنے سے آدمی مواخذہ اُخروی و جھگڑا و فساد و بدلا دنیاوی سے

بچ جاتا ہے اور عہد کی رعایت وایفا ہوجاتا ہے۔ سورہ انفال مین ہے۔

ان اللہ لا یحب الخائنین ۔ اللہ نہین چاہتا خیانت کرنے والون کو۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیانت کرنا رضاے ایزدی کے خلاف ہے لہذا جو بندہ خیانت کرے وہ گویا عبدیت سے اپنے کو باہر کرتا ہے اور جو حکم اُس کے آقا کا ہے اور جسکی اُس نے ممانعت کی ہے اُسکے خلاف کرتا ہے۔

صدق کے فضائل و جھوٹ و فریب کے نقایص و حق گوئی کے بے العلمیہ اور منافقون پر وعید

آزادی بن علی قلبلش لمبرداری کے طرح اعلی خوبی سیکھنے کے قابل سچائی ہے۔ شروع میں بیسان عمر دسچے ہوتے ہین مگر خوف و فخاری و غرض و دیگر خیالات کے باعث یہ خوبی اُن مین سے کم ہوتی جاتی ہے۔ وہ جو کسی کام مین نمایش و تکلف کرتا ہے جو واقع مین نہین ہے فریب یا سچائی کے خلاف کرتا ہے شاید فریب سے اُس وقت اُس کا کام چل جاوے مگر بعدہ اُس کی قلعی کہلجاتی ہے اور پہر فایدہ سے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ دوسرے روزمرہ کے کاروبار مین ملمع کاری و قلعی قایم نہین رہ سکتی۔ پیشہ ور منافع کے لئے اور نوجوان کاہلی و فخاری اور بزدلی کے باعث فریب عموماً کرتے ہین۔ کاہل اپنے کام کو درستی سے نہین انجام دیتا اس لئے وہ جھوٹ کو سچ دکہانے کی کوشش کرتا ہے۔ فخاری اپنے کو اچھا جتانے کیلئے کیجاتی ہے تاکہ اصل کے نسبت زیادہ دکہایا جاوے۔ اگر انسان سچائی سے ناواقفیت کی تسلیم کرنے کی عادت ڈالے تو عمر بہر اُس کو فایدہ اور زیادہ واقفیت

ہوتی رہتی ہے ورنہ یہ عادت ایسی مضبوط جڑ پکڑ لیتی ہے کہ خود اپنے آپ کو فریب دیتی ہے اور کل زندگی جھوٹی نمایش مین صرف کرادیتی ہے۔ سچائی کی ذلتون اور تکلیفون کے بہ نسبت بزدلی و پست ہمتی سے زیادہ ذلتین و تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہین جو کسی مین اپنے خیالات کے ظاہر کرنے سے ڈرتے ہین وہ بڑی عمر مین بھی ڈرینگے۔ ایسی ہمت رکھنا کہ جو واجب ہو بلا خوف کہدیا جاوے یا جو کام حق ہو بلا تامل کر ڈالا جاوے نہایت اعلیٰ صفت ہے۔ اکثر طور و طریق ایسی ہمت کے خلاف ہوتے ہین۔ پس ہر موقع پر مناسب نہین کہ اُن کا استعمال کیا جاوے سچ کے نسبت کوئی شے زیادہ تلخ و ناراض کرنے والی ظالمون کو نہین ہوتی جبکہ وہ کسی فایدہ و شوق کے خلاف ہو لیکن بعض اوقات بلا لحاظ کسی ناراضی کے سچ کہنا ضروری ہے گو کتنا ہی خطرہ ہو بزدلی و چشم پوشی ایسے وقت مین خطرہ مذکور سے کہین زیادہ مہلک ہوتی ہے مگر یہ شایستگی و انسانیت کے خلاف ہے کہ بلا ضرورت سچ کہہ کر ناراض اور فتنہ و فساد برپا کیا جاوے۔ دیانت فی المعاملہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے جو معاملہ کرے اُس کو راستبازی سے پورا کرے ایسا نہ ہو کہ ادھورا چھوڑ دے یا وقت پر نہ کرے ورنہ اُس کو خیانت فی المعاملہ کہینگے۔

خواہی کہ رستگار شوی راستکار باش — تا عیب جوے را نرسد بر تو مدخلے

حق گوے را زبان ملامت بود دراز — حق نیست انچہ گفتم اگر ہست گو بلے

تو راست باش تا دگران راستی کنند — دانی کہ بے سطارہ نرفتست جدولے

عمرت دراز باد بگویم ہزار سال — زیرا کہ اہل حق نہ پسندند باطلے

تو در کار خود راستی برکار — کہ ہم رستہ گردی و ہم رستگار
بود گرچہ مردم بسے کج خرام — بہ آخر شود راستان را غلام
اگرچہ بباشد کمان سخت گیر — بہ آخر تواضع کند پیش تیر
دیئے پھیر دل ان کے مکرو ریا سے — بھرا ان کے سینہ کو صدق و صفا سے
بچایا انہیں کذب سے افترا سے — کیا سرخرو خلق سے اور خدا سے
طاعت آن نیست کہ بر خاک نہی پیشانی — صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست

لاکھ جائے پر ساکھ نہ جائے دیانت داری سب سے عمدہ پالسی ہے۔ جبتک کہ کسی شخص کو راستکار نہیں سمجھتے تب تک اسکی ساکھ نہیں مانتے کیسے ممکن ہے کہ کوئی ایسے شخص کو اپنے مال اور اپنی جان اور اپنی آبرو کا امین سمجھے جس کا قول و فعل یکسان نہ ہو اسی لئے کہا گیا ہے کہ صدق وہ افسون ہے کہ کاذب بھی اپنے افعال و اطوار کو اسی کے مانند ظاہر کیا چاہتے ہین اور اپنے کو اسی کیطرح دکھلایا چاہتے ہین۔ اصول انچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند بر استکاری ہی کیطرف لیجاتا ہے۔ خفیف خفیف امور مین بھی قول و فعل کی یکسان ہونیکی نسبت ہونا بظاہر چندان ضرور نہین معلوم ہوتا لیکن ایسے شخص کو اگرچہ کاذب نہین سمجھتے لیکن اُسپر اعتبار نہین کر سکتے کیونکہ جو چھوٹے درجہ پر اسی فعل کو کرتا ہے اُس کو بڑے درجہ پر کرنا آسان ہے۔ پس جو شخص چاہتا ہو کہ اُس کی راستکاری پر بھروسہ کیا جاوے اُس کو ضرور ہے کہ اپنے چھوٹے سے چھوٹے قول و فعل سے ثابت کرے کہ ہر حالت اور ہر وقت مین اُس کا قول و فعل یکسان رہتا ہے اور خفیف سے خفیف کذب کو وہ ایسا ہی برا جانتا ہے اور اُس سے ویسا ہی

نفرت کرتا ہے جیسا کہ بڑے سے بڑے کذب سے۔ ساکھہ راستکاری ہی سے حاصل ہوتی ہے اور راستکاری اُن جوانمردون کا کام ہے جنھون نے وقت وموقع پر جان ومال وآبرو سے مُنھ موڑ لیا ہے۔ جب شخصی ساکھہ اسقدر مشکل سے حاصل ہوتی ہے تو خیال کرو کہ قومی ساکھہ کس قدر دشوار ہوتی ہے کیونکہ شخصی ساکھہ مین ایک شخص کو ایک شخص یا چند اشخاص کا جو اُسکے حالات سے واقف ہوتے ہین تسلیم کرنا ہوتا ہے اور قومی ساکھہ مین تو ایک تعداد کثیر کو دوسری تعداد کثیر اپنے سے زیادہ ایماندار اور راستباز صرف حسن ظن ویا تجربہ ومعاملات کے بناپر تسلیم کرتی ہے اور شخصی یا قومی ساکھہ نہ ہونا تمدن ومعاشرت کے لئے زہر قاتل ہے۔

ہست جوانمرد درم صد ہزار　　کار چو با جان فتد آنجاست کار

چالاکیون کے ذریعہ سے کامیاب ہونا قابل اعتبار نہین ہے کسی نہ کسی روز اُس کا بدلا ملجاتا ہے اور بھنڈا پھوٹ جاتا ہے۔ راستی ہی وہ چیز ہے جو کبھی فریب نہین دیتی۔ جو فروشی وگندم نمائی ایسی ہی خراب ہے جیسے زبانی دروغگوئی وکذب کیونکہ افعال کی آواز ایسی ہی صاف ہے جیسی الفاظ کی۔ پورے اوزان ٹھیک پیمانے سچے نمونے پورا کام اپنے فرائض کی کماحقہ بجاآوری صداقت کی نشانی ہے۔ قصور کرنا اور لاطایل عذر وحیلہ پیش کرنا واقعات مین مبالغہ کرنا خواہ بے پروائی ہی سے ہو مبہم الفاظ یا اشارات کا اس غرض سے استعمال کہ غیر واقعی امور کیطرف کوئی شخص مایل ہو۔ دہوکا وفریب دینا ظلم کرنا سب خلاف راستکاری ہے۔ سچ مین اور صرف سچ مین یہ کرامت ہے کہ جس قدر اُس مین

زیادہ کریدی جاتی ہے اُسی قدر اُس کے جوہر زیادہ آب وتاب کے ساتھہ ظاہر ونمایاں ہوتے ہین۔ کجرفتاری اگرچہ بعض اوقات بظاہر مزیدار معلوم ہوتی اور جھوٹون کی گرم بازاری چند دن کے لئے فریب دلانے سے ہوجاتی ہے لیکن ایسے لوگ ہلاک ہوتے ہین اور اُنکی عاقبت خراب اور نتیجہ نہایت بدتر۔ راستی سے آدمی پر آفت آئے تو آئے مگر راست گفتاری وراست کرداری پر مصیبت نہ آنی چاہیئے۔ سچ ہے سچ ہی مین یہ کرامات ہے کہ اگرچہ بعض وقت تلخ ہوتا ہے اور اُس کے اعتبار وتحمیل مین دقت اُٹھانی بلکہ کبھی جان دینی پڑتی ہے لیکن بالآخر اُس کے فایدے اُسکی تلخی سے زیادہ شیرین ہوتے ہین اور اُس سے ایک ایسی جاودانی زندگانی ونجات حاصل ہوتی ہے جو نہایت ہی قابل قدر ہے اگرچہ ایک ہی نسل مین اُسکی خوبی کا اندازہ اور فیصلہ کبھی کبھی نہین ہوتا لیکن آیندہ نسلین ڈگری دیتی ہین بخلاف اُس کے دروغ اگر فروغ پایا جاتا ہے تو آیندہ اُسکی اس قدر بے ثباتی وذلت ہوتی ہے کہ سب کو اُس سے عبرت لینا چاہیئے۔ اہل دروغ کو فروغ وفراغ نہین ہوتا۔ طباعی وذہانت کمیاب نہین ہین لیکن بدون راستبازی کے اُس پر اطمینان نہین کیا جاتا۔ انجام مین راستی کا بول بالا اور اُسی کا اُجالا اور جھوٹ کا مُنھہ کالا ہے راستکار کے ساتھہ گو انصاف نہ کیا جاوے اور اُسکی شکرگذاری کبھی نہ ہو بلکہ اُسے بُرا بھی کہا جاوے لیکن اُس کے دلجمعی واطمینان سے اُس کو محروم نہین کرسکتے اُس کے اغراض اُس وجود کو مقبول ہین جو ظاہر وباطن سب کو یکسان دیکھتا ہے۔ راستی خود بخود استحکام رکھتی ہے اور اپنے استحکام کے لئے

کسی خاص شئے کی ضرورت نہین رکھتی یہ ہمارے ہاتھون کے پاس سے بلکہ ہمارے ہونٹھون پر رکھی ہے ۔ جھوٹ تکلیف دہ ہے اور تصنع وتکلف وبناوٹ کی ضرورت رکھتا ہے ایک مکر بنانے کے لیے بہت سے اور مکر وفساد کی ضرورت ہوتی ہے ۔ افلاطون کہتا ہے کہ اگر انسان دنیا مین خوشحال رہنا چاہے تو اُس کو راستباز ہونا چاہیئے اور پھر اُس وقت سے نہ کہ اُس کے پیشتر سے اُس کا سب رنج وغم ختم ہوجاوے گا ۔ جن لوگون کا قول وفعل یکسان نہین ہوتا اُنکی سچی بات اور سچے افعال پر بھی کوئی اعتبار نہین کرتا اس طرح وہ بہت سے فواید اور خوبیون وعزتون سے محروم ہوجاتے ہین بخلاف اُن کے جن لوگونکا قول و فعل یکسان ہوتا ہے نہ خود اُن کو اپنے پر بلکہ دوسرون کو بھی اُنپر بھروسہ ہوتا ہے ۔

یکے را کہ عادت بود راستی　　خطائے رود در گذارند ازو
وگر نامور شد بہ ناراستی　　دگر راست باور نہ دارند ازو

چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی گو کہ مضر نہ معلوم ہو لیکن راستی کے خلاف نہ کرنا چاہیئے اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسمین جب کسی کا نقصان نہین ہے تو ہرج نہ ہوگا اسلیئے کہ ممکن ہے کہ بوجہ اس کے کہ خلاف واقع ہے کسی راستی کے متضاد ہوجاوے اور کم سے کم لوگ ایسے شخص کے نسبت ضرور خیال کرینگے کہ خلاف واقع بات کہنے اور کرنے کی اُسکی عادت ہے بشرطیکہ خود اُس سے نقصان نہ سمجھتا ہو اور چونکہ غلطی سے محفوظ نہین رہ سکتا لہذا ممکن ہے کہ کجرفتاری بھی اُس سے ہوجاوے علاوہ اس کے رفتہ رفتہ عادت پڑجاتی ہے اور چھوٹی چھوٹی باتون سے بڑی باتون

کیطرف نوبت پہنچ جاتی ہے اور نامعلوم طور سے ایسی جرأت ہوجاتی ہے کہ بے تکلف
بڑے بڑے کام خلاف راستی کے ہونے لگتے ہین پس کیطرح پر اُس کو نہ برتنا چاہیے
اور اس آزمودہ و محققہ اصول کو یاد رکہنا چاہیئے کہ اُس سے کچہہ نہ کچہہ اپنی ذات یا دوسری
ذات کو ضرور نقصان پہنچتا ہے - ڈیوک آف ولنگٹن نے اُس ڈاکٹر کو جس نے
سخت دوا اُس کے کان مین ڈالدی تھی یہ تو کہا کہ مین کسی سے اس دوا کے ڈالنیکا
ذکر نہ کرونگا لیکن اس استدعا کو کہ آمد رفت جاری رہے تا کہ لوگ سمجہین کہ آپکی
دوا ہوتی ہے نہایت مضبوطی سے نامنظور کیا اور کہا کہ اسمین کذب شامل ہے -
جھوٹ خواہ کیسا ہی خفیف و اتفاقی ہو مگر دہوئین کیطرح انسان کے چمکدار اور
شفاف دل کو داغدار کر دیتا ہے اور اسیواسطے یہ بہتر ہے کہ ہمارے دل اس سے
صاف رہین اور ہم مطلق اس کو نہ سوچین کہ ابھی یہ داغ کچہہ بھی نہین اور یہ بہت جلد
دور ہوجائیگا - ایک باغ مین ایک شخص نے ایک لڑکے سے کہا کہ اس وقت
یہان کوئی نگہبان نہین ہے میوون مین سے جو چاہو لے لو - اُس نے جواب دیا
کہ صاحب مین اپنا آپ نگہبان ہون اگرچہ کسیکا ڈر نہین ہے پر کسطرح خیانت کرون
میرا دل خود میرا پاسبان ہے - راستباز کی باتین جسطرح ہر دلعزیز ہوتی ہین
اُسی طرح مناسب موقع پر وہ انکار بھی کرتا ہے اور جو کام اُس کے انجام دینے
کے قابل نہین ہوتے اُن کے کرنے کا وعدہ نہین کرتا اگرچہ ممکن ہے کہ راستباز سے
بدگمانی کیجاوے لیکن اُن کا عمل و استقلال فایض المرام کریگا اور بالآخر
اپنے کو اُس عزت و بزرگی کے لایق تسلیم کرا لینگے جس کے فی الحقیقت
وہ مستحق ہین - راستکار جھوٹے کامون مین نہین پڑتا عوام کالانعام اگر اُس کو

اپنے ساتھہ شریک ہونے سے بیمروت سمجھین تو عقلمند کو اُنکی ایسی غلطی پر تاسف ہوگا اس لئے کہ جو شخص جس بات کو صحیح و سچ سمجھتا ہے اُس کو دوسرے کے غلط سمجھنے سے غلط نہین سمجھہ سکتا۔ راستباز کا قول و فعل دباؤ کے وقت کچھہ اور اور بلا دباؤ کے وقت کچھہ اور نہین ہوجاتا بلکہ اکثر دباؤ کے وقت وہ اور بھی اپنے ارادون پر ثابت ہوجاتا ہے۔ سقراط نے کہا تھا کہ مین ہزار بیماریون کو برداشت اور قبول کرسکتا ہون مگر بے انصافی کا کوئی کام ہرگز نہین کرسکتا۔ راستباز کو کجرفتاری سے روحانی تکلیف پہنچتی ہے۔ راستی کے سبب سے جو انقلاب ہوتے ہین وہ اس وجہ سے کہ اُن کی بنا نیکی اور واقعیت پر ہوتی ہے ظالم کو نقصان اور دوسرون کو فایدہ پہنچاتے ہین۔ راستباز اپنی ذات اور اپنے راستبازی کے نتایج پر بھروسا رکھتا ہے اور نہین گھبراتا اُس کی زبان کے الفاظ اُس کے دل کی بعینہ سچی تصویر ہوتے ہین جسطرح ناسمجھہ عوام موت سے ڈرتے ہین اسیطرح وہ کجرفتاری اور دروغ سے ڈرتا ہے۔ پس وہ آزاد جیتا اور آزاد مرتا ہے۔ آزادی سے جو چاہتا ہے اُسے بیان کرتا ہے ملامت و تعریف کی پروا نہین کرتا کجرفتارون کیطرح پس و پیش و افسردگی و پریشانی مین بسر نہین کرتا اور جھوٹ کے سچ بنانے کی فکر اور اُسکی آراستگی مین مبتلا نہین رہتا اور ہر دلعزیز بننے کے لئے دوسرے کے رنج و خوشی کی فکر اُسے نہین ہوتی وہ جو سوچتا ہے وہ کہتا ہے جو باور کرتا ہے اُسکو [illegible] اُسپر عمل کرتا اور وہ وہ کام کرتا ہے جس کا وعدہ کرتا ہے۔ جھوٹا جو محنت و خوف و فریب نمایش مین کرتا ہے وہ سچے کی محنت سے کہین زیادہ ہوتے ہین لیکن سچے کا انجام اچھا و پایدار اور جھوٹے کا برا و غیر مستحکم و متزلزل ہوتا ہے

سے کینہ اور بے ریا طبیعت رکھنا اور معاملات کی صفائی کا التزام رکھنا ظاہر و باطن
کی یکسانیت پر دلالت کرتا ہے پس جو بات کسی کے سامنے نہ کہہ سکتے ہون
اُس کی غیبت مین بھی صفائی طبیعت کے وجہ سے نہین کہہ سکتے جو زبان پہ
ہو وہی دلمین ہونا چاہیے۔ بلا رو رعایت کہنا اور اعلان حق مین آزادی راے
و اظہار راے بیباکی سے کرنا صاف کہنا اور اخلاقی جرأت کرنا ہمت کے کامون مین سے
ہین اور انسان کے ثبات مزاج و صداقت و امانت و پابندی اصول کو ثابت
کرتے اور انسان کی ہیبت اور اُسکی قوت کا مظہر ہین۔ بہادر اور متدین شخص زر کی
خاطر کام نہین کرتے۔ وہ کام کرتے ہین اُلفت کے واسطے۔ عزت کیواسطے۔ تعامل
کے واسطے۔ معاشرت کے واسطے۔ نیکی کیواسطے۔ فرض کے واسطے۔ ساکھہ
کے واسطے۔ سڈنی اسمتھ نے کہا ہے کہ مکالے بالکل بے لاگ اور بےغرض ہے۔
قم دولت۔ نعمت۔ خطاب۔ عزت۔ روپیہ پیسہ خواہ کچھہ اُس کے سامنے
رکھو مگر لاحاصل۔ اُس کے دلمین صدق کی محبت ہے اور تمام دنیا اُس کو
رشوت دیکر اُس کے فایدے کو اُس سے نظر انداز نہین کرا سکتی۔ ولنگٹن نے
جنرل کارمان کو لکھا کہ جب انگریزی افسر وعدہ کرتے ہین کہ وہ بھاگنے کی کوشش
نہ کرینگے تو آپ اُن پر اعتماد کیجیے اور بےغم رہیے کہ وہ اپنے وعدہ پر
ثابت قدم رہین گے اور مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ اگر کوئی انگریز اُسکے
برعکس عمل کرے گا تو مجھہ کو ہرگز تامل نہ ہوگا کہ فی الفور اُسے گرفتار کر دون اور آپکے
پاس واپس بھیجدون۔
بناوٹ و تکلف افعال مین صدق کے خلاف ہے اور اگرچہ زینت اور تکلف

استعمال ممنوع نہیں لیکن حیثیت سے زیادہ استعمال یا ایسا استعمال جو سوسائٹی کو مسرف بناوے یا غرباء کے ملال کا سبب ہو یا سوسائٹی کے وضع اور قطع کو قائم نہ ہونے دیوے یہی احسان و عمل صالح کی بربادی کا سبب ہے اور بناوٹ کا پہلو لئے ہوئے ہیں لہذا لباس وضع و قطع و رفتار و کردار و گفتار میں ایسا سادہ سود مند و صحیح طریق اختیار کرنا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو یہ کوشش بلیغ کرنی چاہیئے کہ تکلف اُن سب میں جاتا رہے۔ ایک سادگی سے بسر کرنے والا فقیر کے جھونپڑے اور امیر کے محل میں ہر جگہ آرام سے بسر کرسکتا ہے نہ وہاں کی بے سروسامانی رنجیدہ اور نہ یہاں کے تکلفات اُسے خوش کرسکتے ہیں۔ بے تکلفانہ اور بغیر اندرونی و پوشیدہ غرض کے بے تکلف بات کرنا دلیل صفائی ہے اور اگر آدمی سچا اور راستباز ہے اور علم و تقوی رکھتا ہے اور اپنے وقار کو سمجھتا ہے تو اس کے ساتھ بے تکلفی سے بے ادبی نہیں ہوسکتی بلکہ اور وقار قائم ہوتا ہے۔ نوجوانوں کو لباس کی طیاریوں میں فضول خرچی کرنے سے ضرور بچنا چاہیئے۔ وہ بدذوقی اور مثل اُس کے جھوٹی نمائش کے شوق سے پیدا ہوتی ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اچھے کپڑے پہنکر بازار میں نکلینگے تو لوگوں کے دلوں میں ہمارے متعلق اچھے خیالات پیدا ہوں گے لیکن یہ خیال خام ہے سمجھدار لوگوں کو اس کا کچھ بھی خیال نہیں ہوتا البتہ وہ لوگ جن کے خیالات اُن جیسے ہیں اُن کو اچھے لباس میں دیکھکر یہ سمجھ لینگے کہ وہ فریب دینے کی کوشش کررہے ہیں اور نمائش کو وسیلہ بنارہے ہیں اور اس وجہ سے نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھینگے اور جو لوگ امیر و مالدار ہیں وہ خیال تک بھی نہ کرینگے۔ پس یہ خیال کہ ظاہری نمائش و چمک دمک سے فایدہ ہوگا غلط ہے۔ انسان کی سچی قدر اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ وہ اپنی حیثیت لیاقت

موافق خود دوسروں کو فایدہ پہنچا سکتا ہے اور بجائے نمایش کے اپنے ظاہر و باطن کی حالت کو صحیح دکھلانے کی کوشش کرتا ہے۔ لباس سادہ دارزان و صاف ہونا چاہیئے۔ اگر تم مین کوئی ہنر یا کمال ہے تو خواہ تم کم قیمت کپڑے پہنے ہو اور ظاہری فیشن مین نہ ہو لوگ تمہارے سامنے سر جھکا ئینگے۔ لیاقت و قابلیت پوچھی جاتی ہے نہ کہ ظاہری طمطراق۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ خلافت اسلامیہ کی اصلی سادگی خلفاے راشدین کے زمانے تک قایم رہی اور جب عنان حکومت امیر معاویہ کے ہاتھ مین شخصی حکومت کے صورت مین آئی تو ابتدائی سادگی کی بنیاد بھی کمزور ہو گئی اور بنی اُمیہ کی ملکی حکومت کے ساتھ شان و شوکت بھی بڑھتی گئی یہان تک کہ عبد الملک اور ولید کے زمانہ مین اسکی صورت ایک عظیم الشان خود مختار حکومت کی ہو گئی۔ لیکن پھر بھی بنی اُمیہ کے زمانہ حکومت پر ایک حد تک عربی آزادی عربی بے تکلفی اور عربی اخلاق کا رنگ چڑھا رہا یہانتک کہ ایک بدوی کو بھی دربار خلافت مین بار مل سکتا تھا اور وہ نہایت بے تکلفی اور آزادی سے امیر وقت کی شان مین جو چاہتا تھا کہہ گذرتا تھا مگر جب زمانہ کے اُلٹ پھیر نے ابو مسلم خراسانی کو خاک ایران سے اُٹھا کر بنی اُمیہ کو نیست و نابود کیا اور تاج خلافت بنی عباس کے سر پر رکھا تو جسطرح کہ ابتدائی سادگی کا خاتمہ دولت بنی اُمیہ کے قیام کے ساتھ ہوا تھا ویسی ہی عربی شان کا خاتمہ بنی عباس کے ہاتھ سے جسپر ایران کی آب و ہوا پورا اثر کر گئی تھی علم سلطنت کے ساتھ ہو گیا۔ اور منصور نے تو بغداد کو مداین قدیم دار السلطنت ایران کے قریب آباد کر کے اس امر کا اعلان کر دیا کہ گویا سلطنت ایران دوبارہ زندہ ہو گئی بلکہ اسیوجہ سے یہ کوشش بھی کی گو کہ اسمین کامیابی نہین ہوئی کہ وہان کے محلات کو اُکھاڑ کر سرزمین بغداد پر قایم کرے۔ بنی عباس کے

زمانے مین یوجہ اس کے کہ اکثر قبائل عرب کے نسبت گمان تہا کہ وہ بنی امیہ کے ہمدرد ہین اور ان کا عروج جو کچہہ ہوا تہا وہ انہی تلوارون کے بدولت ہوا تہا اس امر کی بہی قید باقی نہین رہی کہ ارکان سلطنت شرفاے عرب مین سے ہون بلکہ ابتدا ہی سے ان کے مشیر و ندیم اکثر ایرانی ہوتے تہے اور اسیوجہ سے سلطنت کی ترقی کے ساتہہ قدیم عربی سادگی کے بجاے ایرانی تکلفات قایم ہونے لگے اور عام طرز معاشرت پر بہی ایرانی تمدن کا رنگ چڑہتا گیا یہان تک کہ آخر زمانہ مین خلفاے بنی عباس بہی شاہان ایران کیطرح کسی کو اس قابل نہ سمجہتے تہے کہ کوئی انکی صورت دیکہے۔ شخصی سلطنت مین یہ بڑی خرابی ہے کہ تمدنی ترقی انحطاط قوت کے دوش بدوش ہوتی ہے اور اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر قوم مین تمدنی ترقی ہوئی اور سلطنت کی ظاہری شان وشوکت بڑہی اسی قدر اصلی قوت مین کمی ہوتی گئی خلفاے اسلام کی سادگی کی تو یہ کیفیت تہی کہ جب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے مین قیصر روم کا قاصد آیا تو آپ مسجد نبوی مین عام فقرا کے ساتہہ سوتے ہوے پاے گئے لیکن اسی کے ساتہہ سطوت وجبروت کی یہ کیفیت تہی کہ خسرو ایران وقیصر روم باوجود ہزارہا کوس کے فاصلے کے اپنے زرنگار تخت پر بیٹہے ہوئے لرزتے تہے۔ تصنع وتکلف نہ ہو تو عمدہ کہانا اور عمدہ اشیا کا استعمال بہی سادگی ہی جاویگی صرف معیار سادگی یہ ہے کہ جو مفید و میسر ہو سورہ ص مین ہے۔

وما انا من المتکلفین ٥ اور ہم تکلف کرنے والون مین نہین ہین۔

پس تکلف کا نقایص مین ہونا ثابت ہے۔ صفائی ظاہری ونفاست پسندی سے قدرت نے جو نفایس مہیا کیے ہین اس کا پتہ چلتا ہے اور حریت وضرورت سبب ایجاد

وانکشاف ہوتی ہے۔ نفاست پسندی کے لئے صفائی رکھنا لازم ہے اور نفاست پسندی اس کا نام نہین ہے کہ تکلف وزینت زاید کیجاوے بلکہ وہ ایک ذوق خاص ہے اور اچھی چیزون کے انتخاب کا نام ہے۔ ادنی چیزون کا استعمال مضر اور اوقات کا ضایع کرنے والا اور کامیابی کا روکنے والا ہوتا ہے۔ بخلاف اعلی چیزون کے جو نفیس ہوتی ہین مگر شرط یہ ہے کہ نفاست صرف تکلف و نزاکت کے لئے نہ ہو۔

صدق کیلئے دو کمال ہین۔ اول بلا ضرورت صحیح کنایہ و ذومعنی الفاظ سے احتراز کرنا کیونکہ بعض اوقات وہ بھی قایمقام جھوٹ کے ہوجاتے ہین۔ دوسرا کمال یہ ہے کہ صدق سے الفاظ کہے تو ان کے معنون کی بھی رعایت رکھے مثلاً زبان سے کہے کہ ایاک نعبد تو بندہ ہونے کی ماہیت بھی اسمین پائی جانی چاہیئے اور یہ کہ سواے خدا کے اور کسیکی عبادت نہ کرتا اور نہ اس کو جایز رکھتا ہو۔ صدق باقی رہنے کی یہ صورت ہے کہ خدا کے واسطے وہ بات کہے جس کا حکم اس کو حق کرے اور جس قدر مقتضاء دینی ہو اسیقدر کہے اس واسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہین ہے بلکہ امر حق پر دلالت کرنے کے وجہ سے اور اس سبب سے کہ حق کیطرف بلاتا ہے مقصود ہوتا ہے اس لئے ایسے وقت مین ظاہر کو دیکھنا نہین چاہیئے اور اگر کوئی جھوٹ وخلاف واقع وخلاف شرع امر کے کہنے پر مجبور کیا جاوے تو اس کا دل چاہے تو وہ کہہ سکتا ہے بشرطیکہ خلاف واقع بات کے کہنے سے اس کا دل کراہت کرتا ہو اور اسکا قلب مطمئن بالایمان ہو۔ راستکاری یا صدق چھ معنون مین مستعمل ہوتا ہے۔ اول صدق قول کا۔ دوم صدق نیت کا۔ سوم صدق در عزم۔ چہارم وفاے عزم مین صدق کا ہونا۔ پنجم صدق در عمل۔ ششم دین کے سب مقامات مین صدق کا ہونا۔ بعضون نے

کہا ہے کہ جو شخص ان چھیون باتون مین صدق کے ساتھ متصف ہوگا وہ صدیق ہوگا اس لیے کہ صدق مین غایت درجہ کو پہنچیگا۔ پس صیغہ مبالغہ کا اطلاق اُس پر صحیح ہوگا۔ صحیح یہ ہے کہ صدق کے درجات مختلف ہین۔ جس کو جس چیز مین صدق ہوگا وہ اُسی کے اعتبار سے صدیق یا صادق کہلائیگا۔

والصدیق لم یتغیر باطن امرہ من ظاہرہ وقیل الصدیق ھو صادق قولاً وفعلاً ونیتاً وعقلاً۔

اور صدیق وہ ہے کہ نہ بدلے اُسکے باطن کا امر اُسکے ظاہر سے اور کہا گیا ہے کہ صدیق وہ ہے جو صادق ہوا زروے قول و فعل و نیت و عقل کے

پس ظاہر و باطن جسکا صدق پر مستقیم ہو اُس کو صدیق کہتے ہین۔ صدق کا بیان بحیثیت ظاہر و باطن کے یکسانیت کے ہوتا ہے نہ کہ باعتبار خصلت ہونے کے صدق قول کا اخبار اور اُن اقوال مین جو متضمن اخبار ہو ہوتا ہے اور خبر یا زمانہ گذشتہ سے ہوتی ہے یا زمانہ آیندہ سے۔ اس واسطے جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اور خلاف واقع نہ کہے گا وہ صادق القول ہے۔

دوسرا صدق نیت کا ہے جس کا مآل اخلاص کیطرف راجع ہے۔ لہذا اگر نیت مین اخلاص نہ ہو تو صدق نیت کا نہین ہوگا۔ پس صادق کا مخلص ہونا بھی ضرور ہے۔ قرآن مجید مین اخلاص اللہ اور اُسکی عبادت کے ساتھ رکھنے کی فضیلت جو بیان ہے وہ دوسرے امور مین اخلاص کی فضیلت کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ تیسرا صدق عزم کا ہے یعنی انسان کبھی اپنے عمل سے پہلے اپنے دل مین اُمنگ کیا کرتا اور کہا کرتا ہے کہ اگر مجھ کو قدرت ہو تو مین ایسا کرون ویسا کرون اور یہ عزیمت کبھی پکی اور بجزم ہوتی ہے اور کبھی اسمین ایک قسم کا

تردد اور ضعف ہوتا ہے جو صدق کے خلاف ہے تو گویا صدق کے معنی بیان ارادہ کے پورے اور قوی ہونے کے ہیں۔ لہذا صادق العزم اُسے کہینگے جو اپنے عزم کو امر نیک میں پورا اور قوی پاوے نہ اُسمیں کچھ ہو نہ ضعف و تردد بلکہ نفس ہمیشہ نیکی پر مصمم اور پختہ ارادہ رکھتا ہو۔ جیسے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھکو لوگ گردن کاٹنے کو پیش کردیں تو مجھ کو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں اُس قوم کا امیر ہوں جسمیں حضرت ابوبکرؓ ہوں اور آپ نہ میں امیر ہوں۔ قرآن مجید میں عزم کی فضیلت بیان ہے۔ چوتھا صدق عزم کے پورا کرنے میں ہے یعنی وفا عزم اس لئے کہ عزم و وعدہ میں سردست کچھہ کرنا نہیں ہوتا مگر بعد میں قدرت ہوجاتی ہے اور جب موقع آجاتا ہے تو بوجہ کمزوری اُس کے ایفا میں تغافل انسان کرنے لگتا ہے اور یہ بات وفاے عزم و صدق کے خلاف ہے۔ پانچواں صدق اعمال میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اُس کے اعمال ظاہری سے یہ بات نہ پائی جاوے کہ اُس کے دلمیں کوئی بات ہے جو واقع میں نہیں اور یہ کوشش اعمال کے ترک کرنے سے نہ ہو بلکہ باطن کو ظاہر کی تصدیق کیلئے کیجاوے برخلاف ریا کے۔ اس لئے کہ ریاکار چاہا کرتا ہے کہ اعمال ظاہری سے لوگ اُس کے باطن کو متصف صفات حمیدہ جانیں۔ چھٹا صدق دین کے مقامات میں ہے کہ جیسا شرع و دین کا مقتضا ہے اُس کے خلاف نہ ہونے پاوے اور احوال و اعمال و مقامات شرع حق کے موافق ہوں۔ قرآن مجید سے بخوبی فضیلت اس صدق کی متواتر مقامات و بیانات سے ثابت ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خلاف واقع بات و خبر نہ کہنا قول کا صدق ہے اسیطرح اعمال ظاہری یا باطنی میں

مطابقت ہونا اور ایک کا دوسرے سے مختلف اور متناقض نہ ہونا صدق فی الاعمال ہے
پس صدق فی القول گویا ایک قسم صدق فی الاعمال کی ہوئی۔ اسیطرح نیت کا
خالص ہونا یعنی جس غرض سے جو کام کیا جاوے وہ غرض اُسی کے لئے ہو نہ کہ
دوسری غرض بھی شریک ہو صدق فی النیت ہے جو راجع ہوتی ہے اخلاص کیطرف
لہذا وہ بھی گویا صدق فی الاعمال کی ایک قسم ہوئی۔ اسیطرح آدمی نیت کیا کرتا ہے
کہ اگر اُس کو موقع ہو تو فلان کام کرے گا پس اگر وہ ایسا کام ہے جو محمود ہے اور اُسکے
کرنے کی نیت و ہمت ہے تو اُس کو صدق فی العزم کہتے ہیں لہذا وہ اچھی باتون کی
نیت کرنے کا نام ہوا۔ پس وہ بھی صدق فی العمل کی ایک قسم ہوئی۔ جب نیت کے
وفا کا موقع آوے تو اُس کو مطابق اُس نیت نیک کے کرنا قبل موقع جسکی نیت کرتے
تھے صدق وفا ہے عزم ہے لہذا وہ بھی صدق فی العمل کا ایک قسم ہوا۔ اسیطرح
صدق فی الدین یعنے مقتضائے شرع و دین کے مطابق عمل کرنا ہے پس اگر
صدق فی العمل سے یہ مراد لیجاوے کہ عمل مین ظاہر و باطن یکسان ہو اور بُرے
یا نیک ہونے سے اُس کا تعلق نہ سمجھا جاوے تو وہ صدق فی الدین سے کسیقدر
مختلف ہوگا ورنہ صدق فی الدین اور صدق فی العمل ایک ہی ہوجاوینگے اور اس
صورت مین کہ دونون مختلف ہون مذکورہ بالا صدق سب ایک قسم صدق فی الدین
کی ہون گے نہ کہ صدق فی العمل کے۔ پس صدق فی القول و صدق فی الدین
اصل مین دو قسم صدق کی ہونگی۔ صدق ایسی اعلیٰ صفت ہے کہ خدا تعالیٰ نے
خود اپنی نسبت سورہ نساء مین فرمایا ہے۔ ومن اصدق من اللہ قیلا کون زیادہ سچا ہے
اللہ سے قول مین و من اصدق من اللہ حدیثا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ سے خبر دینے مین

اور سورہ مریم مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نسبت ہے۔

انہ کان صدیقا نبیاہ — وہ تھے صدیق نبی۔

اور حضرت ادریسؑ کے نسبت بھی صدیق نبی اللہ تعالی نے سورہ مریم مین کہا ہے اور حضرت اسمعیلؑ کے نسبت سورہ مریم مین ہے۔

انہ کان صادق الوعد وکان رسولا — وہ تھے وعدہ کے سچے اور رسول نبی تھے

نبیا وکان یامر اهله بالصلوٰۃ والزکوٰۃ — اور اپنے اہل کو حکم کرتے تھے نماز و زکوٰۃ کا

وکان عند ربہ مرضیاہ — اور تھے اپنے رب کی مرضی کے موافق۔

سورہ یوسف مین ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ایہا الصدیق کرکے لوگون نے مخاطب کیا۔ پس صدق اور صدیقیت اور صدق وعدہ اور صدق قول اور صدق حدیث کی افضلیت کے لئے آیات مذکور کافی ہین خود خدا تعالی اور ایسے جلیل القدر رفیع الشان انبیاء اور رسولون کا صفات مذکورہ کے ساتھ متصف ہونا اور قران مجید مین بطور مذکور بیان ہونا صفات مذکور کے مہتم بالشان واعلی ہونے کے لئے کافی دلیل ہے اور انسان فخر کرسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس کو بھی صفات مذکور عطا فرمائی ہین۔ اور سورہ محمد مین ہے

فاذا عزم الامر فلو صدقوا لکان — سو جب امر کا عزم ہو جاوے اگر سچے رہین

خیرا لہم ہ — اُن کے لئے بہتر ہوگا۔

لہذا صدق عزم کی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے۔ اور ایک آیت مین ہے اللہ کا وعدہ حق ہے۔ اور ایک آیت مین ہے کہ اللہ کا وعدہ ہو کر رہیگا۔ سورہ احزاب مین ہے

ولما را المومنون الاحزاب قالوا — اور جب دیکھا مومنین نے لشکر کو کہا ان لوگون نے

ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ — یہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ اور اسکے رسول نے اور صادق ہے اللہ

ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما من المومنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا ليجزى الله الصادقين بصدقهم ويعذب المنافقين ان شاء او يتوب عليهم ان الله كان غفورا رحيما ه

اور اُسکا رسول اور اُسنے نہ بڑہایا اُن لوگونکو مگر ایمان و اطاعت مومنین مین سے مرد ہین کہ صادق ہوے وہ لوگ جسمین جسکا عہد کیا تہا اُن لوگون نے اللہ سے سو منہین سے وہ ہین جو پورا کر چکے اپنا اقرار اور انہین سے وہ ہین کہ انتظار کرتے ہین اور کچہہ نہین بدلا تاکہ جزا دیوے اللہ صادقین کو اُنکے صدق کی اور عذاب دیوے منافقین کو اگر چاہے یا توبہ قبول کرے اُنکی اللہ غفور رحیم ہے۔

پس ان آیات سے صدق وعدہ و صدق عہد دونون کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یعنی جنہون نے اپنے عہد کو اللہ سے کیا تہا اور اُنہون نے پورا کیا اور وہ بھی جو منتظر ہین اور جنہون نے کچہہ نہین بدلا وہ مومنین صادق ہین شمار ہوئے ہین اور اُن صادقین کے نسبت اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ تاکہ بدلا دیوے اللہ صادقین کو اُن کے صدق کا اور وہ صادقین ہین جنہون نے اللہ کے وعدہ کے نسبت کہا تہا کہ صادق ہوا اللہ اور اُس کا رسول اور اُن کے مقابل مین اللہ تعالی نے فرمایا کہ تاکہ عذاب دے منافقین کو اگر چاہے یا توبہ قبول کرے اُنکی۔ پس ثابت ہوا کہ جو اللہ کے عہد کو جو اُسکے ساتھہ اُنہون نے کیا ہو پورا نہ کرے وہ منافق ہین۔ لہذا عہد کا نہ پورا کرنا منافق کے خصائل ہوتا ہے۔ صدق کا ضد کذب ہے جو ہر قسم کے مکر و فریب وغیرہ دھوکا و خلاف واقع بات کے کہنے اور کسیطرح ظاہر کرنے یا سچائی کے چہپانے اور اُس کے اظہار سے خاموش رہنے پر شامل ہے۔ جس کے نقایص بیان ہو چکے ہین۔

آدمیون مین ایک قسم کے اور لوگ ہوتے ہین جو نہ مشرک ہوتے ہین نہ کافر اور

نہ مومن بلکہ وہ ایسے جھوٹے فاسق ہوتے ہین جو کبھی اس طرف اور کبھی اُس طرف ہوتے رہتے ہین اُنکا ایمان واعتقاد مذبذب رہتا ہے زبان سے اپنے کو مومن یا سچا کہتے ہین لیکن دلمین نہ اُنکے ایمان ہوتا ہے نہ سچائی۔ اُنمین سے جنھون نے کفر کیا ہو اور کفر کا کلمہ کہتے ہون اور کافرون کے ساتھ ہو گئے ہون یعنے بعد اظہار اسلام کے اُن کافرون کے ساتھ ہو گئے ہون جن سے مسلمانون سے لڑائی ہے اُن سے مومنین کو لڑنے کا حکم ہے اور جنھون نے دوسرے قسم کے افعال کئے ہون اور جنکا ذکر در حال سورہ بقر وسورہ نسار وسورہ توبہ اور سورہ منافقون مین مفصلاً ہے اُن کے نسبت بھی یہہ حکم ہے کہ اللہ اُن کی مغفرت ہرگز نہ کرے گا اگرچہ آنحضرتؐ اُن کے لئے استغفار کرین یہان تک کہ ستر بار بھی کرین اور عذاب الیم اور عذاب جہنم مقیم کی وعید بھی اُن کیلئے ہے بشرطیکہ وہ اُس قسم کی توبہ واعمال نہ کرین جنکا بیان ہے۔ سورتہاے مذکورہ سے مخصوص صفات وافعال وخاصیت منافقون کی حسب ذیل بھی ثابت ہوتی ہین۔

جھوٹی قسم کو سپر بنانا۔ جھوٹ بولنا وکذب کرنا اور کہنا کہ ایمان لاے اللہ اور یوم آخر پر۔ فریب دینا اللہ اور ایمان والون اور اپنی نفسون کو۔ تفقہ نہ کرنا۔ مُہر کر دیگئی ہے اُنکے قلبون پر پس تفقہ نہین کرتے۔ اُن کے دلمین مرض ہونا بسبب جھوٹ کے۔ امر بالمنکر ونہی عن المعروف کرنا۔ اپنے کو مصلح باوجود مفسد ہونے کے کہنا۔ مومنین کو سفہا کہنا حالانکہ خود سفیہہ ہین۔ نماز کو کسل سے ادا کرنا اور ریا کرنا۔ کافرون کو مومنین کو چھوڑ کر رفیق بنانا۔ مترود رہنا نہ اس طرف نہ اُس طرف مذبذبین بین ذالک لا الیٰ ہؤلاء ولا الیٰ ہؤلاء۔ تکبر کرتے دکھائی دینا۔ بخلاف اپنے وعدہ کے بخیلی واعراض کرتے ہین نفاق اُن کے دلمین بسبب جھوٹ کے ہے خرچ کرنے سے روکتے ہین۔ کہتے ہین کہ ہم لعب بازی کرتے تھے

استہزا کرتے ہیں۔ فتح کے وقت کہتے ہیں کہ ہم تو مومنین کے ساتھ ہیں ورنہ کافرون سے کہتے ہیں کہ ہمنے تم کو بچا دیا اور ہمنے تم کو نہیں گھیر ا تھا۔ یہ سب افعال و احوال منافقین کے مومنین اور اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ ہوتے ہیں اور اپنی ذات کے ساتھ بھی اُن کے افعال مخصوص ہوتے ہیں۔ لہذا کاذبین کے افعال و احوال منافقین کے افعال و احوال کے ساتھ اشتراک یا مشابہت رکھتے ہیں۔ پس جو وعید منافقین کے لئے ہے اُس کے مثل غیر صادقین کا ذبین کیلئے کیوں نہ وہی وعید بھی جاوے لہذا قابل اُن کے یاد رکھنے و سمجھنے کے ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ منافقین کے افعال و احوال مین کذب و تردد شامل ہوتا ہے اور وہ تفقہ نہین کرتے۔ منافق کی توبہ کے لئے یہ شرط ہے کہ توبہ کرے اور صلاحیت پکڑے اور اعتصام بحبل اللہ کرکے دین کو خالص کرے تب اللہ چاہیگا تو توبہ قبول کریگا۔ لہذا کسی کاذب کو صادق بننے کے لئے بھی ضرور ہے کہ توبہ کرے اور صلاحیت پکڑے اور اعتصام بآیات اللہ کرکے صدق خالص کرے۔ پس صدق و سداد کا پھل وصل و وداد و صلح و مساوات و محاذات و قسط و بر و تقوے و صالحیت و کامیابی و کامگاری وغیرہ فضائل ہین اور کذب کا نتیجہ مکر و فریب و فصل و قطع و قتل و فتنہ و فساد و فحش و بغی و اثم و ظلم وغیرہ رذائل ہین۔ جنکا نتیجہ تکلیف و رنج و ذلت و خواری ہے۔ سورہ مریم مین ہے۔

و وھبنا لہ اسحق و یعقوب کلاً جعلنا	اور بخشا ہمنے واسطے ابراہیم کے اسحاق اور یعقوب کو
نبیا و وھبنا لھم من رحمتنا و جعلنا	اور ہر ایک کو کیا ہمنے نبی اور دیا ہمنے اُن کیلئے اپنی رحمت
لھم لسان صدق علیا ہ	اور ٹھہرایا ہمنے اُن کیلئے زبان سچائی کی بلند۔

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاے مذکورہ آیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سچائی کی زبان بلند کر دی تھی یعنے اُن کی سچائی کی شہرت نہایت بلند سچائی کے ساتھ ہوئی۔ لہذا سچائی کی شہرت بھی جس کا نتیجہ ساکھ ہے اللہ کی رحمت مین سے ہے اور بہت محمود ہے۔ سورہ توبہ مین ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا	اے مومنو تقوے کرو اللہ سے اور ہو جایا کرو
مع الصٰدقین ۵	صادقین کے ساتھ۔

پس اس آیت مین صادقین کے ساتھ ہو جانے کا حکم مومنون کو ہے جس سے صدق کو تقویت دینا اور کذب کو کمزور کرنا مقصود ہے۔ لہذا یہ حکمت حرز جان بنانے کے قابل ہے۔ سورہ اعراف مین ہے۔

ان الذین اتخذوا العجل سینالھم	جن لوگون نے بچھڑا بنالیا اُن کو پہنچیگا غضب اُنکے
غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوٰۃ	رب سے اور ذلت دنیا کی حیات مین اور اسطرح
الدنیا وکذٰلک نجزی المفترین ۵	ہم بدلا دیتے ہین افترا کرنے والون کو۔

پس مفترون کو غضب اُن کے رب کا اور حیات دنیا مین ذلت پہنچتی ہے اور یہی اُنکو بدلا دیا جاتا ہے

پندے دہمت اگر بمن داری گوش	از بہرِ خدا جامۂ تزویر مپوش
عقبےٰ ہمہ روز است دنیا یکدم	از بہر دمے ملک ابد را مفروش
پوشندہ مرقع اند این جامے چند	نا رفتہ رہ صدق وصفا گامے چند
بگرفتہ ز طامات الف لامے چند	بدنام کنندۂ نکونامے چند
یک جرعہ مے ز ملک کاؤس بہ است	واز تخت قباد و مملکت طوس بہ است
ہر نالہ کہ رندے بسحرگاہ زند	از طاعت زاہدان سالوس بہ است

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار | ساقی و شرابے و کبابے و سرودے
زنہار ازان قوم نباشی کہ فریبند | حق را بسجودے و نبی را بدرودے
آن قوم کہ سجادہ پرستند خرند | زیرا کہ زیر بار سالوس درانند
این ہمہ طرفہ تر کہ در پردۂ زہد | اسلام فروشند و از کافر بترند

اصلاح بین الناس و اصلاح بین المومنین و ربط کے فرائض و فضائل و فوائد اور جب دو جماعت مومنین کی آپس میں لڑیں تو بقیہ مومنین کی جماعت پر فرض و معاونت و عدم منازعت و تفرقہ

سورہ انفال مین ہے۔ فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین ٥ سو تقوے کرو اللہ سے اور اصلاح کرو آپس کی اور اطاعت کرو اللہ اور اُس کے رسول کی اگر تم مومن ہو۔

پس اس آیت مین اللہ سے تقوے اور آپس کی اصلاح اور اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کا حکم ہے اس قید کے ساتھہ کہ اگر تم مومن بننا چاہتے ہو تو ان مذکورہ امور کو کرو۔ لہذا اصلاح بین المومنین کی اہمیت اس آیت سے ثابت ہے۔ سورہ حجرات مین ہے۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ اور اگر دو جماعت مومنون کی لڑین تو اصلاح کرو اُن کے درمیان سو اگر بڑھ جاوے ایک اُنمین کی دوسرے پر تو لڑو اُس سے جو بڑھ گئی ہے یہانتک کہ پھر آوے اللہ کے امر کیطرف

فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل — سو اگر پھر آوے تو صلح کرا دو اُنکے درمیان عدل کیساتھہ
واقسطوا ان اللّٰہ یحب المقسطین — اور قسط کرو اللّٰہ دوست رکہتا ہے قسط کرنیوالون کو
انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین — سوا اسکے نہین کہ مومن بہائی ہین سو صلح کرو اپنے
اخویکم واتقوا اللّٰہ لعلکم ترحمون — بہائیون کے درمیان اور تقوی کرو اللّٰہ سے تا کہ تم پر رحم ہو۔

پس اس آیت سے بہت سے احکام اور امور ثابت اور معلوم ہوتے ہین - اول یہ کہ اگر دو مومنین کی جماعت لڑین تو مومنین کی دوسری جماعتون کا اُس وقت کیا فرض ہے۔ دوسرے یہ کہ مومنین کی جماعت مین قتال ہونا ممکن سمجہا گیا ہے اور اُن کو خارج مومنین سے نہین کہا گیا۔ تیسرے یہ کہ لڑنے والون کے درمیان صلح کرا دینے کا حکم مومنین کی دوسری جماعت کو دیا گیا ہے اور فرض کیا گیا ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر اُن لڑنے والی جماعتون مین کوئی بڑہ جاوے یعنی غالب ہو جاوے تو اُس سے لڑنے کا حکم نہ لڑنیوالی جماعت کو دیا گیا ہے اور یہ ایسا اہم حکم و فرض ہے کہ بہت زیادہ قابل خیال ہے یعنی یہ کہ لڑنا عموماً بروے اسلام اچھا نہین ہے لیکن یہان پر خود مومنون کو مومنون سے لڑنے کا حکم دیا گیا اور پانچوین بات یہ ہے کہ صرف اُسیوقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جبتک وہ جماعت اللّٰہ کے حکم کے موافق صلح کرنے کیلئے راضی نہو جاوے اور امر نزاعی کے بابت جو حکم شرعی ہے اُس کے ماننے پر مستعد نہ آوے اس کے بعد لڑنے کا حکم نہین ہے۔ چھٹے یہ کہ عدل کے ساتھہ اُنھین صلح کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ساتوین یہ کہ باوجود عدل کے ساتھہ صلح کرانے کے حکم کے یہ حکم ہے کہ قسط کرو اللّٰہ قسط کرنیوالون کو دوست رکہتا ہے یعنی عدل کیساتھہ صلح کرانے مین بھی قسط کا پاس و

لحاظ رہے۔ چونکہ قتل وخون وبغاوت کے بعد پوری قسط کے ساتھ صلح نہین ہوسکتی اور جانون اور مال وغیرہ کے نقصان کا اندیشہ پورے معاوضہ لینے یا دلانے مین بھی دوسرے لڑنے والون مین معاہدے ہی ہوتے ہین جو قسط کے بالکل مطابق نہین ہوتے اور اُن کا ایفا صلح کے وقت ضروری ہوتا ہے لہذا عدل کے ساتھ صلح کرانیکا حکم ہوا لیکن اس قید کے ساتھ کہ قسط کا پاس ولحاظ کہین اور قسط کرین آٹھوین یہ کہ یہی اللہ تعالی نے فرمایا کہ مومن بھائی یعنے دینی بھائی ہین تو بھائیون کے درمیان اصلاح کرو یعنے اس کو ضروری سمجھو۔ نوین یہ کہ اللہ سے تقوے کا حکم دیا جس سے ان امور کا داخل تقوے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دسوین یہ کہ یہ فرمایا تاکہ تمپر رحم ہو پس ان امور کا کرنا سبب رحم کا ہے۔ سورہ نساء مین ہے۔

لا خیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر	خیر نہین ہے بہت مشورہ کرنے مین مگر جسنے حکم صدقہ
بصدقۃ او معروف او اصلاح	دینے کا کیا یا معروف کا یا اصلاح بین الناس کا
بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء	اور جس نے اُس کو کیا اللہ کی مرضی
مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا	چاہنے کو تو ہم دینگے اُس کو جلد اجر
عظیما ہ	بہت بڑا۔

پس بہت مشورہ کرنے مین خیر نہین ہے مگر یہ کہ اُس مشورہ مین صدقہ دینے یا معروف کرنے یا اصلاح بین الناس کے بابت حکم ہو یعنے مشورہ کرنے اور دینے کا ہو لہذا ان تینون امر کی فضیلت واہمیت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ بہت مشورہ کرنا احمقانہ فعل ہے اسی لئے اللہ تعالے نے اُس کے نسبت لاخیر کہا ہے۔ لیکن اسی آیت مین اسکی اجازت دی ہے کہ ان تینون مین سے

کسی ایک امر کے بابت اگرچہ زیادہ مشورہ کی ضرورت ہو تو وہ فعل احمقانہ ولاخیر
نہ سمجھا جاوے گا لیکن شرط امر کرنے کے بابت ہے یعنے مشورہ امر کے بابت ہو
نہ کہ دوسرے قسم کا۔ پس ظاہر ہے کہ اس سے وہ برائی جو زیادہ مشورہ کرتے
مین ہوتی ہے ساقط ہو جاتی ہے۔ اصلاح بین الناس کے علاوہ دین اسلام
مین اصلاح بین المومنین فرض عین وخصایص وشعار مومنین مین سے ہے۔
اور اصلاح بین الناس سے سیکڑون درجہ زیادہ ضروری ولازمی ہے۔ صفحہ ۴۸
و ۴۹ مین بھی اسکا بیان ہو چکا ہے۔ سورہ نسار مین ہے۔

من یشفع شفاعة حسنة یکن له	جس نے اچھی سفارش کی اسکو بھی ملیگا
نصیب منها ومن یشفع شفاعة	اُسمین سے حصہ اور جسنے بری بات کی سفارش کی
سیئة یکن له کفل منها وکان الله	اُسپر بھی ایک بوجھ اُسمین سے ہوگا اور اللہ ہر چیز کا
علی کل شئی مقیتا ہ	بانٹنے والا ہے۔

پس سفارش مین بھی جس سے اصلاح یا فساد ہوتا ہے ثواب یا عذاب ہے۔ فرمایا
آنحضرت صلعم نے کہ مین تمھین اُس چیز سے خبر دون جو نماز روزہ اور صدقہ سے افضل ہے
وہ صلح کرانا ہے مسلمانون مین (ابوداؤد وترمذی) حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ جو
برائی کو اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان ودل سے برا کہے وہ زندون مین
مردہ ہے۔ سورہ انفال مین ہے۔

ولیربط علی قلوبکم ویثبت به	اور تاکہ ربط ڈالدے تمھارے دلونمین اور ثابت کرے
الاقدام اذ یوحی ربک الی الملٰئکة	تمھارے قدمون کو جبکہ وحی بھیجا تیرے رب نے فرشتون
انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا ہ	کیطرف کہ مین تمھارے ساتھ ہون تو ثابت رکھو مومنون کو

پس ربط وقدموں کے ثابت رہنے سے مومنوں کو مدد پہنچی لہذا اُسکی فضیلت ثابت ہوئی۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

یا یہا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ٥ | ای مومنو صبر کرو اور تھام رکھو اور ربط رکھو اور تقوی کرو اللہ سے تاکہ فلاح پاؤ۔

پس ربط وصبر کرنے اور صبر کرانے کا حکم ہے اور اُس کا نتیجہ فلاح پانا ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔ ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت اولٰئک لھم عذاب عظیم ٥ | اور اُن لوگون کے مانند مت ہو جو متفرق ہوگئے اور مختلف ہوگئے بعد اسکے کہ پہنچین اُنکے پاس بینات اُنھی کو عذاب بہت بڑا ہے۔

سورہ انعام مین ہے۔ ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیٔ انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون ٥ | جو متفرق ہوگئے اپنے دین مین اور ہوگئے جدا کسی شے مین نہین ہے سو اُس کے نہین کہ اُن کا حکم اللہ کیطرف ہے پھر آگاہ کرے گا اُن کو جس کو وہ کرتے تھے۔ یعنی عذاب دیگا۔

سورہ انعام مین ہے۔ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تعقلون ٥ | اور نہ چلو بہت سی راہون پر کہ متفرق کردے تم کو اُسکی راہ سے ان سب کی تاکید اللہ کرتا ہے تم کو تاکہ تم سمجھو۔

پس مختلف راہون پر نہ چلنا چاہیئے بلکہ جو راہ مستقیم ہو اُس کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس آیت مین خود بیان ہے کہ مختلف راہون کا اختیار کرنا سبب متفرق کردینے کا ہوتا ہے لہذا اللہ تعالی نے اُس کے ترک کی تاکید کی تاکہ عقل وپابندی اصول کیساتھ کام کرین۔ جو لوگ کسی اصول کے پابند نہین ہوتے وہ اپنے طریق عمل کو مختلف اور متضاد

راہون پر ڈالدیتے ہین اسطرح دو مختلف و متضاد عمل ٹکرا کر اُن کے عمل کو ضایع کردیتے اور اُن کے فایدون سے اُن کو محروم کردیتے ہین اور اعمال مذکور بے نتیجہ ہوتے ہین۔ بے اصول عمل کرنے سے یہ بھی اکثر نہین معلوم ہوتا کہ عمل نیک ہے یا بد۔ جب لوگ یہ سمجھ لیتے ہین کہ اصول پر کسی کا عمل نہین ہے تو اُس شخص کی اول تو مدد نہین کرتے کیونکہ ایسے شخص کو قابل معاشرت و لایق اعتماد نہین سمجھتے دوسرے جو مدد کرنا چاہتے ہین وہ بھی نہین فایدہ پہنچا سکتے نہ خود سمجھ سکتے ہین کہ وہ کیا عمل کریگا جس مین معاونت ہوگی یا نقصان نہ دوسرے معاونون کو سمجھا سکتے اور اُن کو معاوضہ کا یقین دلا سکتے ہین کیونکہ بے اصول شخص ایک ہی قسم کے افعال کو کبھی اختیار کرتا اور کبھی ترک کرتا ہے۔ پس اصول کی پابندی ضروری و لازم و فرض ہے۔ جو اصول کی قدر و فواید سے آگاہ اور صاحبان عزم ہین وہ مال و جان اور آبرو سب کا نقصان کرتے ہین لیکن اصول کو نہین چھوڑتے۔ سچا آدمی کبھی اپنے اصول کو ترک نہین کرسکتا ترک اصول جھوٹون کا عمل ہے۔ محبت و دوستی پر مال اور جان اور آبرو نثار و ایثار ہو سکتے ہین لیکن اصول نہین ترک ہو سکتا۔ سورہ مجادلہ مین ہے۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم	تو نہ پاویگا اُس قوم کو جو ایمان لائی ہو اللہ اور یوم
الآخر یوادون من حاد اللہ و	آخر پر دوستی کرین اُس کیساتھ جسنے مخالفت کیا اللہ سے
رسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم	اور اسکے رسول کی اگرچہ وہ لوگ اُنکے باپ ہون یا بیٹے
او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب	یا بھائی یا کنبے والے وہی لوگ ہین کہ لکھدیا ہے اُسنے
فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ	اُنکے دلونمین ایمان اور مدد کی ہے انکی اپنے طرف کی
ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر	روح کیساتھ اور داخل کریگا انکو جنتون مین جنکے نیچے نہرین بہتی ہین

خالدین فیہا رضی اللہ عنہم و رضوا — رہینگے اُسمین راضی ہوا اُن لوگون سے اللہ اور وہ راضی ہوئے
عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب — اُس سے وہی اللہ کے جتھا مین آگاہ ہو کہ اللہ کے
اللہ ہم المفلحون ۵ — جتھا وہی فلاح پانیوالے ہین

پس جو لوگ مخالفان خدا سے دوستی نہین کرتے اُن کے اعمال و ثواب و شناخت وغیرہ ان آیات مین بیان ہین وہی اللہ کے حزب ہین۔ اللہ تعالے کے احکام کی تعمیل کرتے ہین لہذا اللہ کے احزاب مین سے یعنی جتھا مین سے ہین ۔ اللہ کے حزب کے ہوتے سے اختلاف و منازعت باہمی جاتی رہتی ہے صرف دشمنان خدا سے اختلاف باقی رہتا ہے

سورہ مایدہ مین ہے۔ تعاونوا علی — اور باہمدگر معاونت کرو بر و تقوی
البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم — پر اور باہمدگر معاونت نہ کرو اثم و عدوان
والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید — پر اور ڈرکر بچتے رہو اللہ سے اللہ
العقاب ۵ — شدید العقاب ہے

معاونت بر و تقوے کی و ترک معاونت اثم و عدوان کی اسیطرح ہوسکتی ہے کہ ایک دوسرے کو حسن عمل سکھاوے اور اُس سے عمل کراوے اور جو اسباب عمل ہون اُنکو دریافت کراوے اور حصول کے لئے اُن اسباب پر باقاعدہ بلا تاخیر عمل کرے اور کراوے اور خود بھی مثال حسن عمل کی بنے اور دوسرون کو بھی بناوے اور یہ امور جب حاصل ہوتے ہین کہ بروقت ضرورت ایک دوسرے کے لئے جان و مال و محنت نثار کیجاوین اور متفقہ ایثار کیا جاوے اور جبکہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسی نیت اور ایسا ارادہ کیا جاوے تو بہت آسان اعمال ہوجاتے ہین اور بہت کم جان و مال کی قربانی کا موقع آتا ہے اور ایک اچھا عمل دوسرا اچھے عمل کا سبب و محرک قوی بنجاتا ہے

پس یہ آیت اچھے متفقہ اعمال کے کرنے اور کرانے اور باقاعدہ وبلا تاخیر اعمال کے ہونے اور اسباب اعمال کے باقاعدہ وبلا تاخیر وبا اعتدال ہونے کے لئے نص قطعی ہے اور اُسی کے ساتھ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ اللہ شدید العقاب ہے۔ یعنے جو اس حکم کو نہ مانیگا یا اُس پر عمل نہ کریگا وہ لازماً عقاب مین مبتلا ہوگا۔

دعوت الی الخیر وامر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فضایل وحدود اور اُنکا فرض ہونا

سورہ اعراف مین ہے۔ خذ العفو	عفو کو پکڑ اور حکم کر معروف کیساتھ امر کا اور
وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين	جاہلین سے اعراض کر۔

امر بالمعروف کرنے مین عموماً عفو کرنے اور جاہلون سے اعراض کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے۔ لہذا اس آیت مین بطور اصول کلی کے تینون صفات نیک اعمال مذکورہ کا حکم دیا گیا ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير	اور چاہیئے کہ تم مین ایک جماعت رہے کہ خیر کیطرف دعوت کرے
ويأمرون بالمعروف وينهون عن	اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے اور وہی
المنكر واولئك هم المفلحون ٥	فلاح پانے والے ہین۔

پس جو جماعت افعال مذکور کرتی ہو اصلی فلاح اُسی کو ہے اور اس آیت مین حکم ہے کہ ایک جماعت ضرور ایسی مؤمنین مین موجود رہنی چاہیئے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون	تم بہترین اُمت ہو جو آدمیون کیلئے نکالی گئی ہو امر
بالمعروف وتنهون عن المنكر	بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہو اور

وتؤمنون باللہ ہ   اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

پس اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بوجہ اس کے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتی اور اللہ پر ایمان لاتی ہے مخصوصاً انہی تینوں صفات کی وجہ سے خیر اُمت قرار دی گئی ہے۔ لہذا ان تینوں اعمال کو نہایت مضبوطی سے ہر مسلمان کو پکڑ لینا اور ان کے حصول کے وسایل کو کوشش وجانفشانی سے مہیا کرنا چاہیئے۔ پس ہر مسلمان پر یہ فرض عین ہے کہ اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے اور پہچانی اور وسایل منکر کے ضایع کرنے اور سزا دینے سے مجبور ہی ہو تو کم سے کم زبان یا قلم یا اور کسی طرح اظہار نفرت سے باز نہ رہے۔ معروف کے معنی جانی وپہچانی گئی ہوئی چیز کے ہے یعنی جسکی بُرائی جو امر کرتا ہو اور جس کے ساتھ امر کرتا ہو دونوں کے نزدیک مسلم اور جانی وپہچانی گئی ہو اور منکر اُس کا ضد ہے۔ یعنی مسلماً بُرا جانا اور پہچانا گیا ہو۔ لہذا جن امور کے حسن وقبح مین اختلاف ہو اور وہ کم سے کم اس جماعت کے اہل علم کے نزدیک مسلم نہ ہو جو دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتی ہو سکا اسمین امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرنا چاہیئے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے الفاظ مذکور استعمال فرمائے اور اس کے علاوہ جو خیر کے امور ہین اُنکی دعوت کا حکم دیا ہے۔ لہذا یہ دلیل بھی نکلتی ہے کہ دعوت سے امر ونہی کو قوی ہونا چاہیئے اور دعوت عام طور سے اور امر ونہی معروف ومنکر مین ہونی چاہیئے۔ انگریزی کا لفظ کامن سینس عرف عام مفہوم مین زیادہ صحیح مین ہے۔

واذا تتلیٰ علیہم ایٰتنا بینٰت تعرف	اور جب پڑہی جاتی ہین اُنپر ہماری آیات روشن پہچانتا ہے
فی وجوہ الذین کفروا المنکر یکادون	تو کافرون کے منہ پر غیر مسلمہ ہونا نزدیک ہوتے ہین
یسطون بالذین یتلون علیہم ایٰتنا ہ	اسکے کہ حملہ کرین اُنپر جو پڑہتے ہین اُنپر ہماری آیات کو۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ منکر کے معنے غیر مسلمہ ناپسندیدگی کے ہے کیونکہ
کافرون کے منھ سے اُن کا پہچانا جانا بیان ہوا ہے۔ لہذا منکر کے معنے محض ناپسندیدگی
کے جس کیساتھ عدم تسلیم نہ ہو نہین ہے۔ سورہ عصر مین ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر — قسم عصر کی انسان ٹوٹے مین ہے۔ مگر جو ایمان
الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت — لائے اور اُنھون نے عمل صالح کیا اور آپسین
وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر — تاکید کی حق کی اور آپسین تاکید کی صبر کی۔

خسر سے بچنے کے لئے ایمان وعمل صالح ہی کافی نہین بلکہ اُنکی ترویج وتبلیغ کے لئے
وامر بالمعروف کے واسطے باہمی تاکید حق کرنے کی اور باہمی تاکید صبر کرنے کی بھی ضروری
ہے۔ نیک آدمی کو ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے سے خلود جنت ابدی ہو سکتی ہے
لیکن تعامل وتعاشر مین اگر باہمی حق کرنے و باہمی صبر کرنے کی تاکید نہ ہو تو استخلاف
فی الارض و وراثت فی الارض بمشکل مل سکتے ہین۔ پس نتیجہ اُس کا خسر کا ہونا ظاہر ہے
تعامل وتعاشر بہترین طور سے جب ہی ہو سکتا ہے و استخلاف فی الارض جب ہی بہترین
طور پر انسان پا سکتا ہے جبکہ باہمی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہو ورنہ دیگر علتین کمزور
ہونگی اگرچہ ممکن ہے کہ بغیر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بھی حاصل ہو جاوے۔ ہر شخص کو حق ہے
کہ جو عقیدہ چاہے رکھے کیونکہ اُس کے عواقب ونتایج وعذاب وثواب اُسپر ہونگے
لیکن اُس کے ساتھ ہی ایک مومن کا دوسرے مومن پر حق و فرض ہے کہ اپنے دینی بھائی
کو نصیحت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے اور صلح و اصلاح کرادے کیونکہ صراط
مستقیم تک اسی طریق سے انسان پہنچ سکتا اور اسی طور سے صحیح وسچی اور اصلی
آزادی سے انسان فایدہ اُٹھا سکتا ہے۔ سورہ مایدہ مین ہے۔

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی — لعنت کیے گئے وہ لوگ جو کافر ہوئے بنی اسرائیل میں سے

لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذالک — داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان کے ذریعہ سے بسبب کے

بما عصوا و کانوا یعتدون و کانوا لا — کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے

یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا — اور نہیں منع کرتے تھے آپس میں برے کام سے

یفعلون ہ — جو کیا کرتے تھے کیا برا کام ہے جو وہ کرتے تھے

پس منکر سے نہ منع کرنا سبب وعید مذکور کا ہے۔

وقت و انضباط وقت کے فواید و فضائل و تعجیل کے نقائص و محاسبہ

وہ انمول پونجی کہ ہے اصل دولت — وہ شائستہ ملکوں کا گنج سعادت
وہ آسودہ قوموں کا راس البضاعت — وہ دولت کہ ہے وقت جس سے عبارت
مگر ہاں وہ سرمایۂ دین و دنیا — کہ ایک ایک لمحہ ہے انمول جس کا
کار امروز بفردا مگذار زنہار — کہ چو فردا برسد نوبت کارِ دگر است
پیش کیا آئے کل یہ کیا معلوم — پھر یہ موقع نہ پائے کیا معلوم
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں — بقولِ حسن کوئی پاتا نہیں
بہ کشتی ویران گذشتن بر آب — نہ آید کہ در کار کردن شتاب
نگہدار فرصت کہ عالم دمیست — دمے پیش دانا بہ از عالمیست
صاحبا عمر عزیز است غنیمت دانش — گوئے خیرے کہ توانی ببر از میدانش

قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر کل کے لیے نہ چھوڑے۔ وقت کی قدر کرو گیا ہوا وقت لوٹکر نہیں آتا ایک ایک سکنڈ قیمتی ہے ایک لمحہ کی تعویق سے

بیشمار کام نامکمل وناقص رہ جاتے ہین - جو وقت جس کام کے لئے مقرر ہے
اُس کام کو اُسی وقت پر کرو ایک منٹ کے لئے بھی کسیکو منتظر رہنے کا موقع نہ دو اس سے
بہت وقت بچتا اور خود اپنے اور دوسرون کو آرام پہنچتا ہے - وقت کس طرح صرف
کرنا چاہیئے اسمین بڑی احتیاط کی ضرورت ہے - وہ اصلی دولت دینیا ؤ دولت ہے
اُس کے بچانے وکفایت مین فضیلت ہے اُس کا لُٹانا سخاوت نہین بلکہ شقاوت ہے
جس قدر تم کو دیا گیا ہے اگر تم سمجھو تو وہ بھی بہت ہے اُس کا لُٹانا ایسا اسراف ہے
جس کا معاوضہ نہین مل سکتا نہ تلافی ہو سکتی ہے اُس کو باقاعدہ صرف کرنا چاہیئے
و لمحے لمحے کا لحاظ چاہیئے جس قدر وہ گذرتا ہے اُسی قدر عمر طبعی مین سے گذرتا جاتا
و کم ہوتا جاتا ہے - کام ٹھیک وقت پر شروع کر دینا اور عزیز دوست کی مروت یا خوشامد
مین پابندی وقت کو نہ کھونا اور کام کو بالالتزام کرتے رہنا چاہیئے - کسی نیک کام کو
کبھی کرنا اور کبھی نہ کرنا حالانکہ اُس کے مواظبت کی ضرورت ہو غفلت و کمزوری ہے
اور گویا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کو نیک سمجھکر اور اللہ کے لئے نہین کرتے اور کم سے
کم اُس نیکی کے نتایج و فایدون سے محروم ہو جاتا ہے لہذا جو عمل کیا جاوے اُسمین
مداومت ضروری ہے اور اُسیقدر کرنے کی ذمہ داری لینی چاہیئے جس پر مداومت
ہو سکے اور بد وضعی و بے استقلالی وغیرہ کا الزام و مواخذہ نہ ہو - اسی لئے نماز کی
مداومت و حفاظت کی قران مجید مین تاکید ہے اور وقت مقرر ہین تاکہ مواظبت رہے -
انسان جس بات مین چاہے اپنے کو آزمائے مگر بلا پابندی اوقات نہ رہے - پس
اگر کچھ کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ضرور ہے کہ اپنے اوقات کے حساب رکھنے کیلئے
وقت معین کرو - کاروبار تجارتی مین مقروض ہونے سے بچنے کیلئے یہ قاعدہ بہتر ہے

کہ جہاں تک ہوسکے نقد ادا کردیا اور جب ممکن نہ ہو تو حساب چکادیا اور فروخت کردیا کرو۔ زیادہ عرصہ تک نہ رہنے دیا جاوے کہ سود پڑتا ہے جب اسی طور پر بھی اپنا حساب رکھنا چاہئیے۔ نہایت صحیح گھڑی بھی انسان کو فایدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک پابندی اوقات کی اس کو عادت نہ ہو۔ نیند کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے دو تاوقتیکہ چند بار اپنے اس دن کے افعال پر نظر ثانی نہ کرلو کہ کہاں کہاں گئے کون کون واجب و مناسب کام تم نے آج کئے کون کون کام آج ہونا چاہئیے تھے جو نہیں ہوسکے اور آج کیا ہونا چاہئیے۔ پھر جب یہ سب کر چکو تو جو برے کام ہوئے ہوں یا جو فروگذاشتیں ہوگئی ہوں ان پر رنج کرو اور توبہ کے پانی سے دھو ڈالو اور تلافی کرو اور جو نیک کام ہوئے ہوں تو ان پر خوش ہو اور شکر بجالاؤ اور خدا سے چاہو کہ وہ راہ راست پر قایم رکھے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے اور ترقی دے اور تمہاری مرضی خدا کی مرضی کے موافق ہوجاوے غرض یہ کہ خدا کی مرضی سبیل ہو۔ انضباط وقت و باقاعدہ چیزوں کی حفاظت اور مقرر چیزوں کے اپنی جگہ پر رکھنے سے وقت کی کفایت ہوتی ہے اور حافظہ کو اذیت نہیں ہوتی اور تلاش کی محنت نہیں پڑتی اور نہیں بڑھتی۔ لہو و لعب ان ارادی افعال کو کہتے ہیں جو بے سود و بے مقصد ہوں اور ان میں وقت و طاقت رایگاں جاوے اور حیثیت سے صرف ہوں۔

نفس کو لالچ سے بچانے کے فواید و فضایل و تکاثر کے نقایص

سورہ تغابن میں ہے۔ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون ه

اور جو بچا اپنے نفس کے لالچ سے تو وہی فلاح پانیوالا ہے

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس کو لالچ سے بچانا سبب فلاح کا ہے اور ظاہر ہے

کہ اگر نفس کو لالچ سے بچایا یا کم سے کم روکا جاوے تو بہت سی برائیوں سے انسان نجات پا جاوے اور جو ضرورت اصلی و واقعی ہو اسی کی خواہش پر قناعت کرے اور لالچ کی وجہ سے جو غیر اصلی و غیر ضروری ضرورتوں کے وجہ سے برائیاں ہوتی ہین اُن سے بچ جاوے لہذا کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ نفس مین لالچ کی کیفیت یا تو پیدا ہی نہ ہو یا مرکر رہ ہو جاوے۔ ابتغاء فضل اللہ و تلاش اُن وسایل و ذرایع کا جنسے ضروریات و حاجات و تکلیفات رفع ہوتی ہین محمود و لازمی و ضروری ہین لیکن لالچ جو افراط ہے اُس کا پیدا ہونا ضروری نہین بلکہ بُرا ہے سورہ تکاثر مین ہے۔

الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر	غفلت مین ڈالا تمکو کسی کے زیادہ ہونیکی طمع نے یہانتک کہ تم قبرون سے

مال و اولاد وغیرہ کے زیادہ ہونے کی خواہش انسان کو طمع پر آمادہ کرتی ہے جو سبب غفلت کا ہو جاتی ہے اور مرتے دم تک نہین جاتی۔ لہذا اُسکی بُرائی اس آیت مین بیان ہوئی ہے یہانتک کہ اس سورہ مین اُس کے متعلق جہنم تک کی وعید ہے یعنی غفلت مذکور سے جو تکاثر کی خواہش سے پیدا ہوتی ہے ایسے عمل ہونے لگتے ہین جنسے ایسے نتایج پیدا ہوتے ہین کہ انسان جہنم مین جانے کا مستحق ہو جاتا ہے عمل کی۔ سورہ کہف مین ہے۔

انا جعلنا ما علی الارض	ہم نے ٹھہرایا اُس کو جو زمین پر ہے اُس کیلئے
زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن	زینت تاکہ جانچین ہم کہ کون احسن ہے برو ے
عملا و انا لجاعلون ما علیھا	عمل کے اور ہم کرنیوالے ہین جو کچھ کہ اُس پر ہے
صعیدا جرزا ۱۵	میدان ناقابل زراعت۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ کہ زمین پر ہے اور وہ زمین کی زینت ہے وہ اس لئے ہے کہ بہتر سے بہتر عمل کرنے والا اپنے غیر عمل کرنیوالے سے تمیز ہو

اور اس طرح عمل کرنے والون کی جانچ ہو کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون برا۔

سورہ کہف مین ہے۔ ولا تعد عیناک
اور نہ پہرین تیری دونون آنکھین اُن سے

عنہم ترید زینۃ الحیوٰۃ الدنیا
ارادہ کرتے ہوے حیات دنیا کی زینت کو اور نہ کہا

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا و
مان اُسکا جسکے قلب کو غافل کیا ہمنے اپنی یاد سے اور پیروی

اتبع ھوٰہ وکان امرہ فرطا ہ
کیا اُس نے اپنی بری خواہش کی اور اُسکا کام حد سے گذرا ہے

پس اپنی خواہش بد کی پیروی کرنا اور کام کا حد سے گذر جانا غفلت قلب کی وجہ سے اور حیات دنیا کی زینت چاہنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر اس طرح دل غافل نہ ہو اللہ کی یاد سے تو حیات دنیا کی زینت چاہنا غیر محمود نہین ہے۔ سورہ کہف مین ہے۔

المال والبنون زینۃ الحیوٰۃ الدنیا
مال اور اولاد زینت دنیا کی حیات کے ہین اور

والبٰقیٰت الصّٰلحٰت خیر عند ربک
باقیات الصالحات اللہ کے نزدیک بہتر ہین بروے

ثوابا و خیر املا ہ
ثواب اور بہتر ہین بروے توقع رکہنے کے۔

پس مال اور بیٹون سے جو زندگی دنیا کی زینت ہین باقیات الصالحات بروے ثواب ملنے اور اُمید کرنے کے بہتر ہین لیکن مال اور بیٹے برے نہین ہین کیونکہ اُن سے بہتر بتایا گیا اور اُن کو برا نہین کہا گیا۔ اعمال صالح جو کوئی انسان کرے وہی باقیات الصالحات ہین اور چونکہ مقصود اصلی وہی ہین لہذا جہان زینت و عمل صالح مین تصادم ہو وہان عمل صالح کو زینت حیات دنیا پر ترجیح دیجاوے اسی لئے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ لہذا زینت دنیا کی زندگی مین حرام نہین ہے بلکہ دنیا کی زندگی مین مومنین و غیر مومنین اسمین مشترک ہین اور آخرت مین خاص مومنون کے لئے ہے بطور اجر اُن اعمال کے جو باقیات الصالحات سے تعبیر کئے جاتے ہین [illegible]

بخود بر آتش دوزخ مکن تیز — کہ شہوت آتشیست از وے بپرہیز

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہان — انچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

نباید بستن اندر چیز و کس دل — کہ دل برداشتن کاریست مشکل

گفت چشم تنگ دنیا دار را — یا قناعت پر کند یا خاک گور

آز نامد ہا زرد مکن چہرۂ خویش — واز آمد ہا آب مکن زہرۂ خویش

بردار ز دنیائے دنی بہرۂ خویش — زان پیش کہ دہر بر کشند بہرۂ خویش

دل مرد طامع بود پُر ز درد — بگرد طمع تا توانی مگرد

سورۂ ہمزہ مین ہے - الذی جمع مالا وعددہ ایحسب ان مالہ اخلدہ — افسوس ہے اسپر جسنے جمع کیا مال کو اور گن گن اسکو رکھا کیا سمجھتا ہے کہ اس کا مال رہیگا۔

پس اس پر بھی وعید ہے۔

کفایت شعاری کے فضائل و فوائد اور بخل و اسراف کے نقایص

چو دخلت نیست خرچ آہستہ تر کن — کہ می گویند ملاحان سرودے

بکوہستان اگر باران نبارد — بسالے دجلہ گردد خشک رودے

فقر مین تھا نفس امارہ جسے بیزار سے — آکے ثروت نے دیئے پر واسطے اسکے نکال

پاڑھ پر تلوار کے چلنا نہین شاق اسقدر — جسقدر ثروت مین ہے دشوار پاس اعتدال

جو پیسے پیسے اور کوڑی کوڑی اور قلیل قسم کا خیال نہین کریگا اور حساب نہین لیتا وہ رفتہ رفتہ بڑی بڑی رقمون کا خیال نہ کرے گا اور برباد کردے گا تھوڑا تھوڑا بہت ہو جاتا ہے لہذا اس تجربہ کا خیال رکھنا اور اس پہ عمل کرنا بہت ہی ضروری ہے۔

جب تم قلیل قسم کا خیال رکھو گے تو وہ قلیل کثیر کو خود جمع کرا لیگی اگر پیسے کی فکر کروگے
تو پیسا روپیہ کی فکر کر دے گا۔ جو پیسے کی حفاظت نہین کرتا اُسکی پیسا بھی حفاظت
نہین کرتا۔ بغیر ضرورت کے کسی چیز کو جسکی ضرورت نہ ہو خرید کرنا پیسے کو ضایع کرنا اور
غیر ضروری چیز کے لئے وقت و محنت رائگان کرنا ہے۔ ارزان چیز بھی بغیر ضرورت کے
باشتناے تجارت کرنے کے اس لئے خرید کرنا کہ آئندہ شاید کام آویگی یا بر وقت ضرورت
زیادہ قیمت پر جدا کر سکینگے اُسی مین شامل ہے کہ پیسا اور وقت اور محنت ضایع ہو
خواہ کتنی ہی قلیل آمدنی ہو کچھہ نہ کچھہ بچانا ضروری ہے اور تجربہ سے مفید و بہبودی کا
نتیجہ ثابت ہوا ہے بخلاف اُس کے کچھہ نہ بچاتے رہنا نہایت ہی پریشان کن اور
ہلاک کن ثابت ہوا ہے۔ اگر کسی رقم کیلئے یہ فرض کر لیا جاوے کہ وہ نہین ملی تو غریب سے
غریب آدمی اُس رقم کو بے قرض بچا سکتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو دو آنہ روز سے
زیادہ آمدنی نہین جو اُس کے اور اُس کے بال بچون کی قوت لایموت کے لئے بھی
کافی نہین لیکن وہ اُس وقت بھی تکلیف سے بسر کرتا ہے تو ایک کوڑی یا ایک پائی کا اُن پیسے
بچا لینا اُس سے ممکن ہے وہ سمجھہ لیوے کہ دو آنہ سے وہ قلیل رقم اُس کو کم ملی صبر
و استقلال اس کے لئے ضروری ہے۔ جو قسم اس طرح بچا لیجاوے اُس کو
سخت سے سخت ضرورت مین تا بہ امکان خرچ نہ کرنا چاہیئے اور اگر مجبوری ہو تو بطور
قرض کے لینا چاہیئے اور اُس کو اپنے ذمہ ایسا قرض سمجھنا چاہیئے کہ جس طرح
قرض کو وعدہ معینہ پر مقدم سمجھہ کر ادا کرتے ہین اُسیطرح اُس رقم کو بھی پھر جمع کر دیوین
وہ جمع رقم اور تسلی و تسکین ضروری و حاجت روائی مین بہت ہی مفید ثابت ہوگی۔ مال
واقعی ضرورتون کے رفع اور اعراض اصلی کے پورا کرنے کیلئے جمع کیا جاتا ہے۔

اُس کا استعمال سبب کمال و مانع زوال ہے۔ لہذا اگر کسی وقت مقدم ضرورت پیش آجاوے تو اُس کا ایثار کر دینا ضروری ہے اور عدم خرچ بدتر لیکن اچھی طرح خیال کرکے لہذا نہ اسراف نہ بخل ہر وقت و ہر آدمی و ہر شخص کے ساتھ چاہیئے۔ اس کے بیچ مین ایک سیدھی اور درست اور معتدل راہ ہے جس کو اختیار کرنا اور تا بہ امکان کچھ نہ کچھ بچاتے رہنا چاہیئے۔ نمایش یا فیشن بھی اسراف کا سبب ہوتے ہین اُن سے بچنا اور سادہ و صاف اور آرام دہ و رفع ضرورت کے لایق سامان رکھنا چاہیئے۔
اپنے پیسے کو مناسب طریقہ سے صرف کرو تم خواہ زندگی کی کسی حالت مین کیون نہ ہو اگر تم اپنے روپیون کا انتظام معقول طور پر نہین کر سکتے اور اپنی آمدنی مناسب اور مفید طریقہ پر خرچ نہین کرتے تو تم بڑے اور بدقسمت ہو اور تم سے اپنا ہی نہین بلکہ ملک کے علمی اور صنعتی ترقی کو بھی بڑا صدمہ پہنچتا ہے جو شخص کہ مالی مشکلات اور تہیدستی کی تکالیف مین ہے اگر وہ اپنے دل کو دماغی محنت کے قابل بنا ہوا رکھے تو وہ غیر معمولی آدمی ہے۔ غربت اور افلاس مین انسان کی عقل ماری جاتی ہے اُس کی اُمیدون پر پانی پھر جاتا ہے۔ مقاصد قایم نہین رہتے۔ اچھی باتین اُسے بُری معلوم ہوتی ہین اور اُسے طمع چارون طرف سے آگھیرتی ہے۔ غریب آدمی ملک اور سوسایٹی مین انگشت نما بن جاتا ہے محتاجی کے حالتمین آزاد رہنا اور اپنے مقاصد پر قایم رہنا مشکل ہے۔

کوڑی کے سب جہان مین نقش و نگین ہین کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے سب تین تین ہین

محتاج روپیہ کی طمع سے خوشامد اور اُن کامون کو کرنے لگتا ہے جن کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ آمدنی سے بڑھ کر خرچ نہ کرو ہمیشہ اپنا خرچ آمدنی سے کم رکھو کچھ نہ کچھ

ہمیشہ پس انداز کئے جاو تمہاری آمدنی خواہ کتنی ہی قلیل ہو تاہم کچھ نہ کچھ پس انداز کرو۔ اپنی چادر کے مطابق پیر پھیلاؤ۔ عمدہ تدبیر یہ ہے کہ کبھی کوئی چیز اُدھار مت خرید و ہر چیز کو نقد قیمت دیکر خریدو۔ پس جتنا تمہارے پاس خرچ ہوگا تم اُتنا ہی خرچ کرسکو گے۔ اُدھار لینے والے کو ایک روپیہ کی چیز چار روپیے کو ملتی ہے اور پھر باوجود اس کے اکثر خراب چیز لینی پڑتی ہے۔ اس کا جواب کہ ہر ایک چیز کے لئے نقد روپیہ نہین دیا جا سکتا بہت سے معاملہ کاغذون ہی مین ہوتے ہین بغیر اُدھار کے تجارت نہین چل سکتی یہ ہے کہ اگر بڑے بڑے کامون مین اُدھار کی ضرورت پڑتی ہے تو ٹھیک ہے مگر روزمرہ کے خورونوش کی چیزون اور چھوٹے چھوٹے کامون مین ہرگز اُدھار لینے کی ضرورت نہین۔ اُدھار دینے والا دوکاندار مجبور ہے کہ زیادہ قیمت لیوے ورنہ اُس کا دیوالہ نکل جاوے اور اکثر اُس کا روپیہ مارا جاتا ہے۔ پس اگر دوکاندار نقد اور اُدھار کی قیمتون مین فرق نہ رکھے تو اُس کو فایدہ نہ ہو۔ غریب و محتاج ہونا شرمناک نہین مجبوری ہوتی ہے اور نہ امیر ہونا باعث فخر ہے۔ یہ سبق امریکہ کے باشندون سے سیکھنے کے قابل ہے وہ اپنی دولت پر فخر نہین کرتے اور نہ محتاجون کی مذمت وحقارت کرتے ہین اور نہ دولتمند ہونے کی وجہ سے کسی کو ترجیح دیتے ہین وہان کثرت سے ایسی نظیرین ملتی ہین جنمین محتاج لوگون کو بڑی بڑی ذمہ داری کی خدمات سپرد کی گئین اور لوگون نے بہ نسبت دولتمندون کے اُن کی زیادہ عزت وقدر ومنزلت کی۔

کفایت شعاری تہذیب کے ساتھ شروع ہوئی۔ ضرورت امروزہ کے ساتھ جب ضرورت فردا کا بھی خیال پیدا ہوا تو کفایت شعاری کی بنیاد قایم ہوئی۔ کفایت شعاری کے معنی انتظام امور کے ہین۔ پرایویٹ اکانومی کا یہ منشا ہے کہ شخصی حالتین

ترقی و بہتری ہو اور پولیٹکل اکانومی کی یہ غرض ہے کہ قومی دولت و ثروت میں افزونی و زیادتی ہو۔ پرائیوٹ اور پبلک دونوں کی دولت کا ایک ہی منبع ہے حصول سرمایہ کا ذریعہ محنت ہے۔ محفوظ رکھنے کا طریقہ کفایت شعاری ہے۔ اُس کے بڑھانے کا آلہ کوشش و ثابت قدمی ہے۔ وہ کفایت شعاری کا نتیجہ ہے جس کو سرمایہ کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کو ہر گروہ کی عمدگی حالت کا باعث کہنا چاہیئے۔ برخلاف اس کے فضول خرچی بھی ہے جس سے افلاس میں گرفتار ہو جانا پڑتا ہے پس ہر شخص جو کفایت شعار ہے اُس کو پبلک کا محسن خیال کرنا چاہیئے اور مسرف کو دشمن۔

اکانومی کوئی خلقی قوت نہیں ہے بلکہ مآل اندیشی تمثیل اور تجربہ کا ماحصل ہے تعلیم اور فہم کا نتیجہ ہے۔ جب آدمی میں عقل اور دور اندیشی کا مادہ ہوتا ہے تو اُس میں سلامت روی کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کو ہمیشہ ضرورت فردا کا خیال رکھنا لازم ہے اُسے ہمیشہ مآل اندیشی سے کام لیتے رہنا چاہیئے۔ جو شخص عاقبت اندیش ہے گویا وہ بالکل مسلح ہے اور اس اعلیٰ صفت کی وجہ سے قوی بھی ہے۔ جو قوم اپنی آمدنی کا کل حصہ صرف کر ڈالتی ہے اور آیندہ کے واسطے کوئی ذخیرہ نہیں چھوڑتی اُس کے پاس کچھ سرمایہ نہیں ہوتا وہ تجارت و اعمال صالح نہیں کر سکتی پس دنیا میں کفایت شعاری گویا تمدن کی تہذیب کی جڑ ہے۔ نادار ہمیشہ مدد کا محتاج اور کفایت شعار کا حلقہ بگوش و غلام و تابعدار ہے۔

اگر فراغت اور آسودگی سے مستفید ہونے کی کسی شخص میں کافی قابلیت ہو تو کفایت شعاری کی عادت بہر حال اُس کے دست قدرت میں ہے۔ جن لوگوں کے پاس معقول ذریعے آمدنی کے ہیں وہ تو صاحب ثروت ہو سکتے ہیں اور دنیاوی ترقی بھی

معتدبہ حصہ حاصل کر سکتے ہین لیکن یہ امر کہ وہ خود اپنی یا اپنے طبقہ کی حالت مین کوئی قابل اطمینان ترقی پیدا کرین محض محنت ہمت راستبازی اور کفایت شعاری پر منحصر ہے۔ کسی سوسایٹی کو تہیدستی سے اُس قدر نقصان نہین پہنچ سکتا جتنا کہ دولت کے ضایع کردینے سے ہوتا ہے۔ دولت کا پیدا کرنا آسان ہے لیکن صرف کرنیکا شعور حاصل کرنا مشکل ہے۔ یہ امر چندان قابل غور و فخر نہین ہے کہ کسی شخص نے کیونکر سرمایہ جمع کیا بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اُس نے اپنی دولت کو کسطرح استعمال کیا اور اُس مین تدبیر منزل کی کیسی قابلیت ہے۔ جب کوئی شخص محنت کر کے اپنی ذاتی اور اہل و عیال کی ضرورت سے زیادہ حاصل کرلیتا ہے اور علاوہ اخراجات کے کچھہ حصہ پس انداز بھی کرتا ہے اور بخل نہین کرتا تو سمجھہ لینا چاہیئے کہ بلاشبہہ سوشل بہبودی کا ایک جزو اس مین موجود ہے اور گو بچت کی وہ رقم قلیل المقدار ہی کیون نہ ہو تاہم اُس شخص کو مطمئن رکھنے کیواسطے کافی ہے وقت کو احتیاط سے کام مین لانا گویا دولت کو کفایت سے صرف کرنا ہے۔ کفایت شعاری روزمرہ کے کاروبار مین ایک عام فراست ہے اُس کے واسطے کسی پرجوش ارادہ کی ضرورت نہین ہے بلکہ صرف تحمل و ضبط نفس درکار ہے۔ کفایت شعاری کا آغاز ہی گویا اُس کی تدبیر ہے۔ جس قدر کفایت شعاری کی عادت ڈالی جائے گی اُسیقدر آسانی ہوتی جائے گی و عدم کفایت کی جلد تلافی ہو جائیگی جن کے ترک کرنے مین کسی شخص کو ابتدا اً دقت اٹھانی پڑتی تھی۔ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم آدمی دولتمند ہو سکتے ہین۔ لیکن یہ ہر شخص کے دست قدرت مین ہے کہ وہ محنت اور کفایت شعاری سے اپنی ذاتی ضروریات کو تمام تر مہیا کرسکے اور ایسی

رقم پس انداز بھی کرے جو اُس کو عالم شیب مین عسرت و افلاس کی تکلیف سے محفوظ رکھ سکے ۔ کفایت شعاری مین موقع نہین بلکہ خواہش خلل انداز ہوتی ہے بعض انسان علی الاتصال جسمانی و دماغی محنت کرتے ہین لیکن بے محابا اخراجات اور مصرفانہ حالت کے ساتھہ زندگی بسر کرنے سے باز نہین رہ سکتے ۔

دولت صدہا اغراض کو بے وقعت و بیہودہ ظاہر کرتی ہے لیکن جس چیز کو یہ بیش بہا کر دیتی ہے وہ آزادی ہے اور اس لحاظ سے وہ اخلاقی ضرورت کیواسطے ایک جزو اعظم ہے ۔ پس جب دولت حصول آزادی کا باعث ہے اور اُس کا جمع ہونا کفایت شعاری پر منحصر ہے تو کفایت شعاری جو ایک عمدہ صفت ہے اُس درجہ سے اور بھی معزز و ممتاز ہوگئی جو قابل تحسین اوصاف کے واسطے مخصوص ہے جملہ دلیرانہ اوصاف اور خوبیون سے محروم کر دینے کے لئے کفایت شعاری کی نہ عادت ہونا کافی ہے ۔ جس قدر آدمی دور اندیش ہوتا جاتا ہے اُسی قدر وہ مآل اندیش ہوتا جاتا ہے اور بہایم کے طرح کوتاہ اندیش نہین رہتا ۔ اکثر اشخاص مال پیدا کرنے کی قابلیت رکھتے ہین لیکن اعتدال و کفایت شعاری کی عادت نہین رکھتے اور جوش مین بلا سبب بوجھے مبتلا ہو جاتے ہین ۔ مستقل مزاج و مضبوط ارادہ کے لوگ بآسانی ضبط کی اور کفایت شعاری کی عادت کر لیتے ہین ۔ بیضرورت چیزون کے خریدنے سے بہت جلد فضول خرچی کی عادت ہو جاتی ہے ۔ کفایت شعاری عاقبت اندیشی کا نتیجہ پرہیزگاری کا وسیلہ اور آزادی کا باعث ہے ۔ افلاس سے بھلائی کے ذریعے مفقود اور برائیون سے محفوظ رہنے کی قوت معدوم ہو جاتی ہے جب کفایت شعاری پر اس خیال کے ساتھہ نظر ڈالی جائے کہ یہ فعل واجب العمل ہے

توپھر اُس کی پابندی مین کوئی دقت نہ معلوم ہوگی اور جن لوگون نے پہلے سے اس پر توجہ نہین کی اُن کو تعجب ہوگا کہ ہفتہ وار صرف ایک قلیل قسم کے جمع کرنیسے کس قدر اخلاقی ترقی دماغی اصلاح اور ذاتی استغنا حاصل ہوجاتا ہے۔ کفایت شعاری کے واسطے جس قدر کوشش کیجائے وہ قابل قدر ہے اُس کا ابتدائی عمل گویا اُس کی ترقی ہے۔ اس سے طبیعت مین سنجیدگی وپرہیزگاری ومآل اندیشی کا نشوونما ہوتا ہے۔ نفس پرستی مغلوب ہوجاتی ہے علاوہ ان فواید کے ایک قسم کی بے پروائی اور اطمینان حاصل ہوتا اور ترددات وتفکرات سے نجات ملتی ہے۔ میکالے نے لارڈ لینسڈون کو جس نے اُس کو ہندوستانی کونسل مین جگہ دینی چاہی ذیل کا جواب لکھا۔ اپنی عمر مین دن بدن مجھہ کو دولت کی کثرت کی خواہش کم ہوتی جاتی ہے مگر دن بدن مجھہ کو کفایت شعاری کا خیال زیادہ ہوتا جاتا ہے اور بغیر کفایت شعاری کے انسان کے واسطے متدین ہونا قریباً ناممکن ہے۔ بلکہ ایسا خیال بھی اُس کے دل مین آنا قریباً محال ہے۔ میری حالت کچھہ ایسی واقع ہوئی ہے کہ مین صرف دو طرح سے دنیا مین گذارہ کرسکتا ہون۔ اول تو نوکری سے دوم قلم سے۔ ایک کتب فروش کا کارکن بننے کا خیال۔ کتابین تصنیف کرنا۔ دل کو نیکی اور شرافت سے بھرنے کے واسطے نہین بلکہ زر سے جیب بھرنے کیواسطے حرص پوری کی کوشش کرنا۔ نکمی باتون سے کاغذ سیاہ کرنے۔ یہ باتین مجھہ کو ہولناک اور خطرناک معلوم ہوتی ہین۔ لیکن اگر مین نوکری چھوڑدون گا تو یہی حال ہوگا۔ لیکن دنیا مین روپیہ کے خاطر نوکری کرنا میرے واسطے اور بھی خوفناک ہوگا۔ ملٹن کا یہ مقولہ تھا کہ جو شخص کہ بار مصیبت اچھی طرح اُٹھاتا ہے وہی سب سے اچھا کام کرتا ہے۔

کسی شخص کی زندگی کا یہ غایت ہونا کہ محض اپنے واسطے دولت جمع کرے قابل تعریف نہین ہو سکتا۔ مسٹر جان مارلے کہتے ہین کہ ہمیشہ عقلمندانہ خیال اور درست جذبات کے ساتھہ زندگی بسر کرنا مسرت اور غرض کے واسطے کافی ہے۔ بیکن کہتا ہے کہ انسان کی زیست کی یہ عمدہ غرض نہین ہے کہ وہ صرف اپنے ہی واسطے دولت جمع کرے۔ بہتر اور زیادہ اولوالعزم جیسے افلاطون۔ ارسطو۔ بدھا اور پولوس مقدس اس بات پر کبھی قانع نہین ہوئے کہ اپنی ذات کو صرف اپنے واسطے تکمیل کو پہنچا دین۔
والٹر ریلے کا قول ہے کہ جو شخص موت او جزا اور جنت و دوزخ کو اکثر یاد کیا کرتا ہے وہ ضرور اچھی موت مرے گا۔ سورہ حدید مین ہے۔

لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما	تا کہ تم مایوس نہ ہوا سپر جو گیا اور خوش نہ ہو جاؤ اسپر
اتٰکم و اللہ لا یحب کل مختال فخور	جو تم کو ملا حالانکہ اللہ نہین محبوب رکہتا ہر اترائی کرنیوالے
الذین یبخلون و یامرون الناس	بڑائی کرنیوالیکو جو بخل کرتے ہین اور حکم کرتے ہین آدمیون کو
بالبخل ومن یتول فان اللہ ھو الغنی	بخل کا اور جس نے منہ موڑا تو اللہ ہی بے پروا
الحمید ۵	تعریف کیا گیا ہے۔

پس خوبی مال کے نہ ملنے کے وجہ سے مایوس ہو جانے اور نہ ملنے کے وجہ سے خوش اور اترائی کرنے والا بڑائی کرنے والا ہو جانے مین نہین ہے بلکہ اللہ دوست نہین رکہتا مختال فخور کو اور دوست نہین رکہتا بخیلون کو اور نہ اُن کو جو لوگون کو بخل کرنے کے لیے کہتے ہین اللہ خود غنی حمید ہے اُس کا دوست نہ رکہنا یہی ہے کہ جو ایسے افعال کرے گا جس کی وہ ممانعت کرتا ہے اور جس کو وہ دوست نہین رکہتا اُسکے نتیجہ فعل و عمل کرنے والے کو نقصان و عذاب پہنچیگا لہذا بخل کرنے اور کرانیے

خدا تعالے کا غیر محبوب بنتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل مین ہے۔

وآت ذا القربی حقه والمسکین	اور ناتے والون کو اُن کا حق دے اور مسکین کو
وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا	اور مسافر کو اور اسراف نہ کر بیجا اسراف اسراف
ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین	کرنیوالے اخوان الشیاطین ہین اور شیطان اپنے رب کا
وکان الشیطان لربه کفورا واما	ناشکر ہے اور اگر تو منھ پہیرے اُن سے بانتظار
تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من	اپنے رب کی رحمت کے جس کی تجہ کو
ربك ترجوها فقل لهم قولا میسورا	رجا ہے تو کہہ اُن کو بات آسان اور مت کر
ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك	اپنے ہاتہہ کو بندہا ہوا اپنی گردن تک اور
ولا تبسطها کل البسط فتقعد	نہ کہولدے اُس کو نرا کہولدینا کہ تو بیٹھے
ملوما محسورا	ملامت کیا ہوا حسرت کیا ہوا۔

پس ان آیات مین ناتے والے اور مسکین و مسافر کے دینے کے بابت ہدایت ہے، اور بیجا خرچ کرنے کے بابت ممانعت اس طرح کہ بیجا خرچ کرنے والے شیطان کے بہائی ہین یعنے شیطانی کام کرتے ہین اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہوتا ہے۔ لہذا بیجا خرچ کرنا اپنے رب سے ناشکر ہونا ہے اور پہر نہایت خوبی سے انہین آیتون مین بیان ہے کہ اپنے ہاتہہ کو گردن تک نہ باندہ لے یعنے خرچ بالکل نہ چہوڑ دے اور بخیل نہ ہوجا اور نہ نرا اُس کو کہولدے یعنی بالکل مسرف نہ ہوجا کیونکہ ان دونون کا نتیجہ یہ ہے کہ حسرت زدہ ملامت کردہ تو ہوجاویگا پس بخل اور اسراف دونون کی ممانعت ہوئی اور جن کو دینا ہے اگر اُن کے دینے کے لئے کسی ملنے والی اُمید پہ التوا کیجاوے تو یہ حکم ہے کہ اُن سے آسان بات

کہی جاوے یعنی ایسا وعدہ کیا جاوے اور ایسے طور پر کہا جاوے کہ اُن کو آسان معلوم ہو اور منجملہ اُن کے جو بات کہنا ہے اُن میں آسان ہو۔ سورہ فرقان مین ہے۔

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و
لم یقتروا وکان بین ذالک
قواما الآیہ

اور بندے رحمان کے وہ ہین جو جب خرچ کرتے ہین تو اسراف نہین کرتے
اور تنگی کرتے ہین اور ہے انکے درمیان مین درست راہ انکو غرفہ ملیگے
بسبب انکے صبر کے اور ملینگے اسمین تحیت وسلام سے۔

پس اسراف اور بخل نہ کرنے کے درمیان مین ایک درست راہ ہے یعنی کفایت شعاری سے صرف کرنا اور حق بحقدار دینا اور پہنچانا اور بندے رحمان کے حقیقتاً وہی ہین جو کفایت شعاری بھی کما حقہ کرتے ہین اور بسبب اس صبر کے جو اسراف نہ کرنے اور بخل نہ کرنے مین وہ بندے کرتے ہین اللہ انکو وہ ثواب دیتا ہے جو مذکور ہوا۔

مال کمانا بروے اسلام وقرآن ضروری وقابل ثواب ہے

ہر گاہ کہ مال کمانا اور اُس کی تحصیل اور جمع رکھنا مقصود اصلی نہین ہے بلکہ اُسکے ذریعہ سے رفع حاجات وضروریات کرنا اور بہترین ثواب کا حاصل کرنا مقصود ہے لہذا قرآن مجید مین مال کمانے کی تحریک وترغیب بلا واسطہ وبراہ راست نہین کیگئی بلکہ جن ذرایع سے وہ حاصل کیا جاتا ہے اُن کو مباح ومحمود قرار دیا گیا ہے اور جو احکام جمع وتحصیل مال کے متعلق ہین وہ تفصیلاً بیان کئے گئے ہین مگر موضوع کو مدنظر رکھہ کر۔ مال کے ذریعہ سے جو فوائد واعلیٰ ثواب ہوتے ہین اُن کو بہت جگہہ اور متواتر ومتعدد طریق سے بیان کیا ہے جو ثواب عظیم کا سبب ہے۔ دردنگوئی قرض کے پشت پر سوار رہتی ہے۔

ہر کہ بر خود در سوال کشاد | تا نہ میرد نیاز مند بود
فقر و حاجت میں نہ ہو انسان کو جب صبر شکیب | نہیں کوئی برائی فقر و حاجت سے بیتر
قرضے سے بہت لوگوں کو مرتے دیکھا | اور عمر بھر اُس کا سود بھرتے دیکھا
یہ قرض کا آسیب چڑھا جس سر پہ | سر چلایا اُس کو نہ اُبھرتے دیکھا
اللہ مسلمانوں کو نہ دلوائے قرض | کر سکتا ہے مفلسی سے کب حال کا عرض
کہتا ہے نماز روزہ چٹ کر کے یوں | اب قرض ادا کروں اپنا یا فرض

زر و مال ذریعہ ہوتا ہے فقر و حاجت کے دور کرنے کا لہذا جب وہ نہ ہو تب صبر ہونا چاہیئے۔ اس کلیہ کو اچھی طرح سمجھ لینا و یاد رکھنا چاہیئے کہ جس قدر قومی و بین الاقوامی معاملات ہیں اور جس قدر اسلام کے نظام ہیں اور بر و تقوے اور فرائض و حقوق جس قدر قرآن مجید میں بیان ہیں اور دین اسلام میں ہیں وہ سب یا اُن میں کا ایک بھی بغیر مال کے انجام نہیں پا سکتے اور اُن کا انتظام نہیں ہو سکتا۔

سورہ بقر میں ہے۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم ہ | تم پر گناہ نہیں ہے کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا۔

یہاں پر فضل کے معنے تلاش معاش کے ہیں اور حج کے درمیان میں اُسکے بابت حکم ہے جس سے کم سے کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال پیدا کرنا گناہ نہیں ہے۔

سورہ جمعہ میں ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع ہ | اے مومنو جب اذان دی جاوے نماز کیلئے جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کے لئے اور چھوڑ دو بیع کو

اس آیت مین نماز کے لئے بیع کے چھوڑنے کا مومنین کو حکم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع مومنین کے شعار مین سے ہے یعنے خرید و فروخت و تجارت جس سے مال پیدا ہوتا ہے وہ مومنین کے عمل مین و دستور العمل تھا لہذا شعار مومنین سے ہوا

سورہ بقر مین ہے۔ احل اللہ البیع — بیع کو اللہ نے حلال کیا ہے۔

سورہ بقر مین ہے۔ کتب علیکم — حکم ہوا تم پر کہ جب حاضر ہو

اذا حضر احدکم الموت ان — کسی کو تم مین سے موت اگر چھوڑے

ترک خیرا الوصیۃ للوالدین و — نیک مال تو وصیت کرے والدین اور

الاقربین بالمعروف حقاً علی — ناتے والون کے لئے معروف کے ساتھ

المتقین ٥ — حق ہے متقین پر۔

پس اس آیت سے خیر یعنے نیک مال کا چھوڑنا مومنین و متقین کا ثابت ہوتا ہے دوسرے والدین اور اقربین کے حق مین اس کے دینے کے لئے ضروری ہونا بھی ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ چھوڑے تو وصیت کرے لیکن اگر اُن سے مقدم ضرورت وصیت کی ہو تو اُن کے نہ دینے مین منافات نہین کیونکہ چھوڑنے کی شرط اسی آیت مین ہے اور دوسرون کو یا دوسرے مصرف مین دینا یا وصیت نہ چھوڑنا نہین ہے۔ اسی لئے جن آیات سے توریث کا حکم ہے اُس مین بعد وصیت و دین کے توریث نفاذ کا حکم ہے۔

معیشت مین فضل قایم کرنے و مساوات درست نہ رکھنے کے باوجود اسلام جو اُنکی حل مشکلات کیا وہ بہترین ہے

بروئے اسلام و قرآن شریف کے جو حقوق کسی قسم کے اشخاص کو عطا کئے گئے ہیں اُس میں نسل و رنگ و قوم و علم و درجہ و حکومت و مال و عزت و اتقا کا امتیاز نہیں ہے اپنے اپنے قسم کے حق رکھنے والے مساوی درجہ رکھتے ہیں اور حق پانے اور تقریبات اُٹھانے میں کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ مساوی حالت ہوتی ہے اور ہر مومن دینی بھائی سمجھا جاتا ہے اکرام و عزت صرف اُنہیں کو باعتبار تقویٰ کے دی جانی چاہیئے ورنہ دینی اخوت کے اعتبار سے باہم مساوات ہے۔ لیکن ہر شخص اپنے مال کا مستقل مالک ہے کسی مفلس کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی مالدار کے مال میں اپنے حق کا بروئے مساوات دعوے کرے اور اس طرح اُس سے لیلیوے مال کے مالک کو پورا اختیار ہے کہ اپنے مال کو جس طرح چاہے تصرف کرے نصیحت و امر بالمعروف مومنین کر سکتے ہیں لیکن مال کے تصرف سے مالک کو نہیں روک سکتے زکوٰۃ اُس سے لے سکتے ہیں لیکن اُس سے زیادہ جبراً خیر کے لئے نہیں حاصل کر سکتے چونکہ مال میں مساوات کا دعوے کرنے والے غلط اصول کی پیروی کرتے ہیں جس سے محنت کا بازار سرد پڑجاتا اور فساد برپا ہوتا و بڑھ جاتا ہے اور نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کام کرنے والے بعوض مال کے نہیں ملتے لہذا خدا تعالیٰ نے نہایت خوبی سے سورہ زمر میں وجہ عدم مساوات بھی ظاہر کی ہے۔

اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن	کیا وہ تقسیم کرتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو ہم نے
قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ	تقسیم کیا ہے اُن کے درمیان اُنکی معیشت کو حیات
الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض	دنیا میں اور بلند کیا ہے بعض کے بعض کے اوپر
درجٰت لیتخذ بعضھم بعضا سخریا ورحمۃ	درجے تاکہ بعض بعض اُنکا کام میں لگے اور رحمت

ربك خير مما يجمعون ٥ — تیرے رب کی بہتر ہے اُس سے جو جمع کرتے ہیں۔

پس اس آیت مین اللہ تعالے نے فطرت انسانی کو جو معیشت مال کے بابت ہے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے بعض کو مالدار اور بعض کو مفلس اس لئے کردیا اور اس لئے اس تقسیم کو کیا کہ بعض بعض کے کام مین لگین اور یہ رحمت ہے اور جو جمع کرتے ہین اُس سے خیر ہے۔ یعنی اگر حاجتمند و مفلس نہ ہوتے اور مال کو بعوض ہر شخص دیکھتا تو کام کرنے والے نہ ملتے اور ہر شخص مساوی حق بغیر محنت کے مانگتا۔ پس تفاوت مال مین اس لئے ہے کہ محنت کر سکین اور کام کرنے کا معاوضہ پاسکین لہذا یہ تقسیم رحمت ہے جمع ہوجانا رحمت نہین ہے کہ اس جمع سے مساوی طور سے بحیثیت انسان یا قوم تقسیم کرین کیونکہ ترقی رک جاوے گی اور محنت کا معاوضہ نہ دیا جاسکیگا اور بوجہ تفضل کے معمول محکوم نہ ہون گے۔ سورہ نحل مین ہے

والله فضل بعضكم على بعض في الرزق ٥ — اور اللہ نے بڑائی دی ہے بعض پر تم مین سے بعض کو رزق مین۔

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رزق مین ایک کو دوسرے پر تفضل اور جو زیادتی ہے وہ ہمیشہ رہے گی مساوات فی الرزق نہین ہوسکتی۔ لہذا ملک و قوم کی دولت اگرچہ بحیثیت ملکیت و قبضہ کے افراد کے تصرف مین بروے اسلام ہوتی ہے لیکن اُس کی ترقی و حفاظت و خرچ کرنے کی رغبت دلانا اور کوشش کرنا تمام قوم و ملک کا فرض ہوتا ہے کہ مجموعی قوم و ملک کے دولت کیطرح سمجھین اور اُس کو برباد و تلف نہ ہونے دین اور دشمنون سے بچا دین تاکہ ملک کی دولت کو بحیثیت مجموعی زوال نہ ہو اور اُس سے فایدہ و کمال قومی حاصل ہو۔ فرقہ نہلسٹ کے

مقاصد مین سے یہ ہے کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف و یکسان مالک ہونے کا حق ہو۔ فرقہ سوشیالسٹ کے مقاصد مین سے یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جاوے اور جمہور کا ملک کر دیا جاوے۔ نیشلسٹ کے مقاصد سے یہ ہے کہ اراضی سکنہ و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جاوے۔ پس نہلسٹ جمہوریت و مساوات و اشتراکیت جملہ امور مین چاہتے ہین اور سوشیالسٹ اسباب معیشت مین صرف جمہوریت و اشتراکیت چاہتے ہین اور نیشلسٹ اراضی سکنہ و زرعی کو صرف بلامعاوضہ محنت دینے کے شخصی قبضہ سے نکال لینا چاہتے ہین۔ لہذا ہر سہ فرقہائے مذکور ایک قسم کی مساوات و اشترا انفرادی چاہتے ہین اور فضل شخصی کو ان امور مین جنکے وہ خواستگار ہین مٹانا چاہتے ہین۔ انھین آپس مین جو اختلاف و فرق پیدا ہو گیا ہے وہ مسئلہ اقتصاد یا تمدن یا پولیٹکل اکانومی کے اس مسئلہ مین ہوا ہے کہ افراد قوم مین بلحاظ فقر و غنی کیونکر تناسب قایم کیا جاوے لیکن املاک و امتیازات و اسباب معیشت پر سے ملکیت کا اٹھایا جانا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا مین کبھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ مال و دولت مین مساوات عملاً و عقلاً غیر ممکن و مستبعد ہے جس کی محنت اور جس کا حق ہے اس کو ملکیت کا حق نہ ہو تو بربادی ہوتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ مساوات باستثنا مساوات قانونی و رسوم دینی کے اسی وقت تک باقی رہتے ہین جب تک افراد اور ان کے خیالات و جذبات مین اتحاد رہے اور اسی امر مین رہتے ہین جس مین اتفاق و اتحاد رہے جہان اختلاف ہوا جس کا ہونا انسان مین لازمی ہے وہان عمارت مذکور بے بنیاد ہو جاتی اور برباد ہو جاتی ہین بلکہ اشتراکیت و مساوات اتحاد کے حالت مین بھی سبب تنزل کا ہوتی ہین

نہ کہ سبب ترقی و اصلاح کی۔ اسلام نے اس مسئلہ پر بھی توجہ کی ہے اور اس نے ہمیشہ کے لئے اُس کو حل کر کے طے کر دیا ہے۔ اسلام نے خیرات اور باہمی سلوک و مدد و قومی ایثار کی جس قدر تحریک و ترغیب دی ہے اور جس قدر ثواب انہیں سے ہر ایک کے جدا جدا بیان کیا ہے اور اُن کے نہ کرنے پر جو وعید ہے اور عملاً آنحضرتؐ و اصحاب کرامؓ نے جو کچھ اُن اُمور میں کیا اور کر دکھایا ہے وہ اُن اغراض کے حل میں جنکی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے کافی ہیں اور چونکہ عملاً وہ طریق ممکن الوقوع ثابت ہو گئے ہیں لہذا اُن کی پیروی سے وہ دقتیں نہیں پیدا ہوتیں جن کے بچانے کے لئے مقاصد مختلفہ ہوتے ہیں۔ اسلام نے علاوہ اُمور مذکورہ بالا کے سب سے اہم مسئلہ مذکور کے طے کرنے کے لئے زکواۃ کو مالداروں پر فرض کر دیا ہے جس کے ادا سے یہ فایدہ ہے کہ مال کی محبت مالداروں کو مغلوب نہیں کرتی اور بخل و امساک کے عیوب سے ذاتی طور پر وہ پاک رہتے ہیں اور غربار و مساکین وغیرہ کو جن کو زکواۃ سے فایدہ پہنچایا جاتا ہے اپنا اور اپنے قوم کا وہ جزو سمجھتے ہیں اور افراط دولت سے متکبر و مغرور نہیں ہوتے اور چونکہ کسی فرد کو باقاعدہ زکواۃ دینے والا بموجب ہدایت قرآن مجید ادا نہیں کرتا بلکہ قومی طور سے ادا ہونا مستحسن ہے لہذا منت بھی فرد پر اُسکی نہیں ہوتی بلکہ علی وجہ اللہ دیتا ہے اور افراد قوم خصوصاً مصرف زکواۃ سے فایدہ اُٹھانے والے چونکہ مالدار کے مال سے اپنا ایک حصہ معین سمجھتے ہیں اس لئے مالداروں کی خیر خواہی اور اُن سے محبت اور اُن کے مالوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

قانون اخلاق کیسا ہونا چاہیے

اصولاً یہ کہدینا صحیح ہے کہ تصاحب اور تعامل کے حالت مین کردار کی چند صورتین ایسی ہین جن سے زیست ہاے سہ گانہ کے بقا اور عروج مین مدد ملتی ہے اور بعض صورتین ایسی ہین جن سے زیست بالمعنی الاعم کو ضرر ہوتا ہے لیکن جب تصاحب اور تعامل کے حالت مین کردار کا دستور العمل بنانے والا کوئی دستور العمل بنا دے تو اسکو ایک مشخص عملی غرض مدنظر رکھنا چاہیے یعنے بتانا چاہیے کہ کردار کا دستور العمل بنانے سے میری بلاواسطہ عملی غرض فلان ہے۔ بنتھم کی راے مین اکثر افراد کی اکثر راحت قانون یعنے تعامل کے حالت مین کردار کی دستور العمل کی بلاواسطہ غرض ہونا چاہیے۔ لیکن یہ راے غلطی سے خالی نہین۔ اول تو وہ اس خیال پر مبنی ہے کہ راحت کوئی ایسی چیز ہے جو ناپ تول کر بانٹے دیجا سکتی ہے۔ پس قانون ایسا بنانا چاہیے جس سے ناپ و تول کر زیادہ سے زیادہ راحت زیادہ سے زیادہ فردون کو بلاواسطہ ملجاوے دوسرے راے مذکور مین اس بات کا بھی شائبہ ہے کہ راحت فردون کو بانٹ دینا مشروط بشرائط نہین ہے حالانکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تصاحب اور تعامل کی حالت مین راحت ایسی چیز نہین ہے جو کوئی دستور العمل بنانے والا کسی فرد کو دستور العمل بنا کر بلاواسطہ پہنچا دے۔ جب راحت اضافی ہے اور اُس علاقہ سے پیدا ہوتی ہے جو فرد اور اُس کے ماحول مین ہو اور راحت کا معیار مختلف فردون کے لئے جدا جدا ہے اور ایک فرد کے لئے مختلف اوقات مین بھی جدا جدا ہے تب دستور العمل بنانے والا کسیطرح ایسا عام دستور العمل بنا ہی نہین سکتا جسمین بہت سے جداگانہ معیار ہاے راحت کا لحاظ ہو سکے جو کچھ وہ کر سکتا ہے صرف یہی ہے کہ دستور العمل ایسی شرطین موجود کر دے جن کے بعد ہر فرد اپنی اپنی قوت و اختیار سے جسقدر راحت

حاصل کرسکتا ہے وہ کرسکے اور وہ شرطین یہی ہین کہ تصاحب اور تعامل کے حالت مین ایسا دستور العمل ہو جس سے افراد قوم ظلم جلی و خفی سے بچین اور اپنی اپنی راحت کے تکمیل مین ایک دوسرے کے مزاحم نہ ہون لہذا واضع قانون تعامل و تصاحب کا عملی بلاواسطہ مقصود قانون بنانے سے یہ ہونا چاہیئے کہ تعامل ہموار اور آسان ہو اور بالواسطہ مقصود یہ ہونا چاہیئے کہ تعامل ہموار ہو جانے سے ہر فرد کو محدود آزادی ہو کہ اپنی راحت کے تکمیل مین پوری کوشش کرسکے۔ لہذا طبایع و فطرت انسانی کا مقتضا یہ ہے کہ غرض مذکور کے لئے وہ عمل کیا جاوے جس سے ضرر نہ پہنچے اور راحت کی تکمیل و تعامل ہموار ہو۔

مقداری صحت جس طرح کلیات ہندسہ مین ہوتی ہے اُس طرح کلیات اخلاق مین نہین ہوسکتی لہذا معین نتیجہ نہین ہوسکتا علت و معلول کا علاقہ اور لازمی نتیجہ بیان ہوسکتا ہے ہندسہ کے مقدمات مین سادہ و کم ہونے کے وجہ سے اُن کی کلیات کی صحت اور سہولیت سمجھنا نسبتاً آسان ہے۔ علم الاخلاق کے مقدمات بہ نسبت ہندسہ کے مقدمات کے کثیر اور پیچیدہ ہین اس وجہ سے ارادی افعال و لذت اور حیات اور اذیت اور ممات مین علاقہ علت و معلول کا پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ اور جب علت و معلول کا پتہ لگ بھی جاتا ہے تب اُس مین وہ مقداری صحت جو کلیات ہندسہ مین ہوتی ہے نہین ہوتی۔ اگر چار کو تین مین ضرب دیوین تو حاصل بارہ ہوگا نہ کچھ زیادہ نہ کم مقدمات مین چونکہ بالکل مقدار معین ہین اس لئے نتیجہ بھی مقدار معین ہے لیکن جب علم الاخلاق مین یہ کہا جاتا ہے کہ ظلم سے قوم تباہ ہوتی ہے تب ظلم کی مقدار معین نہین کرسکتے تو کیسے ظلم سے ضرور تباہ ہوگی نہ تباہی کو بتا سکتے ہین کہ کتنی تباہی ہوگی نہ یہ کہہ سکتے ہین کہ اتنی مدت مین تباہی ہوگی پس نتیجہ معین نہین ہوسکتا۔ ظلم و تباہی ایسی چیزین بھی نہین کہ اُنکی مقدار معین کرسکین لہذا یہ

کلیہ ہوگا کہ ظلم و تباہی مین علت و معلول کا علاقہ ہے اگر موانع ظلم کے اثر کو روک دیوین تو تباہی لازمی نتیجہ ہے۔ آدمی کے ارادی فعلون کو قانون قدرت نے لذت و زیست اور اذیت و موت مین اُسی طرح اثر دیا ہے جیسے دواؤن کو انسان کی صحت اور مرض مین جیسے اہل طب دوا کا اثر تجربہ سے دریافت کر کے علاج کرتے ہین ایسے ہی اہل اخلاق تشخیص مرض و دریافت دوا کر کے علاج کرتے ہین۔

حسب ذیل قسم کے لوگ ہوتے ہین اُن سے حسب ذیل طور پر برتاو کرنا چاہیے اول وہ لوگ کہ اُن کی نیکی و بھلائی کا اثر دوسرون کو پہنچتا ہے اُن کی مدد کرنی چاہیے دوسرے وہ جو اپنی ذات سے نیک ہین لیکن دوسرون کو اُن کی نیکی کا اثر نہین پہنچتا اُن کو عزیز رکھنا چاہیے اور ترغیب و تحریص کرنا و تحریک پہنچانا تاکہ اُن کی نیکی سے دوسرون کو فایدہ پہنچے۔ تیسرے وہ کہ نہ نیک ہین نہ بد اور نہ اُن سے کسی کو خیر پہنچتا ہے نہ شر۔ اُن کو نیکی کی رہنمائی کرنی چاہیے اور شر سے ڈراتے رہنا چاہیے۔ چوتھے وہ جو بد ہین مگر اپنی بدی کا اثر دوسرون کو نہین پہنچاتے اُن کو خوار رکھنا چاہیے تاکہ بدی ترک کرین۔ پانچوین وہ جو خود بھی بد ہین اور دوسرون کو بھی برائی سکھلاتے اور پہنچاتے ہین وہ اگر اور کسی طرح باز نہ آوین تو قابل تہدید و قید بالآخر حبس سزا کے مستحق ہون اُس کے پانے کے لایق ہین۔

قومی و فطرتی فرایض جنکے بغیر زندگانی نہین ہوسکتی و لذت الم مرجو کا وجود و محرکات و تعاون و احسان و ابنا قوم

یہ قوانین قدرت کے رو سے مقرر ہے کہ جو قوم ہنگر دنیا مین رہنا چاہیں اُن کو قوم کے

تمام فردون کے جان ومال کو ضرر پہنچانے سے بچنا اور جو وعدے معاملات مین
کئے ہون وفا کرنا چاہیئے اگر قوم پر بیرونی یا اندرونی دشمنون سے حملہ ہو تو رد کرنا اور
باہم راحت سے زندہ رہنے مین راستبازی سے تعامل اور تعاون کرنا چاہیئے۔ اگر
قوم کی فردین ان احکام الٰہی کی پابند نہ ہون گی تو قوم پہلے ذلت۔ فقر۔ مصیبت
امراض۔ چوری۔ قتل۔ ڈاکہ۔ کشت وخون۔ غلامی وغیرہ مین مبتلا ہوگی اور آخر کو
نیست ونابود ہو جاوے گی۔ قوم بنجانے کے بعد افراد قوم کو ان الٰہی احکام کی پابندی
اگر قوم کو زندہ رکھنا ہو تو ضرور ہے۔ ان کا مدار فطرت انسانی پر ہے اور شخصی اور
نوعی تجربہ سے ان کا پتہ لگتا ہے۔ قانون قدرت نے آدمی کے جسم اور قوتون اور
خواہشون اور عقل اور اُس کے ماحول کی چیزون اور علاقون کو ایسا ہی بنایا ہے
کہ بے راحت اور تصاحب کے اُس کو عمر طبیعی تک راحت سے پہنچنا محال ہے
فعلون کی اچھائی اور برائی اُس علاقہ علت ومعلول پر موقوف ہے جو قانون قدرت نے
فعل اور زیست ولذت اور موت واذیت مین مقرر فرما دیا ہے۔

انسان کے افعال کی محرک لذت اور الم موجود ہی نہین بلکہ لذت والم مرجو کو ارادی
افعال کے محرک ہونے مین زیادہ دخل ہے اور ماحول کے اثر سے اُس مین ایسا
تعقل پیدا ہو جاتا ہے کہ لذت والم موجود کا محرک ہونا لذت والم مرجو کے محرک ہونیکے
تابع ہو جاتا ہے انسان ایسے ارادی افعال کرنے لگتا ہے جو سردست مولم ہوتے
ہین مگر اُن سے آیندہ شخصی یا اہلی یا نوعی حیات کو نفع پہنچتا ہے اور اُنمین مرجو لذت
ہوتی ہے اور ایسے ارادی افعال کو ترک کرنے لگتا ہے جنمین بالفعل لذت موجود ہو مگر
جو شخصی یا اہلی یا نوعی زیست کو ضرر کرکے آیندہ الم مرجو سے خالی نہ ہون گے۔ لذت و

الم مرجوکو لذت والم موجود پر ترجیح دینا یا مذہب یا عرف یا ملکہ راسخہ کے وجہ سے ہوتا ہے۔ خلقی ملکہ راسخہ اور باقی تینوں باعثوں میں چند فرق ہیں۔ تینوں باعث بیرونی محرک ہیں اور ان میں فعل یا ترک فعل کا سبب سزا کا خوف ہوتا ہے۔ مذہبی یا سلطانی یا عرفی باعث کے بغیر کسی قوم کے افراد ایسے اجتماعی اور تعاملی حالت میں معاشرت ہی نہیں کر سکتے کہ انکو تجربہ ہو کہ ان کے ارادی افعال کا اثر ان کے حیات بالمعنی الاعم پر کیا پڑتا ہے۔

ایثار و استیثار میں توافق و ان کا ناگزیر ہونا و جبری تعامل میں ایثار کا اور بھی فرض عین ہونا و خود غرضی

انسان کے موجودہ گذشتنی اور گذاشتنی حالت میں ایک حد تک استیثار یعنی نافع للذات افعال میں اور ایثار یعنی نافع للغیر افعال میں توافق ہے اور اس کے بعد تعارض ہے یعنے بعض ارادی افعال تعامل و تصاحب کی حالت میں ایسے ہیں جن سے فاعل اور سایر افراد قوم دونوں کو نفع ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہیں جن سے فاعل کو ضرر ہوتا ہے اور سایر افراد کو نفع اس سے لیے استیثار و ایثار کے توافق اور تعارض کے بابت کچھ لکھنا مناسب ہے۔ ماحول کی حالت موجودہ میں ہر فرد کو استیثار و ایثار دونوں کی ضرورت ہے اور معتدل استیثار کو مطلق ایثار پر ترجیح ہے کیونکہ معتدل استیثار کے بغیر فاعل کا زندہ رہنا محال ہے۔

کائنات میں تکون حیات کے مشاہدہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حیات کو جو عروج ہوا ہے وہ اسی وجہ سے ہوا ہے کہ فاضل کو اپنے فضل کا ثمرہ ملتا رہا ہے اور مفضول اپنی کمی کا نتیجہ بھگتتا رہا ہے۔ اگر فاضل نے معتدل ایثار کو مطلق ایثار

مقدم نہ رکہا ہوتا تو زندہ نہ بچے ہوتے اور اُنکی نسلین روز افزون ترقی کی حالتین
نہ ہوتین۔ اگر کسی قوم مین عادتاً خیرات دینے والون کی تعداد بڑہے تو وہ صرف
اُسی صورت مین بڑہے گی جب اُس قوم مین خیرات لینے والون کی تعداد بڑہے
اس سے عیان ہے کہ معتدل استیثار کو ترک کرکے ایثار کرنا مقصود اصلی کو
فوت کر دیتا ہے اور قوم کے لئے مفید ہونے کے بدلے ضرر کرتا ہے قوم مین بہیک
مانگنے والے اور اُن کی نسلین بڑہتی ہین اور رفتہ رفتہ قوم کے اکثر افراد معطل ہو جاتی
ہین۔ استیثار مین ہرگز تفریط نہ کرنا چاہیئے۔ اُس مین تفریط و ایثار مین افراط کرنیکے
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ صرف فاعل بیکار ہو جاتا ہے بلکہ بہت سے بیکار اور سست فردین
قوم مین پیدا ہو جاتی ہین جن مین ایثار کی قوت نہین ہوتی اور جن کی زندگی خود اُنپر
اور دوسرون پر وبال ہو جاتی ہین۔ کوئی فرد حد سے زیادہ نیکی جب ہی کرسکتی ہے
جب اور فردون مین حد سے زیادہ بُرائی موجود ہو۔ سخاوت مین افراط اُسیوقت
ممکن ہے جب بہیک مانگنے والون کی افراط ہو چند فردون مین فضایل کی افراط
بے اس کے محال ہے کہ باقی فردون مین رذایل کی افراط ہو۔ معتدل ایثار کے
ضرورت کے وجہ سے علماے اخلاق نے اکثر اس پر زور دیا ہے کہ لوگون کے
ساتھ ہمدردی و سخاوت کرو۔ خیرات دو لیکن مفرط ایثار بھی ویسا ہی بُرا ہے جیسا
مفرد استیثار اور معتدل استیثار ویسا ہی حسن ہے جیسا معتدل ایثار۔ اگر ایثار
مین تفریط ہو اور اولاد کی پوری پرورش نہ ہو تو وہ کمزور ہوگی اور رفتہ رفتہ آیندہ نسلین
فنا ہو جاوینگی۔ جس طرح سے جسم مین اگر ایک عضو مین درد ہو تو باقی اعضا چین سے
نہین رہتے اور اگر ایک عضو کمزور ہو تو اُس کی کمزوری تمام جسم پر اثر کرتی ہے۔

ایسا ہی کسی قوم مین اگر ایک فرد بھی بیکار ہو تو ایک حد تک سب قوم پر اثر پڑے گا۔
قوم مین ہر فرد کی راحت اور آسایش باقی سب کی راحت و آسایش پر موقوف
ہو جاتی ہے ہر فرد کو اسی لئے چاہیئے کہ خود عدل کرے۔ نگرانی کرے کہ اور افراد
بھی عدل کرین۔ اُن عاملون کی جو عدل کے لئے قوم مین مقرر ہین مدد کرے۔
سایر افراد کی تندرستی اچھی ہونے سے ضروریات زیست کا نرخ ارزان ہو جاتا ہے
ایسا ہی جو چیز سایر افراد کو مرض سے بچاتی ہے اُس سے فرد کو بھی فایدہ ہوتا ہے
کیونکہ مرض سے بچنے کے اسباب زیادہ ہو جاتے ہین۔ اسیطرح سایر افعال کے
عقل کی ترقی اور اخلاق کی برتری سے فرد کو فایدہ پہنچتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ تمال اور تصاحب کے بعد ہر فرد کو فقط اپنی ہی تندرستی اور عقل اور خلق اور دولت
کی بہتری کی فکر نہ کرنا چاہیئے بلکہ اورون کی تندرستی اور عقل اور دولت کی زیادتی کی
بھی فکر کرنا چاہیئے۔ ایک تندرست بیمار قوم مین کیونکر اچھا رہ سکتا ہے۔ ایک عاقل
کل جاہل قوم مین اپنے عقل سے بجز کاہش کیا ثمرہ حاصل کرسکتا ہے۔ ایک
باخلق شریف کروڑون بدخلق رذیلون مین اپنی شرافت اور خلق سے سوا
مصیبتون کے اور کیا پاسکتا ہے۔ علاوہ برین نافع للغیر افعال مین تفریط کرنے سے
جو اورون کے مدح اور ہمدردی سے لذت ملتی ہے اُسمین بھی کمی ہوتی ہے
بوڑھا ہونے سے نافع للذات افعال کی قوت کم ہوتی ہے اور نافع للغیر کی
طاقت بڑھتی ہے۔ پس اگر کوئی نافع للغیر افعال کی عادت نہ ڈالے تو نافع للذات
کی قوت زایل ہونے کے بعد اُس کی زیست وبال ہو جاتی ہے۔ چونکہ عدل قوم کا
فرض ہے اور احسان اشخاص کا اس لئے قوم کو ایسا احسان اپنے ذمہ لینا چاہیئے

جس سے عدل مین خلل پڑے - زکواۃ جو بروے مذہب اسلام قومی خزانہ ہے وہ احسان کے لئے نہین ہے بلکہ عدل کرنے کے لئے ہے احسان کے لئے مزید خیرات کی ہدایت ہے - اگر تحاصل جبری ضرور ہو اور فرد کی زیست و راحت کی جماعت کی زیست وراحت پر سے قربان کئے جانے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت مین فرد کے لئے ایثار بجاے استیثار کے لازم و فرض عین ہوگا اور وہ ایثار عین استیثار سمجھا جانا چاہیئے اور اُس کا کرنا عدل مین سے ہوگا نہ کہ احسان مین سے البتہ اس نظر سے وہ احسان مین بھی شمار ہوگا کہ دوسرون کی معاونت و بہتر بنانے کے لئے بھی وہ عمل سودمند ہوگا - جان و مال کے ایثار کرنیکے بجاے استیثار معتدل کی جب بھی ضرورت واقعی ہوتی ہے جب فردی و قومی عزت اور جان و مال معرض خطر مین ہوتی ہین اور رفع ضرورت کے لئے قوم مین سے اور لوگ مرجح موجود نہین ہوتے پس ایسے وقت مین ایثار کی آمادگی ہی اکثر حفاظت و رفع ضرورت و دفع دشمن کا سبب ہوجاتی ہے یا بعض وقت قلیل ایثار ہی سے کام نکل جاتا ہے لیکن اگر ایثار نہ کیا گیا و نامردی و خودغرضی کی گئی تو اُس سے زیادہ ہزارون درجہ نقصان ہوتا ہے جتنا ایثار مین ہوتا ہے - پھر تو فرد و قوم دونون ذلیل و خوار و بیکار و تباہ و غلام و نادار ہوجاتے اور رفتہ رفتہ دنیا سے نابود ہوجاتے ہین اور افراد اور آیندہ اعقاب کو ایسا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے جس کی تلافی ناممکن ہوجاتی ہے -

خودغرضی منجملہ اُن خصلتون کے ہے جو تمدن کے شیرازہ کو پراگندہ افراد کو ذلیل اور قومون کو پست کردیتی ہے - ترقی کی مزاحم اور تنزلی کی ممد ہے وہ جو چندروز مین ہزارون برس کی مجموعی تہذیب اور مجموعی ترقی کو خاک مین ملادیتی ہے -

خود غرضی خوب روشن ضمیری و انجام اندیشی کے ساتھ ہو تو خالص ہمدردی و ایثار کے مترادف ہے۔ جس کام سے عام بھلائی چاہتے ہیں اور جس کام سے ہم اپنی بھلائی چاہتے ہیں دونوں کی سڑکیں بظاہر متفاوت ہیں مگر تھوڑی دور جاکر یہ دونوں سڑکیں ملجاتی ہیں اور منزل مقصود تک پہنچاتی ہیں۔ شرط یہی ہے کہ خود مطلبی سیدھی سڑک یعنی روشن ضمیری اور انجام اندیشی کے شاہراہ پر ہو اور ہمدردی و ایثار بھی منزل مقصود کو پہنچانے والی ہوں لیکن وہ خود غرضی و خود مطلبی جو ضعیف عقل رکھنے والوں میں ہوتی ہے وہ نیچی نگاہ رکھتی ہے اور کم عقلی اور نا انجام اندیشی اُس کی رہنما ہوتی ہیں اُس کا برا نتیجہ خود یا بالواسطہ آج یا بعد میں ملتا ہے۔ ایسی خود غرضی نہ چاہیئے جو دوسروں کی آزادی کو ضرر پہنچاوے۔

دانا ہے وہ جس نے ساتھ اپنے — زاد رہ آخرت اٹھا لی
ممکن نہیں یہ کہ جسم فانی — کام آئیں مالی و معالی
دنیا میں فنا نہیں ہے جس کو — وہ چیز ہے خیر جاودانی
گر قوم کے کام میں بسر ہو — ہر سانس ہے عمر جاودانی
گر غم ہو تو بھائیوں کا غم ہو — ہو اُن کی خوشی سے شادمانی
در راہ وفا رونده می باش — با قوم بمیر و زنده می باش
خدا را بیان چه بخشایش است — که خلق از وجودش در آسایش است
کسے نیک بیند بهر دو سرائے — که نیکی رساند بخلق خدائے

ہمدردی بھی زندگی کے بڑے اسرار میں سے ایک ہے وہ بدی پر غالب آتی اور نیکی کو تقویت دیتی۔ مزاحمت کا مقابلہ کرتی۔ سنگدل کو موم کر دیتی اور

فطرتِ انسانی کا عمدہ ترین حصہ تکمیل کو پہنچاتی ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرو اعانت کرو نیکی کرو یہ ایسا سبق ہے جس سے دنیا نعمت سے مالا مال ہو سکتی ہے معاشرت و تعامل کے لئے اکسیر اور اس کے پہیہ چلانے کے لئے بہترین اسباب ہے۔ نسلِ انسانی کی معاونت کے بیدار کرنے کے واسطے کوئی زور ایسا زبردست نہیں جیسا کہ احسان۔ دون فطرت پر بھی احسان کا اثر نہیں ہوتا اور جن پر دباؤ کا اثر نہیں ہوتا مہربانی کی ایک نظر کارگر ہو جاتی ہے۔ جو بیرونی دنیا میں خوش خلقی کرتے ہیں اور اپنے اہل بیت و سوسائٹی کی اعانت نہیں کرتے وہ صادق نہیں جو دولت کا عاشق اور عیش کا دلدادہ ہے وہ بنی نوعِ انسان کا شیدا نہیں۔

عدل و احسان و ذوالقربیٰ کے دینے کا امر و منکر و فحشا و بغی کی نہی و ان کا ثواب و مجازات عذاب احسان کے اقسام کی تفصیل

آدمی عمل نافع للذات کر کے اس سے متمتع ہو سکتا ہو لیکن دوسروں کو موقع دینے کے لئے اور اس کی زیست کو بہتر بنانے کے لئے و تعاون کرنے کیلئے باز رہے یا باز رہ کر ایسا عمل کرے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے تو ایسا باز رہنا یا عمل کرنا احسان ہوگا۔ تعاون کی نظر سے پوری مدد دینا معالی اخلاق انسانی میں سے ہے۔ سورہ نحل میں ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینہیٰ عن الفحشاء

اللہ حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا اور قرابتداروں کے دینے کا اور منع کرتا ہے فحشاء

والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ۵ | اور منکر اور بغی سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پاؤ۔

سورہ انفطار مین ہے - ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم یصلونھا یوم الدین ۵ | بر کرنے والے نعمتون مین ہون گے اور فجور کرنے والے جہنم مین داخل ہونگے انصاف کے دن۔

سورہ والصافات مین حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ اور حضرت الیاسؑ کو محسنین مین شمار کیا ہے انا کذالک نجزی المحسنین اُن مین سے ہر ایک رسولون کے نسبت فرمایا ہے - پس احسان کی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے - سورہ زمر مین ہے -

قل یعباد الذین امنوا اتقوا ربکم الذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ وارض اللّٰہ واسعۃ انما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب | تو کہہ اے بندو جو ایمان لائے ہو تقویٰ کرو اپنے رب سے جنہون نے نیکوکاری کی اُن کیلیے اس دنیا مین نیکی ہے اور اللّٰہ کی زمین کشادہ ہے سوائے اس کے نہین کہ دئیے جاوینگے صبر کرنیوالون کو اُنکے اجر بغیر حساب۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ احسان کرنے کا یعنے نیکوکاری کرنے کا حکم ہے اور اُس کا بدلا اس دنیا مین بھی حسنہ یعنی بہتری ہے اور چونکہ نیکوکاری کرنا صبر کرنا ہے لہذا اللّٰہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللّٰہ کی زمین مین وسعت ہے اور وہ اجر بغیر حساب یعنی بے انتہا دیوے گا اور وسیع زمین مین وسعت و فلاح یعنے حسنہ دے گا - اس لئے کامیابی و کامگاری اور اقتدار و آرام و فایدہ وسیع قطع مین یہ سب احسان کے ذریعہ سے صبر کا نتیجہ ہون گے - پس احسان سے اس دنیا مین

حسنہ ملا اور وسیع زمین و آخرت میں اجر بغیر حساب کا ملنا ثابت ہے اور اُس کا وعدہ ہے۔

سلبی احسان کے حسب ذیل اقسام ہو سکتے ہیں۔

۱۔ جس کے پاس سرمایہ کثیر یا کسی پیشہ کی استعداد ہو اور وہ اپنے سرمایہ یا قوت کے ذریعہ سے اپنے ہم پیشہ افراد کو تباہ کر سکتا ہو مگر اپنے کو اُس سے روکے اس لئے کہ دوسرے کو بھی موقع فایدہ اُٹھانے کا ملے اور اُس کی زیست بہتر ہو جاوے وہ مقابلہ سے باز رہتا ہے گویا اُسنے اپنے حق یا ترقی کو اُسکے لئے چھوڑ دیا خلاصہ یہ کہ اپنے اور متعلقین کی بہبودی اور مقابلہ والوں کی بہبودی اور قوم و نوع انسان کی بہبودی سب کا لحاظ ہونا چاہیئے اور دو سرمایہ یا استعداد سے اوروں کے تباہ کر دینے سے بچنا چاہیئے اگر احسان کرتے ہیں۔

۲۔ تعمیل معاہدہ سے باز رہنا۔ معاہدہ کے تعمیل کرانے کا حق ہو مگر دوسرے کے فایدہ پہنچانے کے لئے اُس سے باز رہنا تعمیل معاہدہ سے بطور احسان سلبی باز رہنا ہے بشرطیکہ عدل کو اُس سے ضرر نہ پہنچے۔

۳۔ اظہار قابلیت سے رُکنا۔ باوجودیکہ اپنی قابلیت کے اظہار کا حق ہو اور اُس کو کر بھی سکتے ہوں تاہم دوسرے کی شرمندگی کے بچانے کے لئے اُس سے باز رہنا اظہار قابلیت سے بطور احسان سلبی باز رہنا ہے۔ یا جب کسی مجلس میں ایسے لوگ ہوں جنکی معلومات اور عقلی قوت کے درجے مختلف ہیں تب اہل کمال کو لازم ہے کہ اپنی برتری نمایاں کر کے اپنے سے کم درجے کے شخص کے دلکو نہ آزردہ کرے۔

۴۔ ملامت سے باز رہنا۔ قصور کرنیوالے پر ملامت کرنے کا حق ہو مگر اُس سے باز رہنا ملامت سے بطور احسان سلبی باز رہنا ہے بشرطیکہ ملامت اپنے فایدہ کیلئے

کر سکتے ہوں لیکن باز رہنے سے فایدہ ہو۔ پس اگر ضرورت ہو تو ملامت کریں کہ دل دکھانا مقصود نہ ہو بلکہ آیندہ قصور سے باز رکھنے کی غرض ہو۔ آقا و ملازم کے علاقہ میں عدل کو احسان پر تقدم ہے درگذر تغافل میں فایدون کو کھونا خراب کرنا ہے۔ ملامت لفظی پاداش ہے اور سزا عملی پاداش ہے۔

۵۔ مدح و توصیف میں مبالغہ سے بچنا۔ جبکہ اپنے فرض منصبی کو پورا کیا ہو تو تمنا نہ رکھنا کہ مدح و ستایش ہو۔ بطور احسان سلبی مدح و توصیف میں مبالغہ سے بچنا ہو ستایش معتدل دوسروں کی کرنی چاہیئے۔ خوشامد سخت معیوب ہے۔ دوسروں کی رائے سے بے سمجھے بوجھے اتفاق کر دینا بھی ستایش و خوشامد ہے۔

۶۔ غیر مستحق یا نااہل کے دینے سے رکنا۔ جس کے پاس مال و دولت ہو وہ جس کو چاہے دینے کا اختیار رکھتا ہے لیکن جو مستحق نہ ہو اُس کو دینا یا جو پانے کی اہلیت نہ رکھتا ہو اُس کو دینا سبب اپنے نقصان اور دوسروں کے نقصان کا ہوتا ہے لہذا اُس سے رکنا بھی احسان سلبی کرنا ہے۔

۷۔ غیظ کو دبالینا و انتقام نہ لینا و آدمیوں پر عفو کرنا۔ سلبی احسان کی خوبی اسی پر موقوف ہے کہ اُس سے زیست ہائے متکافہ کی بقا اور ترقی اور راحت گوارہ ہوتے ہیں مد ملتی ہے۔

ثبوتی احسان کا موقع حسب ذیل طور پر ہو سکتا ہے۔

ا۔ بہت عمدہ موقع ثبوتی احسان کا زوجین میں ہوتا ہے۔ شوہر پر ضروری ہے کہ جتنی فطرتی اور عشرتی دشواریاں زوجہ کو ہیں اُن سب میں اُس کی کوشش سے جتنی کمی ہو سکے وہ ہو جاوے لیکن افراط و تفریط دونوں قبیح ہیں مگر مردانہ یہی ہے کہ اگر شوہر سے غلطی ہو تو افراط کے جانب نہ تفریط کے۔ زوجہ کی جانب سے بھی

خود مطلبی نہین چاہیئے بلکہ اُس کو بھی شوہر کے حیات اور راحت کی تکمیل مین ویسی ہی توجہ چاہیئے طرفین سے پورا ثبوتی احسان جب ہی ہو سکتا ہے جب ہر ایک دوسرے کی زیست و راحت کے سامان کو نہایت ہی ضروری جانے اور ہر ایک ایثار کو استیثار پر مقدم کرے۔ مفصل بیان جدا آوے گا۔

۴۔ ماں باپ کو فطرتاً اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے اور اکثر وہ ضرورت سے زیادہ ثبوتی احسان اُن کے ساتھ کرتے ہین۔ جب اولاد بلوغ کے قریب پہنچے تب اُن کی عقلی تعلیم دیگر معلمون کو سپرد ہو سکتی ہے مگر ابتدائی عقلی تعلیم اور کل اخلاقی تربیت والدین کا فرض ہے اور اُن کو کبھی اپنے تئین اُس سے سبکدوش نہ سمجھنا چاہیئے۔ والدین اکثر موجود احسان کو مرجو احسان پر ترجیح دیتے ہین مگر ایسا کرنا عاقبت اندیشی ہے۔ پیار کرکے اُن کو ایسا نہ بگاڑنا چاہیئے کہ آیندہ سودمند فرزند ہو سکین۔ احسان کرنے مین سب اولاد کے ساتھ یکسان برتاو کرنا چاہیئے البتہ اگر اُن کی جسمانی اور عقلی و اخلاقی صحت مختلف ہو تو اُس کا لحاظ مناسب ہے جو والدین یہ چاہتے ہین کہ اولاد کو کسب معاش مین محنت کی حاجت نہ ہو اور وہ سرمایہ چھوڑ جاوین یہ ثبوتی احسان مضر و خطرناک ہے۔ اس قسم کی اولاد اکثر نوع انسان کے لیئے مضر اور ناشدنی افراد ہوتی ہے۔ اُن مین محنت اور ثمرہ محنت مین علاقہ کٹ جانے سے اکثر رذائل اور امراض اور متعدی آفات پیدا ہوتے ہین اگر لوگ دوربینی سے کام لین تو اُن کے معاصر اور آیندہ نسلون کی سلامت اس مین ہے کہ اولاد کو کسب معاش و خوش کن محنت سے مستغنی نہ کیا جاوے ہان اُن کو ایسے وسایل کسب معاش ضرور سکھا دیئے جاوین کہ وہ اپنی محنت سے

سود مند اور پر راحت زیست بسر کر سکین - اولاد کو بھی ان تمام احسانون کے بدلے جو والدین کرین اچھی باتون مین اپنے مان باپ کی اطاعت کرنا چاہیئے -

۳ - جو لوگ بیمار ہون یا کسی اور آفت سے ناقابل ہو گئے ہون تو ان کے علاج و تیمار مین بقدر ضرورت اعانت ثبوتی احسان ہے مگر کسی مریض یا ناقابل کو یہ حق نہین ہے کہ تمام وقت صرف کرا لے - اعتدال سے زیادہ احسان مدد کرنا چاہیئے - قوم کی اکثر افراد مین ایسی قدرت و مہارت ہونا کہ طبی مدد سے پیشتر ضرر رسیدہ کو سنبھال سکین بہتر ہے و ثبوتی احسان مین سے ہے -

۴ - اگر کوئی کمزور پر ظلم جلی یا خفی کرتا ہو تو بقدر امکان ظلم سے بچانا یا کوئی غرق ہوتا ہو یا مثل اس کے تو اس کے بچانے مین مردانہ وار اپنے اوپر خطرہ لیکر مدد کرنا بشرطیکہ فایدہ پہنچانا ممکن ہو ثبوتی احسان مین سے ہے اور خود شریک ہو جانا اخلاص و صفائی ہے -

۵ - مالی مدد صرف اُن لوگون کی کرنی چاہیئے جو مستحق ہین اور جنکی مدد سے ملک اور قوم اور نوع انسان کو فایدہ ہو - ایسے لوگون کی مدد کرنا جو اپنے افعال ناشایستہ سے محتاج ہو گئے ہون اور جنکی مدد سے ملک یا قوم یا انسان کو فایدہ نہ ہو اسراف ہے اور قانون خلافۃ الاوفق کی خلاف ورزی ہے - صرف قرابت کے وجہ سے مدد کرنا عیب ہے اگر فایدہ مذکور نہ ہو ایسی مدد اکثر مقبول فرد مین بٹا دیتی ہے اور نوع انسان کی ترقی مین رخنہ ڈالتی ہے - قرض بھی صرف اُسی حالت مین دینا چاہیئے جب قرض سے فرد مستحق کو کمانے اور ادا کر دینے کا سہارا ملجاوے - ایسا قرض دینا کہ روپیہ ہاتھ سے جاوے اور قرضدار کو فایدہ نہ ہو تیسرے قسم کا اسراف ہے

اور اُس کے دردناک نتایج نوع انسان کے لئے مضر ہین۔ اکثر وہی قرض مانگتے ہین جو اپنا بوجھ اورون پر ڈالنا چاہتے ہین اور قوم کے خطرناک افراد ہین۔

۹۔ خیرات اول تو شخصی احسان کے تحت مین آنا چاہیئے حکومت کو ہرگز اس سے کوئی واسطہ نہ ہونا چاہیئے پھر خیرات انہین لوگون کو ملنا چاہیئے جو غیر اختیاری اسباب سے محتاج ہین اور صرف اسی لئے ملنا چاہیئے کہ وہ دوبارہ قوم کی سودمند فرد بن ہو جاوین یا باقی زیست آسانی سے پوری کرین۔ غیر مستحقون کو خیرات دینا قوم کیلئے بہت بڑی بلا ہے۔ اول تو اس کے وجہ سے فاضل فردون کی محنت کا پھل ان سے چھن جاتا ہے۔ دوسرے مفضول فردون کو ان کی بداعمالی کا برا ثمرہ نہین ملنے پاتا اور اس طور سے بداعمالی سے باز رکھنے والا تجربہ نہین ہوتا اور وہ بہکنے لگتے ہین کہ آخر خیرات تو مل ہی جاوے گی۔ تیسرے قوم کو بجاے اس کے کہ ان مفضول فردون کی محنت سے نفع ہوتا ان کے بداعمالی سے نقصان پہنچتا ہے اور فاضل فرد خیرات دینے پر مجبور کئے جاتے ہین ایسی خیرات خود بہت برا ذریعہ قایم کرتے ہین۔ اور ان سے بری مثال قایم ہوتی ہے۔ اگر فاضل افراد کے ذمہ خیرات کا دینا ہو تو اس بات کو خوب جانچین کہ کون سزاوار ہے اور کون نہین۔ خیرات مین یہ مسئلہ دشوار ہے کہ کون سے ایسے طریقے برتے جاوین جس سے مستحق کو خیرات ملے اور غیر مستحق خیرات نہ پاوے۔ فرد پر احسان کرنے کے بجاے رفاہ عام کا کام کرنا بہتر ہے۔ بیمار کی تیمارداری کرنے اور اس کو اٹھانے کے بدلے اور محتاج کو گھر مین کھانا کھلانے کے عوض شفاخانہ و محتاج خانہ و علوم و فنون کے مدرسے کا جاری کرنا بہتر ہے۔ اس طریق مین احسان کرنے والے کو بہت شکر

حاصل کرنے کی تمنا نہین ہوتی اور مستحقون کو زیادہ فایدہ پہنچنے کی توقع ہے۔
خیرات کا مستحق وہ ہے جو اپنے خاندان و قوم کا کارکن مفید تھا مگر ناگہانی اسباب سے
اعانت کا حاجتمند ہوگیا اور امید ہے کہ مالی مدد سے پھر خاندان و قوم کا سودمند
رکن ہو جاوے گا۔ غیر مستحق کی امداد سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ سیاسی احسان کا
تقاضا ہے کہ تمام افراد سیاسی راستبازی پر اصرار کرین۔ سیاسی احسان
صرف یہی نہین کہ ہر فرد اپنے معاملات اور سیاسی کردار مین مخلص اور راستباز ہو
بلکہ اُس کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہر فرد نگران رہے کہ قوم کا سیاسی نظام سے
فرقہ حاکمہ اور اُس کے مصاحبات اپنا کام ٹھیک کر رہا ہے یا نہین۔ جب باہم
معاشرت کرتے اور ملتے جلتے ہین تب ہر فرد پر احسان فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا
برتاو کرے کہ اذیت کے بہ نسبت خوشی کا مجموعہ زیادہ ہو اور اذیت کا پہنچانا ہرگز
جائز نہین۔ پس وہ طریقے جن سے مسرت نہین ہوتی اور اذیت ہوتی ہے قبیح
ہین۔ عشرتی احسان کا تقاضا یہ ہے کہ منفعت کو زینت پر ترجیح دیجاوے۔
اور زیست و راحت کے اصلی مقاصد کو چھوڑ کر نمایش اور تکلف مین دولت
اور وقت نہ صرف کیا جاوے۔ پس عورتون کو سنگاری کو مایۂ زندگانی سمجھنا درست
نہین ہے۔ ہر بہی خواہ کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ معاشرت کے مراسم جہانتک
ہوسکے سادے اور ارزان ہو جاوین اور لوگون کی قوت اور وقت اور دولت
ایسے کامون مین صرف ہونے لگین جنسے نوع انسان کو ترقی ہو اور ماحول مرکب
مین مضر چیزین کم ہو جاوین۔ احسان فی المعاشرت مین اُن لوگون کو جن کو علم و
دولت و قواے عقل و صحت جسمانی مین برتری حاصل ہے۔ ہمیشہ یہ کوشش

کرنی چاہیئے کہ اپنے سے کمتر سے ملین تو اُن کو کسی طرح سے محسوس نہ ہونے دیوین۔ ہر فرد کو کوشش کرنی چاہیئے کہ قوم مین اخلاق کا معیار اونچا ہو۔ معالی اخلاق کے طرف افراد چلین اور رذایل سے بچین۔ اخلاق کامل کی مثال بننا پیش نظر رکہنا چاہیئے۔ رفتہ رفتہ اصلاح ہو سکتی ہے دفعتاً فوری اصلاح محال ہے فرائض متعاملہ کو اتنا احسان کرنا چاہیئے کہ ہر فرد کو اپنے مرکب ماحول سے مطابق ہونے مین اور انسان کامل بننے مین مدد ملے اور یہی خلاصہ احسان ہے۔ پس راستبازی و اخلاص سے عدل و اعتدال و احسان کا پابند ہوکر دل توڑ محنت کرنا سبب اصلاح و فلاح و کامیابی و راحت و لطف و سرودمندی کا ہے۔

عرب مین آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت ہر قبایل کے سردار جداگانہ ہوتے تھے جن کے احکام اُن قبایل کے لوگون کیلئے جنکے وہ سردار تھے دینی اور دنیاوی امور مین ناطق ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ نے قبایل مذکور کو شیر و شکر کردیا اور بجاے نفرت کے باہمی اُلفت پیدا کرکے اخوت دینی مومنین مین پیدا کردی۔ پس اس کا لازمی نتیجہ یہ تہا کہ دینی اور دنیاوی امور کا ایک حاکم بجاے چند حاکمون کے ہو لہذا جس طرح آنحضرتؐ دینی احکام کے لئے مطاع تھے اُسی طرح دنیاوی احکام کے لئے امیر تھے بلحاظ اُس وقت کے ناگزیر تہا کہ دنیا کے کامون کیلئے ایک ہی امیر ہو۔ پس آنحضرتؐ کی سرداری و حکومت دینی و دنیاوی امور دونون مین تھی اور آپ کو خارجی و داخلی دونون قسم کے دشمنون سے اپنے اور اپنے متبعین کو جسطرح بچانا تہا اُسیطرح اصلاح و ہدایت و انسداد برائیون کا اور ترغیب بہلائیون کی دینی و کرنی تھی اور خود مثال بننا و نمونہ قایم کرنا تہا اور یہ

بہ اجازت اللہ تعالےٰ لے تھا۔

انفاق کے فواید اور اُس کے احکام کس طرح اور کس چیز کو خرچ کرنا چاہیے

سورہ بقر مین ہے۔ و انفقوا — اور خرچ کرو اللہ کی راہ مین

فی سبیل اللہ و لا تلقوا بایدیکم — اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں سے اپنے کو

الی التھلکۃ و احسنوا ان اللہ — ہلاکت مین اور نیکی کرو اللہ دوست

یحب المحسنین ٥ — رکھتا ہے نیکی کرنے والون کو۔

پس خرچ نہ کرنے کے وجہ سے ہلاکت مین نہ پڑنا چاہیے بلکہ احسان کرنا چاہیے اللہ محسنون کو دوست رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ اپنے قوم کے تعاون مین نہ خرچ کرنا اپنی قوت کو کم کرنا اور محکوم و ذلیل ہونا و ہلاکت مین پڑنا ہے۔

سورہ بقر کی آیات ۲۶۱ تا ۲۷۴ انفاق کے بابت اور اُس کے احکام مین نہایت باحکمت ہین۔ حسب ذیل امور مخصوصاً آنمین قابل توجہ امر متعلقہ کے بابت ہین۔ اور آیات مذکور سود کے بیان مین نقل ہو چکی ہین۔ (۱) اللہ کی راہ مین خرچ کرنے سے جو فایدے ہوتے ہین اُن کی مثال دانہ و بال کی جو دی گئی ہے اُن سے اندازہ فوایدکا ہو سکتا ہے۔ یعنی دینے کا اجر مثل سات سو تک ہو جاوے گا اور اُس کے علاوہ اللہ تعالےٰ چاہے تو زیادہ کر دے گا۔ (۲) جس خرچ کا نتیجہ من و اذی ہو یعنے دوسرے پر منت رکھنا یا اُس کو ستانا وہ خرچ باطل ہوتا ہے اور اُس سے بہتر وہ ہے جو قول معروف کہا جاوے و مغفرت کیجاوے

اسیطرح جو آدمیوں کے دکھلانے کے لئے خرچ کرتے ہین وہ بھی ہین اور گویا اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہین رکھتے۔ پس من و اذی و ریا کیساتھ مال خرچ نہ کرنا چاہیئے بلکہ فی سبیل اللہ اور ابتغاء مرضات اللہ اور خلوص سے اور اپنے نفس کو ثابت رکھنے کے لئے خرچ کرنا چاہیئے جن کی مثالین مع وعید و وعدہ آیات مذکور مین ہین۔ (۳) تمام آیات سے متواتر طریقہ سے مال کے کمانے اور بہتر طور پر اُس کے خرچ کرنے کے فضایل نکلتے ہین اور اللہ اُس کے اجر مین اپنی مغفرت و رحمت کا وعدہ کرتا ہے۔ (۴) مومنون کو حکم ہے کہ طیبات مین سے خرچ کرین اور خبیث کو اُس مین نہ ملادین۔ شیطانی وعدون کا نتیجہ فقر اور فحشاء ہوتا ہے اور یہ حکمت کی باتین ہین اور جس کو حکمت دیجاتی ہے اُس کو خیر کثیر دیا جاتا ہے (۵) نفقہ کرنا اور نذر دینا محمود ہے۔ (۶) صدقہ اور خرچ فی سبیل اللہ کو سراً و علانیۃً دینا دونوں طرح محمود ہے اور اگر چھپاکر صدقہ دیا جاوے تو وہ کیا ہی اچھا ہے۔ (۷) ثواب جبھی ملتا ہے جب ابتغاء وجہ اللہ خرچ کیا جاوے۔ (۸) اُن فقراء کے لئے اللہ کی راہ مین خرچ کرنا اور اُن کو صدقہ دینا بہتر و مقدم ہے جو اللہ کی راہ مین محصور ہوگئے ہون جو پھر نہین سکتے زمین مین اور جو لپٹکر نہین مانگتے اُن کے نہ مانگنے سے لوگ اُن کو غنی سمجھتے ہین لیکن اُنکے چہرون سے اُن کی حالت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم ۝	ہرگز نہ پہنچو گے بر کو یہان تک کہ خرچ کرو اُن چیزون مین سے جنکو دوست رکھتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ اُس کو جانتا ہے۔

یہان تو ہر شخص اللہ کی راہ مین اور اُس کی رضا مندی کے لیے خرچ کرسکتا ہے لیکن اپنی محبوب چیزون کو خرچ کرنا دشوار ہوتا ہے اس لیئے اس آیت مین ظاہر کیا گیا کہ بر کے درجہ تک جب ہی انسان پہنچتا ہے جب اپنی محبوب چیزون کو خرچ کرتا ہے۔

سورہ منافقون مین ہے۔ یاایھا الذین	اے مومنو غفلت مین ڈالین تم کو تمہارے اموال
اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم	اور نہ اولاد اللہ کی یاد سے اور جسنے وہ کیا تو وہی
عن ذکر اللہ ومن یفعل ذالک	ہین ٹوٹا پانیوالے اور خرچ کرو اسمین سے جو دیا
فاولٰئک ھم الخٰسرون وانفقوا	ہم نے قبل اس کے کہ آوے کسیکو تم مین سے موت ہو کہے
مما رزقنٰکم من قبل ان یاتی احدکم	اے رب کیون نہ ڈھیل دی تو نے مجھکو ایک
الموت فیقول رب لولا اخرتنی	تھوڑی مدت کہ مین صدقہ کر دیتا اور ہوتا
الیٰ اجل قریب فاصدق واکن	صالحین مین سے اور اللہ ہرگز نہ ڈھیل
من الصٰلحین ولن یوخر اللہ نفسا	دیگا کسی نفس کو جب آجاوے اُسکی موت
اذا جاء اجلھا واللہ خبیر بما تعملون	اور اللہ خبیر ہے اُس کا جو کرتے ہو۔

ان آیات مین علاوہ اس کے کہ ایسی غفلت مین اموال واولاد نہ ڈالین کہ اللہ کی یاد سے غافل ہو جاوین اور ٹوٹے والون مین ہون یہ حکم ہے کہ اللہ کی راہ مین قبل موت کے خرچ کرلو تاکہ یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ اگر کچھ اور موقع ملتا تو مین صدقہ کر دیتا اور صالحین مین ہو جاتا کیونکہ موت کی ساعت ہرگز ٹل نہین سکتی پس قبل اس کے کہ موت آوے اگر خرچ کرنا چاہو نیک کام مین خرچ کردو۔ لہذا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے مالون کے انتظام کرنے کا اختیار ہے کہ یا قبل موت کے صرف کر ڈالے یا وصیت کرے اور انتظام کرجاوے کہ فلان قسم کے

کار خیر مین صرف ہو۔ پس اگر خیر کے لیے کچھ اپنے مال کا انتظام کرنے والا ہو تو اس آیت مین اُس کی ہدایت ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

و یسئلونک ماذا ینفقون قل	اور تجھ سے پوچھتے ہین کہ کیا خرچ کرین تو کہدے جو زیادہ ہو
العفو کذالک یبین اللہ لکم الایٰت	اسیطرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کہ تم
لعلکم تتفکرون فی الدنیا و الاخرۃ	فکر کرو دنیا اور آخرت مین۔

پس اس آیت سے جو چیز زیادہ ہو اُس کے خرچ فی سبیل اللہ کرنے کی ہدایت ہے نہ یہ کہ اپنے اوپر تنگی کرے اور اسی لیے اس آیت مین اللہ تعالےٰ نے یہ بھی کہا ہے کہ اپنی آیات کو اللہ تعالےٰ اس لیے بیان کرتا ہے کہ دنیا اور آخرت مین فکر کرین یعنے یہ کہ کس خرچ سے نفع ہوگا اور کس خرچ سے نفع نہ ہوگا اور یہ سوچین کہ کب ایثار کرنا چاہیے اور اپنی حاجت اگر ہو تو کب استغنا کرنا چاہیے۔ ایسا نہین کہ خرچ فی سبیل اللہ کے ثواب کو دیکھکر اپنا نقصان کرین جو خرچ فی سبیل اللہ نہ ہوگا۔ سورہ نور مین ہے۔

و لا یاتل اولوا الفضل منکم	اور نہ قسم کھاوین صاحبان عقل تم مین کے اور وسعت والے
و السعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ	کہ نہ دینگے ناتے والون اور مسکینون اور مہاجرین
و المسٰکین و المہٰجرین فی سبیل	فی سبیل اللہ کو اور چاہیے کہ معاف کرین اور
اللہ و لیعفوا و لیصفحوا الا تحبون	درگذر کرین کیا دوست نہین رکھتے کہ اللہ
ان یغفر اللہ لکم ؕ	انکی مغفرت کرے۔
سورہ حدید مین ہے۔ و انفقوا	اور خرچ کرو اس مین سے
مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین	کہ ٹھرایا ہم کو جانشین اُس مین سو جو

آمنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر ۵ — ایمان لائے تم میں سے اور انہوں نے خرچ کیا اُن کیلئے اجر بڑا ہے

سورہ توبہ میں ہے۔ ومن الاعراب — اور اعراب میں سے وہ بھی ہے جو ایمان لایا اللہ اور

من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ویتخذ — یوم آخر پر اور شمار کرتے ہیں جس کو خرچ کرتے ہیں قربتیں خدا کے

ما ینفق قربٰت عند اللہ وصلوٰت — پاس کی اور دعائیں رسول کی۔ آگاہ ہو کہ وہ انکے قرب کیلئے

الرسول الا انھا قربۃ لھم سیدخلھم — اُن کیلئے اللہ داخل کریگا ان کو اپنی رحمت میں

اللہ فی رحمتہ ان اللہ غفور رحیم — اللہ غفور رحیم ہے۔

مصرف انفاق مالی و بیان و زکواۃ یعنی صدقات و مصرف صدقات

سورہ بقرہ میں ہے۔ یسئلونک ما — تجھ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تو کہہ جو خرچ

ذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر — کرو گے تم خیر میں سے پس مال نیکی کیلئے سو والدین

فللوالدین والاقربین والیتٰمٰی و — کیلئے اور رشتے والوں کیلئے اور یتیموں کیلئے اور مسکینوں کیلئے

المسٰکین وابن السبیل وما — اور راہ کے مسافروں کیلئے اور جو کچھ تم کرو گے نیکی میں سے

تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم — تو اللہ اس کو جانتا ہے۔

انفاق خیر کا ہی ہو سکتا ہے کہ بہتری کے لئے جو خرچ ہو نہ یہ کہ اسراف و بدی کیلئے اسی لئے اس آیت میں خیر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دوسرے ایسے بہتر خرچ میں اُن لوگوں کو دینا جن کا اس آیت میں ذکر ہے اگر وہ مستحق ہوں بہت زیادہ ثواب ہے۔ سورہ نساء میں ہے۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً — اور عبادت کرو اللہ کی اور نہ شریک کرو اسکے ساتھ

وبالوالدین احسانا وبذی القربٰی — کسی چیز کو اور والدین کیساتھ نیکی کرو اور رشتہ والوں کیساتھ

بالیتمیٰ والمسٰکین والجار ذی	اور یتیموں کیساتھ اور مسکینوں کیساتھ اور ہمسایہ
القربیٰ والجار الجنب والصاحب	قریبی کے اور ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے اور
بالجنب وابن السبیل وما ملکت	راہ کے مسافر سے اور انسے جنکے مالک ہوئے ہیں
ایمانکم ان اللّٰہ لا یحب من کان	تمہارے ہاتھ اللہ نہیں دوست رکھتا اسکو جو اترا تا بڑائی
مختالاً فخورا ن الذین یبخلون و	کرتا ہے جو بخیلی کرتے ہیں اور حکم کرتے ہیں اور لوگوں کو
یامرون الناس بالبخل ویکتمون	بخل کا اور چھپاتے ہیں جو دیا اللہ نے انکو
ما اٰتٰھم اللّٰہ من فضلہ واعتدنا	اپنے فضل سے اور طیار کیا ہے ہم نے کافرین
للکٰفرین عذاباً مھینا ہ	کے لئے عذاب دکھہ دینے والا۔

ان آیات میں حکم نیکی کرنے کا ہے اور جس ترتیب سے حکم ہے وہ فضل اسلام ثابت کرتا ہے اور ان لوگوں کے نسبت ہے کہ اللہ دوست نہیں رکھتا ہے ان کو جو اترائی اور بڑائی کرتے ہیں اور بخیلی کرتے ہیں اور بخل کراتے ہیں اور جو ان کو اللہ نے دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں۔ سورہ بقر میں ہے۔

واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ	(لیکن نیکی یہ ہے) دیوے مال اللہ کی محبت پر ناتے والوں
والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل	اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ کے چلنے والوں
والسائلین وفی الرقاب ہ	اور سائلین کو اور گردن چھوڑانے میں۔

پس بروا حسان میں جبکہ وہ مال سے متعلق ہو جو فرق ہے وہ ان آیات اور مذکورہ بالا آیت کے مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ سورہ توبہ میں ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمسٰکین	سوا اسکے نہیں کہ زکواۃ ہے واسطے مفلسوں کے اور
والعٰملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم	محتاجوں کے اور جو زکواۃ پر کام کرتے ہوں ان کیواسطے اور جنکے دلکو

وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ و	الفت دلائی جاتی ہو ان کیلیے اور گردن چھوڑانے میں اور
ابن السبیل فریضۃ من اللہ و	تاوان بھرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کیلیے فرض ہے
اللہ علیم حکیم ۝	اللہ کیطرف سے اور اللہ علیم حکیم ہے

اس آیت سے زکواۃ کا فرض ہونا اور اُس کا مصرف ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسی مین سے اُس کا وہ صرف بھی دیا جاوے جو اُس کے وصول و خرچ مین کام کرنے مین صرف ہو۔ پس اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ زکواۃ اکٹھا جمع ہونا چاہیئے اور اُس کا دفتر ہونا چاہیئے اور اُس کے لیے کام کرنیوالے مقرر ہونے لازم ہین ۔ دوسرے منجملہ دیگر مصارف کے ایک مصرف اللہ کی راہ مین صرف کرنا ہے۔ پس اُس سے وہ تمام اصراف ضروری و قومی آجاتے ہین جو علاوہ مذکورہ تفصیل کردہ اس آیت کے ہین ۔ تیسرے اللہ کو علیم حکیم اس آیت مین کہا ہے جس سے اشارہ ہے اس بات پر کہ زکواۃ کی حکمت اللہ علیم حکیم کی مقرر کی ہوئی ہے لہذا اسمین فایدہ ہے۔ چوتھے احسان و بر کے جو مصرف اوپر کی آیتون مین بیان ہوے ہین اُن کے مصارف سے زکواۃ کے مصارف سے جو فرق ہے وہ مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ پانچوین انفاق فی سبیل اللہ اور زکواۃ مین جو فرق ہے اُس کو مقابلہ کر کے بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ زکواۃ کی حد معین ہے جو آنحضرتؐ کے افعال متواترہ سے بطور تفسیر اس آیت و نیز اون آیتون کے جنمین زکواۃ کا حکم ہے ثابت ہوتا ہے اور غیر معین خرچ مال جو اُس کے علاوہ ہے وہ انفاق ہے جس کے فواید و احکام بیان ہو چکے ہین ۔

طعام کھلانے اور یتیم و اسیر کی معاونت گردن آزاد کرنیکی فضائل

سورہ بلد میں ہے۔ وما ادراک — اور تو کیا جانے کہ کیا ہے وہ گھاٹی وہ چھڑانا
ما العقبۃ فک رقبۃ او اطعام — گردن کا یا کھلانا بھوک کے دن میں یتیم
فی یوم ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ — قرابت والے کو یا مسکین خاک میں رلتے کو
او مسکینا ذا متربۃ ثم کان من — پھر ہوا ایمان والوں میں اور باہم تاکید کی
الذین امنوا وتواصوا بالصبر — صبر کی اور باہم تاکید کی
وتواصوا بالمرحمۃ اولٰئک — رحم کھانے کی وہ لوگ اصحاب
اصحب المیمنۃ ۵ — میمنہ ہیں۔
سورہ ماعون میں ہے۔ اس آیت — کیا دیکھا تونے اس کو
الذی یکذب بالدین فذلک الذی — جو جھٹلاتا ہے دین کو سو وہ یہی ہے
یدع الیتیم ولا یحض علی طعام — جو دھکے دیتا ہے یتیم کو اور نہیں تاکید کرتا
المسکین ۵ — مسکین کے کھانے پر۔

پس اس آیت کی وعید قابل خیال رکھنے کے ہے اور مسکین کے طعام کی تاکید کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ سورہ ذاریات میں ہے۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم — اور متقین کے اموال میں حق ہے سوال کرنیوالے اور محروم کا

یہ آیت ان متقین کی تعریف میں ہے جن کے لئے جنت اور چشمے ہیں۔ سورہ ضحیٰ میں ہے۔ فاما الیتیم فلا تقھر — سو یتیم کو نہ جھڑک۔

سورہ روم میں ہے۔ فآت ذا القربیٰ — سو دے ناتے والوں کو

حقه والمسکین وابن السبیل ذٰلک — حق اسکا اور مسکین کو اور مسافرون کو یہ بہتر ہے

خیر للذین یریدون وجه الله و — اُن لوگون کیلئے جو چاہتے ہین اللہ کی رضامندی

اولٰئک هم المفلحون۔ — اور وہی فلاح پانیوالے ہین۔

مصرف اموال غنیمت

سورہ حشر مین ہے۔ ما افاء الله — اور جو ہاتھ لگایا اللہ نے

علی رسوله من اهل القری فلله — اپنے رسول کو بستیون والون سے سو اللہ کے

وللرسول ولذی القربی والیتمٰی — اور واسطے رسول کے اور واسطے ناتے والون اور یتیمون

والمساکین وابن السبیل کی لایکون — اور مسکین اور مسافرون کے تا نہ آوے لینے دینے

دولة بین الاغنیاء منکم ٥ — مین دولتمندون کے تم مین سے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بغیر لڑائی کے قبضہ مین آوے وہ مذکورہ بالا
لوگون کے لئے ہوگا نہ کہ اغنیا کیلئے۔ غرض یہ ہے کہ اغنیا کو مسکین کے حصہ
سے نہ ملیگا اور بشیر اغنیا کے مصرف کیلئے صرف کیا جاوے گا۔ سورہ انفال مین ہے

واعلموا انما غنمتم من شیء فان — جانو تم کہ جو کچھ غنیمت لاؤ کسی چیز سے تو

لله خمسه وللرسول ولذی — اللہ کیلئے اسکا خمس ہے اور واسطے اور

القربی والیتمٰی والمساکین وا — رسول کے اور قرابتیون کے اور یتیمون اور

ابن السبیل ٥ — مسکینون اور مسافرون کے۔

پس پانچوان حصہ جو اللہ کے لئے ہوگا وہ بیت المال مین جمع ہوگا۔ سورہ دہر مین ہے

ان الابرار یشربون من کاس — ابرار پیتے ہین پیالہ جس کی آمیزش سے

کان مزاجها کافورا عینا یشرب — کافور کے ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہین اللہ

بها عباد الله یفجرونها تفجیرا — کے بندے روان کرتے ہین اسکو جیسا کہ چاہتے ہین

بالنذر ویخافون یوماً کان شرہ
مستطیرا ویطعمون الطعام علی
حبہ مسکیناً ویتیماً واسیرا انما
نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم
جزاءً ولا شکورا انا نخاف من ربنا
یوماً عبوساً قمطریرا فوقٰھم اللہ
شر ذالک الیوم ولقٰھم نضرۃ
وسرورا وجزاھم بما صبروا جنۃ
وحریرا الآیہ

(ابرار نذروں) پورا کرتے ہین نذرونکو اور
ڈرتے ہین اُس دن سے کہ اسکی برائی پہیل پڑیگی
اور کہلاتے ہین کہانا اسکی محبت پر محتاج اور یتیم
اور اسیر کو اور کہتے ہین کہ سواے اسکے نہین کہ ہم کہلاتے
ہین تم کو لوجہ اللہ نہین چاہتے بدلا اور شکرگذاری
ہم ڈرتے ہین اپنے رب سے ایکدن اداس تیوری
چڑہی ہوئی سے پہر بچالیا انکو اللہ نے اس دن کی برائی
سے اور ملادیا انکو تازگی اور خوشوقتی مین اور بدلا
دیا انکو اسکا کہ صبر کرتے ہین جنت اور حریر کا الایہ

بزرگی بایدت بخشندگی کن ۔ کہ تا دانہ نیفشانی نہ روید
کسے نیک بیند بہر دو سرائے ۔ کہ نیکی رساند بہ خلق خدائے
ترحم آنکہ بر افتادگان ببخشاید ۔ کہ گر ز پائے در آید کسش نگیرد دست
نیک و بد چون می بباید مرد ۔ خنک آن کس کہ گوئے نیکی برد
خیرے کن ای فلان و غنیمت شمار عمر ۔ زان پیشتر کہ بانگ بر آید فلان نماند
ہر کہ فریاد رسے روز مصیبت خواہد ۔ گو در ایام سلامت بجوانمردی کوش
بندۂ حلقہ بگوش ار ننوازی برود ۔ لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش
کرامت جوانمردی و نان دہیست ۔ مقالات بیہودہ طبل تہی است
طریقت بجز خدمت خلق نیست ۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
یہ حسب اہل دولت ہوں اشرار دنیا ۔ نہ ہو عیش مین جنکو اورون کی پروا
نہین اُس زمانہ مین کچھہ خیر و برکت ۔ اقامت سے بہتر ہے اُس وقت رحلت
نہ چھوڑیگا پر ساتھہ ہرگز تمہارا ۔ بہلائی مین جو وقت تم نے گذارا